بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○
اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کیلئے خاص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحبِ فضلِ عظیم ہے
سلام ہو مُحسنِ عالمین سیدنا ابو محمد حضرت عبداللہ علیہ السلام پر اور سلام ہو محسنۂ عالمین سیدتنا اُمِّ محمد حضرت
آمنہ بنتِ وہب سلام اللہ علیہا پر جن کو ذاتِ رحمۃ للعالمین کے لئے بطورِ ماں باپ خاص کیا گیا
قرآنِ عظیم اور
عِصمتِ والدینِ مصطفیٰ
صلّی اللہ علیہ و والدیہ وآلہ وسلم
مؤلف: سگِ والدینِ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ و والدیہ وآلہ وسلم
پروفیسر ڈاکٹر حافظ قاری محمد صداقت علی فریدی
فاضل جامعہ فریدیہ ساہیوال
مندوب آستانہ عالیہ سرہوٹہ شریف آزاد کشمیر پرنسپل محمدیہ خارزمیہ بڈھاڑ شریف جہلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ○

اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کیلئے خاص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے

سلام ہو محسنِ عالمین سیدنا ابو محمد حضرت عبداللہ علیہ السلام پر اور سلام ہو محسنۂ عالمین سیدتنا ام محمد حضرت آمنہ بنت وہب سلام اللہ علیہا پر جن کو ذاتِ رحمۃ للعالمین کے لئے بطور ماں باپ خاص کیا گیا

قرآنِ عظیم اور عِصمتِ والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ ووالدیہ وآلہ وسلم

مؤلف: سگِ والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ ووالدیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر پروفیسر حافظ قاری محمد صداقت علی فریدی

فاضل جامعہ فریدیہ ساہیوال

مندوب آستانہ عالیہ سبز کوٹ سرہوٹہ شریف آزاد کشمیر پرنسپل محمدیہ خوارزمیہ بڈھاڑ شریف جہلم

0305-6684275, 0303-2240574

زیرِ انتظام سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعت کونسل لاہور

ملنے کا پتہ: مسجد تاجدارِ مدینہ، شیر از ٹاؤن، ٹاؤنشپ لاہور 0322-4082463

(((☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆)))

نام کتاب .... تفریحُ الاَذکِیاءِ فِیْ عِصمَۃِ وَالِدَیْ مُصطَفٰی ﷺ

المسمی .... قرآنِ عظیم اور عِصمتِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ

مؤلف .... ڈاکٹر پروفیسر قاری محمد صداقت علی فریدی

فاضل جامعہ فریدیہ ساہیوال 0305-6684275

تصحیح .... صوفی امجد محمود قادری بڈھاڑ جہلم

کمپوزر .... محمد صدیق ولی فریدی 0306-4900661

اشاعت ۲۰۱۷ء/۱۴۳۸ھ

صفحات 720

تعداد 1100

قیمت ....

بینکوئٹ پریس نسبت روڈ نزد دلبر ہال لاہور۔ 0423-7245590

سرپرستِ اعلیٰ: پیرِ طریقت محمد سید ابرار حسین شاہ صاحب سجادہ نشین

آستانہ عالیہ قادریہ خوارزمیہ سرہوٹہ شریف آزاد کشمیر

☆ معاونِ خصوصی: صوفی محمد شہباز صاحب نقشبدی شیراز ٹاؤن لاہور۔

☆ علامہ حافظ محمد عابد قادری صاحب کالج روڈ لجنہ چوک محمدی مسجد لاہور

☆ علامہ شاہد صاحب رانجھا میرا جہلم

☆ علامہ خلیل احمد صاحب پنڈ رجوال جہلم

ملنے کا پتہ:

آستانہ عالیہ سرہوٹہ شریف آزاد کشمیر پرنسپل محمدیہ خارزمیہ بڈھاڑ شریف جہلم

فہرست مضامین

انتسابِ عالمتاب

میں اپنی اس مختصر سی کوشش کو

رسالت پناہِ عالم جہاں پناہِ عالم امام الانبیاء حضرت

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ ووالدیہ وآلہ وسلم

کے حضور پیش کرتا ہوں

کوشش اگرچہ نا ہونے کے برابر ہے مگر اس کا عنوان بہت عظیم ہے۔ لہٰذا اس عظمتِ عنوان کے حوالے سے میں نے چاہا کہ اس کی نسبت کو بھی کائنات کی عظیم ترین ہستی ہی کی طرف منسوب کیا جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں میں ایک ادنیٰ سا مسکین مبتدی طالب علم ہوں مگر میرے لیے میرے علم کی یہ ایک اہم کوشش ہے۔ صرف اس یقین سے بارگاہِ رحمت للعالمین میں یہ ہدیہ نیاز پیش کر رہا ہوں کہ ہر بیٹے کو ماں باپ کا حیاء لحاظ ہوتا ہے میرے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ کریمی سے یہ بات بعید نہیں کہ مجھے ان نفوسِ قدسیہ کی اس معمولی سی نوکری کے صلے میں اپنے دامنِ رحمت میں پناہ عطا کر دیں

؎ شاہاں چہ باشد عجب گر بنوازند گدارا

احقر العباد

قاری محمد صداقت علی فریدی

متعلم وفاضل جامعہ فریدیہ ساہیوال

0305-6684275

کرم فرماؤں کی کرم فرمائیاں

فقیر ناچیز 3 ستمبر 2016ء کو مرکزی مسجد جامع سفینۃ المدینہ، بٹ چوک ٹاؤنشپ لاہور میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے والدین کریمین صلوٰۃ اللہ علیہما کے حضور اُن کی شان میں منعقد کردہ ایک عظیم الشان کانفرنس میں حاضر ہو کر خطاب کیا۔ بعد ازاں اسی محفل عظمت میں ایک جذبہ بیدار نے نعرۂ مستانہ لگایا کہ اس عنوانِ عظمت پر تحریر کیا جانے والا سارا کام ہمارے ذمہ محبت میں ہے مگر اس محبت کا تعارف ان مقدس ناموں سے معنون ہو جن میں اسمِ عصمت سیدہ کریمہ طیبہ طاہرہ حضرت سیدہ رقیہ بنتِ علی سلم اللہ علیہا المعروف بی بی پاک دامنہ لاہور، حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علی بن عثمان الہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، حضور غوث الثقلین امام الاولیاء حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ، حضور زہد الانبیاء حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قبلہ عثمان مروندی المعروف لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ، پیر طریقت راہبر شریعت حضور قبلہ الحاج حاجی محمد نقیب الرحمٰن مدظلہ العالی زیب سجادہ آستانہ عالیہ عید گاہ شریف راولپنڈی کی طرف سے صاحبزادہ والا شان حضرت قبلہ پیر حسیب الرحمٰن صاحب بھی اس محبت شریکِ عظمت ہیں، پیر طریقت رہبر شریعت ابو انیس صوفی محمد برکت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکتیں بھی شامل حال ہیں، حضرت سید مراد علی شاہ المعروف بابا نو لکھ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (شاہکوٹ) اور مِن جملہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام، تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان، تمام اولیاء عظام، عشاقانِ مصطفٰے ﷺ اور جملہ اُمتِ محمدیہ ﷺ کی طرف سے یہ نیاز ہے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صبحِ زندگی کی عظیم تر خوشی

قارئینِ محترم! انسانی حیاتِ مستعار اپنے طبعی سفر میں کئی ایک نشیب و فراز سے گزرتی ہے لاتعداد مؤثرات کی گردشوں کی زد میں رہتی ہے حصولِ تسکین کے لیے کئی کئی جتن کرتی ہے کبھی نامرادی، کبھی بامراد۔ اس طرح کی تراش خراش یہ سارے ماحولیاتی مؤثرات ہیں ایسے ہی خوشی اور غمی بھی مؤثراتِ حیات ہیں کبھی عارضی خوشی نے مسرور کیا تو کبھی غم نے مضمحل کیا انسان کی جبلی کاوش دائمی خوشی کی تلاش میں رہتی ہے مگر کامیابی صرف موہوم تصورات میں ہی سامنے آتی ہے ہاں خالقِ حیات کی طرف سے اگر کہیں کامرانی کی نوید میسر آئے تو پھر موہوم تصورات بھی یقین کا زیور پہن لیتے ہیں۔

میں بھی اس بزمِ ہستی میں ان طبعی عوارض سے دوچار رہا ایک لمبا سفر طے کیا چلتے چلتے ذوقِ جستجو میں ایک مقام آیا جہاں دائمی خوشی کو دیکھا وہ کسی دہلیزِ عظمت پر جبیں سا ہے میں نے اس سے پوچھا کہ اللہ کی بندی میں تو تیرے حصول کے لیے عمر بھر سرگرداں رہا تو یہاں کس مقام پر جھکی ہوئی ہے تو اس نے کہا چلّے یہ وقت باتیں کرنے کا نہیں بس بے خودی سے سرشارِ محبت ہو کر تو بھی میرا ہمنوائے ذوق ہو جا اپنی جبینِ نیاز کو یہاں سرنگوں کر دے ادب و نیاز سے اس دہلیزِ عظمت پر جبیں سائی کر یہی میری شرطِ تعلق ہے۔ میں نے پھر پوچھا بتا تو سہی یہ مقام کونسا ہے؟ تو اس پر اس نے برملا کہا کائنات میں سب سے اعلیٰ وارفع مقام ہے یہ مطافِ قُدسیاں ہے، جلوہ گاہِ یزداں ہے، مہبطِ علم و عرفان ہے، پناہ گاہِ بے کساں ہے، مبداءِ پیکرِ نبوت کا آستاں ہے، محسنۂ عالمین سیدتنا اُمِ محمد حضرت بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کا درِ اقدس اور دہلیزِ عظمت ہے محسنِ عالمین سیدنا ابو محمد حضرت عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درِ رحمت ہے۔

دوستو! بس یہ سننا تھا کہ بے تاب تمناؤں نے تابِ حیات پائی، جُھلستے جذبوں نے جنتِ عدن پائی، بکھرے خیالوں نے حسنِ عظمت میں یکسوئی پائی، منتشر احساسوں نے

تسکین پائی، تڑپتے روح و قلب نے دلبری پائی، سوئے ہوئے نصیب نے بیدار بختی کی معراج پائی اور نااُمیدی نے تکمیلِ امید پائی۔ بس کیا تھا میں وہاں گر گیا جہاں مجھے گرنا چاہیے تھا میں ابھی گرا ہی تھا کہ دائمی خوشی نے برجستہ کہا اے سگِ والدین مصطفیٰ ﷺ اے خوش نصیب اب کٹھن راستوں کی جستجو چھوڑ میں تمہیں میسر ہوں میسر ہوں میسر ہوں۔

دوستو! اس دائمی خوشی کا ایک پس منظر بھی ہے سب سے پہلے تو خدائے ذوالجلال والاکرام کا فضلِ عمیم ہے پھر رسولِ رحمت ﷺ کا رحمِ عظیم ہے خصوصاً محسنۂ عالمین سیدہ ام محمد حضرت بی بی آمنہ صلوٰۃ اللہ علیہا و سلمہ علیہا کی بے پناہ شفقتوں کا احسانِ عظیم فیضانِ عظیم ہے اور محسنِ عالمین سیدنا و مولانا و ماوٰنا و ملجانا حضرت ابو محمد عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لطفِ کریم ہے تاجدارِ ولایت مولائے کائنات "اَسَدُ اللہِ الْغَالِبُ اِمَامُ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ دَافِعِ الْمُعْضَلَاتِ وَالنَّوَائِبِ" حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نگاہِ عاطفت ہے حضور غوث الثقلین محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی برکات اور شہنشاہ ولایت مبداء چشت اہلِ بہشت سلطانُ الہند حضور خواجہ معین الدین حسن چشتی رضی اللہ عنہ اور امام الاولیاء حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہات شامل حال ہیں

علاوہ ازیں فاتح عیسائیت فضیلۃ الشیخ سیدی سندی آقائے نعمت قبلہ پیر سید ابو النصر منظور احمد شاہ صاحب زید مجدہ کی آہِ نیم شبی اور جامعہ فریدیہ ساہیوال کے طلباء کے ساتھ بے پناہ محبت اور نگاہِ فیض کا فیضان ہے۔ استاذ العلماء فضیلۃ الشیخ مفتی اعظم پاکستان آقائے نعمت قبلہ مفتی منظور احمد صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ محبتیں شامل حال ہیں۔ استاذ الاساتذہ حضرت قبلہ استاد محمد ظفر اقبال فریدی صاحب دامت فیوضہ کے سوزِ دروں کی برکتیں شامل حال ہیں۔ سیدی سندی آقائے نعمت حضرت قبلہ سید محمد عمر دراز شاہ صاحب چشتی شکوری مستانوی کی پر خلوص دعاؤں نے بھی خوب کام دکھایا۔ خصوصاً حضرت العلامہ استاذ العلماء استاذی المکرم حضرت قبلہ مفتی ڈاکٹر محمد مظہر فرید شاہ صاحب کی کریمانہ توجہات بھی خوب کام آئیں بالخصوص میرے سادے سے والدین کی محبتوں اور دعاؤں نے مجھے خوب نوازا

میرے والد گرامی جام محمد صادق مرحوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آخری ایام حیات میں مجھے اپنی خصوصی دعاؤں سے مالا مال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ محسنِ عالمین سیدنا ابو محمد حضرت عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکرِ پاک کی برکتوں کے وسیلے سے انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ اب ان دعاؤں کے تسلسل میں میرے پاس ایک عظیم نعمت ہے وہ میری والدہ محترمہ کا وجود ہے جو ضعیف العمری کے باوجود روضہ ٔرسول ﷺ کی حاضری کے لیے زندگی کی آخری خواہش کے طور پر بے حد تڑپ رکھتی ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ محسنۂ عالمین سید تنا بی بی آمنہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی عظیم برکتوں کے وسیلے سے ان کی اس آخری عظیم تمنا کو پورا فرمائے اور مجھ ناچیز کو بھی ان کی خدمت و معیت میں یہ سعادت نصیب فرمائے یہ زندگی کی عظیم خوشی کا پس منظر ہے

؎ شاہاں چہ عجب باشد اگر بنوازند گدارا

والدینِ مصطفیٰ کی توجہ تھی کہاں تک آ گیا
ذرہ ناچیز تھا آسماں تک آ گیا
پاس کچھ بھی نہ تھا اشکِ ندامت کے سِوا
یہ بھی ان کا ہی کرم تھا میں یہاں تک آ گیا
میں نے یہ کتاب مستطاب لکھنے کا کبھی سوچا بھی نہ تھا
والدینِ مصطفیٰ کی برکتوں سے میں کہاں تک آ گیا
با وُضو لکھا ہے میں نے اس کا ہر حرف
بس یہ کرم کی بھیک تھی کہ میں یہاں تک آ گیا

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْعَظِیْمِ الرَّحِیْم"

سگِ والدینِ سید المرسلین الکریم محمد صداقت علی فریدی 0305-6684275
متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال

خُطبَۃُ الکِتاب

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ؕ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی آبَآءِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اُمَّھَاتِ سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ لَا سِیَّمَا عَفِیْفَۃُ الْخَلَائِقِ وَ مَعْصُوْمَۃٌ عَنِ الْعَلَائِقِ وَ مَخْزَنَۃُ سَیِّدِ الْخَلَائِقِ اُمُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ حضرت سَیِّدَۃُ نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ آمِنَۃُ بِنْتُ وَھَبٍ عَلَیْھَا الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامُ خُصُوْصًا عَفِیْفُ الْخَلَائِقِ وَ مَعْصُوْمٌ عَنِ الْعَلَائِقِ شَرِیْفُ النَّسَبِ وَالْحَسَبِ نَجِیْبُ الطَّرَفَیْنِ اَبُوْ مُحَمَّدٍ سَیِّدِنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَیْھِمَا الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامُ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَحْبَابِہٖ وَ اَحِبَّائِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؕ اَمَّا بَعْدُ"

محترم قارئین! آج فقیر جس موضوع پر لکھ رہا ہے یہ جتنا حساس ہے اس سے کہیں زیادہ حسین ہے۔ اسی لیے میرا قلم ہر لفظ پر سجدہ ریز ہے...... میری آنکھیں فرطِ جوش میں آنسوؤں سے وُضو کر رہی ہیں...... میری صلاحیت دم بخود ہے...... میرے جذبے ایک نور کے سمندر میں غوطہ زن ہیں...... میرے خیالات لطائف سماویہ میں محو ذوق ہیں...... قلب و روح پر انوار و تجلیات کی بارشیں ہو رہی ہیں...... میرے احساسات والدین کریمین مصطفٰی ﷺ کے کاشانۂ عظمت کی دہلیز پر جبیں سا ہیں...... میری نبضیں فرطِ محبت میں محوِ خرام ہیں...... دل کی دھڑکنیں ادب و نیاز میں ہدیہ عقیدت پیش کر رہی ہیں...... آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہِ عاطفت، بے مثل تبسم و مسکراہٹ کے نور نے اپنی آغوش میں لیا ہوا ہے...... گویا ہر طرف رحمتوں کا نور ہی نور نظر آتا ہے میں خود کو سمجھ ہی نہیں پا رہا...... کیفیت وجدان کا غلبہ ہے...... ضمیر بیدار ہو چکا ہے...... توفیق الٰہی نے دل و دماغ کی آنکھیں کھول دی ہیں...... رحمتِ خداوندی شامل حال ہو چکی ہے...... مشیتِ ایزدی نے احقاقِ حق کی راہنمائی فرما دی ہے...... اہل عشق اور اہل وفا کی بے تاب تمنائیں اکسا رہی ہیں...... اہل ایمان اور اہل محبت کی عقیدتوں نے شرمندۂ احسان کر دیا ہے...... کہ آقا کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے

والدین کریمین طیبین مطہرین کی تقدس مآب شخصیت و عظمت پر کچھ تحریر کروں ان نفوسِ قدسیہ کی عظمت و عصمت کو بیان کروں جس سے ہر مؤمن کے من کی کائنات روشن ہو جائے سو اس لیے میں نے اس کتاب کا نام "عِصمَتِ وَالِدَیْنِ مُصْطَفٰی ﷺ" رکھا اور عصمتِ والدین مصطفیٰ کو بحمد للہ تعالیٰ فقیر نے لاتعداد قرآنی آیات بینات سے ثابت کیا ہے یاد رہے کہ فقیر نے اس کتاب میں ابوین کریمین کی ایمان والی بحث کو چھوا تک نہیں کیونکہ یہ بلند قامتِ علم والے لوگوں کا معاملہ ہے سچ بات تو یہ ہے کہ مجھے شرم آئی کہ مجھ جیسا ایک ادنیٰ سا طالب علم بھی کل بروز قیامت یہ کہہ سکے کہ جی میں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کو ثابت کیا ہے اور دلائل دیے ہیں! میری محبت اِن نفوسِ قدسیہ کی بابت محتاج ثبوت و دلائل ہی نہیں بلکہ میرے نزدیک کائنات بھر کے اہل ایمان کا ایمان ان کی گرد راہ تک بھی نہیں پہنچ پاتا ہے۔ قرآن کریم کی آیات تو ان کے خلقی اور خلقی محاسن کی شہادت دیں اور اُمت ابھی تک ان کے ایمان کا سراغ لگا رہی ہے۔ اسی لیے میں نے روایتی علمی ذخائر کو در خور اعتنا ہی نہیں سمجھا بلکہ میں نے فقط کتاب اللہ سے استفادہ کیا ہے یا خال خال حدیث کا سہارا لیا ہے کیونکہ میرے نزدیک قرآن و حدیث ہی علم کا یقینی ذخیرہ ہیں بلکہ حدیث بھی وہی قابلِ اعتماد ہے جو قرآن کے مطابق ہے جو حدیث قرآن مجید کے مخالف ہے اسے حدیث ہی نہیں سمجھتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ میری ہر بات کو قرآن کریم پر پرکھا جائے اگر میری حدیث قرآن کے مطابق و موافق ہے تو میری ہے ورنہ وہ میری نہیں ہے۔ بنابریں جب میں نے قرآن عظیم کی آیات میں غور کیا تو اس آئینہ نور نے میری بڑی راہنمائی فرمائی میں نے کائنات کی ان برگزیدہ ہستیوں کو آیات بینات کے نوری آئینے میں دیکھا تو خدا کی قسم مجھے یہ بزرگ و برتر ہستیاں اپنی فطرت میں نوری اور حضوری نظر آئے۔ میں نے ہر عظمت کو ان کا لباس دیکھا۔ ہر بزرگی کو ان کا سرمایہ دیکھا ہے اور ہر شرافت کو ان کا ماحول پایا اس کتاب کا نام ان کی عصمت کے ساتھ

موسوم کیا اور یقیناً یہ عنوان اہلِ ذوق و نظر کو اہلِ ایمان و عرفان کو لذتِ یقین سے سرشار کردے گا۔ "وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ○"

میں نے یہ کتاب کیوں لکھی؟

پہلی وجہ تصنیف

کتب حدیث اور تفسیر کی تقریباً ایک سو بیس کتابوں میں یہ واقعہ بالتفصیل مذکور ہے جو اس تصنیف کا سبب بنا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا اثنائے خطبہ فرمایا لوگو بتاؤ کیا تم میں سواد بن قارب آئے ہیں؟ کسی نے بھی ہاں میں جواب نہ دیا اگلے سال پھر یہی صورت بنی تو میں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین سواد بن قارب کا کیا معاملہ ہے؟ اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سواد بن قارب ایک شخص ہے جس کے ایمان لانے کی ایک عجیب صورتِ حال ہے میں اپنے ذوقِ محبت میں پھر سے وہ واقعہ سننا چاہتا ہوں اور لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔

اتنے میں اچانک مطلوبہ شخص حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے عرض کی حضور والا میں حاضر خدمت ہوں بتایئے آپ کیا کہنا چاہیں گے؟ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرطِ مسرت سے فرمایا اے سواد اپنے اسلام لانے کا واقعہ سنایئے کیونکہ میں پھر سے محظوظ ہونا چاہتا ہوں جیسا کہ ہم سب محظوظ ہوئے زمانہ رسالت میں۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ سنانا شروع کردیا فرماتے ہیں: میں اپنے گھر میں سویا ہوا تھا اچانک رات ڈھلے ایک جن آیا اس نے مجھے اپنے پاؤں سے

ٹھو کر ماری اور کہا "قُم" اُٹھ محمد ﷺ نے فضائے مکہ میں اپنی شانِ نبوت و رحمۃ اللعالمین کا اعلان فرما دیا ہے ان کا تعلقِ نسبی لؤی بن غالب سے ہے۔ یہ سلسلہ میرے ساتھ مسلسل تین رات تک ہوتا رہا۔ وہ جن مجھے مسلسل ابھارتا رہا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت عظمت ڈال دی۔ پس میں نے اپنی سواری پر پالان کسا اور اپنی تہبند باندھی میں فوراً چل پڑا حالانکہ مجھ میں اور رسول اللہ ﷺ میں بظاہر کوئی باہمی شناسائی نہ تھی مگر میں کشاں کشاں جذب و مستی میں چلتا رہا بالآخر منزل جاناں آ ہی گئی میں مکہ میں داخل ہو گیا ۔ لوگوں سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت پوچھا تو مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ حرمِ کعبہ میں جلوہ افروز ہیں طبیعت میں شدید چاہت نے انگڑائی لی سرشاری کے عالم میں میں حرمِ شریف میں داخل ہوا ہی تھا کہ فوراً رسالت پناہ عالم ﷺ بول اُٹھے کیا خوبصورت جملے ارشاد فرمائے فرمایا:

"قَالَ مَرْحَبَا بِكَ يَا سَوَادَ بْنَ قَارِبٍ"

اے سواد بن قارب! تجھے اللہ کا نبی مرحبا کہتا ہے خوش آمدید کہتا ہے۔ میں شرمندۂ احسان ہوا سوچ ہی رہا تھا کہ عرض مدعا کیسے بیان کروں تو فوراً زبان نبوت پھر گویا ہوئی آپ ﷺ نے پھر فرمایا:

"قَدْ عَلِمْنَا مَا جَآءَ بِكَ" اے سواد بن قارب تو اپنے منہ سے عرض نہ کر ہم جانتے ہیں تو کیوں آیا ہے تجھے کیا چیز کھینچ لائی ہے۔ ہم تیرے من کی دنیا دیکھ چکے ہیں ہمیں بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہم سب کچھ جانتے ہیں تیرے دل کی آواز کیا ہے ہم تو دلوں میں ابھرنے والے ہر احساس کو جانتے ہیں۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی تو میں بے خود ہو گیا حسنِ بے مثال کی لذتوں نے مجھے مخمور کر دیا اور وارفتگیٔ ذوق نے مجھے مست کر دیا۔ پھر میں بے ساختہ بول اٹھا: "قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَدْ قُلْتُ شِعْرًا فِي شَانِكَ فَاسْمَعْهُ مِنِّي"

آقا میں نے آپ کی شان میں کچھ اشعار کہے ہیں اجازت ہو تو سناؤں؟ "قَالَ ﷺ قُلْ" آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کہو ہماری نعت سنا ہم سنتے ہیں۔ یا امیر المؤمنین میں اپنے

اشعار میں اپنے اوپر حالات وواردات کا ذکر کرتا رہا اور حضور کی مدح سرائی کرتا رہا جب میں اس شعر پر پہنچا:

"فَاَشْهَدُ اَنَّ اللهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ وَاَنَّكَ مَامُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبِ"

بے شک میں گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی رب نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام غیب کے خزانوں کا امین بنایا ہے کوئی غیبی حقیقت آپ سے پوشیدہ نہیں۔

"وَاَنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً اِلَى اللهِ يَا ابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَائِبِ"

اور بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں کائنات کے باسیوں کے لیے رسولوں سے قریب تر وسیلہ ہیں۔ اے کریموں اور پاکوں کی اولاد اے معزز ترین پاکیزہ لوگوں کی اولاد اے بزرگ ترین اور عظیم خانوادے کے لوگوں کے بیٹے اے سخیوں کے لخت جگر اے باوقار لوگوں کے نورِ نظر یا امیر المؤمنین جب اس کلام پر پہنچا تو حضور اقدس ﷺ کے پیکر رحمت میں محبت کی ایسی بہار آئی کہ "فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ" آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شان سے ہنسے کہ دندان مبارک سارے کھل گئے اتنے کھلے ظاہر ہوئے کہ آخری داڑھ مبارک تک نظر آنے لگے جس سے میں نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ کو بے انتہا خوشی ہوئی اپنے آباؤ اجداد کی عظمت کا سن کر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام خوشی سے جھوم اٹھے اور "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" کی زبان سے ارشاد فرمایا "قَدْ اَفْلَحْتَ يَا سَوَادَ بْنَ قَارِبٍ" اے سواد بن قارب تو دونوں جہانوں میں فلاح پا گیا ہے کامیاب وکامران ہو گیا اور یہ واقع اس وقت پیش آیا جب رسالت پناہِ عالم ﷺ صحابیت کے نور کے ستاروں کے جھرمٹ میں جلوہ افروز تھے۔ جونہی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے سواد "اُدْنُهْ" آقا کے قریب ہو جاؤ تو میں مسلسل قریب ہوتا گیا حتی کہ میں آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کے قریب اور سامنے فروکش ہوا میں قریب تو ہوتا گیا سماں عجیب تر ہوتا گیا حسن تمنا نے ہدیہ نیاز پیش کیا مظہر "حُسْنِ لَمْ يَزَلْ" نے رحمتوں اور عنایتوں کی بارش برسانا شروع کر دی کیفیت یہاں تک پہنچی۔

"فَفَرِحَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَ اَصحَابُهٗ بِاِسلَامِی فَرَحًا شَدِیدًا حَتّٰی رُئِیَ فِی وُجُوهِهِم"

حضور ﷺ کے آبائے کرام علیہم الرضوان کی مدح سرائی پر اور میرے اسلام لانے پر خود آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جملہ صحابہ کرام علیہم الرضوان انتہاء سے بھی زیادہ خوش ہوئے اتنے خوش ہوئے کہ ان کے چہروں سے خوشی کا نور جھلکتا نظر آتا تھا۔

قارئینِ کرام! اس روئیداد کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سنا آگے بڑھے فوراً حضرت سواد بن قارب سے لپٹ گئے ارو فرمایا "قَد کُنتُ اُحِبُّ اَسمَعُ هٰذَا" میں تسلسل کے ساتھ اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ میں اس قصے کو پوری لگن کے ساتھ ہمیشہ سنتا ہی رہوں اور محظوظ ہوتا ہی رہوں۔

۱۔ المستدرک للحاکم علی الصحیحین جلد ۷، ص ۹۶

۲۔ معجم ابی یعلی جلد ۱ ص ۲۶۲ ۳۔ مجمع الزوائد جلد ۱ ص ۲۴۳

۴۔ حدیث و تفسیر کی 120 کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

محترم قارئین! اس واقعہ کے چند مندرجات میں آپ غور فرمائیں تو وجہ تصنیف کی عظمت آپ کو معلوم ہو جائے گی۔

1) عظمتِ والدین مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کرنے والے کو سید الکونین امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مرحبا فرماتے ہیں خوش آمدید فرماتے ہیں۔

2) والدین کریمین علیہما الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرنے والے کو اپنے قریب تر بٹھا لیتے ہیں۔ یہ کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم کریمانہ شفقت ہے۔

3) والدینِ کریمین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی عظمت بیان کرنے والے کو اپنی خوشی کا انعام عطا فرما دیتے ہیں

4) آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین علیہما الصلوٰۃ والسلام کا بزمِ عظمت میں ذکر کرنے والے کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گلے سے لگاتے ہیں۔

5) اس ذکرِ خیر کے سننے پر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بے حد خوش ہوتے ہیں اور جملہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی بے حد خوش ہوتے ہیں۔

6) سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ ذکرِ والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ بلکہ تمام خاندانِ نبوت کا تذکرہ جناب حضرت آدم علیہ السلام تا حضرت عبد اللہ اور محسنہ کائنات سیدہ آمنہ خاتون سلام اللہ علیہا تا حضرت حواء علیہا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خیر کرنے والے کو رسول اللہ ﷺ نے دونوں جہان کی فلاح، کامیابی و کامرانی کی سند عطا فرمادی۔ بنابریں درج بالا انعامات کو پڑھ کر یہ کتاب لکھنا میرے ایمان کی مجبوری بن گیا اس لیے کہ میں نے یہ کتاب لکھی اللہ تعالیٰ بھلا فرمائے الحاج حاجی محمد طفیل بھٹی مدنی صاحب کا جنھوں نے پاکستان میں بالخصوص لاہور شہر میں اس کارِ خیر کی بنیاد رکھی اللہ تعالیٰ برکتیں دے برادر مکرم جناب حاجی جمشید خان صاحب کا جنھوں نے مجھے بھٹی صاحب سے ملوایا اور اس جذبہ بیدار کی طرف راہنمائی فرمائی علامہ عطاء الرحمٰن چشتی صاحب اور پروفیسر محمد اقبال قادری صاحب کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے میری ہر طرح کی اس کارِ خیر میں معاونت کا وعدہ فرمایا ہے عرسِ والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ کی تقریبات میں بھرپور محبتوں کے ساتھ شرکت فرمائی اور خود بھی ایسی بابرکت کانفرنسوں کا اہتمام فرمایا۔ خصوصاً برادرِ مکرم ایڈووکیٹ ہائی کورٹ جناب رانا نثار احمد خان صاحب کا ممنونِ احسان ہوں جس کی پُر خلوص محبت میرے لیے حوصلہ بنی ہوئی ہے اور اپر مال لاہور سے الحاج محمد خلیل صاحب کی محبت کا تو میں قیامت تک مقروض ہوں جنھوں نے اس نادر اور عظیم کام کی طباعت کی ذمہ داری اپنے ذمہِ محبت میں لے لی ہے۔

؎ خدا رحمت کند ایں پاک طینت عاشقاں را

دوسری وجہ تالیف:

یہ طے ہے کہ عشق رسول ہی بنائے دین اور بنائے ایمان ہے۔ چونکہ محبت و عشق رسول اللہ ﷺ اہلسنت ہی کا خاصا ہے اس لیے یہ لوگ اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم مرتبہ کو بیان کرنا سننا اور اس کے لیے خصوصی اہتمام کرنا اپنا اعتقادی فرض سمجھتے ہیں بلکہ یہ لوگ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبتوں کا تقدس بھی ملحوظ رکھتے ہیں۔ حتی کہ فضلات طیبہ تک کی بھی تعظیم کو لازم سمجھتے ہیں انھیں خیر وبرکت کا باعث گردانتے ہیں۔ جو نسبت جس درجہ کی بلندی پر معلوم ہو گی اس کا اسی پیمانے پر حیاء کرتے ہیں اگر انھیں نسبتوں کی تدریج کو دیکھا جائے تو سب سے اعلیٰ درجے کی نسبت: نسبتِ والدین محمد ﷺ ہے حضور ﷺ کے لیے بھی اور اُمت کے لیے بھی۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ اس نسبت کو سب سے زیادہ ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے کیونکہ اسی میں سب سے زیادہ خدا اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی ہے ابھی تک میں یہ نہیں جان پایا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ اُمت کے اکابر و اصاغر متقدمین و متاخرین نے اس نسبت عظیمہ کی بابت بے اعتنائی کیوں برتی ذخائرِ علم میں ان کو مربوط اندازِ عظمت میں کیوں نہیں بیان کیا گیا؟ اس مبارک ضمن میں جستجو کیوں نہیں ہوئی؟ تاہم ہر دور کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں میں کسی کو مطعون نہیں کرنا چاہتا ہر دور کے اپنے حالات ہوتے ہیں۔ لہٰذا میں کسی کو معتوب نہیں سمجھتا۔ اتنی بات ضرور ہے جن بدبختوں نے ان نفوس قدسیہ کے تقدس کا لحاظ نہیں کیا ہے یقیناً وہ لوگ پایہ اعتبار و اعتماد سے گر چکے ہیں۔ ان کی علمی عظمت و جلالت عقیدت مندوں کی ہاں دفن ہو چکی ہے ان کی شخصیت اپنا وقار کھو بیٹھی ہے۔ اب ان سے استفادہ کرنا رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر کو زخمی کرنے کے مترادف ہے۔ بہر حال فقیر کی یہ کوشش اس پانی کی بوند سے بھی کمتر ہے جو ایک پرندہ نارِ نمرود کو بجھانے کے لیے لایا تھا مگر میرا یقین ہے بفضل تعالیٰ یہ معمولی کوشش اہل دل اربابِ محبت کو ضرور یقین کی عظمتوں سے ہمکنار کرے گی۔ ان کے سُلگتے زخموں پر مرہم

ثابت ہو گی۔ ان کی بیتاب تمناؤں کی ترجمان ہو گی ان کے شرح شرح احساسوں کو یکجا کرے گی۔ ان کے جذبہ عقیدت و محبت کو ایک روحانی علمی قوت دے گی اور میرے اور میرے احباب کے لیے نجات کی ضمانت بنے گی۔ کیونکہ میں نے کسی روایتی ذخیرۂ علم کی بجائے محض قرآن کی آیات کی سادہ نصوص کے آئینہ انور میں ان نفوس قدسیہ کے خِلقی خُلقی محاسن عظمت کو بیان کیا ہے۔ اب قارئین اور ناقدین ہی اس بات کا تجزیہ وفیصلہ فرمائیں گے کہ حق کیا ہے۔ اگر یہ کوشش علمی کوائف پر پوری اتری تو محض یہ میرے رب العزت کا احسانِ عظیم ہے اور رحمتِ عالم ﷺ کی نگاہِ عظمت ورحمت ہے۔ اگر یہ کوشش علمی معیار پر پوری نہ اتری تو یہ میرا علمی ذہنی قصور ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ اس سے بری ہیں۔

تیسری وجہ تالیف:

جب میں نے اس عنوان کو لکھنا چاہا تو ذخائر علم کی ورق گردانی کی تو حیرانی میں ڈوب گیا کچھ بدبختوں نے تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین طیبین طاہرین مطہرین منزھین کے ایمان کا بھی انکار کیا ہوا ہے انھیں مسلمان ماننے پر آمادہ ہی نہیں ہوتے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ جب کہ دیگر اہلِ سعادت نے ان کا خوب علمی تعاقب کیا ہے اس مسئلہ میں حضرت شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی تحقیقات ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں باقیوں نے انہی ہی سے نقل کیا ہے۔ شاید اسی لیے بلکہ یقیناً اسی لیے علامہ سیوطی علیہ الرحمہ کو بہتر (72) مرتبہ رحمت عالم ﷺ نے عالمِ بیداری میں اپنے دیدارِ پُر انوار سے مالا مال فرمایا ہے تاہم میں نے ایمان عدم ایمان کے موضوع کو چھیڑا تک نہیں کیونکہ میرے نزدیک مولویت کے وضعی ایمان کے قواعد وکوائف سے میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین علیہما الصلوٰۃ والسلام کہیں بلند و بالا ہیں۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میرے آقا کریم ﷺ کے والدین کریمین علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ذرۂ خاک کے برابر بھی ان وضعی ملاؤں کا ایمان نہیں ہو سکتا۔ مالکانِ جنت کو کسی خود غرض مولوی سے جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ لینے

کی کوئی ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ پر جنھوں نے قیامت تک ان ناسوروں کا علاج کر ڈالا ہے مزید ضرورت ہی نہیں بہر حال فقیر کسی صورت میں بھی اِس موضوع کو پھر سے تازہ کر کے بحث نہیں کرنا چاہتا ہے اس یقین کے ساتھ کہ وہ بڑے ہی کریم ہیں سخی ہیں اور ان کے لختِ جگر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خدا تعالیٰ کے بعد اس کائنات میں سب سے زیادہ جوّاد ہیں کریم ہیں۔

چوتھی وجہ تالیف:

"اَرَدْتُ وَالْمَشِیْئَۃُ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَنْ اَجْمَعَ بَعْضَ مَا بَلَغَنَا مِنْ مُعْجِزَاتِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ وَ دَلَائِلِ نُبُوَّتِہٖ لِیَکُوْنَ عَوْنًا لَھُمْ عَلٰی اِثْبَاتِ رِسَالَتِہٖ فَاسْتَخَرْتُ اللّٰہَ تَعَالٰی فِی الْاِبْتِدَآءِ بِمَا اَرَدْتُّہٗ وَاسْتَعَنْتُ بِہٖ فِیْ اِتْمَامِ مَا قَصَدْتُّہٗ مَعَ مَا نُقِلَ اِلَیْنَا مِنْ شَرَفِ اَصْلِہٖ وَ طَھَارَۃِ مَوْلِدِہٖ، وَ بَیَانِ اَسْمَاءِہٖ وَ صِفَاتِہٖ وَ قَدْرِ حَیَاتِہٖ وَ وَقْتِ وَفَاتِہٖ وَ غَیْرِ ذٰلِكَ مِمَّا یَتَعَلَّقُ بِمَعْرِفَتِہٖ ﷺ عَلٰی نَحْوِ مَا شَرَطْتُہٗ فِیْ مُصَنَّفَاتِیْ مِنَ الْاِکْتِفَآءِ بِالصَّحِیْحِ مِنَ السَّقِیْمِ وَالْاِجْتِزَاءِ بِالْمَعْرُوْفِ مِنَ الْغَرِیْبِ اِلَّا فِیْمَا لَا یَتَّضِحُ الْمُرَادُ مِنَ الصَّحِیْحِ، اَوِ الْمَعْرُوْفِ دُوْنَہٗ فَاُوْرِدُہٗ وَ الْاِعْتِمَادُ عَلٰی جُمْلَۃِ مَا تَقَدَّمَہٗ مِنَ الصَّحِیْحِ اَوِ الْمَعْرُوْفِ عِنْدَ اَھْلِ الْمَغَازِیْ وَالتَّوَارِیْخِ

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ وَھُوَحَسْبِیْ فِیْ اُمُوْرِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ"

ترجمہ و مفہوم:۔ فنِ حدیث کے مقتدر امام حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جب کتاب لکھنا چاہی جو ذخیرۂ علمِ حدیث کا عظیم اثاثہ بنی تو تمام اصنافِ کتب احادیث میں غور کیا کہ کس محدّث نے کس اَسلوب کو نقلِ حدیث میں اپنایا ہے۔ تمام محدّثین نے نقلِ حدیث کے اپنے اپنے اَسالیب کے تحت ذخیرۂ حدیث جمع کیا۔ اکثر اصناف محدّثین کے ہاں استعمال ہو چکی تھیں۔ ان کے زمانے میں کوئی اور نئے اَسلوب پر احادیث جمع کروں۔ جب کوئی بات نہ بن پائی تو استخارے کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے طلبِ مدد کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و

احسان کا یوں دروازہ کھولا کہ موصوف ہذا کو القا فرمایا کہ اگر بخت کی بلندی چاہتے ہو تو اپنی کتاب کا آغاز میرے نبی پاک ﷺ کے خاندان عظمٰی خصوصًا والدین کریمین طیبین، طاہرین مصطفین صلوٰۃ اللہ علیہما والسلام کے تقدس مآب تذکروں سے آغاز کرو اور اِن کے فضائل اور مناقب پر مشتمل احادیث کا ذخیرہ جمع کرو تو پھر کیا تھا کہ اس محدّثِ کبیر نے تائید الٰہی کو سامنے رکھا۔ خاندانِ عظمٰی کی خدمت کو ہی اپنے علمی سفر کا نقطۂِ آغاز بنایا۔ اس باب میں اپنی محبت کا حق ادا کر دیا۔ اس عنوانِ عظمت پر مستقل ابواب باندھے اور پھر پیار کی انتہاء کر دی۔ اُنھوں نے یہ کام شروع کیا ہی تھا کہ انعاماتِ خداوندی موسلا دھار بارش کی طرح برسنے لگے۔ زمانہ گواہ ہے کہ وہ آج بھی جاری وساری ہیں اور تا ابد جاری وساری رہیں گے۔ فقیر مسکین صداقت علی فریدی ایک مبتدی طالب علم ہے اس کے پاس اتنی صلاحیت تو نہیں کہ وہ مرضیِ الٰہی کو پاسکے اور کام شروع کرے ہاں اتنا ضرور ہے کہ مسکین نے بھی ان کی اقتداء کرتے ہوئے اس مقدس ترین کام کا آغاز کر دیا اور حیران ہوں کہ مجھ سیاہ کار پر بھی انعامات کی احسانات کی الطافات کی بارشیں ہو رہی ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔

پانچویں وجہِ تالیف:

قارئینِ محترم! حدیث اور سیرت کی تقریباً دو سو کتب کے اندر یہ حدیث موجود ہے کہ کفارِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے خاندانِ عظمٰی کی بابت کچھ توہین آمیز الفاظ کہے تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے شاعر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بلایا اور فرمایا شاعری کی صورت میں میرا دفاع کرو۔ کعب بن زہیر اور عبد اللہ ابن روحہ وغیرہ ھم نے جواباً کچھ کہا مگر آپ ﷺ مطمئن نہ ہوئے۔ پھر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ خدمت میں سر انجام دیتا ہوں اور کہا "لَاَفْرِيَنَّهُمْ كَمَا فَرَّ الْاَدِيْم ثُمَّ اَدلع لِسَانَهٗ" کہ آقا میں انھیں اس طرح چھیل دوں گا جس طرح کچا چمڑا چھیلا جاتا ہے پھر غیرت ایمانی سے اپنی سُرخ زبان کو بل دیتے ہوئے بولے یا نبی اللہ ﷺ میں آپ کے خاندانِ عظمٰی کے دشمنوں کا بُرا حشر کروں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "لَا

تَعْجَلْ" حسان جلدی نہ کرو۔ پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ علم الانساب کے ماہر ہیں۔ وہ آپ کو میرے خاندان کے نفوسِ قدسیہ کو عرب قبائل سے الگ کر دیں گے کیونکہ اکثر قبائل کے ساتھ کہیں نہ کہیں میرا نسبی تعلق ہے لہٰذا پہلے جاؤ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میرا نسب الگ کر کے لاؤ۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نسب عظمت الگ کروا کر لائے اور بارگاہِ رسالت پناہِ عالم صلی اللہ علیہ و والدیہ و آلہ وسلم میں آکر عرض کی "لَاَسُلَّنَّكَ كَمَا سَلَّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ" آقا میں آپ کے خاندان عظمیٰ کو اس طرح نکال لوں گا جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال کو نکال لیا جاتا ہے۔ پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنی شاعری میں رسالت پناہِ عالم ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کے مناقب بیان کرنے شروع کر دیے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس خدمت کی تائید میں جناب جبریل علیہ السلام کو حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا جو اُن کو داد بھی دیتے اور واہ واہ بھی کرتے اور بھولنے پر لقمہ بھی دیتے۔ اسی عظمت کو رسول دو عالم ﷺ نے اپنی "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" والی نبوی زبان سے یوں بیان فرمایا

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِحَسَّانِ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَايَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَانَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

وَقَوْلُهٗ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَانَافَحَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

وَقَوْلُهٗ ﷺ اهْجُ الْمُشْرِكِيْنَ فَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ مَعَكَ ۔۔۔ قالہ لحسان

وَقَوْلُهٗ ﷺ اهْجُ قُرَيْشًا فَاِنَّهٗ اَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِنْ رَشْقِ النَّبْلِ

وَقَوْلُهٗ ﷺ يَا حَسَّانُ اَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

وَقَوْلُهٗ ﷺ هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَاشْتَفٰى "

ترجمہ و مفہوم: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے حسان بے شک فرشتوں کا رسول جبریل علیہ السلام ہمیشہ آپ کی تائید میں رہے گا جب تک تو اللہ اور اُس کے رسول کا دفاع کرتا

رہے گا۔ جبریل تیرا ہمنوا رہے گا تیری ڈھارس بندھاتا رہے گا واہ سبحان اللہ! کیا شان ہے خاندانِ نبوت کی ان کی عظمت کا دفاع اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی عظمت کا دفاع قرار پایا۔

اور ایک روایت میں اللہ تعالیٰ خود جبریل علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ جاؤ حسان کی مدد کرو جب تک کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دفاع کر رہا ہے اور ایک روایت میں خود رسول پاک ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بے شک جبریل علیہ السلام تیرا ساتھی ہے جب تک تو خاندان نبوت کا دفاع کرتا ہے اور ایک روایت میں یہ فرمایا اے اللہ حسان بن ثابت کی روح القدس کے ساتھ مدد فرما جب تک کہ حسان دشمنانِ خاندان نبوت کے ساتھ نمٹتا رہے گا۔

محترم قارئین! اس جذبہ حسانی نے مجھے مسکین کو آنکھیں دیں، دل کی رونق دی، غیرت کا درس دیا اور جہتِ غیرت کا تعین کیا۔ اب اس صورت میں مسکین بھی اس خدمت کی بنیاد پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مقلد ہے جو بھی خاندانِ نبوت کے ساتھ عداوت رکھے گا خصوصاً والدین مصطفیٰ ﷺ کے تقدس کا حیاء اور لحاظ نہیں کرے گا تو فقیر اُس سے لڑ جائے گا اور اُس کو کچے چمڑے کی طرح چھیل کر رکھ دے گا بلکہ اُس بدبخت کو سگِ والدین مصطفیٰ ﷺ ہونے کی حیثیت سے کاٹ کر کھائے گا تاکہ آئندہ کوئی خنزیر فطرت حرمِ نبوت کے تقدس کی چاردیواری کو عبور کرنا چاہے گا تھر تھر کانپ جائے گا اس لیے فقیر نے اپنی اس کتاب کی وجہِ تالیف حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی غیرت کو قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مسکین کو تاحیات سگِ والدین مصطفیٰ ﷺ ہونے کی حیثیت سے اس خدمت کو سرانجام دیتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

اہلِ علم سے گزارش

آپ کو یہ اختیار ہے کہ آپ میرے اس مقالے کا علمی تجزیہ فرمائیں۔ جہاں علمی سقم محسوس فرمائیں وہاں ضرور نشاندہی فرمائیں لیکن جو بات بھی بیان فرمائیں کم از کم اس کا کوئی علمی وجود ضرور ہو اَدِلّہ شرعیہ کی کسی نوع سے ضرور متعلق ہو۔ یہ بات ہرگز قبول نہ ہوگی کہ اس طرح کا استدلال پہلوں نے نہیں کیا تو تم نے کیوں جرأت کر ڈالی۔ جناب عالی یہ کوئی معقول دلیل نہیں آپ میری متدلہ آیت یا حدیث اور میرے استدلال کے درمیان کوئی علمی معارض پیش فرمائیں تاکہ میں معارضہ والی دلیل کا علمی جواب دے پاؤں۔ اگر علمی مناسبت درست ہے اِحقاقِ حق میں مؤثر ہے تو اس میں میرا علمی قلمی کمال ہرگز نہ سمجھیں اس کو محض خدا اور رسول ﷺ کا احسانِ عظیم سمجھیں۔ اگر خلافِ حقیقت سمجھیں تو اس میں میرا علمی قصور جانیں خدا اور رسول اللہ ﷺ اس سے بری ہیں۔ میں نے خلوصِ نیت سے اس سمت اپنی بساط کے مطابق قدم اٹھایا ہے۔ میں محققین سے عرض کرتا ہوں اس حوالے سے بہت کام ہونے والا ہے۔ لہٰذا اس طرف توجہ فرمائیں یقیناً اس نوکری میں بے شمار برکات ہیں۔ وما توفیقی اِلّا باللہ العلی العظیم

ضروری گزارش

عالمِ اسلام کے علماء و مشائخ عظام سے گزارش ہے کہ دیگر موضوعات کی طرح اس مقدس موضوع کو اپنی جلسہ گاہوں میں، محافل میں اور اعراس مقدسہ میں موضوع سخن بنائیں۔ جس طرح ہم اپنے بزرگوں کے سالانہ عرسوں کا اہتمام کرتے ہیں اسی طرح ہم رسول اللہ ﷺ کے بزرگوں کا بھی عرس مبارک منعقد کریں۔ یہ بات واضح ہے کہ جس طرح ہمیں اپنے بزرگ پیارے لگتے ہیں اسی طرح سرور دو جہاں ﷺ کو بھی اپنے بزرگ پیارے لگتے ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے تمام بزرگوں کی بزرگیاں، شرافتیں، کرامتیں یہ سب احسان ہے رسول اللہ ﷺ کا اور ان کے بزرگوں کا۔ ہماری سب عظمتیں مرہونِ منت ہیں ان کی اور پوری اُمتِ مسلمہ ممنونِ احسان ہے بلکہ شرمندۂ احسان ہے نبی رحمت ﷺ اور آپ کے والدین کریمین طیبین مطہرین کی۔ کتنی بڑی شان ہے والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ کی۔ یہ مبدءِ پیکرِ نبوت ہیں، کائنات میں ہے کوئی! ان کے مدِّمقابل جن کے لختِ جگر کا نام محمد ﷺ ہو جو شان رحمۃ للعالمین رکھتے ہوں۔

تاہم یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی شرافتوں پر بہت کم لکھا گیا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ ان عظمت و وجاہت والے بزرگوں کے مناقب و مراتب پر علماء، واعظین اور مقررین بولنے سے قاصر ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز کتاب ہذا اس کمی کو کسی حد تک یقیناً پورا کر دے گی میں اہل قلم حضرات کو دعوت دیتا ہوں کہ اس کارِ خیر میں اپنا اپنا حصہ ضرور

ڈالیں اور عہد وفانبھائیں قادر الکلام شعراء سے گزارش کرتا ہوں جہاں سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی عظمت میں نغمہ سرائی کرتے ہو وہاں محسنہ کائنات حضرت سیدہ آمنہ سلم اللہ علیہا کے حضور بھی اپنا حق ریزہ خواری کا کچھ حصہ ادا کریں محسن کائنات جناب سیدنا عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور بھی نذر عقیدت کے لیے بھی اپنی قلموں کو حرکت دیں۔ اہل تحقیق سے بھی گزارش ہے کہ اپنی تحقیق کارخ ان نفوسِ قدسیہ کی طرف بھی ہو جائے۔ اہلِ دل و اہلِ عرفان سے بھی گزارش ہے کہ اپنی قلب وروح ان نفوس رحمت کی محبت و الفت سے سجالو۔ ان کے پیار کا دیپ اپنے مَن کی کائنات میں روشن کرلو۔ کیونکہ جس طرح خدا تعالیٰ رسول اکرم ﷺ پر درود بھیجتا ہے عین اسی طرح ان ذوات والا صفات پر بھی رحمت و درود نچھاور فرماتا ہے بلکہ میں پوری اُمت کے تمام طبقات سے بھی عرض کرتا ہوں حقِ نمک خواری کی طرف دھیان دیں اور بے شمار برکات اپنے دامن میں سمیٹیں۔ ہو سکتا کل قیامت کے دن ان کا جوش کرم ہم پر آمادۂ رحمت ہو جائے اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہہ دیں کہ اے بیٹے اے شفیع الامم ان اہل محبت کی بھی شفاعت فرما دیں یہ ہم سے پیار کرتے رہے ہیں تو یقیناً آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام آمادۂ رحمت و شفاعت ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین بجاہ النبی العظیم علیہ التحیۃ والتسلیم"

میں حیران ہوں

اہل تحقیق، اہلِ عرفان، اہلِ علم اوراہلِ عشق و محبت حضور سرور کائنات ﷺ کی محبت و عشق میں اتنے آگے چلے گئے کہ آقاعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہر چیز کی عظمت کے لیے اس کے مناقب پر مستقل کتابیں لکھیں حتی کہ نعلینِ رحمت ،لعابِ دہن مبارک، نُخامہ مبارک (رینٹھ مبارک)، بول مبارک ،پسینہ مبارک ،ناخن مبارک ،بال مبارک ، لباس مبارک ،بلکہ گدھے مبارک جو آپ کی سواری میں کام آتے ،ان کی شرافتوں پر عظمتوں پر اپنے اپنے تحقیقی جواہر تلاش کیے اور ان پر الگ الگ کتابیں لکھیں مگر ان کی جنبش قلم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین کی عفت و عصمت کے موضوع کی طرف کیوں نہ اُٹھ سکی؟ حالانکہ قرآن کی بے شمار آیات ان کے تقدس کی شہادت دے رہی ہیں آخر ایسا کیوں ہوا؟ اگر کسی نے جرات کی بھی تو ان ذوات قدسیہ کو ایمان اور عدم ایمان کے ترازو پر تولا۔ میں غیور اہلِ علم کو اس کارِ خیر کی طرف دعوت دیتاہوں یہ سب سے بڑاکام ہے اس طرف توجہ فرمائیں یہ عقیدے کا فرض ہے۔ تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

کتاب ہذا کا اسلوبِ بیان

تفریح الاذکیا فی عصمتِ والدیٔ مصطفیٰ "صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَوَالِدَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ "چونکہ یہ نام بھی انوکھا ہے منفرد ہے عنوان بھی عظیم تر ہے اور مواد بھی حسین تر ہے۔ بنابریں اس پر ہونے والا کام بھی بفضل تعالیٰ اپنی نوعیت کا ایک منفرد کام ہے۔ یہ اس اعتبار سے ہر گز منفرد نہیں کہ اسے میں نے تحریر کیا ہے حاشا وکلا ایسا ہر گز ہر گز نہیں بلکہ اس کی انفرادیت کا فقط ایک ہی باعث ہے اور وہ مشیتِ الٰہی اور مزاج نبوت کے تقاضوں کو ہی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس میں کسی خاص نقطۂ نظر کو استعمال کیا گیا ہے اور نہ ہی مسلکی ذوق کو گھسوڑا گیا ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ کوئی نقطہ نظر یا مسلکی ذوق مشیتِ الٰہی اور مزاجِ نبوت کے مطابق ہو جائے تو یہ اس کا نصیب ہے اور اس کی عظمتوں کی معراج ہے۔ میں اس بات کا بھی حلف دیتا ہوں کہ اس پوری کتاب میں نہ تو میں نے اپنی فکر سے کام لیا ہے جسے اختراع سمجھا جاسکے اور نہ ہی میں نے کسی مسلکی سوچ کا سہارا لیا ہے۔ بس اس کتاب میں یا تو آپ کو قرآنی آیاتِ بینات نظر آئیں گی یا احادیث طیبات نظر آئیں گی جو کھلے الفاظ میں آپ کو بتائیں گی کہ والدین مصطفیٰ "عَلَیْہِمَا التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَآءُ وَ سَلَامُ اللہِ عَلَیْہِمَا" کی تعظیم و توقیر اور اُن کی محبت اعتقادی فرائض میں سے ایک اہم ترین فریضہ ہے۔ اور ان کا ذکرِ خیر بطریق سنت ایمانی فرض ہے۔ ان سے قلبی عقیدت عقیدتوں کی معراج

ہے۔کیونکہ یہ نفوسِ قدسیہ مبداءِ پیکرِ نبوت ہیں۔ان عفت مآب عصمت مآب نفوسِ رحمت کی عظمتوں میں جتنی بھی قرآنی آیاتِ بینات اور احادیث طیبات کو درج کیا گیا ہے ان کے مقتضیات کو سمجھنے کے لیے اور اس کتاب کے مندرجات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا اسلوب بیان سمجھا جائے تاکہ کتاب ہذا سمجھنے میں قدرے آسانی ہو۔میں نے اِس کتاب کے اسلوبِ بیان میں بھی فکری تنوعات کا سہارا نہیں لیا بلکہ اس کا اسلوبِ بیان بھی حدیثِ نبوی ہی ہے۔چونکہ اس کتاب میں مندرج علمی مواد سارا قرآن کریم ہی سے اخذ کیا گیا ہے۔شرح میں کہیں کہیں احادیث بھی درج ہیں لہٰذا ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن فہمی کا طرزِ نبوی بیان کردوں اسلوبِ نبوی تحریر کردوں تاکہ عنوانِ عظمت عصمت سمجھنے میں مدد مل سکے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن سمجھنے میں قرآنی آیات کو پانچ انواع میں بیان فرمایا جو آیات ان عنوانات پر مشتمل ہیں ان کو نبوی انداز میں جانا جاسکے اس طرح ایک عظیم آسانی مہیا فرمادی گئی ان پانچ انواع کو زبانِ نبوت نے یوں بیان فرمایا ہے:

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ نَزَّلَ اللّٰہُ الْقُرْاٰنَ عَلٰی خَمْسَۃِ اَوْجِہٍ حَلَالٌ وَّ حَرَامٌ وَ مُحْکَمٌ وَّ مُتَشَابَۃٌ وَ اَمْثَالٌ فَاَحِلُّوْا الْحَلَالَ وَ حَرِّمُوْا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوْا بِالْمُحْکَمِ وَ اٰمِنُوْا بِالْمُتَشَابِہِ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ "(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۳، اصح المطابع، کراچی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ وَالِدَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ" نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن پاک کو پانچ عنوانات میں نازل فرمایا:

(۱) حلال (۲) حرام (۳) محکم (۴) متشابہ (۵) امثال و قصص

پس قرآن کی حلال کردہ اشیاء کو حلال جانو، حرام کردہ اشیاء کو حرام جانو۔ قرآن کی محکم آیات پر عمل کرو۔(محکم آیات سے مراد وہ آیات ہیں جن کی مرادیں قرآن کریم میں بالکل واضح ہیں ذہن میں بآسانی آجاتی ہیں اور غور و فکر کی ضرورت نہیں پڑتی۔ متشابہ آیات

پر ایمان لے آؤ ان کی مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ وَالِدَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَزۡوَاجِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ" کے ہاں جو بھی ہے وہی حق ہے۔ یعنی اُن میں غور و فکر نہ کرو کیونکہ یہ ماوراءِ عقل و فہم ہیں غیبی اسرار ہیں۔ یہ خداوند تعالیٰ اور رحمتِ عالم "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ وَالِدَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَزۡوَاجِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ" کے راز ہیں۔ اِن تک عقل و شعور کی رسائی نہیں ہو سکتی پس ان پر ایمان ہی لے آؤ اور "فَاعۡتَبِرُوۡا بِالۡاَمۡثَالِ" جو اس قرآن میں مثالیں بیان ہوئیں، قصص بیان ہوئے اور احوال و حالات بیان ہوئے ان سے عبرت و نصیحت حاصل کرو۔ کیونکہ یہ امثال و قصص محض داستان سرائی کے لیے نازل نہیں ہوئے بلکہ ان کے نازل کرنے کا مقصد پیش آمدہ حالات کا اِن کی روشنی میں حل تلاش کرنا ہے۔

میں نے اپنی کتاب کا اسلوب بیان اس مذکورہ حدیث شریف کو ہی بنیاد بنا کر بیان کیا ہے تحریر کیا ہے بالخصوص حدیث کے مندرجات کی آخری پانچویں شق کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہ میری کتاب کے مقدس عنوان کے قریب تر ہے قرآنِ کریم میں بیان کردہ سابق انبیاء علیہم السلام کے خاندانی پسِ منظر کی عظمت و رفعت کو مقیس علیہ بنایا ہے۔ ان میں پائی جانے والی ان کی عزت و تکریم کو نصوصِ قرآنی کے نزول کی علت معلوم کیا ہے۔ چونکہ قرآنی نصوص ثبوت و دلالت کے اعتبار سے قطعی ہیں۔ کیونکہ یہ سب اخبار سابقہ ہیں اور خبرِ ثبوت و دلالت میں قطعی ہوتی ہے اور ان کے بیان کرنے کی صورت بھی یہی ہے تاہم ان کے بیان کرنے کی علت بھی قطعی ہے۔ کیونکہ انھیں اللہ تعالیٰ نے بیان ہی اس لیے فرمایا ہے کہ ان نفوسِ قدسیہ کی عزت و تکریم عفت و عصمت اخلاق و شرافت کی عظمتیں کائنات کے لوگ جانیں اور ان عظمتوں کے نور سے سرشار ہوں سیرت و کردار کے ماحول میں پاکیزگی آئے۔

دوسری علت قرآن نے یہ متعین فرمائی انبیاء علیہم السلام کا قومی معاشرتی سماجی وقار اُجاگر ہو تا کہ کوئی بد طینت یہ نہ سمجھے کہ یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نسلِ انسانی کے کسی معمولی

طبقے سے آئے ہیں۔ نہیں نہیں ہر گز ایسا نہیں بلکہ یہ نفوسِ قدسیہ انسانی معاشروں کے اعلیٰ طبقات انسانیت سے تشریف لائے۔ ان کا حسب و نسب ہر لحاظ سے بہت بلند و بالا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ آنے والی ذات بے مثل بے مثال ہے اور ان تمام نفوس قدسیہ کے تاجدار ہیں اور امام الانبیاء ہیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ لہٰذا جس طرح ان کا منصب سب سے اعلیٰ و بالا ہے ایسے ہی ان کا نسب بھی سب سے اعلیٰ و بالا ہو ان کے آباؤ اجداد صاحبِ عظمت و وجاہت ہوں۔ ان کے شرف و کمال کا شہرہ چار دانگِ عالم میں پھیلا ہوا ہو۔ ان کی اخلاقی شرافتیں زبان زدِ عام ہوں۔ ان کے خَلقی اور خُلقی محاسن کی کائنات معترف ہو بالخصوص والدین کریمین تو وہ ہوں جو مشیتِ الٰہی کا خصوصی اہتمام ٹھہریں اس شان و عظمت کے مالک ہوں کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ان پر صلوٰۃ و سلام کے تحفے پیش کرے۔

قارئین قرآن کریم گواہ ہے کہ ایسا ہوا ہے ہو رہا ہے اور تا ابد ہوتا رہے گا کیونکہ یہ نفوسِ رحمتِ حبیبِ خدا، اشرف انبیاء، خاتم المرسلین، حضرت محمد رحمت للعالمین علیہ التحیۃ والتسلیم کے ماں باپ ہونے کا شرف پا چکے ہیں یہ انھیں کے حصے کا مرتبہ تھا جس کی کائنات میں اس اعتبار سے نہ مثال ہے نہ مثیل ہے۔ انھیں کے پیکرِ رحمت کی خیرات سے بزمِ کون و مکان میں سراجاً منیراً کی شان والے تشریف لائے جس کی نور افشانیوں سے بزمِ عالمین میں نور کے اُجالے ہیں۔ قرآن کریم نے حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کی امہات کرام رضوان اللہ علیہم و علیہن اجمعین کی عظمت کو اسی لیے اپنی آیات کا موضوع بنایا ہے کہ آنے والی ذات محسنۂ عالمین ہے۔ والدۂ رحمۃ للعالمین سیدہ طیبہ طاہرہ منزہ مکرمہ محترمہ محتشمہ منقحہ مبشرہ، محسنہ عالمین حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کا کاشانۂ رحمت مطاف قدسیاں ہے جن کا آنگن مہبطِ قدسیاں مرکز تجلیاتِ رحمٰن ہے۔ اسی لیے اَے کائنات کے باسیو! ان کا احترام ان کی تعظیم و توقیر ان کی شایانِ شان تم پر فرض ہے۔ ان کی محبت و الفت ان کا ذکر فکر ان کا حیا تمہارے ایمان کی معراج ہے۔ تمہارا اعتقادی فرض ہے کیونکہ قرآنی آیات بینات کو انھیں کی عظمت و شرافت کی دلیل بنا کر

نازل فرمایا گیا ہے۔ جس طرح مقیس علیہن کی عظمت و عصمت قطعی ہے ایسے ہی مقیس کی بھی عظمت و عصمت قطعی ہے۔ جس طرح مقیس علیہن کی عظمتوں کا انکار کفر ہے عین ایسے ہی مقیس کی عظمت کا انکار کفر تر ہے۔ کیونکہ جس قیاس میں علت مخصوص اور قطعی ہو اس پر کیا جانے والا قیاس بھی قطعی ہوتا ہے۔ قطعیات کا انکار کفر ہے ایسے ہی محسنِ عالمین سیدنا طیب طاہر مطہر مصطفیٰ منزہ مکرم محترم محتشم مبشر مصدرِ پیکرِ نبوت مخزن عنایات قدرت جناب سیدنا محسننا ابو محمد حضرت عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والا صفات ہے۔ کتاب ہذا کے اسلوبِ بیان کو سمجھنے کے بعد اب کتاب ہذا قدرے آسان ہو جائے گی۔ کتنا اچھا ہو اکہ آپ پوری طمانیت قلب کے ساتھ پوری دِقّتِ نظر کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ یقیناً قلب و روح کے دریچے کھلیں گے اگر باوضو ہو کر پڑھیں گے تو کیف و سرور میں اضافہ ہو گا کیونکہ میں نے اس کتاب کا ایک لفظ بھی بے وضو نہیں لکھا۔ الحمد للہ علی ذلک فقط۔

محمد صداقت علی فریدی

"ھَدیۂ تَشَکُّر وَامتِنَان"

سب سے پہلے اُس ذاتِ حق وحدہٗ لاشریک کا لاتعداد مرتبہ شکر ہے جس نے ہمیں اس نوکری کی توفیق بخشی پھر رسولِ رحمت ﷺ کا لاتعداد مرتبہ شکر ہے جن کی رحمتِ کاملہ نے ہمارا مسلسل ساتھ دیا اور قلب وروح کو جِلا بخشی، نظر و فکر کو اپنی رحمتوں کی وسعتوں سے مالامال فرمایا پھر خاندانِ نبوت عصمت مآب نفوسِ قدسیہ خصوصًا محسنۂ عالمین، مخدومۂ کائنات، اُمِّ محمد، اُمِّ احمد، اُمِّ ابو قثم (صاحبِ عطا) سیدتنا حضرت آمنہ بنتِ وھب اور محسنِ عالمین ، مخدومِ کائنات ابو محمد، ابو احمد، ابو قثم (صاحبِ عطا) سیدنا حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کا بے حد و بے حساب شکریہ کہ جن کے فیضِ عظمت و شفقت نے ہمیں اپنے حضورِ خدمت میں قبول فرما کے اس ادنیٰ سی نوکری میں ہمیں قبول فرمایا۔ بعد ازاں اس نوکری میں معاونت کرنے والے حضرات کا بے حد و بے حساب ممنون وشاکر ہوں جنھوں نے مجھ مسکین کو ہر طرح کی صحبت سے نوازا خصوصًا اُستاد العلماء شیخ الحدیث مفتی محمد اکرام اللہ صاحب زاہد آف پھالیا گجرات کا اور حضرت علامہ غلام رسول ثاقب علوی صاحب کا ممنون احسان ہوں جنھوں نے اس کارِ خیر میں مجھ پر بے انتہاء شفقت

فرمائی اور اپنے مفید ترین مشوروں سے نوازا۔ الحاج جمشید خاں صاحب، الحاج حاجی خلیل احمد صاحب کا بستی سیدن شاہ اپر مال لاہور کا ممنون احسان ہوں جنھوں نے اس کتاب کی طباعت کی بھاری ذمہ داری اُٹھائی۔ علامہ پروفیسر عطاء الرحمٰن چشتی ابنِ اولیاء خان چشتی صاحب اور پروفیسر محمد اقبال قادری صاحب آف لاہور کا ممنون احسان ہوں جنھوں نے اس کے فروغ کے لیے بھرپور یقین دلایا اور بہت بڑی قربانی پیش کی اور پھر میں ہر اُس محبت کا ممنونِ احسان ہوں جس نے مجھے اس کام میں مدد فرمائی دامے درہمے سخنے تعاون فرمایا۔ سجاد ساؤنڈ والے کامونکی میرے بھائی ہیں جنھوں نے نیٹ کو میرے لیے آسان کیا اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں مَن مسکین ان معاونین کے لیے خلوص دِل سے دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نوکری میں تمام خدمت گزاروں کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)

فقیر مسکین صداقت علی فریدی

مقدمۃ الکتاب

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اٰبَآءِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اُمَّھَاتِ سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ"

یہ ایک حقیقت ہے کہ سید عالم "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَوَالِدَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ" کا خاندان عظمیٰ ہر زمانے میں اپنی اخلاقی، روحانی، ذہنی اور انتظامی عظمتوں کے اعتبار سے مُحْتَرَم اور محتشم رہا۔ مشیتِ الٰہی کے خصوصی اہتمام میں تسلسل پذیر رہا مگر بعض ناہنجار لوگوں نے اس تقدس مآب خاندان کی حرمت کو پائمال کرنے کی ناکام کوشش کی مگر عزت و وقار کی نعمت دستِ قدرت میں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات نے ان نفوسِ رحمت کو ہمیشہ اپنی حفاظت و صیانت میں رکھا الحمد للہ علی ذالک۔ زمانوں کی گردشیں انھیں سلام کرتی رہیں تابناک زندگی ان کے حرم کی در یوزہ گری کرتی رہی۔ عفت اور عصمت ان کا لباس رہی، حالات کے نشیب و فراز بھی ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ اگرچند ملاؤں نے کسی زمانے میں کوئی ناپاک جسارت کی ہے تو اُس وقت کے اہلِ علم نے خال خال علمی ذخائر جمع کر کے اُن کا تعاقب کیا لیکن ان زمانوں میں ان نفوسِ قدسیہ کی عظمت ایمان اور عدمِ ایمان کے ترازو پر تولی گئی یہ تسلسل زمانہ قریب تک جاری رہا مسکین حسنِ اتفاق سے ایک جلسے میں

شریک ہوا۔ لاہور کے مشہور علاقہ خواجہ بہاری علیہ الرحمہ کی جامع مسجد میں منعقدہ تقریب میں حاضر ہوا اور خطاب کیا مگر جتنے بھی خطابات ہوئے بشمول میرے تمام خطابات میں ایمان کو ہی زیرِ بحث لایا گیا۔ بعد ازاں مجھے اس بات پر شرمندگی آئی کہ ابھی تک مبدءٔ پیکرِ نبوت نفوس قدسیہ کے ایمان کو ثبوت اور عدمِ ثبوت میں جتن لگ رہے ہیں۔ مسکین کو اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہوئی اور ذخائر علم میں غور کیا اور قرآن کی گہرائیوں میں اُترا حدیث کے سمندر میں غوطہ زن ہوا۔ سیرت کی کثیر کتب کا مطالعہ کیا تو الحمد للہ فقیر کو خاندان نبوت کی عظمتوں، شرافتوں اور عصمتوں کے نور کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آیا۔ فقیر اُس سمندر میں غوطہ زن ہوا تو چند ایک جواہر تلاش کر کے اُمت کے نذر کیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مبتدی طالب علم ہوں اس عنوان پر جو پہلی کتاب منظر عام پر آئی وہ وجاہتِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ اور قرآن کے نام سے معنون کی گئی اور عربی میں اُس کا نام "تَفْرِیحُ الْاَذْکِیَافِیْ وَجَاھَتِ وَالِدَیْ مُصْطَفٰی ﷺ رکھا۔ الحمد للہ جو منظرِ عام پر آچکی ہے اور اہل محبت کے ہاں قلب وروح کی تسکین کا باعث بنی ہوئی ہے اور سلگتے خیالوں کو قرارِ جاں کے لیے رحمت بار ہو رہی ہے اسی نوکری کی دوسری تشکیل اب ماشاء اللہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کتاب کا نام ہم نے توفیق الٰہی سے عصمتِ والدینِ مصطفیٰ "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ وَالِدَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ" رکھا ہے اور عربی نام "تَفْرِیحُ الْاَذْکِیَافِیْ عِصمتِ وَالِدَیْ مُصْطَفٰی ﷺ رکھا۔ بارگاہِ رحمت میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی حُرمت کے طفیل اس کتاب کو اسم بامسمیٰ بنائے۔ رہی یہ بات کہ مسکین نے اس کتاب کو عصمت کے عنوان سے کیوں معنون کیا؟ تو اس بارے میں مسکین نے اپنی علمی قامت پر غور کیا تو کائنات میں علمی قامت کے اعتبار سے سب سے کمتر خود کو پایا تو سوچا اب حرم نبوت کی نوکری کے لیے کس عظمت کا انتخاب کیا جائے جو اُن عظیم ترین نفوسِ قدسیہ کے شایانِ شان ہے۔ قرآن اور حدیث کے گہرے مطالعہ کے بعد یہ طے کیا کہ ان نفوس قدسیہ کے عظیم ترمراتبِ عظمت کی بابت میرے لیے کچھ کہنا قبل

از وقت ہے۔ لہٰذا مسکین نے بتدریج مراتب میں جو سب سے ادنیٰ مرتبہ تھا اُن کی ذات کی عظمت کے حوالے سے جو اُن نفوسِ قدسیہ کی شخصیت کا ادنیٰ سا خلق تھا اُس کا انتخاب کیا کیونکہ مَن مسکین کائنات میں سب سے ادنیٰ ہے اس لیے میں نے اُن نفوس قدسیہ کے عظیم مراتب میں اُن کی عظیم شخصیت کے اعتبار سے جو سب سے ادنیٰ مرتبہ تھا میں نے اُس کا انتخاب کیا اور وہ عصمت والدین مصطفیٰ "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ وَالِدَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَزۡوَاجِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ" ہے چونکہ میری علمی صلاحیت صرف یہاں تک ہی پہنچ پائی اس لیے میں نے اسی مرتبۂ عصمت کو ہی مرکزِ تحقیق بنایا۔ میری علمی بصیرت، فکری استعداد اور شعوری صلاحیت صرف اسی مقدس مرتبے کا طواف کر پائی۔ اعلیٰ مراتب کی عظمت کو اعلیٰ اہلِ علم ہی بیان کر سکتے ہیں۔ بنابریں وہ عظیم عنواناتِ علم میں اعلیٰ مراتب حاصل کرنے والے علماء پر ہی چھوڑتا ہوں وہ اپنے اپنے علمی جغرافیے کے مطابق اِن نفوسِ قدسیہ کے اعلیٰ مراتب پر ضرور میدان میں تشریف لائیں اور ان حرمت مآب نفوس قدسیہ کی عظمت کو ورطۂ تحریر میں لائیں اور اپنا حقِ نمک خواری ادا فرمائیں۔ یہ بہت بڑا فریضۂ عظمت ہے جو ان علماء پر ابھی تک قرض ہے۔ رہا یہ سوال کہ مسکین نے خاندان نبوت کے نفوسِ قدسیہ خصوصاً والدین مصطفیٰ "عَلَیۡہِمَا التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَآءُ وَ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیۡہِمَا" کی عصمت کا قول کر کے کوئی علمی حد توڑ دی ہے تو ایسا ہرگز نہیں نہ یہاں علم ٹوٹا نہ علم کی حد ٹوٹی ہے یہاں علم ہی کی روشنی میں علم ہی کی وسعت میں کام ہوا ہے کوئی الگ سے بات نہیں ہے اور یہ کہنا بالکل بے جا ہے کہ ہمارے مقتدر علماء کرام نے یہ نہیں کیا تو مسکین نے جرات کیوں کر ڈالی۔ یہ بزرگوں کی مخالفت ہے تو اس بابت مسکین کا جواب یہ ہے کہ مسکین بزرگوں کی مخالفت کو علمی اور اخلاقی جرم سمجھتا ہے۔ رہا سوال اس کام کی بابت تو فقیر نے یہ کام نہ تو کسی کی مخالفت میں کیا ہے اور نہ ہی مسکین کا یہ کام کوئی اختراع ہے بلکہ بفضل تعالیٰ مسکین نے سارا علمی کام اپنے اسلاف کے علم کی روشنی میں کیا ہے کہیں بھی اپنی فکری تنوعات کا سہارا نہیں لیا بلکہ صرف قرآن اور صرف قرآن اور احادیث میں توفیق الٰہی سے غور کیا

اور وہ بھی متقدمین علماء کرام کے وضعی قواعد کی روشنی میں کیا ہے نہ تو فقیر نے کوئی نیا قاعدہ وضع کیا ہے اور نہ ہی کسی قاعدے کو توڑا ہے۔

مشک آں باشد کہ خود ببوید نا کہ عطار

بگوید یہ نازک معاملہ ہے کتاب کو پڑھتے ہی آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ مسکین کی یہ کوشش مسلّم دلائل کی روشنی میں ہے اسی لیے معاملے کی حساسیت کو فقیر نے ملحوظ رکھتے ہوئے صرف اور صرف قرآن اور حدیث کو ہی اپنا ماخذ بنایا ہے کسی بھی مذہب مسلک اور مشرب کو کتاب ہذا میں داخل نہیں کیا تاکہ کوئی مدِ مقابل کے طور پر معارضہ نہ کر پائے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ کائنات میں ہر مذہب، ہر مسلک اور ہر مشرب کا علمی اعتبار سے کوئی نہ کوئی مدِ مقابل ہے تو ہم نے مقابلہ والی چیزوں کو کتاب ہذا کا حصہ بنانے کا تکلف نہیں کیا۔ ہم نے اس کتاب میں اُن حقائق کو بیان کیا ہے جو حقیقت الحقائق ہیں۔ وہ اللہ کا کلام ہے یا مصطفیٰ ﷺ کا فرمان ہے۔ بنابریں اگر کائنات میں ان کا کوئی معارض ہے تو لے آئیں۔ مسکین حاضر ہے تحریراً بھی حاضر ہے اور تقریراً بھی۔ مسکین کا اگر یہ کام مشیتِ الٰہی اور مزاجِ نبوت کے عین مطابق ہے تو الحمد للہ علی ذالک۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے اور رحمتِ عالم ﷺ کی رحمتِ کاملہ کا فیضان ہے اور اگر کسی اعتبار سے مسکین کے اس کام میں کوئی علمی سقم ہے تو اللہ اور اُس کا رسول ﷺ اس سے بری ہیں۔ یہ مسکین کا علمی قصور ہے ۔ اہل علم سے اصلاح کی درخواست ہے۔ مسکین نے عنوانِ عصمت میں اپنی بساط کے مطابق پوری دیانتداری سے غور کیا۔ عصمت کی بابت افکار اور دلائل کا تجزیہ کیا جو آپ کو کتاب ہذا کے عصمت کے باب میں تفصیل وار نظر آئے گا۔ رہا یہ مسئلہ کہ مسکین نے ہی عصمتِ والدین مصطفیٰ "عَلَيْهِمَا التَّحِيَّةُ وَالثَّنَآءُ وَ سَلَامُ اللهِ عَلَيْهِمَا کا قول کیوں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ بجائے مسکین کو کوسنے کے مسکین کی یہ کتاب مکمل دیانتداری سے اور بغیر عصبیت کے پڑھیں اور حرمِ نبوت کے نفوس کو سامنے رکھ کر پڑھیں تو یقیناً آپ کو بھی وہی کچھ نظر آئے گا جو مسکین کو نظر آیا ہے۔ نظریے کی اصل قوت دلیل ہوا کرتی ہے

اور تحقیق کی کائنات میں دلائل ہی کو معیارِ تحقیق بنایا جاتا ہے عقیدت، طرفداری، عصبیت وغیرہ تحقیق کی کائنات میں ہرگز قبول نہیں کیے جاتے۔ محققین کو کھلے عام اجازت ہے کہ وہ میدان میں آئیں اور مسکین کے بیان کردہ دلائل کے معارض میں اپنے دلائل لائیں۔ فقیر بسر و چشم قبول کرے گا اور جواب الجواب میں آپ کی تسلی کرے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ معارضہ دلیل کے ساتھ ہو اور علمی بنیاد پر ہو۔ سطحی معارضہ قبول نہ ہو گا۔ یہ معارضہ نہیں ہے کہ مسکین قرآن کی آیت پیش کرے اور معارض کسی کا قول پیش کرے۔ بیان کردہ دلیل کی قوت کو دیکھا جائے ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے۔ پھر اسی قوت کی دلیل بطورِ معارضہ پیش کی جائے۔ کم درجے کی دلیل چونکہ معارضے کی اہلیت ہی نہیں رکھتی تو ایسی دلیل کے جواب کے لیے مسکین کے پاس فرصت ہی نہیں۔ مسکین یہ چاہتا ہے کہ خلوص کی بنیاد پر علمی میدان لگے اور اہل علم پوری جرأت کے ساتھ اور دیانتداری کے ساتھ میدان میں اُتریں، سنجیدگی اور متانت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے دلائل کے ساتھ گفتگو ہو اور علمی ذخائر کھلیں۔ حقائق کو سامنے لایا جائے تاکہ نفسِ مسئلہ کی اصل صورت حال واضح ہو جائے۔ علمی لطافتیں اور تحقیقی عظمتیں غیر تحقیقی باتوں کو خصوصاً عصبیت پر مشتمل خیالات کو ہرگز قبول نہیں کرتیں اور طرف داری کے تصورات کو بھی تحقیق کی دنیا میں قبول نہیں کیا جاتا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ آج کل بھی تحقیق سے عاری لوگ اپنی روایتی فکر کا رعب ڈالتے ہیں حالانکہ حق یہ ہے کہ وہ تحقیقی مسلمات کو ملحوظ خاطر رکھیں خصوصاً اہل علم کو میں دعوت دیتا ہوں کہ مسکین کے اس مقالے میں تحقیقی دقتِ نظر سے دیکھیں گے تو یقیناً حق بین نگاہوں کو حق نظر آئے گا۔ مجھے حیرت اس بات پر ہوئی کہ اہل علم نے اور سیرت نگاروں نے بلکہ بعض محدثین نے بھی قیس بن ساعدہ الایادی زید بن عمرو بن نفیل ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی امیہ بن ابی الصلت بن عوف الثقفی کو ان کے بعض اشعار اور بعض اخلاقی اقدار کی بنیاد پر مسلمان جانا ہے اور بعض لوگوں کے مناقب بھی حدیث میں آئے ہیں حالانکہ یہ بھی فترت ہی کے زمانہ کے لوگ ہیں اگر فترت میں

فوت ہونے والوں کو غیر مسلم ہونے کا طعنہ دیا جائے تو پھر اُمت ان کو مسلمان کیوں گردانتی ہے اگر یہ فترت میں مسلمان ہیں تو پھر خاندانِ نبوت کو کفر کا طعنہ دینے کا کیا مقصد ہے خصوصاً والدین مصطفیٰ "عَلَیْہِمَا التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَآءُ وَ سَلَامُ اللہِ عَلَیْہِمَا" کو حالانکہ ان نفوسِ قدسیہ کے لیے تو قرآن و حدیث اور سیرت کی کتابوں میں ان کے مناقب اور فضائل کے انبار لگے ہوئے ہیں جس کے بعض نظائر آپ کو کتاب ہذا میں بھی ملیں گے تو باوجود اِن کے پھر بھی خاندانِ نبوت خصوصاً والدین مصطفیٰ "عَلَیْہِمَا التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَآءُ وَ سَلَامُ اللہِ عَلَیْہِمَا" کو کفر کی گالی بکنا کہاں کی دیانتداری ہے۔ یہاں ایک شاطرانہ سوال کیا جاتا ہے کہ پھر جملہ مشرکینِ مکہ کو مسلمان جانا جائے نعوذ باللہ تو اس بابت گزارش یہ ہے کہ اگر کفارِ مکہ کے ذخیرۂ علم میں کہیں مناقب ہیں تو لے آئیں ہم اپنے مقالے میں غور کرلیں گے اور نظر ثانی کرلیں گے اگر اُن کی بابت اُن کے غیر اخلاقی رویوں کی بنیاد پر منقبت کے بجائے مذمت کے الفاظ ملتے ہیں تو پھر شاطرانہ سوال بے محل ہے تو جو سوال خود بے محل ہے اُس کا جواب نہیں دیا جاتا کیونکہ لغو باتوں میں اُلجھنا حکمت اور دانائی کے خلاف ہے۔

تاہم جہاں تک خاندانِ نبوت بالخصوص والدین مصطفیٰ "عَلَیْہِمَا التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَآءُ وَ سَلَامُ اللہِ عَلَیْہِمَا" کی عظمتوں کا تقدس ہے وہ ایک مسلّم حقیقت ہے۔ رہا یہ سوال تو پھر اکابر نے اس پر کیوں دھیان نہیں دیا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اکابر نے یقیناً غور کیا ہے مگر ہم نے اکابر کی تخلیقات میں غور کرنے میں بے اعتنائی برتی ہے ہم اپنا قصور بڑوں پر ڈال رہے ہیں یہ کسی صورت میں بھی مناسب نہیں۔ ہاں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ضرور فرمایا ہے کہ متقدمین کے بجائے متاخرین پر یہ راز خوب واضح ہوا ہے حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر اور اہل علم کی علمی سرگرمیوں اور اَن تھک مصروفیات کے باعث متقدمین نے بلا ضرورت اس پر دھیان نہیں کیا تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اُن کا عقیدہ اُن کی عظمت کے خلاف تھا بلکہ وہ ہم سے زیادہ خاندان نبوت کے وفادار رہے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت کو محض اس بنا پر جیل میں بند کیا گیا اور کوڑوں سے مار مار کر شہید کیا گیا

کہ وہ خاندانِ نبوت سے دلی پیار کرتے تھے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض اس لیے اپنی روایات میں مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ذکر شاگرد ہونے کے باوجود بھی چھوڑ دیتے کہ بنو اُمیہ کی غنڈہ گردی اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ خاندان نبوت کے نام لیوا کو ذبح کر دیتے تھے۔ انھوں نے بے شمار علماء حق کا قتل کیا اور بے دریغ قتل کیا تو ایسے حالات میں ظاہر ہے کہ اہل علم علم کی حفاظت کی خاطر دانستہ یا نادانستہ خاندانِ نبوت پر کھل کر بات نہ کر پائے۔ بہر حال یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ آپ ﷺ کے خاندانی تقدس کو قرآنی آیات کی صورت میں نازل فرما دیا ہے جو اپنی حقیقت میں کسی کا محتاج نہیں اسی لیے مسکین نے قرآنی آیات ہی کو اس کتاب کی زینتِ اول بنایا ہے اور مزید تفصیلات کے لیے احادیثِ مصطفیٰ ﷺ کو بیان کیا ہے جس میں نہ تو بنو عباس اور بنو اُمیہ کی سیاسی کشمکش کو دخل ہے اور نہ ہی کسی مذہب مسلک اور مشرب کو دخل ہے۔ یہ محض محض خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا احسان عظیم ہے۔ اہل علم سے استدعا ہے کہ وہ اس کتاب میں مدبرانہ غور فرمائیں اور مفید مشوروں سے مسکین کو نوازیں اور اپنے ذمے کا حصہ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو (آمین)

فقیر، مسکین محمد صداقت علی فریدی

فاضل جامعہ فریدیہ ساہیوال
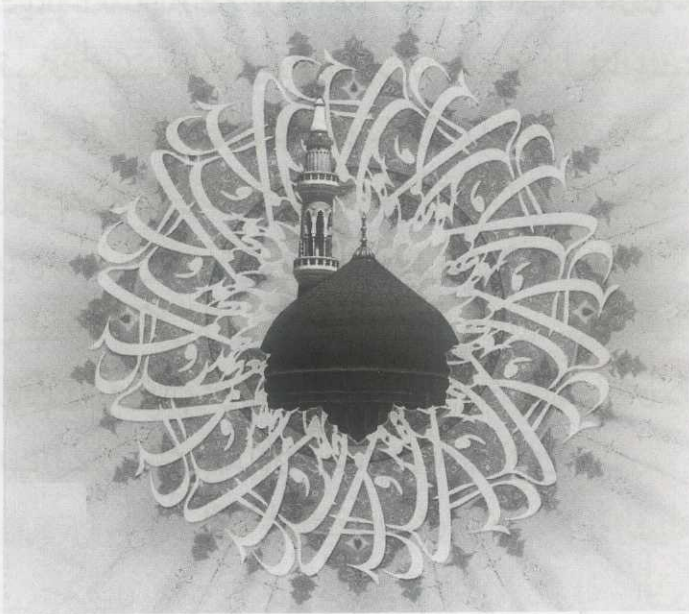
تحقیقِ عصمت

قارئینِ محترم!

عصمت کی تحقیق سے پہلے ایک مختصر سی تمہید ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک نے انسانی شرافت کو بے شمار اخلاقی عظمتوں سے معمور فرمایا اور انسانی عظمتوں کی ایک تدریج قائم فرمائی۔ ہر انسان کے لیے حسبِ حکمت اور حسبِ مرتبہ عظمتوں کو بیان فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام چونکہ خدا تعالیٰ کی ذات کے بعد ہر عظمت کی ابتداء ہیں اور مخلوق کے اعتبار سے ہر عظمت کی انتہاء ہیں۔

بنابریں خداوند قدوس کی ذاتِ والاصفات کے بعد اس بزمِ ہستی میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام عظمتوں کا معیار ٹھہرے۔ لہٰذا عصمت جیسی عظمت کا اس کائنات میں وہ انسانی اعتبار سے نقش اول ہیں۔ رہا فرشتوں کا معاملہ تو اُن کے لیے عصمت ان کا خلقی وصف ہے تاہم غیر انبیاء کے لیے عصمت کا معاملہ مختلف فیہ ہے۔ مگر زبانِ نبوت نے اس کے معنی میں عموم بیان فرمایا ہے المعصوم کہ معصوم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچالے (سنن کبریٰ جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۱)

تاہم مسکین ہر ایک عصمت کا الگ سے قرآنی تصور پیش کرے گا اور ضمناً حدیث پاک کو بھی بطورِ دلیل پیش کرے گا۔ سو ہم پہلے عصمت کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق پیش کر رہے ہیں:

عصمت کی لُغوی تعریف:

"اَلعِصمَۃُ: اَلْمَنْعَۃُ وَالْعَاصِمُ اَلْمَانِعُ اَلْحَامِیُ وَالْاِعْتِصَامُ اَلْاِمْسَاکُ بِالشَّیْءِ"

ترجمہ: عصمت کا معنی ہے روک لینا، محفوظ رکھنا، اور عاصم کا معنی ہے محفوظ رکھنے والا، حمایت کرنے والا اعتصام کا معنی ہے کسی شے کو مضبوطی سے پکڑنا، باز رکھنا اِمساک کا معنی ہے روک لینا۔

یہ علامہ ابن اثیر جذری کے مطابق ہے (نہایہ ج ۳، ص ۲۴۹، ۱۳۶۴ھ، موسسہ مطبوعاتی ایران)

"اَلْعِصمَۃُ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ اَلْمَنْعُ، وَعِصمَۃُ اللہِ عَبْدَہٗ اَنْ یَعْصِمَہٗ مِمَّا یُوْبِقُہٗ"

ترجمہ: کلامِ عرب میں عصمت کا معنی ہے روکنا، محفوظ رکھنا اور جب اللہ کی عصمت کا بندہ سے تعلق ہو تو اس کا معنی ہے بندہ کو ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچانا۔

یہ علامہ ابن منظور افریقی صاحبِ لسانُ العرب کے مطابق ہے۔ (لسان العرب ج ۱۲، ص ۴۰۳، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران، ۱۴۰۵ھ)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

"قَالَ الزَّجَّاجُ اَلْعِصمَۃُ اَلْحَبْلُ۔۔۔ وَ کُلُّ مَا اَمْسَکَ شَیْئًا فَقَدْ عَصَمَہٗ وَ قَالَ الْمَنَاوِیُ اَلْعِصمَۃُ مَلَکَۃٌ اِجْتِنَابُ الْمَعَاصِیْ مَعَ التَّمَکُّنِ فِیْھَا"

ترجمہ: زجاج نے کہا کہ عصمت کا معنی ہے رسی ہر وہ چیز جو کسی کو روک لے وہ اس کے لیے عصمت ہے (رسی چونکہ جس سے بندھ جاتی ہے اس کو روک لیتی ہے) اس لیے عصمت کو رسی سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

مناوی نے کہا: قدرتِ گناہ کے باوجود گناہ سے روکنے والے ملکہ مہارت کو عصمت کہتے ہیں۔

(تاج العروس ج۸، ص۹۹، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ، مصر،۱۳۰۶ھ)

اس لیے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"عِصْمَۃُ الْاَنْبِیَآءِ حِفْظُہٗ اِیَّاھُمْ اَوَّلًا بِمَا خَصَّھُمْ بِہٖ مِنْ صِفَاءِ الْجُوْھَرِ ثُمَّ بِمَا اَوْلَاھُمْ مِنَ الْفَضَائِلِ الْجِسْمِیَّۃِ وَالنَّفْسِیَّۃِ ثُمَّ بِالنُّصْرَۃِ وَ بِتَثْبِیْتِ اَقْدَامِھِمْ ثُمَّ بِاِنْزَالِ السَّکِیْنَۃِ عَلَیْھِمْ وَ بِحِفْظِ قُلُوْبِھِمْ وَبِالتَّوْفِیْقِ"

ترجمہ: عصمتِ انبیاء کا معنی یہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی ذوات کی خصوصیات کی حفاظت کرنا، پھران کے جسمانی اور روحانی فضائل کی حفاظت کرنا، پھران کی مدد کرنا اور ان کو ثابت قدم رکھنا پھران پر سکینہ نازل کر کے ان کے دِلوں کو محفوظ رکھنا اور ان کی توفیق دینا۔ (المفردات ص۳۳۷، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ، ایران، ۱۳۴۲ھ)

یہ لغوی تحقیق تھی۔ دیگر محققین لغت نے ان تعریفات سے ملتی جلتی تعریفیں کی ہیں جن کو بخوفِ طوالت درج نہیں کیا جارہا۔

عصمت کی اصطلاحی تحقیق:

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

"وَ حَقِیْقَۃُ الْعِصْمَۃِ اَنْ لَّا یَخْلُقَ اللہُ تَعَالٰی فِی الْعَبْدِ الذَّنْبَ مَعَ بَقَآءِ قُدْرَتِہٖ وَ اِخْتِیَارِہٖ وَ ھٰذَا مَعْنٰی قَوْلِھِمْ ھِیَ لُطْفٌ مِنَ اللہِ تَعَالٰی یَحْمِلُہٗ عَلٰی فِعْلِ الْخَیْرِ وَیَزْجُرُہٗ عَنِ الشَّرِّ مَعَ بَقَاءِ الْاِخْتِیَارِ تَحْقِیْقًا لِّلْاِبْتِلَآءِ وَ لِھٰذَا قَالَ الشَّیْخُ اَبُوْ مَنْصُوْرِ الْمَاتُرِیْدِیُّ اَلْعِصْمَۃُ لَا تُزِیْلُ الْمِحْنَۃَ وَ بِھٰذَا یَظْھَرُ فَسَادُ قَوْلِ مَنْ قَالَ اِنَّھَا خَاصِیَّۃٌ فِیْ نَفْسِ الشَّخْصِ فِیْ بَدَنِہٖ یَمْتَنِعُ بِسَبَبِھَا صُدُوْرُ الذَّنْبِ عَنْہُ کَیْفَ وَ لَوْکَانَ الذَّنْبُ مُمْتَنِعًا لَمَا صَحَّ تَکْلِیْفُہٗ بِتَرْکِ الذَّنْبِ وَلَمَا کَانَ مُثَابًا عَلَیْہِ"

ترجمہ: عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ پیدا نہ کرے، اسی کے قریب یہ تعریف ہے: عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو

اچھے کاموں پر ابھارتا ہے اور بُرے کاموں سے روکتا ہے باوجود اس کے کہ بندہ کو گناہ پر اختیار ہوتا ہے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے۔

اس لیے شیخ ابو منصور ماتریدی نے فرمایا عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی، ان تعریفوں سے ان لوگوں (بعض شیعہ اور بعض معتزلہ) کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ عصمت نفسِ انسان یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صدور محال ہو تو اس کا مکلف کرنا صحیح ہو گا نہ اس کو اجر و ثواب دینا صحیح ہو گا۔ (شرح عقائد نسفی ص ۱۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی)

علامہ عبد العزیز پرہاروی نے بھی اسی عبارت کو وضاحت سے بیان کیا ہے اور اس سے اتفاق کیا ہے۔ (نبراس، ص ۵۳۴، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۷)

علامہ شمس الدین خیالی لکھتے ہیں:

"هِیَ مَلَكَةُ اِجْتِنَابِ الْمَعَاصِیْ مَعَ التُّمَكُّنِ فِیْهَا"

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

(حاشیہ خیالی، ص ۱۴۶ مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنو)

ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"قَالَ الشَّیْخُ اَبُوْ مَنْصُوْرٍ اَلْعِصْمَةُ لَا تَزِیْلُ الْمِحْنَةُ اَیِ التَّكْلِیْفُ اَلْمُتَضَمِّنَ لِلْكُلْفَةِ لَا اِنَّهَا خَاصِیَةٌ فِیْ نَفْسِ الشَّخْصِ وَیَدَیْهِ وَلِسَانِهٖ یَمْتَنِعُ بِسَبَبِهَا صُدُوْرُ الذَّنْبِ عَنْهُ كَمَا قِیْلَ لِاَنَّهٗ لَوْ كَانَ الذَّنْبُ مُمْتَنِعًا لِمَا صَحَّ تَكْلِیْفُهٗ بِتَرْكِ الذَّنْبِ كَالْاَعْمٰی لَا یَنْهٰی عَنِ النَّظْرِ وَالْمُرْتَعِشْ لَا یَنْهٰی عَنِ السُّكُوْنِ لِاَنَّهٗ تَحْصِیْلُ الْحَاصِلِ"

ترجمہ: شیخ ابو منصور نے کہا عصمت سے مکلف ہونا زائل نہیں ہوتا، یہ بات نہیں ہے کہ عصمت سے کسی کے نفسِ شخص یا اس کے ہاتھوں یا اس کی زبان میں کوئی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور ممتنع ہو تو اس کو گناہوں کے ترک

کرنے کے ساتھ مکلف کرنا صحیح نہیں ہو گا۔ جس طرح اندھے کو دیکھنے سے منع کرنا صحیح نہیں ہو گا اور کپکپانے والے کو سکون سے نہیں منع کیا جاتا کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے۔ (یعنی میسر شدہ چیز کو میسر کرنا) (شرح فقہ اکبر، ص ۱۴۷، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر ۱۳۷۵ھ)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

"وَقَدْ تَقَرَّرَ اِنَّ الْعِصْمَةَ عِنْدَ الْمُتَكَلِّمِيْنَ اَنْ لَّا يَخْلُقَ اللّٰهُ فِى النَّبِيِّ ذَنْبًا وَعِنْدَ الْحُكَمَآءِ مَلَكَةٌ تَمْنَعُ مِنَ الْفُجُوْرِ حَاصِلَةٌ مِنَ الْعِلْمِ بِالْقَبَائِحِ وَالْمَحَاسِنِ فَاِنَّهُ الزَّاجِرُ عَنِ الْمَعَاصِ، الْمَعَاصِيْ وَالدَّاعِيْ لِلطَّاعَةِ وَيَتَاَكَّدُ فِى الْاَنْبِيَآءِ بِوَحْيِ الْاِلٰهِيْ"

ترجمہ: متکلمین کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی میں کوئی گناہ پیدا نہیں فرماتا اور حکماء کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک ملکہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے یہ ملکہ نیکیوں اور برائیوں کے علم (یقین) سے حاصل ہوتا ہے، یہی علم برائیوں سے باز رکھتا ہے اور نیکیوں پر ابھارتا ہے انبیاء علیہم السلام میں وحی الٰہی سے یہ علم اور موکد ہو جاتا ہے۔

(نسیم الریاض ج ۴، ص ۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ میر سید شریف جرجانی لکھتے ہیں:

"وَهِيَ عِنْدَنَا اَنْ لَّا يُخْلَقَ فِيْهِمْ ذَنْبًا وَهِيَ عِنْدَ الْحُكَمَآءِ مَلَكَةٌ تَمْنَعُ الْفُجُوْرَ"

ترجمہ: ہمارے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء میں گناہ پیدا نہ فرمائے اور حکماء کے نزدیک عصمت ایک ملکہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے۔

(شرح مواقف، ص ۶۹۸، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور، لکھنو)

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی لکھتے ہیں:

"حَقِيْقَةُ الْعِصْمَةِ اَنْ لَّا يَخْلُقَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْعَبْدِ الذَّنْبَ مَعَ قُدْرَتِهٖ عَلَيْهِ وَاخْتِيَارِهٖ"

ترجمہ: عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ کی قدرت اور اختیار کے باوجود

گناہ کو پیدا نہ کرے۔ (شرح المسائرہ، ص ۲۹۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ، بلوچستان)

میر سید شریف جرجانی نے "تعریفات" میں حکماء کی تعریف یوں ذکر کی ہے:

"اَلْعِصْمَةُ مَلَكَةُ اِجْتِنَابِ الْمَعَاصِىْ مَعَ التَّمَكُّنِ فِيْهَا"

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کا ملکہ عصمت ہے۔

(کتاب التعریفات، ص ۶۵، مطبوعہ المطبۃ الخیریہ، مصر، ۱۳۰۶ھ)

علامہ شرتوتی لکھتے ہیں: "اَلْعِصْمَةُ مَلَكَةُ اِجْتِنَابِ الْمَعَاصِىْ مَعَ التَّمَكُّنِ فِيْهَا"

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کا ملکہ عصمت ہے۔

(اقرب الموارد، ج ۲، ص ۷۹۱، مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ، ایران، ۱۴۰۳ھ)

علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے دو تعریفیں ذکر کی ہیں۔ اشاعرہ کے حوالے سے یہ تعریف ذکر کی ہے:

"عَدَمُ خَلَقَ اللهُ الذَّنْبَ فِى الْعَبْدِ"

اللہ تعالیٰ کا بندہ میں گناہ کو پیدا نہ کرنا۔

(نبراس، ص ۵۳۲، ۵۳۱، مطبوعہ مکتبہ، قادریہ لاہور، ۱۳۹۷)

اور حکماء کے حوالے سے یہ تعریف ذکر کی ہے:

"مَلَكَةٌ نَفْسَانِيَّةٌ تَمْنَعُ عَنِ الْمَعَاصِىْ"

عصمت ایک ملکہ نفسانیہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے۔

علامہ ابن ابی شریف لکھتے ہیں:

"قَالَ صَاحِبُ الْبِدَايَةِ وَ مَعْنَا قَوْلُ اَبِىْ مَنْصُوْرِ اِنَّهَا لَا تُجْبِرُهُ عَلَى الطَّاعَةِ وَلَا تَعْجِزُهُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ بَلْ هِىَ لُطْفٌ مِنَ اللهِ يَحْمِلُهُ عَلٰى فِعْلِ الْخَيْرِ وَ يَزْجُرُهُ عَنْ فِعْلِ الشَّرِّ مَعَ بَقَاءِ الْاِخْتِيَارِ تَحْقِيْقًا لِلْاِبْتِلَاءِ"

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ امام ابو منصور ماتریدی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ عصمت عبادت پر مجبور کرتی ہے نہ معصیت سے عاجز کرتی ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک لطف ہے جو

بندہ کو قدرت اور اختیار کے باوجود نیکی پر برانگیختہ کرتا ہے اور برائی سے روکتا ہے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے۔

(مسامرہ، ص ۲۰۵، مطبوعہ، دائرۃ المعارف الاسلامیہ، بلوچستان)

تبصرہ و تجزیہ:

محترم قارئین! مذکورہ بالا لغوی اور اصطلاحی تحقیقِ عصمت میں تین امور قابلِ غور ہیں:

- علمائے اہلِ تشیعہ کی تعریفِ عصمت
- علمائے اہل سنت کی تعریفِ عصمت
- حکماء (فلاسفروں) کی تعریفِ عصمت

پہلے ہم علمائے اہل تشیع کی تعریفِ عصمت پر بات کریں گے:

اُن کے ہاں نبی سے گناہ کا صدور ناممکن اور محال ہے اس اعتبار سے وہ پیکرِ نبوت کو خِلقی طور پر معصوم سمجھتے ہیں۔

جبکہ فرشتے بھی خِلقی طور پر معصوم ہیں کیونکہ ان کے اندر عوارضاتِ بشریت مفقود ہیں۔

اس اعتبار سے انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کی عصمت ایک طرح کی ہوگئی۔

بنابریں اہل سنت کے علماء اس تصورِ عصمت پر علمی تعاقب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اگر مذکورہ عصمت کا یہ معنی لیا جائے تو انبیاء علیہم السلام کو اولوالعزمی استقامت اور پامردی پر ملنے والا ثواب میسر نہیں آئے گا۔ جب کہ امکانِ گناہ کے باوجود گناہ نہ کرنا اطاعت شعاری کا انتہائی درجہ ہے اور ابتلاء آزمائش پر استقامت پذیر ہونا رضائے خدا کے لیے بہترین عمل ہے۔

اہل سنت کی مجوزہ تعریفِ عصمت "گناہوں کی قدرت کے باوجود گناہ نہ کرنا ہے۔"

اب اس تعریف میں ایک اشکال یہ ہے کہ امکانِ گناہ کے باوجود گناہ نہ کرنا جس طرح انبیاء علیہم السلام سے ثابت ہے اسی طرح غیر انبیاء سے بھی ثابت ہے جیسے سیدتنا حضرت مریم سلام اللہ علیہا سے جن کی بابت قرآن نے کئی آیات میں شہادت دی ہے اُس کی تفصیل

آگے آ رہی ہے۔ انتظار فرمائیں اب اس صورت میں اہلِ سنت کی اس تعریف پر دو اعتراض آتے ہیں:

(ا)۔اگر یہ تعریف اس معنی میں ہو کہ قدرتِ گناہ کے باوجود گناہ نہ کرنا عصمت ہے تو اس میں انبیاء علیہم السلام بھی بطریقِ اولیٰ شامل ہیں اور غیر انبیاء بھی شامل ہیں۔اس اعتبار سے یہ تعریف جامع مانع نہ رہی جبکہ تعریف کا جامع اور مانع ہوناضروری ہے۔

۲۔اگر اس تعریف کا مدعا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا معنی یہ ہے کہ ان کو قدرتِ گناہ میسر ہے مگر ان سے گناہ کا صدور محال ہے تو یہ عصمت انبیاء کے ساتھ ساتھ فرشتوں کو بھی شامل ہوگئی کیونکہ ان سے گناہ محال ہے۔اس اعتبار سے یہ تعریف جامع اور مانع نہ ہوئی!۔جبکہ فرشتوں کو قدرتِ گناہ میسر ہی نہیں۔

رہا حکماء کی تعریف اور فلاسفروں کی تعریف عصمت کا معاملہ تو وہ عصمت کو ملکۂ نفسانیہ کہتے ہیں جو نیکی کی تعلیم پر ابھارتا ہے اور بدی کے ارتکاب سے روکتا ہے۔

اب اس صورت میں بھی دو اعتراضات سامنے آتے ہیں

ا۔اگر یہ ملکۂ نفسانیہ خِلقی ہے تو یہ تعریف اہلِ تشیع کی تعریفِ عصمت کے مطابق ہوگئی۔

۲اور اگر یہ تعریف ملکۂ نفسانیہ خُلقی ہے تو اس اعتبار سے یہ تعریف اہلِ سنت کے موافق ہوگئی۔

بنابریں یہ ہر سہ تعریفات متباین بھی ہیں یعنی معنوی اعتبار سے ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں اور متداخل بھی ہیں یعنی ایک دوسرے میں داخل بھی ہیں۔ تو اس طرح تباین اور تداخل دو مختلف نقیضیں ہیں جن کا اجتماع محال ہے تاہم نتیجہ کے اعتبار سے اور مقصد کے اعتبار سے ان تمام تعریفات کو عصمت کے معنی میں قبول کیا جاسکتا ہے۔

لیکن کسی بھی ایک تعریف کو جامع اور مانع کہنا دور از کار ہے لہٰذا ہمیں کوئی ایسا راہ اختیار کرنا چاہیے جس میں اعتدال ہو اور مقصود تک پہنچنا آسان ہو۔

بنابریں اب ہم مذکورہ بالا تعریفات کے مطابق دو مسلّم عصمتوں کا تجزیہ کریں گے۔'

ا۔فرشتوں کی عصمت۔

۲۔انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت

ان ہر دو مسلّم عصمتوں کو ان کی قوت میں بیان کردہ دلائل کی روشنی میں واضح کریں گے اور وہ دلائل جو ان کی عصمت میں مؤثر ہیں ان کا تجزیہ کریں گے۔

عصمتِ ملائکہ اور اس کے متداولہ دلائل:

ویسے تو عصمتِ ملائکہ پر بہت سے دلائل ہیں لیکن نمونے کے طور پر چند ایک پیش خدمت ہیں: جن سے عصمتِ ملائکہ کا استدلال کیا جاتا ہے۔

(ا) وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ (سورۃ نحل آیت ۴۹، ۵۰)

ترجمہ: اور اللہ کی ذات کے لیے سجدہ ریز ہیں جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے خصوصاً اپنے پاؤں پر چلنے والی تمام مخلوق اور نوری فرشتے تکبر نہیں کرتے۔

تجزیہ: یہ آیہ کریمہ فرشتوں کی عصمت میں مؤثر دلیل گردانی گئی ہے۔ مگر یہاں سیاق و سباق کلام فرشتوں کے علاوہ عدمِ استکبار یعنی تکبر نہ کرنا اور سجدہ ریز رہنا دیگر مخلوقات کے لیے بھی ثابت ہو رہا ہے۔

اس سے پہلی آیت نمبر ۴۸ میں غور فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

" اَوَ لَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ "

ترجمہ: کیا حقیقت انھوں نے نہیں دیکھی جو کچھ اللہ تعالیٰ کی ذات نے پیدا فرمایا ہے وہ اور اس کی پرچھائیاں یعنی سائے دائیں بائیں جھکتی ہیں اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوتی ہیں اور انتہائی عجز و انکساری میں رہتی ہیں صبح و شام۔

قارئین کرام!

اگر سجدہ ریزی انقیاد اور خوفِ خداوندی اور اطاعتِ الٰہی معیارِ عصمت ہیں تو پھر یہ فرشتوں

کے علاوہ دیگر مخلوق میں بھی موجود ہیں۔

اب اس دلیل کی بنیاد پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس اعتبار سے فرشتوں کے ساتھ ساتھ دیگر حقیقتیں بھی معصوم ہیں۔ کیونکہ ربطِ کلام میں فرشتوں کا عطف بھی انھی حقیقتوں کے ساتھ ہے مگر ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ فرشتے مکلف ہوں اور دیگر مخلوق غیر مکلف ہو۔

لیکن لفظ "دَابَّةٌ" میں انسان بھی آگئے اگرچہ اس وقت یہ منقولِ عرفی کے طور پر جانوروں کے لیے بولا جاتا ہے تاہم انسان اس سے خارج نہیں ہیں۔

بنابریں اس دلیل میں محقق علماء کا فرض ہے کہ وہ غور فرمائیں کیا یہ فرشتوں کے لیے براہِ راست مؤثر عصمت ہے یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ "(الانبیاء:۲۷)

ترجمہ: کفار بولے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد پسند فرمائی ہے (بنو خزاعہ کے لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے) اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: "سُبْحَانَهٗ" یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے ان تمام چیزوں سے۔ بلکہ فرشتے تو اس کے عزت والے بندے ہیں ان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بات پر سبقت نہیں کرتے اور ہمہ وقت اس کے اَمر کے پابند رہتے ہیں۔

تجزیہ: اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں فرشتوں کی بزرگی بیان فرمائی اور ان کی اطاعت شعاری کی عظمت کو بیان فرمایا۔

اگرچہ یہ آیت فرشتوں کے حق میں مؤثر عصمت ہے تو اس اعتبار سے قرآنِ کریم کی لاتعداد آیتیں فرشتوں کے علاوہ بندوں کے حق میں بھی ان کی عزت و تکریم، شرافت، شخصی وقار، خِلقی اور خُلقی عظمتیں بیان کر رہی ہیں اور ان بندوں میں ایک خاص تدریج ہے۔

جیسے قرآن نے یوں بیان فرمایا:

" فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ؀٦٩ "(النساء:٦٩)

ترجمہ: جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں

یہی وہ بلند بخت لوگ ہیں جن کی ذات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم انعامات فرمائے۔ ان نفوسِ عظمت میں سب سے پہلا طبقہ انبیاء کرام علیہم السلام کا اور دوسرا طبقہ صدیقین علیہم الرضوان کا تیسرا طبقہ شہداء کرام علیہم الرضوان کا اور چوتھا طبقہ اولیاء کرام علیہم الرضوان کا ہے۔

"وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا " ان کی رفاقت کو خدا کا بہت بڑا انعام قرار دیا گیا ہے ہر ایک طبقہ کی تکریم، تعظیم اور بزرگی کے لیے بے شمار آیات الگ الگ عنوانات کے اعتبار سے قرآن میں موجود ہیں۔

اگر فرشتوں کی بزرگیاں جو قرآن میں بیان کردہ ہیں وہ مؤثرِ عصمت ہیں تو درج بالا نفوس عظمت کی بزرگیاں بھی مؤثر عصمت ہونی چاہیے لیکن ایسا کرنے سے اہلِ علم نجانے کیوں کتراتے ہیں۔

اسی قبیل کی دیگر دلیلیں بھی فرشتوں کے لیے مؤثرِ عصمت جانی گئی ہیں۔ اگر ایسے دلائل ہی عصمت کے نظریہ میں مؤثر ہیں تو پھر میری کتاب کا عنوان "عصمتِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ اور قرآن" کوئی نئی بات نہیں۔ جس کو اختراع سمجھا جائے۔ یا اس پر نقض وارد کیا جائے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام کے ثبوت کی قوت میں فرشتوں کی عصمت بھی مؤثر دلیل گردانی گئی ہے اور کہا یہ گیا ہے فرشتے چونکہ مفضول ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام افضل ہیں لہٰذا جو عظمت مفضول میں ثابت ہے وہ افضل میں بدرجہ اولیٰ ثابت ہے۔ یہ عصمتِ انبیاء کا عصمتِ ملائکہ پر قیاس کیا گیا ہے اور یہ قیاس مع الفارق لگتا ہے۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ اہلِ سنت کے ہاں انسان فرشتوں سے افضل ہے، انسانیت کا سب سے عظیم طبقہ انبیاء علیہم السلام ہیں وہ تو ہر اعتبار سے تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ تاہم جس طرح انسانوں میں تدریج قائم کی گئی ہے جیسے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ ایسے ہی نور کے فرشتوں میں بھی ایک تدریج ہے۔ مقربین ملائکہ، مقرب ترین ملائکہ جیسے جبریل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ، مقربین اور مدبراتِ امر اور عام ملائکہ۔

اگر یہ تدریج بااعتبارِ وضع توقیفی ہے تو پھر میں بندۂ ناچیز مسکین صداقت علی فریدی عصمتِ والدین مصطفٰی "عَلَيْهِمَا التَّحِيَّةُ وَالثَّنَاءُ وَ سَلَامُ اللهِ عَلَيْهِمَا" کے قول کرنے میں حق بجانب ہوں۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ علمائے اہلِ سنت نے اپنی کتابوں میں یہ واضح لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام مقرب ترین فرشتوں سے افضل ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان مقرب فرشتوں سے افضل ہیں اور اولیاء کرام عام فرشتوں سے افضل ہیں۔

اگر یہ تدریج عند اللہ صحیح ہے تو جس طبقہ کی عصمت اپنے مفضول سے قیاس کی جائے گی تو وہ افضل اپنے مفضول مقیس علیہ کے معصوم ہونے اور عصمت مآب ہونے کی بناء پر اس سے زیادہ معصوم اور عصمت مآب ہیں اور مسکین کا اس ساری گفتگو پر ایک معارضہ ہے کہ محال پر ممکن کو قیاس کیا گیا ہے جب کہ قیاس کے لیے مقیس علیہ اور مقیس میں علتِ مؤثرہ کا یکساں ہونا ضروری ہے۔ جب کہ یہاں ایسا نہیں کیونکہ فرشتے نوری مخلوق ہیں اور لطیف ہیں۔ لطافت اور کثافت دو ضدیں ہیں جو اصلاً لطیف ہو روحانی ہو کثافت اس کے وجودِ فطری کے ہی خلاف ہے اس لیے ان کا یکجا ہونا محال اور خلاف اصل ہے۔

جب کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بابت یہ کہا گیا ہے کہ ان میں قدرتِ گناہ ثابت ہے حالانکہ ایسا فرشتوں میں ثابت نہیں ان کے اندر قدرتِ گناہ کا تصور ناممکن اور محال ہے اسی لیے وہ معصیت سے دور ہیں جسے قرآن نے یوں بیان کیا:

"لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٦﴾" (التحریم:٦)

ترجمہ: وہ کبھی بھی خدا کی معصیت نہیں کرتے بلکہ وہی کرتے ہیں جس کا انھیں امر ہوتا ہے۔

اہل سنت کی بیان کردہ تعریف جو ان کے ہاں مسلّم اور صحیح ہے

"اَلْعِصْمَۃُ ھِیَ مَلَکَۃٌ اِجْتِنَابُ الْمُعَاصِیْ مَعَ التَّمَکُّنِ فِیْھَا"

یعنی قدرتِ گناہ کے باوجود گناہ نہ کرنا۔

اب اس پر غور کیا جائے تو انبیاء علیہم السلام کی اولوالعزمی استقامت کس معراج کو پہنچی؟ عوارضات انسانیہ اور خواہشات نفسانیہ کے باوجود بھی ارتکاب گناہ ان کے لیے ممکن نہیں۔ یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ تو اس فضیلت کو مفضول پر قیاس کرنا کس قدر مناسب ہے یہ علماء خود غور فرمائیں۔

میری ناقص رائے یہ ہے کہ مرتبۂ نبوت کو کسی مفضول حقیقت پر قیاس کرنے کے بجائے نبوت کے اپنے مقام کو ملحوظ رکھا جائے اس طرح نبوت کسی مفضول عظمت کی مرہونِ منت نہیں رہے گی کیونکہ نبوت کا ایک اپنا مقام ہے یہ کسی دلیل کا محتاج ہی نہیں۔

جہاں تک اسلوبِ قرآن کا معاملہ ہے کہ وہ مفضول حقیقت کو بیان کر کے افضل تر حقیقت کی عظمت کی نشاندہی کرنے کے لیے "لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ" کی صورت میں دعوتِ فکر دیتا ہے بے شمار آیات بینات میں اس قسم کے نظائر اور مثالیں ملتی ہیں اور ایک حدیثِ نبوی بھی اس کی تائید میں بیان ہوئی ہے۔

حدیث کا متن یوں ہے:

"قَالَ النَّبِیُّ ﷺ نُزِّلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی خَمْسَۃِ اَوْجِہِ الْحَلَالُ وَ الْحَرَامُ وَ الْمُحْکَمُ وَ الْمُتَشَابِہُ وَالْاَمْثَالُ وَفِیْ رِوَایَۃِ الْقَصَصُ

ترجمہ: نبی کریم "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ وَالِدَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ" نے فرمایا قرآن پاک پانچ وجوہ پر نازل ہوا:

(۱) حلال (۲) حرام (۳) محکم (۴) متشابہ (۵) امثال و قصص

اب اس اسلوب کا حکم ملاحظہ فرمائیں

حَلِّلُوْا الْحَلَالَ وَ حَرِّمُوْا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوْا بِالْمُحْکَمِ وَ اٰمِنُوْا بِالْمُتَشَابِہٖ وَ اعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ وَالْقَصَصِ"

(۱) قرآن کریم کی حلال کردہ اشیاء کو حلال جانو، حرام کردہ اشیاء کو حرام جانو،

(۲) قرآن کریم کی محکم آیات پر عمل کرو اور متشابہ آیات کی حقیقت پر ایمان لے آؤ۔

(۳) قرآن کریم کی بیان کردہ امثال اور قصوں پر اعتماد کر کے عبرت و نصیحت حاصل کرو۔

اہل فضل لوگوں کی عظمتوں پر یقین رکھو اور انھی عظمتوں کو مقیس علیہ بنا کر ان سے عظیم ترین لوگوں کی عظمتوں کو قیاس کر کے ان کی عظمتوں کا یقین کرو اور امثال اور قصص سے نصیحت حاصل کرو۔

اور اہل شقاوت اور اہلِ حسرت کے عبرت ناک احوال میں غور کر کے عبرت حاصل کرو۔ یہی مدعائے قرآن ہے کہ تمہیں عبرت و نصیحت مذکورہ واقعات سے میسر آئے اور یہی اسلوبِ قرآن ہے۔ اسی کو مذکورہ بالا حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

قارئینِ محترم!

اسی اسلوبِ قرآن کو ملحوظ رکھتے ہوئے علمائے اہلِ سنت نے فرشتوں کی عصمت پر انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کو ثابت کیا ہے۔ اس قیاس پر مسکین صداقت علی فریدی کا ایک ہلکا سا معارضہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محققینِ اہلِ سنت نے جو فیصلے فرمائے حق ہیں۔ مگر یہ اسلوبِ قرآن ہر اعتبار سے ہر مرتبہ میں مانا جائے یہ نہ ہو کہ اسلوبِ قرآن بعض تصورات میں مانا جائے اور بعض میں نہ مانا جائے جیسا کہ یہاں ہے۔

مثال اس کی یہ ہے کہ عصمتِ ملائکہ کو مقیس علیہ بنا کر عصمتِ انبیاء علیہم السلام کو قیاس کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا ہی ہے مگر یہ اسلوب ہر درجے میں قبول ہونا چاہیے نہ کہ کسی ایک درجہ میں۔ گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی مدراج کو قرآنی آیات میں چار اعتبار سے بیان فرمایا:

" فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ "(النساء:٦٩)

ترجمہ: جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں

یہی وہ بلند بخت لوگ ہیں جن کی ذات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم انعامات فرمائے۔ پہلا طبقہ انسانیت عظمت کے اعتبار سے انبیاء کرام علیہم السلام کا اور دوسرا طبقہ صدیقین علیہم الرضوان کا تیسرا طبقہ شہداء کرام علیہم الرضوان کا اور چوتھا طبقہ اولیاء کرام علیہم الرضوان کا ہے۔

اسی تدریج میں حضرات ملائکہ علیہم السلام کا طبقہ ہے، پہلا طبقہ مقرب ترین ملائکہ علیہم السلام جیسے حضرت جبریل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت عزرائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ دوسرا طبقہ مقرب ملائکہ علیہم السلام جیسے حاملین عرش اور خازن جنت تیسرا طبقہ دیگر مدبراتِ امر علیہم السلام اور چوتھا طبقہ عام فرشتے (بزمِ عالم میں مصروفِ عبادت وخدمت فرشتے) ہیں۔

اب اس تدریج میں خِلقی عظمت سب کی یکساں ہے کیونکہ وہ لطافتِ نور سے پیدا کیے گئے ہیں البتہ قرب و حضوری کے اعتبار سے ایک درجہ بندی موجود ہے۔ یونہی انسانیت کے درجات میں طبع اور وضع کے لحاظ سے ایک ہی جوہر خلقت کارفرما ہے قرآن اسے یوں بیان کرتا ہے:

"يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى "(حجرات:١٣)

"يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً "(النساء:١)

ترجمہ: اے لوگو بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔

ان ہر دو آیات میں انسانی تخلیق کا مبداء ایک ہی بتایا گیا ہے مگر درجات کا الگ سے تدریجی تصور قائم کیا گیا ہے اور ہر ایک طبقۂ انسانیت میں فضیلت کے اعتبار سے مدارج اور مراتب کا ایک تدریجی سلسلہ قائم کیا گیا ہے جسے قرآن یوں بیان کرتا ہے:

"تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ "(البقرہ:۲۵۳)

یہ رسولوں کی جماعت ہے جس میں ہم نے فضیلت کے اعتبار سے درجات قائم فرمائے ہیں ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں میں بلند کیا۔

یونہی دیگر طبقۂ انسانیت کے اندر بھی فضیلت اور عظمت کے اعتبار سے درجہ بندی کا تصور موجود ہے جب کہ تمام انسانیت خِلقت و طبع میں مادے کے اعتبار سے یکساں ہیں جیسے فرشتے لطیف نورانیت میں خلقت کے اعتبار سے یکساں ہیں اب حیرت اس بات پر ہے کہ افضل و مفضول کے اعتبار سے پہلے طبقۂ انسانیت اور پہلے طبقۂ نورانیت میں عصمت کو مشترک مانا گیا ہے بلکہ مفضول کی عصمت کو دلیل بنا کر افضل کی عصمت کو ثابت کیا گیا ہے۔

یعنی عصمتِ ملائکہ (مقرب ترین فرشتوں) پر انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کو قیاس کیا گیا ہے اور اِسے اسلوبِ قرآنی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(ا) میرا سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا طبقاتِ انسانیت اور نورانیت میں تو اسلوب قرآنی قیاس کی صورت میں جاری ہو گیا لیکن دیگر تین طبقاتِ انسانیت اور نورانیت میں یہ قاعدہ کیوں نہیں؟ کیا مذکورہ بالا عصمتیں دیگر طبقاتِ انسانیت اور نورانیت کے معارض ہیں؟ یا اس اعتبار سے دیگر طبقاتِ انسانیت اور نورانیت کی عصمت مُخِلّ ہے مذکورہ عصمتِ ملائکہ علیہم السلام اور عصمتِ انبیاء علیہم السلام میں۔

دلیل معترض کے ذمے ہے۔

(۲) نفسِ عصمت متعدی ہے یا غیر متعدی؟ اس کی دلیل بھی معترض کے ذمے ہے۔

(۳) غیر انبیاء مقدس ہستیوں کو معصوم کہنے والے کا شرعی مواخذہ کیا ہے؟

اگر ان تینوں چیزوں کی معترض کے پاس کوئی دلیل نہیں تو فقیر و مسکین صداقت علی فریدی کا عصمتِ والدین مصطفیٰ "عَلَيْهِمَا التَّحِيَّةُ وَالثَّنَاءُ وَ سَلَامُ اللهِ عَلَيْهِمَا" کا قول کرنا بے جا نہ ہو گا بلکہ حق بجانب ہو گا۔

اگر اس افضل اور مفضول اور اسلوبِ قرآن کے قاعدے کے مطابق عصمتِ ملائکہ پر عصمتِ انبیاء علیہم السلام کو جو قیاس کیا گیا ہے یہ کس قدر معقول ہے اس پر بحث تو الگ طور پر ہو گی۔ مگر یہاں درجاتِ انسانیت اور درجاتِ نورانیت میں ایک تقسیم ہے اسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ انبیاء چونکہ افضل ہیں ملائکہ سے یہی علمائے اہلِ سنت کا متحقق مذہب ہے۔ اسی طرح دیگر طبقاتِ انسانیت کو بھی اپنے درجوں کے مقابل دیگر ملائکہ سے افضل ہونا چاہیے جیسے مقرب ترین فرشتوں سے انبیاء کو افضل مانا گیا دوسرے درجوں کے فرشتوں سے صدیقین افضل ہیں اور تیسرے درجوں کے فرشتوں سے صالحین اولیاء کاملین افضل ہیں۔

بنابریں ہر ایک درجۂ انسانیت کے طبقہ عظمت کو نورانیت کے طبقۂ عظمت کے مقابل افضل مانا گیا ہے اور ہر ایک کی عصمت کو مقابل فرشتوں کی عصمت پر قیاس کرنا عین اُسی طرح جائز ہے جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کو مقرب ترین ملائکہ علیہم السلام کی عصمت پر قیاس کیا گیا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ تمام ملائکہ سے کچھ ملائکہ صاحب عصمت ہیں جب کہ دوسرے ملائکہ غیر معصوم ہیں۔ اس طرح اُن کی خِلقی عظمت متضاد ہو جائے گی جو کہ محال ہے طے یہ ہے کہ ہر ایک فرشتہ خواہ کسی درجے کا ہو اپنی فطری خِلقت کے اعتبار سے معصوم ہے اگرچہ ان کی عصمت میں ان کے درجات کے اعتبار سے ایک امتیاز واضح ہے ایسے ہی طبقۂ انسانیت میں اس قیاس کی بنیاد پر مذکورہ عصمتوں میں ایک امتیاز واقع بھی ہے واضح بھی ہے۔ دلائل آگے آ رہے ہیں

اعتدال کا راستہ:

اس سارے ذہنی انتشار کا ایک معتدل ترین راستہ ہے اگر اُمت اس پر غور فرما لے تو یہ تناؤ نہیں رہے گا ہر ایک عظمت اور عصمت اپنے مقام اور محل کے اعتبار سے اپنے دائرۂ شرافت میں قائم رہے گی اور وہ اعتدال کی راہ میر افکری نتیجہ نہیں بلکہ اہلِ سنت و جماعت کے مسلّم ترین شخصیات کا فیصلہ ہے یہاں صرف دو کو ہی بیان کروں گا۔

(۱) امام اہلسنت حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

"وَعِصمَۃُ الاَنبِیَآءِ عَلیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیہِمُ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلاَمُ حِفظُھُم مِنَ النَّقَائِصِ وَتَخصِیصُھُم بِالکَمَالاَتِ النَّفِیسَۃِ وَالنُّصرَۃِ وَالثَّبَاتُ فِی الاُمُورِ وَاِنزَالُ السَّکِینَۃِ وَالفَرقُ بَینَہُ وَبَینَ غَیرِھِم اِنَّ العِصمَۃَ فِی حَقِّھِم بِطَرِیقِ الوُجُوبِ وَفِی حَقِّ غَیرِھِم بِطَرِیقِ الجَوَازِ"

ترجمہ: ہمارے نبی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی عصمت یہ ہے کہ وہ نقائص سے محفوظ ہوں اور کمالاتِ نفیسہ، نصرت الٰہی، ثابت قدمی اور انزال سکینہ کے ساتھ مختص ہوں انبیاء اور غیر انبیاء میں فرق یہ ہے کہ انبیاء کے لیے عصمت کا ثبوت واجب ہے (کیونکہ یہ قطعی الثبوت ہے) اور غیر انبیاء کے حق میں جائز ہے۔

(فتح الباری ج ۱۱، ص ۵۰۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ)

قارئینِ محترم!

"وَالفَرقُ بَینَہُ وَبَینَ غَیرِھِم اِنَّ العِصمَۃَ فِی حَقِّھِم بِطَرِیقِ الوُجُوبِ" یعنی انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء کی عصمت میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت ان کے حق میں واجب ہے "فِی حَقِّھِم بِطَرِیقِ الوُجُوبِ" کا جملہ شاہد عادل ہے "وَفِی حَقِّ غَیرِھِم بِطَرِیقِ الجَوَازِ" یعنی غیر انبیاء کے حق میں عصمت بطریق جواز ہے۔

مسکین کا موقف ثابت ہو گیا کہ غیر نبی کے حق میں عصمت جائز ہے ممنوع نہیں۔ اسی لیے میں حق بجانب ہوں کہ میرے کریم آقا ﷺ کے والدین کریمین طیبین طاہرین علیہما السلام اگرچہ نبی تو نہیں مگر مبداءِ پیکرِ نبوت ہیں عصمتِ انبیاء علیہم السلام کے بعد ان نفوسِ

عظمت کی عصمت متحقق ہے جس کی شہادت مذکورہ بالا حوالے کی صورت میں امام اہل سنت علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بھی بیان فرمادی۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَالْفَرْقُ بَیْنَ عِصْمَةِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَعِصْمَةِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ اَنَّ عِصْمَةَ الْاَنْبِیَاءِ بِطَرِیْقِ الْوُجُوْبِ وَفِیْ حَقِّ غَیْرِهِمْ بِطَرِیْقِ الْجَوَازِ"

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اور مومنین کی عصمت میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا ثبوت واجب ہے (کیونکہ اس کا ثبوت قطعی ہے) اور ان کے غیر کی عصمت جائز ہے۔

یہاں تو علامہ عینی علیہ الرحمہ کامل مؤمنین کی عصمت کے بھی قائل نظر آتے ہیں اگر مسکین صداقت علی فریدی نے مخدوم کائنات محسنِ عالمین ابو محمد حضرت عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مخدومہ کائنات محسنۂ عالمین سیدتنا اُم محمد جنابہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کی عصمت کا قول کر دیا ہے جو کہ عین حق ہے اس پر طبیعتوں میں کیوں انقباض پیدا ہو رہا ہے اور طبیعتیں کیوں منتشر نظر آتی ہیں؟ دلیل کی دنیا میں رہ کر کوئی مجھے سمجھائے۔ میں اگر بلا دلیل بات کروں تو یقیناً ناقابل اعتبار ہے میں تو فقط توفیق الٰہی اور رحمتِ مصطفوی ﷺ اور شفقتِ ابوین کریمین علیہما السلام کی بنیاد پر لکھ رہا ہوں اور قرآن وحدیث کے لاتعداد دلائل سے اپنے موقف کو مزین کروں گا۔ (ان شاء اللہ العزیز)

جس کو معارضے کا شوق ہے وہ معقول اور مقبول دلائل کی قوت میں سامنے آسکتا ہے میں اُسے خوش آمدید کہوں گا۔

اور اگر کوئی بلا دلیل اپنی فکری عصبیت کا مجھے نشانہ بنائے گا تو میں اس کی اس اختراعی سوچ کو قابلِ اعتنا ہی نہیں سمجھوں گا اگر میرا موقف مشیت الٰہی اور مزاج نبوت کے عین مطابق ہوا تو یہ محض محض اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کا فضل واحسان ہے۔

اگر ایسا نہیں یا اس میں میری کوئی سوچ کا عمل دخل ہو جس میں کوئی علمی سُقم نظر آئے تو

اس میں محض میرا علمی و فکری قصور ہے خدا اور اس کا رسول ﷺ اس سے بری ہیں۔
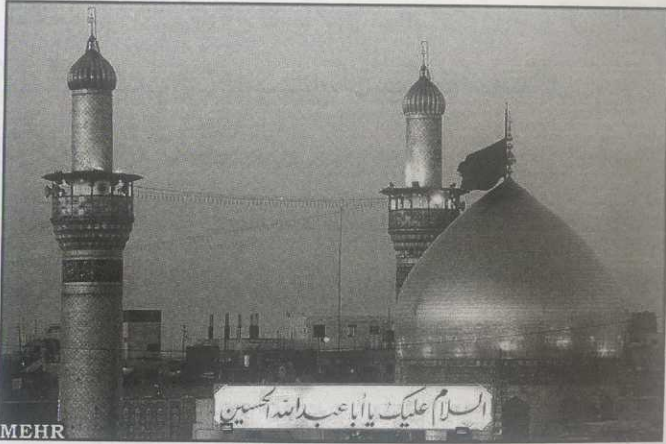
عصمتِ انبیاء علیہم السلام میں مؤثرہ دلائل اور ان کا علمی تجزیہ

اب ہم عصمتِ انبیاء علیہم السلام میں پیش کردہ دلائل کا تجزیہ کریں گے ملاحظہ فرمائیں:
انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے پر حسبِ ذیل دلائل ہیں:

(۱) " قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَ يَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۱﴾ "(آل عمران:۳۱)

ترجمہ: آپ فرما دیجیے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

اگر انبیاء علیہم السلام سے (العیاذ باللہ) گناہ صادر ہو تو ان کی اتباع حرام ہو گی۔ حالانکہ ان کی اتباع کرنا واجب ہے۔

جب کہ قاعدہ کے مطابق گناہ کا ارتکاب حرام ہے اور حرام کی اتباع بھی حرام ہے چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی اتباع واجب ہے اور اُن سے گناہ کا صدور ناممکن ہے۔ اس لیے ان کی اتباع بھی واجب و فرض ہے۔

(۲) " يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَكُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوۡۤا "(حجرات:۶)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

جس شخص سے گناہ صادر ہوں ان کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا جائز نہیں۔ جب کہ انبیاء علیہم السلام کی شہادت پر عمل کرنا بلا تحقیق واجب ہے قرآن کی گواہی موجود ہے۔

(۳) " قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِی الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۲۴﴾ "(البقرہ:۱۲۴)

فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔

جب کہ ظالم نبوت کا اہل نہیں ہوتا۔

(۴) " اِنَّ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنۡيَا وَ الۡاٰخِرَةِ "

(احزاب:۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

اگر نبی سے گناہ کا صدور ممکن ہو تو ان کو (العیاذ باللہ) ملامت کرنا جائز ہو گا اور اس سے نبی کو

ایذاء پہنچے گی اور انبیاء علیہم السلام کو ایذاء پہنچانا حرام ہے۔

(۵) " وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَ الْاَبْصَارِ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ " (ص:۴۶،۴۵)

ترجمہ: ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجیے جو قوت اور نگاہِ بصیرت والے ہیں ہم نے ان کو مخلص کر دیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں۔

(۶) " قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ

ابلیس نے کہا تیری عزت کی قسم! تیرے مخلص بندوں کے سوا میں ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مخلصین کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا۔

(۷) " وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ " (ص:۴۷)

ترجمہ: اور بے شک وہ (سب) ہماری بارگاہ میں ضرور برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔

گناہگار لائقِ مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی عزت افزائی کی ہے۔

(۸) " كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ " (الصف:۳)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات سخت ناراضگی کی موجب ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے۔

اس آیت کے مطابق انبیاء علیہم السلام لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اگر وہ خود گناہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہو گا۔

(۹)" عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ "

(جن:۲۶،۲۷)

ترجمہ: وہ عالمِ غیب ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو (بذریعہ وحی) مطلع نہیں فرماتا بجز ان کے جن سے وہ راضی ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء سے راضی ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ سب رسولوں سے راضی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نیکی کا حکم دے کر خود عمل نہ کرنے والے سے وہ راضی نہیں ہے۔

(۱۰)"وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (جن:۲۳)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو لاریب اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام جہنم سے محفوظ اور مامون ہیں اور ان کا مقام جنتِ خُلد ہے۔

(۱۱)"اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

(آل عمران:۳۳)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔

انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں اور فرشتوں سے گناہ صادر نہیں ہوتے تو انبیاء علیہم السلام سے بطریقِ اولیٰ گناہ کا صدور ممکن ہی نہیں۔

درج بالا آیات میں فرشتوں سے افضلیت کی دلیل دی گئی ہے کہ فرشتے عالمین میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تمام عالمین پر فضیلت دی ہے۔

مذکورہ بالا دلائلِ عصمت تفسیر کبیر شرح مقاصد اور شرح مواقف کا مطالعہ کر کے ہم نے یہ دلائل جمع کیے اور ان کو اپنے انداز میں اپنی ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے۔

تجزیہ:

مذکورہ بالا دلائل جتنے بھی مؤثر عصمت مانے گئے ہیں ان میں سے کسی ایک کی بھی معنیٰ عصمت میں دلالت مطابقی نہیں ہے بلکہ تضمنی بھی نہیں ہے ہاں دلالت التزامی استدلالاً مانی جا سکتی ہے جب کہ قاعدہ یہ ہے کہ دلالت کا اپنے معنی میں قطعی ہونا تب قابل قبول ہے

جب وہ اپنے کل معنی موضوع لہٗ پر دلالت کرے یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب دلالت مطابقی میسر ہو، کیونکہ دلالتِ مطابقی بھی کل معنی موضوع لہٗ کو بیان کرتی ہے۔ تمام دلائل میں کسی ایک دلیل کی بھی اپنے معنی میں یعنی عصمت میں دلالت مطابقی نہیں۔ بناء بریں یہ جملہ دلائل قطعی الثبوت یعنی ثبوت کے اعتبار سے یہ قطعی ہیں کیونکہ قرآن سارا قطعی الثبوت ہے۔

اب چونکہ ان کا وارد ہونا عصمت کے علاوہ معنوں میں ہے مثلاً پہلی دلیل اتباع کے معنی میں وارد ہوئی۔ دوسری دلیل شہادت کی بناء پر عدمِ فسق کے معنی میں۔ تیسری دلیل عدمِ ظلم کے معنی میں۔ چوتھی دلیل عدمِ ملامت کے معنی میں، پانچویں دلیل اخلاص کے معنی میں، چھٹی دلیل بھی اخلاص کے معنی میں، ساتویں دلیل اصطفائیت کے معنی میں، آٹھویں دلیل قول و فعل کی یکسانیت کے معنی میں، نویں دلیل رضائے الٰہی کے معنی میں، دسویں دلیل بھی اصطفائیت کے معنی میں ہے۔ اب ان تمام دلائل کے ہر ایک معنی کی الگ جہت ہے اور وہ عظمتوں کی طرف مشیر ہے اور ان معنوں سے ہی دلالت التزامی کے اعتبار سے عصمت کا استدلال کیا گیا ہے۔ قواعدِ عرفیہ کے مطابق براہِ راست یہ مفید عصمت نہیں بلکہ محض استدلالاً مؤثر عصمت مانے گئے ہیں صرف عصمتِ ملائکہ پر قیاس کرنے والی صورت میں عصمتِ انبیاء کو قیاس کرنا قدرِ معقول لگتا ہے مگر اس میں بھی ایک اشکال ہے۔ وہ یہ ہے کہ عصمتِ ملائکہ اہلِ سنت وجماعت کے محققین علماء کی بیان کردہ تعریفِ عصمت کا فرد نہیں بن سکتے۔ کیونکہ اہلِ سنت کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے "هِیَ مَلَکَةٌ اِجْتِنَابِ الْمَعَاصِیْ مَعَ التَّمَکُّنِ فِیْهَا"

ترجمہ: عصمت وہ ملکہ ہے جو قدرتِ گناہ کے باوجود گناہ سے محفوظ رکھتا ہے، باز رکھتا ہے۔

اب چونکہ فرشتوں کی خلقت نوری ہے، لطیف ہے ان میں قدرتِ گناہ اصلاً نہیں بلکہ ممکن ہی نہیں جب کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت میں قدرتِ گناہ کو ممکن مانا گیا ہے۔ ناممکن پر ممکن کو قیاس کرنا یہ کس قاعدے کے مطابق ہے حالانکہ ضابطہ یہ ہے مقیس علیہ

اور مقیس میں علت قیاس کا یکساں ہونا ضروری ہے تاہم عصمت میں مذکورہ بالا دلائل کہاں تک مؤثر اور مفید ہیں۔ اہلِ علم اس کا از سر نو جائزہ لیں اور اس پیش کردہ معارضے کا علمی جائزہ لیا جائے۔ پھر اصل صورتِ حال میں غور کیا جائے۔ میں اپنے یقین سے بھی زیادہ آگے جا کر عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا قائل ہوں۔ میرے من میں اس کے خلاف شک ہونے کی گنجائش ہی نہیں مگر طالب علم کی حیثیت سے ایک علمی حق رکھتا ہوں کہ میں اہلِ علم سے پوچھوں کہ دلائل کی صورت کیا ہے اور ان سے ثابت ہونے والی عصمت کی حقیقت کیا ہے؟ اس تجزیے کا مجھے جواب چاہیے جہاں تک میں نے عصمتِ والدین مصطفیٰ "عَلَيْهِمَا التَّحِيَّةُ وَالثَّنَاءُ وَ سَلَامُ اللهِ عَلَيْهِمَا" کا قول کیا ہے وہ کسی نئے نظریے کے تحت نہیں کیا بلکہ قرآن وسنت کی روشنی میں کیا ہے۔ اہلِ علم کے مسلّم وضعی قواعدِ استنباط کے طریق پر کیا ہے۔ دلائل اور وضاحتیں آگے آ رہی ہیں۔ انتظار فرمائیں۔

حسّی اور عشقی احوال میں عصمت کی حقیقت:

عصمت کا عنوان اگرچہ خالصتاً ایک علمی عنوان ہے۔ جس پر بحث ونظر ایک الگ حیثیت رکھتی ہے مگر یہاں اس عنوان کے اعتبار سے ہم اُس جہان میں اُتر رہے ہیں جہاں علمی، عقلی، نظری اور فکری دنیا سمٹی ہوئی نظر آتی ہے۔ شعور ودانش کی پرواز دم توڑ چکی ہے۔ فہم وفراست کی دنیا کو بھی پسینہ آ رہا ہے۔ تدبر اور نکتہ سنجیاں اور سخن وروں کے خیالات مضمحل نظر آ رہے ہیں۔ مذہبی تصورات انگشت بدنداں ہیں۔ ہوش وحواس محوِ حیرت ہیں اور یہ بات ہم اپنے ذوقِ فراواں سے نہیں کر رہے بلکہ ہم نے نفس عصمت کو حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں تلاش کیا ہے۔

آیئے ملاحظہ فرمائیں!

جز نمبر ا۔

"عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ أَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللهُ تَعَالَىٰ فَقَالَ هُوَ نُوْرُ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ خَلَقَهُ اللهُ ثُمَّ خَلَقَ فِيْهِ كُلَّ خَيْرٍ وَ خَلَقَ

بَعْدَہٗ کُلَّ شَیْءٍ"

ترجمہ: حضرت عبد الرزاق روایت فرماتے ہیں حضرت معمر سے وہ روایت کرتے ہیں ابن المکندر سے اور انھوں نے روایت فرمایا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے انھوں نے عرض کیا اے جہاں پناہِ عالم میرے کریم آقا اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ارشاد فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کائنات کی کس حقیقت کو پیدا فرمایا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے جابر سب سے پہلے جس حقیقت کو اللہ تعالیٰ کی ذات نے پیدا فرمایا وہ تیرے نبی کا نور تھا۔

"ثُمَّ خَلَقَ فِیْہِ کُلَّ خَیْرٍ" پھر اس نورِ عظمت میں ہر خیر کو پیدا فرمایا یعنی ہر خیر تیرے نبی کے نور کے ضمن میں ہی پیدا ہوئی "وَخَلَقَ بَعْدَہٗ کُلَّ شَیْءٍ" اور ہر شے اس عظیم خلقت کے بعد عظمتِ ظہور میں آئی، پیدا ہوئی اور اس کی صورت حال یوں رو پذیر ہوئی۔

ملاحظہ ہو جز نمبر ۲:

"وَحِیْنَ خَلَقَہٗ اَقَامَہٗ قُدَّامَہٗ مِنْ مَقَامِ الْقُرْبِ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفَ سَنَۃٍ ثُمَّ جَعَلَہٗ اَرْبَعَۃَ اَقْسَامٍ فَخَلَقَ الْعَرْشَ وَالْکُرْسِیَّ مِنْ قِسْمٍ وَحَمَلَۃَ الْعَرْشِ وَخَزَنَۃَ الْکُرْسِیِّ مِنْ قِسْمٍ"

ترجمہ: جب اس حُسن عظمت یعنی تیرے نبی کے نور کو وجود ملا تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات نے اُس کو اپنے سامنے اپنے حضورِ عظمت میں خاص الخاص مقام میں یعنی مقامِ قرب میں جلوہ افروز فرمایا، بارہ ہزار سال تک (ان پر اپنی توجہاتِ عظمت متوجہ فرماتا رہا)

"فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا" پس محبوب آپ ہماری آنکھوں کے سامنے تشریف فرما رہو (سورۃ طور)

ایک اور مقام پر فرمایا: "اَلَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ" محبوب ہم آپ کے حسن بے مثال کے نظارے میں آپ کے قیامِ اول ہی کے وقت سے مصروف نظارہ و محبت ہیں۔ (سورۂ شعراء)

اب ہماری نگاہِ فیض سے اپنے وجود اقدس کا ہمارے اِذن سے فیضان جاری فرماؤ۔

قارئینِ محترم!

فیضان نورِ نبوت کا آغاز یوں ہوا آپ کے نور حسنِ لطافت کے پہلے تبسم کی برکت

سے اللہ تعالیٰ نے عرش پیدا فرمایا دوسرے سے کرسی پیدا فرمائی تیسرے سے حاملین عرش (فرشتے) اور کرسی کے خزانوں کے خازن فرشتے نوری تقدس میں پیدا فرمائے (واہ! کیا شان ہے تبسمِ مصطفیٰ کی)

جزءنمبر۳:

"وَ اَقَامَ الْقِسْمَ الرَّابِعَ فِیْ مَقَامِ الْحُبِّ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفَ سَنَةً ثُمَّ جَعَلَهُ اَرْبَعَةَ اَقْسَامٍ فَخَلَقَ الْقَلَمَ مِنْ قِسْمٍ وَ اللَّوْحَ مِنْ قِسْمٍ وَ الْجَنَّةَ مِنْ قِسْمٍ"

ترجمہ: اور حُسنِ لطافت مصطفیٰ ﷺ کے نوری وجود کو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے مقامِ حب میں بارہ ہزار سال تک جلوہ نما فرمایا، اور تین مرتبہ متبسم فرمایا اور اس تبسمِ عظمت کی پہلی رعنائی سے قلم کو پیدا فرمایا دوسری سے لوح کو پیدا فرمایا اور تیسری سے جنت کو پیدا فرمایا۔

جزنمبر۴

"ثُمَّ اَقَامَ الْقِسْمَ الرَّابِعَ فِیْ مَقَامِ الْخَوْفِ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفَ سَنَةٍ جَعَلَهُ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ الْمَلَائِكَةَ مِنْ جُزْءٍ وَالشَّمْسَ مِنْ جُزْءٍ وَالْقَمَرَ وَالْكَوَاكِبَ مِنْ جُزْءٍ"

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے اس نبوی نور کو مقامِ خوف میں بارہ ہزار سال تک مبداء فیضان بنائے رکھا۔ اس مبداء فیض کی پہلی برکت سے ملائکہ پیدا فرمائے دوسری برکت سے سورج کو پیدا فرمایا اور تیسری برکت سے چاند اور ستارے پیدا فرمائے۔

جزنمبر۵

" وَاَقَامَ الْقِسْمَ الرَّابِعَ فِیْ مَقَامِ الرَّجَاءِ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفَ سَنَةٍ ثُمَّ جَعَلَهُ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ الْعَقْلَ مِنْ جُزْءٍ وَالْعِلْمَ وَالْحِكْمَةَ وَالْعِصْمَةَ وَالتَّوْفِیْقَ مِنْ جُزْءٍ"

ترجمہ: اور پھر اُس حسنِ نبوت کے نور کو بارہ ہزار سال تک مقامِ رجاء (اُمید) میں قاسمِ انوار بنایا۔ اس نور کے پہلے جلوے سے نورِ عقل کو پیدا فرمایا دوسرے جلوے سے نورِ علم نورِ حکمت، نورِ عصمت اور نورِ توفیق کو پیدا فرمایا (سبحان اللہ)

جزنمبر۶

" وَاَقَامَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ فِیْ مَقَامِ الْحَیَاءِ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفَ سَنَةٍ ثُمَّ نَظَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَیْهِ فَتَرَشَّحَ النُّوْرُ عِرْقًا فَقَطَرَ مِنْهُ مِائَةَ اَلْفٍ وَاَرْبَعَةَ "

ترجمہ: اور پھر وہ نورِ عصمت اپنے ارتقائی منازل طے کرتا ہوا مقامِ حیاء میں بارہ ہزار سال تک مجیب عظمت ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل نگاہِ محبت سے اُس حسنِ عظمت کو اپنے شوق کی عظمت سے دیکھا۔ اس نگاہِ قدرت کی برکت سے اُس پیکرِ نور سے نوری پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے جن کی برکات کا آغاز یوں ہوا "فَقَطَرَةً مِنْ نُوْرٍ فَخَلَقَ اللّٰهُ مِنْ کُلِّ قَطْرَةٍ رُوْحَ نَبِیٍّ اَوْ رُوْحَ رَسُوْلٍ "اُس نورِ عظمت سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نوری قطرے مترشح ہوئے ہر قطرے سے ایک نبی یا رسول کی روح کو پیدا فرمایا گیا (سبحان اللہ)

کیا مرتبہ ہے حسن نورِ نبوت کا۔ (واہ سبحان اللہ)

"ثُمَّ تُنَقَّسَتْ اَرْوَاحُ الْاَنْبِیَاءِ " سو پھر ان ارواحِ عظمت کو انبیاء علیہم السلام میں منتقل فرمایا گیا۔

"فَخَلَقَ اللّٰهُ مِنْ اَنْفَاسِهِمُ الْاَوْلِیَاءَ وَالشُّهَدَاءَ وَالسُّعَدَاءَ وَالْمُطِیْعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ"

پھر قیامت تک ان مقدسہ انفاس سے اولیاء کرام علیہم الرضوان، شہداء کرام علیہم الرضوان اور نیک بخت اور تمام اطاعت گزار اور اطاعت شعار قیامت تک کے لیے پیدا ہوئے۔

جز نمبر ۷

"فَالْعَرْشُ وَالْکُرْسِیُّ مِنْ نُوْرِیْ وَالْکَرُّوْبِیُّوْنَ مِنْ نُوْرِیْ وَالرَّوْحَانِیُّوْنَ وَالْمَلَائِکَةُ مِنْ نُوْرِیْ وَالْجَنَّةُ وَ مَا فِیْهَا مِنَ النَّعِیْمِ مِنْ نُوْرِیْ وَ مَلَائِکَةُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ مِنْ نُوْرِیْ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالْکَوَاکِبُ مِنْ نُوْرِیْ وَالْعَقْلُ وَالتَّوْفِیْقُ مِنْ نُوْرِیْ وَ اَرْوَاحُ الرُّسُلِ وَالْاَنْبِیَاءِ مِنْ نُوْرِیْ وَالشُّهَدَاءُ وَالسُّعَدَاءُ وَالصَّالِحُوْنَ مِنْ نَتَاجِ نُوْرِیْ"

ترجمہ: پھر فرمایا عرش اور کرسی میرے نور سے پیدا کیے گئے کرّوبیان نوری فرشتے بھی میرے نور سے پیدا کیے گئے اور جنت اور اس کی تمام نعمتیں میرے نور سے پیدا کی گئیں۔ ساتوں آسمان کے فرشتے بھی میرے نور سے پیدا کیے گئے اور نورِ عقل اور نورِ توفیق بھی

میرے نور سے پیدا کیے گئے۔ انبیاء کرام اور رسل علیہم السلام کی ارواح عظمت بھی میرے نور سے پیدا فرمائی گئیں شہداء اور سعداء اور صالحین بھی میرے نور کی برکت سے وجود میں آئے۔

جز نمبر ۸

"ثُمَّ خَلَقَ اللهُ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفَ حِجَابٍ فَاَقَامَ اللهُ نُوْرِیْ وَ هُوَ الْجُزْءُ الرَّابِعُ فِیْ کُلِّ حِجَابٍ اَلْفَ سَنَةٍ وَ هِیَ مَقَامَاتُ الْعُبُوْدِیَّةِ وَ السَّکِیْنَةُ وَ الصَّبْرُ وَ الصِّدْقُ وَ الْیَقِیْنُ فَغَمَسَ اللهُ ذٰلِكَ النُّوْرُ فِیْ کُلِّ حِجَابٍ اَلْفَ سَنَةٍ فَلَمَّا اَخْرَجَ اللهُ النُّوْرَ مِنَ الْحُجُبِ رَکَّبَهُ اللهُ فِی الْاَرْضِ فَکَانَ یُضِیْءُ مِنْهَا مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ کَالسِّرَاجِ فِی اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ"

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے بارہ ہزار نور کے حجاب پیدا فرمائے پھر میرے نور کو ان میں قیام پذیر فرمایا اور میرا نور ہر حجاب میں ہزار سال تک محوِ خرام رہا اور وہ حجابات مقاماتِ عبودیت، سکینہ، صدق، صبر اور یقین تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے میرے اس نورِ عظمت کو ہر حجاب میں ہزار سال تک غوطہ زن رکھا۔ یعنی مجھے اس نور میں کامل استغراق رہا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی ذات نے نوری حجابات سے میرے نور کو نکالا پھر اس کو مرکب فرمایا یعنی زمین کی طرف متوجہ فرمایا پھر میری اس توجہ نور کی برکت سے زمین کے تمام مشرق اور مغرب میرے نور سے روشن ہو گئے جس طرح اندھیری رات میں چراغ رات کو روشن کرتا ہے اسی طرح میرے نور سے کائنات کی اندھیر نگری کو روشن کر دیا۔

جز نمبر ۹

"ثُمَّ خَلَقَ اللهُ آدَمَ مِنَ الْاَرْضِ فَرَکَّبَ فِیْهِ النُّوْرُ فِیْ جَبِیْنِهٖ ثُمَّ اَنْتَقَلُ مِنْهُ اِلٰی شِیْثٍ فَکَانَ یَنْتَقِلُ مِنْ طَاهِرٍ اِلٰی طَیِّبٍ وَ مِنْ طَیِّبٍ اِلٰی طَاهِرٍ اِلٰی اَنْ اَوْصَلَهُ اللهُ صُلْبَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ مِنْهُ اِلٰی رِحْمِ اُمِّیْ آمِنَةَ بِنْتِ وَهَبٍ ثُمَّ اَخْرَجَنِیْ اِلَی الدُّنْیَا فَجَعَلَنِیْ سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَ رَحْمَةً لِلْعَالَمِیْنَ وَ قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ وَ هٰکَذَا بَدْءُ خَلْقِ نَبِیِّكَ یَا جَابِرُ" الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف، الحافظ الکبیر

عبدالرزاق بن همام الصنعانی"

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے جناب آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا فرمایا پھر ان کی جبینِ عظمت میں میرے نور کو مرکب فرمایا پھر میں منتقل ہوا ان سے جناب شیث علیہ السلام کی طرف اور میں اسی تسلسل کے ساتھ منتقل ہوتا رہا ہر پاک سے ہر صاف (پاکیزہ) کی طرف اور ہر طیب سے ہر طاہر کی طرف۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے میرے والد عظمت حضرتِ عبداللہ بن عبدالمطلب علیہ السلام کی پشتِ عظمت تک پہنچایا اور اُن سے میری اُمّ کریمہ آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیہا کے رحم رحمت تک پہنچایا اور پھر مجھے ان سے اس کائنات کے اندر ظہور پذیر فرمایا مجھے اُس نے تمام رسولوں کا سردار بنایا خاتم النبیین بنایا اور رحمۃ للعالمین بنایا اور روشن چہرے والوں کا قائد بنایا چمک دار صورتوں والے اُمتیوں کا قائد بنایا اے جابر یہ تھی تیرے نبی کی تخلیق کی روئیداد۔ (سبحان اللہ)

تجزیہ اور محاکمہ:

محترم قارئین!

مذکورہ بالا حدیث طیبہ غالباً کائناتی انتشار کا حل ہے اور خصوصاً اسلام کے اندر نظریات اور معتقدات کے اندر جو تناؤ اور ٹکراؤ آج کل نظر آتا ہے یہ حدیث اس زہریلے مادے کے لیے تریاقِ رحمت ہے۔

اس کے مندرجات پر غور کیا جائے اور یقین کیا جائے تو کائنات میں کہیں بھی اعتقادی ٹکراؤ نہ رہے اور نظریاتی جنگ کا دین کی بابت یکسر خاتمہ ہو جائے۔

حکمتِ الٰہی نے اسی لیے یہ طے فرمایا کہ شانِ رحمۃ للعالمین کے لائق صرف اور صرف ذاتِ محمد ﷺ ہی ہو سکتی ہے۔ اس لیے اُن کو کائنات کی ذمہ داریاں سونپ دیں اور ان کی تمام نبوی سرگرمیوں کے پیچھے اپنی مشیت کی تائید اور اُلوہی حسن کی طاقت کو مؤثر حقیقی کے طور پر ایستادہ فرما دیا۔

لہٰذا تمام کمالات کو جمع کر کے حضور کے دامنِ رحمت میں رکھ دیا ہر خیر کا آپ ﷺ کو منبع

اور سرچشمہ بنادیا۔ ہر عظمت کی ابتداء آپ ﷺ سے فرمائی اور ہر عظمت کی انتہاء آپ ﷺ پر ہوئی۔ نیرنگی قدرت دیکھو کہ عرش، کرسی، ملائکہ، انبیاء علیہم السلام، شمس و قمر کواکب جن سے کائنات کو روشنی بخشنی تھی ان تمام روشنیوں کے منابع اور مراکز کو جب وجود بخشنے کا وقت آیا ان حسین ترین احساسوں کو جب رونقِ حیات عطا کرنے کا وقت آیا تو ان لطیف حقیقتوں کو اپنے محبوب دوعالم ﷺ کے تبسم کی خیرات میں وجود بخشا شاید اسی لیے کسی دیوانے نے اس منظر کو برجستہ فرمایا:

کو ماحول خیرات کی تبسم دے
نبی یا زندگی ہے درکار کو ہم
ڈھلک نوری ایک جھلک شیریں ایک
نبی یا زندگی ہے تاریک و تلخ

اب عنوان عصمت میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ عصمتِ ملائکہ عصمتِ انبیاء کے لیے بالعموم اور رحمتِ عالم ﷺ کے لیے بالخصوص دلیل بن سکتی ہے بلکہ اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو جو بطور دلیل عصمت تھے یعنی ملائکہ اُن کو تو اپنی حقیقتوں کا وجود بھی رسول اللہ ﷺ کی تبسم کی خیرات میں ملا ہے تو پھر ان کی عصمت کو کیونکر عصمت رسالتِ پناہ عالم ﷺ میں مؤثر مانا جائے۔

رہا نفسِ عصمت کا معاملہ تو وہ اگر بذاتِ خود کوئی بزرگی ہے تو میرے آقا علیہ السلام کو بلا دلیل حاصل اور میسر ہے اس پر مزید کسی دلیل کی چنداں ضرورت ہی نہیں۔ نبوی عظمت محتاجِ دلیل ہی نہیں بلکہ تمام عظمتیں خواہ کسی قدر ہی بلند ہوں وہ ماتحت نبوی عظمت ہیں نہ کہ یہ عظمتیں نبوی مرتبہ کو عظمت بخشتی ہیں بلکہ مرتبۂ نبوی ہی ان کو معیارِ عظمت کے طور پر میسر ہے۔

قارئینِ محترم!

میں نفسِ عصمت کی جستجو میں رہا اور تلاش کرتا رہا کہ میں خود اُس سے ملوں اور پوچھوں کہ اے عصمت تو اگر پاکیزگیوں کی انتہاء ہے اور معیارِ عظمت ہے تو بتا تیری حقیقت کیا ہے؟ پس منظر کیا ہے؟ تیرے وجود کا سرچشمہ کیا ہے؟ تو عصمت نے برجستہ کہا جھلّے یہ باتیں مجھ سے نہ پوچھ اپنے محبوب مکرم حضرت محمد مصطفٰی ﷺ سے پوچھ، دوستو! میں نے جب شہنشاہِ حسیناں، فخر نازنیناں، بزمِ کون ومکاں کے باعثِ اوّل، محسنہ عالمین، مخدومہ کائنات، اُمِ محمد حضرت بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کے لختِ جگر اور محسنِ عالمین، مخدومِ کائنات، منبع صدق ووفا، سرچشمہ جود وسخا ابو قثم ابو محمد، ابو احمد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب علیہما السلام کے نورِ نظر امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام، خاتم المرسلین سید الاولین والاخرین، شفیع المذنبین، حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کے حضور اپنا مقدمہ جستجو لے گیا اے میرے آقا محترم علیک الصلوٰۃ والسلام فرمایئے عصمت کی حقیقت کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا: میرے غلام عصمت تو میرے تبسم کی خیرات میں وجود میں آئی۔

قارئینِ محترم! مذکورہ حدیث کا جز نمبر ۵ پھر سے لکھ رہا ہوں تاکہ قلب وروح میں تازگی آئے۔ فرمایا:

" وَاَقَامَ الْقِسْمَ الرَّابِعَ فِیْ مَقَامِ الرَّجَآءِ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفَ سَنَةٍ ثُمَّ جَعَلَهُ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ الْعَقْلَ مِنْ جُزْءٍ وَالْعِلْمَ وَالْحِکْمَةَ وَالْعِصْمَةَ وَالتَّوْفِیْقَ مِنْ جُزْءٍ "

ترجمہ: اور پھر اُس حسنِ نبوت کے نور کو بارہ ہزار سال تک مقام رجاء (اُمید) میں قاسمِ انوار بنایا۔ اس نور کے پہلے جلوے سے نورِ عقل کو پیدا فرمایا دوسرے جلوے سے نورِ علم نورِ حکمت، نورِ عصمت اور نورِ توفیق کو پیدا فرمایا (سبحان اللہ)

خط کشیدہ لفظ عصمت پر بار بار غور فرمائیں اور خود نفس عصمت سے پوچھیے کہ اس کو وجودِ عظمت کہاں سے ملا (اللہ اکبر) عصمت خود بول کر کہے گی مجھے تو وجود ہی نورِ نبوت کے تبسم سے ملا ہے۔

قارئینِ محترم!

جو عظمت اپنے وجود کے لیے خود محتاجِ وجود ہو نورِ نبوی کے تبسم کی۔ وہ کیسے معیارِ عظمت بن سکتی ہے میرے کریم آقا ﷺ کے لیے۔

ایسے ہی ہر عظمت اپنے وجود وبقاء کے لیے محتاجِ عظمت ہے حُسنِ محمدی ﷺ کی۔ جن کو تفصیل وار حدیث کے ضمن میں بیان کر دیا گیا ہے اور اس شرافت و بزرگی کی تائید میں ایک اور حدیث پیشِ خدمت ہے۔

جز نمبر ا:

"عَبۡدُ الرَّزَّاقِ عَنۡ مَعۡمَرٍ عَنِ الزُّهۡرِیِّ عَنِ السَّائِبِ بۡنِ یَزِیۡدٍ قَالَ اِنَّ اللهَ تَعَالٰی خَلَقَ شَجَرَۃً وَّ لَهَا اَرۡبَعَۃُ اَغۡصَانٍ فَسَمَّاهَا شَجَرَۃُ الۡیَقِیۡنِ"

ترجمہ: حضرت امام عبد الرزاق حضرت معمر سے روایت کرتے ہیں وہ امام زہری سے روایت کرتے ہیں انھوں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے۔ فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے شجرہ یقین کو پیدا فرمایا اور اس کو چار شاخوں سے سجایا اور اسے شجرۂ یقین سے مسمیٰ فرمایا۔

جزء نمبر ۲:

"ثُمَّ خَلَقَ نُوۡرَ مُحَمَّدٍ ﷺ فِیۡ حِجَابٍ مِّنۡ دُرَّۃٍ بَیۡضَآءَ کَمَثَلِ الطَّاؤُوۡسِ وَ وَضَعَهٗ عَلٰی تِلۡكَ الشَّجَرَۃِ فَسَبَّحَ عَلَیۡهَا مِقۡدَارَ سَبۡعِیۡنَ اَلۡفَ سَنَۃٍ"

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے حسن محمد ﷺ کو بصورتِ نور پیدا فرمایا اور حجابات نور میں متمکن فرمایا اور ان کی مثال مثل طاؤسی (جس طرح مور کے پروں میں مختلف حسین رنگوں کی رعنائیاں ہوتی ہیں) کی سی ہے اور یہ حسن لطافت کا استعارہ ہے یعنی آپ کے پیکرِ عظمت سے بھی مختلف انوار و تجلیات کا ظہور ہونے والا ہے اسی سے صورت طاؤسی کو بیان فرمایا۔ واہ سبحان اللہ! پھر اس شجرہ نور پر رکھ کر ستر ہزار سال تک تسبیح فرمائی۔ سبحان اللہ کیا شان ہے نورِ محمد ﷺ کی۔ کیا عظمتِ حسنِ نبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اس حُسن کی تسبیح بیان فرما رہا ہے۔

جز نمبر ۳:

"ثُمَّ خَلَقَ مِرْآةَ الْحَيَاءِ وَوَضَعَهَا بِاسْتِقْبَالِهِ فَلَمَّا نَظَرَ الطَّاؤُوسُ فِيهَا رَاٰى صُوْرَتَهٗ اَحْسَنَ صُوْرَةٍ وَ اَزْيَنَ هَيْئَةٍ فَاسْتَحْىٰ مِنَ اللّٰهِ فَسَجَدَ خَمْسَ مَرَّاتٍ فَصَارَتْ عَلَيْنَا تِلْكَ السَّجَدَاتُ فَرْضًا مُؤَقَّتًا فَاَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَ اُمَّتِهٖ"

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے حیاء کا آئینہ پیدا فرمایا پھر اس آئینہ عظمت کو حضور سرورِ کائنات ﷺ کے حسنِ عظمت کے سامنے رکھا تاکہ اس آئینے میں شاہکارِ حسن مطلق خود کی عظمتِ حُسن کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ پس جب حُسنِ بے مثال نے خود کو آئینہ حیا میں دیکھا تو اپنی صورت اور ہیئت کے اعتبار سے بے مثل و بے مثال پایا ہر حسن سے بلند و بالا پایا۔

پس اس حُسنِ عنایت پر آپ ﷺ نے پانچ سجدے فرمائے یکے بعد دیگرے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کی عظمت میں کامل استغراق پایا اور بحضورِ صمدیت جھکے رہے۔ اس عجز و نیاز کا عطیہ یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے کریم آقا ﷺ کے پانچ سجدوں کو پانچ نمازوں کی صورت میں اُن کے لیے اور اُن کی اُمت کے لیے بقائے دوام بخشا۔ اُمتِ محمدیہ کو عطا کی گئیں یہ پانچ نمازیں میرے کریم آقا ﷺ کے اُن پانچ سجدوں کی برکت ہے۔

جز نمبر ۴

"وَاللّٰهُ تَعَالٰى نَظَرَ اِلٰى ذٰلِكَ النُّوْرِ فَعَرِقَ حَيَاءً مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَمِنْ عِرْقِ رَاْسِهٖ خَلَقَ اللّٰهُ الْمَلَائِكَةَ"

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی ذات نے سجدوں کی فراغت کے بعد اس نورِ عظمت کو جوشِ محبت سے دیکھا تو وہ نورِ مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حیائے عظمت سے بصورتِ پسینہ پانی پانی ہو گیا۔ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ کے سر اقدس کے پسینے کے قطروں سے اللہ تعالیٰ نے تمام نوری ملائک کو پیدا فرمایا۔

جز نمبر ۵

"وَ مِنْ عِرْقِ وَجْهِهٖ خَلَقَ الْعَرْشَ وَالْكُرْسِیَّ وَاللَّوْحَ وَالْقَلَمَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالْحِجَابَ وَالْكَوَاكِبَ وَمَا كَانَ فِی السَّمَآءِ"

ترجمہ: اور آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کے پسینہ عظمت سے عرش، کرسی، لوح، قلم، سورج، چاند، حجاباتِ نور اور ستاروں کی عظمت کو پیدا فرمایا اور کائناتِ آسمان میں جو کچھ نور کی عظمتیں تھیں وہ سب کے سب حضور سرور کائنات ﷺ کے چہرۂ اقدس کے پسینۂ عظمت کے قطروں سے پیدا کیا گیا۔

جز نمبر ۶

"وَمِنْ عِرْقِ صَدْرِهٖ خَلَقَ الْاَنْبِیَآءَ وَالرُّسُلَ وَالْعُلَمَآءَ وَالشُّهَدَآءَ وَالصَّالِحِیْنَ"

ترجمہ: اور آپ ﷺ کے سینۂ اقدس کے پسینۂ اقدس کے قطروں سے انبیاء، رسل، علماء، شہداء اور صالحین کو پیدا کیا گیا ہے۔

کیا یہ حُسنِ عظمت کی رعنائی ہے کہ سوا لاکھ انبیاء کرام علیہم السلام کائنات بھر کے علماء، شہداء، اور صالحین کو وجود میرے کریم آقا ﷺ کے پسینۂ اقدس کے فیضِ رحمت سے ملا ہے۔

جز نمبر ۷

"وَمِنْ عِرْقِ حَاجِبَیْهِ خَلَقَ اُمَّةً مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ"

ترجمہ: اور حضور سرورِ کائنات ﷺ کے آبروؤں پر ٹھہرے ہوئے پسینۂ عظمت کے قطروں سے کائنات بھر کے مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں یعنی تمام اہلِ ایمان اور اہلِ اسلام پیدا فرمائے گئے۔

جز نمبر ۸

"وَمِنْ عِرْقِ اُذُنَیْهِ خَلَقَ اَرْوَاحَ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی وَالْمَجُوْسِ وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ"

ترجمہ: اور آپ ﷺ کے کانوں کے پسینہ کے قطروں سے ارواحِ یہود، نصاریٰ اور مجوس اور ان کے مشابہ طبقات کو پیدا فرمایا۔

جز نمبر ۹

"وَمِنْ عِرْقِ رِجْلَيْهِ خَلَقَ الْاَرْضَ مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا فِيْهَا"

ترجمہ: اور آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کے پسینہ کے قطروں سے روئے کائنات کی زمین اور اس کے تمام تر مشرقوں اور مغربوں کو پیدا فرمایا اور زمین کے اندر تمام پوشیدہ خزانوں کو بھی حضور اکرم ﷺ کے تلووں کے پسینے سے وجود بخشا۔ (واہ! سبحان اللہ) کیا عظیم خیرات ہے! حضور اکرم ﷺ کے تلووں کے پسینے کے قطروں کی۔ کہ کائنات بھر کے باسی خواہ اپنے ہوں یا غیر سب اس خیرات سے مستفید ہو رہے ہیں جو لوگ وسیلے کی عظمت کے قائل نہیں انھیں شرم آنی چاہیے۔

جز نمبر ۱۰

"ثُمَّ اَمَرَ اللّٰهُ نُوْرَ مُحَمَّدٍ ﷺ اُنْظُرْ اِلٰى اَمَامِكَ فَنَظَرَ نُوْرُ مُحَمَّدٍ ﷺ فَرَاٰى مِنْ اَمَامِهٖ نُوْرًا وَعَنْ وَّرَآئِهٖ نُوْرًا وَعَنْ يَمِيْنِهٖ نُوْرًا وَعَنْ يَسَارِهٖ نُوْرًا وَهُوَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ"

ترجمہ: پھر اللہ تعالٰی کی ذات نے نورِ محمد ﷺ کو حکم دیا کہ اپنے سامنے نگاہ فرمایئے دیکھیے پس آپ ﷺ کے نورِ عظمت نے جب نگاہ عاطفت اپنے سامنے متوجہ فرمائی تو آپ ﷺ نے اپنے سامنے ایک عظیم نور دیکھا اور عین ایسے ہی اپنے پیچھے بھی ایک عظیم نور دیکھا اور اپنے دائیں جانب بھی عظیم الشان نور دیکھا اور بائیں جانب بھی عظیم الشان نور دیکھا۔ یہ چاروں اطرافِ نور کا منظر جب سامنے آیا تو فرمایا گیا اے میرے حبیب یہ آپ ﷺ کے عظیم صحابہ خلفائے راشدین ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین کا نور ہے۔
(سبحان اللہ) کیا شان ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی!!!

جز نمبر ۱۱

"ثُمَّ سَبَّحَ سَبْعِيْنَ اَلْفَ سَنَةً ثُمَّ خَلَقَ نُوْرَ الْاَنْبِيَآءِ مِنْ نُوْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ ثُمَّ نَظَرَ اِلٰى ذٰلِكَ النُّوْرِ فَخَلَقَ اَرْوَاحَهُمْ فَقَالُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی حسن عظمت کی ستر ہزار سال تک تسبیح کی (اللہ اکبر) پھر وہ نورِ محمد ﷺ فیض بار ہوا اللہ تعالیٰ نے اُس نورِ محمد ﷺ کے فیض سے انبیاء علیہم السلام کے نور کو پیدا فرمایا۔ پھر اس نور کی طرف پھر محبت سے دیکھا پھر وہ نور فیض بار ہوا اس نورِ عظمت کے فیض کی برکت سے انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کو پیدا فرمایا۔ پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بر ملا بولے " لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ "کیا کمال ہے میرے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کا کہ سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے آپ کا کلمہ پڑھ کر اُمتی ہونے کا شرف پایا۔

جز نمبر ۱۲

"ثُمَّ خَلَقَ قِنْدِیْلًا مِّنَ الْعَقِیْقِ الْاَحْمَرِ یُرٰی ظَاهِرُهٗ مِنْ بَاطِنِهٖ، ثُمَّ خَلَقَ صُوْرَةَ مُحَمَّدٍ ﷺ كَصُوْرَتِهٖ فِی الدُّنْیَا"

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے سرخ عقیق سے ایک قندیل کو پیدا فرمایا اس کا حسن اتنا عظیم تھا کہ اس کے باطن سے بھی اس کا ظاہر نظر آتا تھا یعنی اتنی لطیف اور نفیس قندیل تھی پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے دنیا میں جس صورتِ عظمت میں مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرمانا تھا وہ صورت کسی خاص سانچے کی نہیں بلکہ اس صورت کو اپنی ہی صورت پر پیدا فرمایا (واہ! سبحان اللہ) جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

جز نمبر ۱۳

"ثُمَّ وَضَعَ فِیْ هٰذِهِ الْقِنْدِیْلِ قِیَامَهٗ كَقِیَامِهٖ فِی الصَّلٰوةِ ثُمَّ طَافَتِ الْاَرْوَاحُ حَوْلَ نُوْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَسَبَّحُوْا وَهَلَّلُوْا مِقْدَارَ مِائَةِ اَلْفِ سَنَةٍ"

ترجمہ: پھر اس قندیل عظمت میں رسول اللہ ﷺ کے پیکرِ نور کو نماز میں قیام کی صورت میں ٹھہرایا۔ پھر بزمِ عالم کی ارواح کو حکم دیا گیا کہ نورِ حسنِ محمد ﷺ کا طواف کریں اور ایک لاکھ سال تک تمام ارواح سرشارِ عظمت ہو کر نورِ محمد ﷺ کا طواف کرتی رہیں۔ پھر تسبیح پڑھتی رہیں اور تہلیل یعنی " لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " کہتی رہیں۔ واہ سبحان اللہ

کیاشان ہے میرے کریم آقاعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی۔

جز نمبر ۱۴

"ثُمَّ اَمَرَ لِيَنْظُرُوْا اِلَيْهَا كُلُّهُمْ فَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهَا كُلُّهُمْ فَمِنْهُمْ مَنْ رَاٰى رَاْسَهٗ فَصَارَ خَلِيْفَةً وَ سُلْطَانًا بَيْنَ الْخَلَآئِقِ وَ مِنْهُمْ مَنْ رَاٰى وَجْهَهٗ فَصَارَ اَمِيْرًا عَادِلًا وَ مِنْهُمْ مَنْ رَاٰى عَيْنَيْهِ فَصَارَ حَافِظًا لِكَلَامِ اللهِ تَعَالٰى وَ مِنْهُمْ مَنْ رَاٰى حَاجِبَيْهِ فَصَارَ مُقْبِلًا وَ مِنْهُمْ مَنْ رَاٰى خَدَّيْهِ فَصَارَ مُحْسِنًا وَعَاقِلًا "

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے حکم دیا کہ وہ تمام کی تمام ارواح نیازِ ادب میں جھک کر حسن نورِ محمد ﷺ کا جلوہ دیکھ کر اور مشاہدہ کر کے سرشار عظمت ہوں تو پھر تمام ارواح نے نیازِ ادب میں جھک کر حضور ﷺ کے حسن کے نور کو اپنی چشم بینا سے دیکھا پھر جس روح نے جس منظر حسن کو دیکھا اس منظر حسن کے حسب حال اس روح والے وجود کو دنیا میں وہ مرتبہ ملا پس جس کی نگاہ سر مبارک کے نور سے سرشارِ عظمت ہوئی اُسے دنیا میں دین ودنیا کا خلیفہ اور سلطان بنایا گیا اور جس نے چہرہ مبارک کی لطافت کو دیکھا اسے جہان میں اہل ایمان کا امیر اور عادل بنایا گیا اور جس نے چشمانِ عظمت کا مشاہدہ کیا اسے قرآن کا حافظ بنایا گیا اور جس نے چشمانِ عظمت کی آبروؤں کو دیکھا اس کو بارگاہِ صمدیت کا مقبول بنایا گیا اور دنیا میں بھی اسے قبولِ عام ملا اور جس نے رخسار عظمت کو دیکھنے کا شرف پایا اسے اللہ نے مرتبہ احسان عطا کیا محسن بنایا اور نورِ عقل سے مالامال فرمادیا (اللہ اکبر)

جز نمبر ۱۵

"وَ مِنْهُمْ مَنْ رَاٰى اَنْفَهٗ فَصَارَ حَكِيْمًا وَ طَبِيْبًا وَ عَطَّارًا وَ مِنْهُمْ مَنْ رَاٰى شَفَتَيْهِ فَصَارَ اَحْسَنَ الْوَجْهِ وَ وَزِيْرًا وَ مِنْهُمْ مَنْ رَاٰى فَمَهٗ فَصَارَ صَائِمًا وَ مِنْهُمْ مَنْ رَاٰى سِنَّتَهٗ فَصَارَ اَحْسَنَ الْوَجْهِ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَ مِنْهُمْ مَنْ رَاٰى لِسَانَهٖ فَصَارَ رَسُوْلًا بَيْنَ السَّلَاطِيْنَ وَ مِنْهُمْ مَنْ رَاٰى حَلْقَهٗ فَصَارَ وَاعِظًا وَ مُؤَذِّنًا وَ نَاصِحًا، وَ مِنْهُمْ مَنْ رَاٰى لِحْيَتَهٗ فَصَارَ مُجَاهِدًا فِیْ سَبِيْلِ اللهِ وَ مِنْهُمْ مَنْ رَاٰى عُنُقَهٗ فَصَارَ تَاجِرًا وَ مِنْهُمْ مَنْ رَاٰى عَضُدَيْهِ فَصَارَ رُمَّاحًا وَ

سَیَّافًا وَ مِنۡھُمۡ مَنۡ رَاٰی عَضُدَہُ الۡیُسۡرٰی فَصَارَ جَلَّادًا وَ جَاھِدًا وَ مِنۡھُمۡ مَنۡ رَاٰی عَضُدَہُ الۡیُمۡنٰی فَصَارَ صَرَّافًا وَ طَرَّازًا وَ مِنۡھُمۡ مَنۡ رَاٰی کَفَّہُ الۡیُسۡرٰی فَصَارَ کَیَّالًا وَّ مِنۡھُمۡ مَنۡ رَاٰی یَدَیۡہِ فَصَارَ سَخِیًّا وَّ کَیَّاسًا، وَ مِنۡھُمۡ مَنۡ رَاٰی ظَھۡرَ کَفِّہِ الۡیُسۡرٰی فَصَارَ حَاطِبًا وَ مِنۡھُمۡ مَنۡ رَاٰی اَنَامِلَہٗ فَصَارَ کَاتِبًا وَ مِنۡھُمۡ مَنۡ رَاٰی ظُھُوۡرَ اَصَابِعِہٖ الۡیُمۡنٰی فَصَارَ خَیَّاطًا وَ مِنۡھُمۡ مَنۡ رَاٰی ظُھُوۡرَ اَصَابِعِہِ الۡیُسۡرٰی فَصَارَ حَدَّادًا وَ مِنۡھُمۡ مَنۡ رَاٰی صَدۡرَہٗ فَصَارَ عَالِمًا وَ شَکُوۡرًا وَّ مُجۡتَھِدًا وَ مِنۡھُمۡ مَنۡ رَاٰی ظَھۡرَہٗ فَصَارَ مُتَوَاضِعًا وَ مُطِیۡعًا بِاَمۡرِ الشَّرۡعِ وَ مِنۡھُمۡ مَنۡ رَاٰی جَبِیۡنَہٗ فَصَارَ غَازِیًا وَ مِنۡھُمۡ مَنۡ رَاٰی بَطۡنَہٗ فَصَارَ قَانِعًا وَ زَاھِدًا وَ مِنۡھُمۡ مَنۡ رَاٰی رُکۡبَتَیۡہِ فَصَارَ سَاجِدًا وَ رَاکِعًا"

ترجمہ: اور جس نے بنیِ مبارک (ناک مبارک) کی زیارت کی اللہ تعالیٰ نے اس کے وجود کو حکمت کے نور سے بھر دیا۔ اور طبابت میں ملکہ ء کمال سے معراج عطا کی اور عطار بنایا یعنی کائنات میں خوشبوؤں کی تقسیم کرنے والا بنایا اور جس نے گلِ قُدس کی پتیوں سے بھی اعلیٰ لبھائے مبارک یعنی بے مثل ہونٹوں کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے چہرے کے اعتبار سے حسین ترین بنا دیا اور صاحب مرتبہ وزیر بنا دیا۔ جس نے آپ ﷺ کے منہ مبارک کو دیکھا اسے صائم یعنی روزہ دار ہونے کی عظمت عطا فرما دی۔ اور جس نے دانت مبارک کی زیارت کی اُسے دنیا بھر کے مردوں اور عورتوں سے یعنی سب سے حسین بنا دیا۔ جس نے زبان رحمت کو دیکھا اسے سلاطین زمانہ کے درمیان سفارت کا عہدہ عطا فرمایا اور جس نے حلق مبارک کی زیارت کا شرف حاصل کیا اسے واعظ اور موذن (اذان دینے والا) بنایا گیا اور نصیحت کرنے والا بھی اور جس نے آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کو دیکھا اسے مجاہد فی سبیل اللہ بنایا گیا اور جس نے گردن مبارک کو دیکھنے کا شرف پایا اسے شان تجارت عطا کر دی اور جس نے شانہ مبارک کو دیکھا اسے تیر اندازی اور تلوار چلانے میں مہارت عطا فرما دی اور جس نے بائیں شانہ مبارک کو دیکھا اسے جلاّد اور مجاہدہ کرنے والا بنایا اور جس نے دائیں ہتھیلی مبارک کو دیکھا اسے صراف (سُنار) اور نقشہ نگاری کی مہارت عطا کی اور جس نے

بائیں ہتھیلی مبارک کو تکنے کا لطف اٹھایا اسے میزان یعنی منصف بنایا اور جس نے دونوں ہاتھ مبارک کو تکنے کی معراج پائی اسے نعمت اور عظمتِ سخاوت سے مالا مال کر دیا اور تیر اندازوں میں مہارت عطا فرمادی اور جس نے ہتھیلی مبارک کی پشت کو دیکھا اسے رنگ سازی میں مہارت کی نعمت عطا فرمادی اور جس نے بائیں ہتھیلی مبارک کو دیکھا اسے دنیا کی حفاظت پر مامور فرمایا گیا اور جس نے آپ ﷺ کی انگلیوں اور انکے پوروں کو دیکھا اسے شانِ کتابت عطا فرمادی گئی اور جس نے انگلیوں کے ظاہر کو دیکھا اسے خیاط (کپڑے سلائی کرنے کی) مہارت عطا فرمائی اور جس نے بھی بائیں دستِ رحمت کی انگلیوں کی پشتِ عظمت کو دیکھا اسے اللہ تعالیٰ کی ذات نے لوہے پر قوت کی عظمت بخشی اور جس نے آپ ﷺ کا سینہ اقدس دیکھا اس کو دین کے علم کا لامحدود خزانہ عطا کیا اور شاکر بنایا یعنی نعمتوں کا قدر دان بنایا اور مرتبہ اجتہاد عطا کر دیا یعنی دین میں اسکی رائے کو مرتبہ کمال بخشا۔ اور جس نے آپ ﷺ پشت مبارک کو دیکھا اسکو اپنے اللہ کے حضور عجز وانکسار کی بلندیوں سے مالا مال کیا اور حکم شرع میں اطاعتِ کمال بخشی اور جس نے جبین عظمت کو دیکھا اُسے غازی بنایا اور جس نے بطنِ رحمت (پیٹ مبارک) کو دیکھا اسے قناعت کا بادشاہ بنایا اور شانِ زہد بخشی اور جس نے آپ کے دونوں گھٹنوں کو دیکھا اسے نعمتِ سجدہ اور نعمتِ رکوع سے مالا مال فرما دیا۔

جز نمبر ۱۶

"وَ مِنۡهُمۡ مَنۡ رَاٰی رِجۡلَیۡهِ فَصَارَ صَیَّادًا وَ مِنۡهُمۡ مَنۡ رَاٰی تَحۡتَ قَدَمَیۡهِ فَصَارَ مَاشِیًا وَ مِنۡهُمۡ مَنۡ رَاٰی ظِلَّهٗ فَصَارَ مُغۡنِیًا وَ صَاحِبَ الطَّنۡبُوۡرِ"

ترجمہ: اور جس نے آپ ﷺ کے نوری پاؤں مبارک دیکھے اس کو مہارت شکار میں کمال عطا کر دیا اور جس نے حضور ﷺ کے قدموں کی تلیوں مبارک کو دیکھا اس کو دین کے لیے زمین کی مسافتوں کو طے کرنے کی مہارت میں کمال عطاء فرمایا اور جس نے سایۂ عظمت کو دیکھا اس کو مُغنی بنادیا (سُروں کا ماہر) بنادیا۔

جز نمبر ۱۱

"وَ مِنۡهُمۡ مَنۡ لَّمۡ یَنۡظُرۡ اِلَیۡهِ فَصَارَ مُدَّعِیًا لِرُبُوۡبِیَّةِ کَالۡفَرَاعِنَةِ وَ غَیۡرِهَا مِنَ الۡکُفَّارِ وَ مِنۡهُمۡ مَنۡ نَظَرَ اِلَیۡهِ وَ لَمۡ یَرَهٗ فَصَارَ یَهُوۡدِیًّا وَ نَصۡرَانِیًّا وَ غَیۡرَهُمۡ مِنَ الۡکُفَّارِ"

ترجمہ: اور جس نے حسنِ عظمت کو دیکھنا پسند نہ کیا اُس کو کفر کی جہنم میں "اَسۡفَلُ السَّافِلِیۡنَ" میں دھکیلا گیا اور اُس کمینے بد ذات نے رب ہونے کا دعویٰ کر مارا اور بدی کی فرعونیت کا شکار ہو گیا اور جس نے دیکھا مگر حُسنِ عصمت اُن سے پوشیدہ رہا وہ بدبخت یہودی اور نصرانی بنایا گیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ (چونکہ ان کی نگاہوں میں عقیدت کا سرور نہیں تھا اس لیے اُن کو رسوائی ملی)

درج بالا حدیث میں بارہا مرتبہ غور کرو گے تو آپ اس عظیم حقیقت سے روشناس ہوں گے کہ عصمت تو خود میرے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن تبسم کی خیرات ہے۔ گویا عصمت آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے باعثِ عظمت نہیں بلکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات نفسِ عصمت کے لیے باعثِ اوّل بھی ہیں اور باعثِ عظمت بھی ہیں بلکہ معیارِ عظمت ہیں۔ "المصنف عبد الرزاق الجزء المفقود"

حقیقتِ عصمت پر نقد و تبصرہ

قارئینِ محترم!

مذکورہ بالا ہر دو احادیث پر بار بار غور فرمائیں اور نفسِ عصمت کا تجزیہ کریں۔ حقیقتِ عصمت خود بخود سمجھ آجائے گی۔ عصمتِ انبیاء علیہم السلام میں بیان کردہ دلائل جو ہمیں میسر آئے تفسیر کبیر شرح المواقف و دیگر کتب سے جب ہم نے اُن میں غور کیا تو کسی بھی دلیل میں عصمت کے معنیٰ کو منصوص نہیں پایا جن دلائل قرآنیہ کو قوتِ عصمت میں مؤثر مانا گیا ہے ان دلائل میں کوئی دلیل ایسی نہیں جس کی دلالتِ مطابقی معنی عصمت میں کامل ہو۔ یعنی کسی بھی لفظ کا کل معنی موضوع لہٗ عصمت نہیں ہے جس پر لفظ اپنی کامل

دلالت کرے بلکہ بیان کردہ دلائل میں کہیں اطاعت کا معنی، کہیں اتباع کا معنی، کہیں عدم ظلم کا معنی، کہیں اصطفائیت کا معنی، کہیں ارتضائیت کا معنی، اور کہیں اجتباتیت کا معنی مراد ہیں۔ یہ تمام معانی عظمتِ عصمت سے کہیں بلند و بالا ہیں تو نفسِ عصمت ان معانی میں کیا بلندی پیدا کر سکتی ہے؟ بلکہ ان معانی نے عصمت کو وجودِ عظمت سے نوازا ہے۔

اور یہ تمام معانی وہبی (عطا کردہ) ہیں اور ان معانی کے مناسبِ حال مراتب اور ارتضائیت یہ سب عطائی اور وہبی ہیں۔ جب کہ عصمت کسبی ہے۔ کیونکہ قدرتِ گناہ کے باوجود گناہ نہ کرنا یہ معنیٰ کسب کا متقاضی ہے۔ کسبی چیز وہبی چیز کے لیے کیسے باعث عظمت ہو سکتی ہے؟ تاہم نفسِ نبوت اور مرتبہ نبوت ان تمام مراتب میں ایسا عظیم مرتبہ ہے کہ کائنات میں اس جیسا کہیں مرتبہ ممکن ہی نہیں۔ تو پھر عصمت نفسِ نبوت کے لیے کیسے باعثِ عظمت ہو سکتی ہے بلکہ حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو عصمت مرتبۂ نبوت کا ایک ضمنی خُلق ہے اور صاحبانِ نبوت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمتوں کا ایک ادنیٰ سا اظہار ہے۔ تو دریں صورت عصمت نہ تو مرتبہ نبوت کے لیے معیارِ عظمت ہے اور نہ ہی نبوت کے ساتھ متوازن ہے۔ یہ محض مرتبۂ نبوت کا ایک ضمنی خلق ہے جو انبیاء علیہم السلام کی اُولوالعزمی کا ہلکا سا اظہار ہے۔ لیکن حیرت ہے اس کے ثبوت میں جتنے بھی دلائل بیان کیے گئے اُن میں سے کسی دلیل کی دلالت معنی عصمت میں مطابقی نہیں ہے۔ بلکہ التزامی دلالت ہے بنابریں جن دلائل میں اُن مذکورہ معانی کو بطورِ نص بیان فرمایا گیا ہے انہی معنوں میں اُن کی دلالت مطابقی بھی ہے اور قطعی بھی ہے اور انہی معنوں کے لیے وہ نصوص وارد ہوئی ہیں۔

لہٰذا انہی معنوں میں ہی اُن کو قطعی مانا جائے گا۔ کیونکہ ان معنوں میں ازدحام معنی یعنی کثرت معنی نہیں ہے جس سے اشتراکِ معنی کا وہم ہو۔ لہٰذا یہ اپنے مدلول معنی ہی میں نصوص وارد ہوئی ہیں اور انہی معنوں کے لیے ان کا استعمال موزوں ہے۔ رہا ان سے معنی عصمت کا استدلال کرنا وہ محض التزاماً ہے۔ باقی فرشتوں کی عصمت پر عصمتِ انبیاء کو قیاس کرنا اہلِ سنت کی متداولہ تعریف یعنی قدرتِ گناہ کے باوجود گناہ نہ کرنا عصمت ہے۔ اب

اس صورت میں اس قیاس پر معارضہ یہ ہے کہ یہاں ناممکن پر ممکن کو قیاس کیا گیا ہے اس کا صحیح ہونا کہاں تک درست ہے یہ بات اہلِ علم پر چھوڑتا ہوں۔

باقی نبی کے اندر قدرت گناہ ہے اہلِ سنت کی تعریف کے مطابق ہے۔ مگر اُن سے گناہ کا صدور محال ہے۔ ایک ہی وجود میں دو نقیضوں (دو مختلف چیزوں) ممکن اور محال کا اکٹھا ہونا کہاں تک درست ہے؟ یہ بھی میں اہلِ علم پر چھوڑتا ہوں۔

اس ضمن میں میری ناقص رائے یہ ہے کہ منصبِ نبوت کی جو عظمت ہے اس کی ایک اپنی شان ہے جس کے مدِّمقابل نہ کوئی شان ہے نہ کوئی حقیقت ہے یہ خدا تعالیٰ کا وہ عطیہ ہے جس کی مثال نبی کے علاوہ کہیں ممکن ہی نہیں۔ یہ وہ ممتاز وصف ہے جس میں نبی کے علاوہ اس وصف میں کوئی غیر نبی شریک ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا اس وصفِ عظمت کو اس کے ضمنی اخلاق و آداب کا مرہونِ منت نہ بنایا جائے بلکہ اس کو اس کے مرتبے میں ہی رہنے دیا جائے۔ یہ سب سے بڑی عظمت ہے اور ہر ضمنی عظمت کے لیے سرچشمہ عظمت ہی نہیں بلکہ معیارِ عظمت ہے۔

رہا فرشتوں کی عصمت کا معاملہ تو ان کی خلقت ہی عصمت پر ہے تو نبی اپنی نبوی عظمت میں اُس سے کہیں بلند و بالا ہے بلکہ نبی تو مخدومِ ملائکہ ہے۔

تو مخدوموں کو خادموں پر قیاس کرنا کہاں تک درست ہے؟ یہ بھی میں علماء کرام پر چھوڑتا ہوں۔ اب آیئے ذرا فرشتوں کی عصمت اور اُن کے وجود کو تلاش کرتے ہیں۔

خود فرشتوں کا وجود محتاجِ خلقت ہے مخدوم المخادین امام الانبیاء، سرورِ کائنات، تاجدار ہر دوسرا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نورِ عظمت کا جس کا حوالہ مذکورہ احادیث میں آپ ملاحظہ فرما آئے ہیں۔ اب آپ از سرِ نو پھر اس جز کا مطالعہ کریں جس جز میں خلقتِ ملائکہ کو بیان کیا گیا ہے۔

تو حدیث یہی بتائے گی کہ ملائکہ کی خلقت نورِ مصطفیٰ ﷺ سے ظہور پذیر ہوئی۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے جو اپنے وجود کے لیے فیضِ نورِ نبوت کے محتاج ہوں وہ امام الانبیاء کی عصمت و عظمت کی دلیل بن سکیں۔

رہا قرآنی اسلوب کا حوالہ تو میرا اس پر کامل یقین ہے کہ اس کا اسلوب قطعی اور یقینی ہے مگر یہ محض کسی عنوان عظمت کو قریب الفہم کرنے کے لیے بیان کیا جاتا ہے۔

تو میں گزارش کرتا ہوں تمام اہل اسلام علمائے کرام سے عظمتِ عصمتِ انبیاء میں وہ تمام دلائل مہیا فرمائیں جو کم از کم ان کے مرتبے کے مناسبِ حال ہوں۔

اور معقول موثر ہوں اور ان کے مرتبہ کے شایانِ شان ہوں کیونکہ ان نفوس عظمت کا مرتبہ ہر بلندی سے بلند ہے۔ اور ان سے صرف خدا ہی بلند ہے۔ (اللہ اکبر) ان کے مرتبے اعتقادی زاویوں اور نظریاتی افکار سے بلند ہیں۔ اسی لیے قرآن نے ان پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے اور ان کے مرتبوں میں غور کرنے سے منع کیا ہے۔

یہ تو عام انبیاء کے مرتبوں کا تقدس ہے تو میرے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ امام الانبیا ہیں تو ان کے لیے پیمانے کہاں سے لاؤ گے۔

جس چیز کا تمہیں اندازہ ہی نہیں تو اسکی بابت تمہیں فیصلے کرنے کا حق بھی نہیں شاید اسی لیے تاجدارِ گولڑہ شریف نے اپنی سادہ لوحی میں فرمایا۔

کوئی مثل نہ ڈھولن دی
چپ کر مہر علی ایتھے جا نئیں بولن دی

ایس صورت نوں میں جان آکھاں
جان آکھاں کہ جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی میں شان آکھاں
جس شان تو شاناں سب بنیاں

اس عنوانِ عظمت پر اقبال کی روح بھی تڑپی اور کہا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہٰ

ایک مست الست عارف یوں تڑپا اور بولا۔

محمد جانِ جاناں ہیں کوئی رمز انکی کیا جانے
محمد سرِ وحدت ہیں محمد کو خدا جانے

رہا نفسِ عصمت کا وجود اسکے لیے میں از سرِ نو پھر وہ جملہ لکھ دیتا ہوں جس سے عصمت کا حقیقی سراغ لگا ہے۔

"وَ أَقَامَ الجُزءَ الرَّابِعَ فِیْ مَقَامِ الرَّجَاءِ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلفَ سَنَةٍ ،ثُمَّ جَعَلَهُ اَربَعَةَ اَجْزَاءَ فَخَلَقَ العَقلَ مِنْ جُزءٍ وَالْعِلْمَ وَالْحِکْمَةَ وَالْعِصْمَةَ وَالتَّوْفِیْقَ مِنْ جُزءٍ۔"

ترجمہ: پھر اس حُسن نبوت کے نور کو بارہ ہزار سال تک مقامِ رجاء (امید) میں قاسم انوار بنایا۔ اس نور کے پہلے جلوے سے نورِ عقل کو پیدا فرمایا۔ دوسرے جلوے سے نورِ علم نورِ حکمت، نورِ عصمت اور نورِ توفیق کو پیدا فرمایا۔ (سبحان اللہ)

قارئینِ محترم!

یہ وہی عصمت ہے جس کو ہم اپنے مذہبی تصوّرات میں پیکرِ نبوی کے لیے عظمت سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ خود عصمت بول رہی ہے کہ مجھے تو وجود ہی حضور سرور کائنات ﷺ کے نور کے حسن کی خیرات سے ملا ہے۔ تو یہ کیونکر حضور ﷺ کے لیے باعث عظمت ہو سکے اور اس پر دلائل کے جوڑ توڑ کی بھرمار شروع کر دی گئی ہے اور بحث و مباحثہ کا بازار گرم کر دیا گیا ہے۔

بالعموم جملہ انبیاء اور بالخصوص سرور کائنات امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ اقدس ان مباحث سے بلند و بالا ہیں۔ انکی عظمتیں محتاجِ دلیل ہی نہیں۔

رہا یہ سوال کہ مذکورہ حدیث کے عنوان کا تعلق عالمِ امر، عالم ارواح، عالم مثال سے ہے جبکہ یہاں عالم شہادت کے معاملات، وہ اس سے الگ ہیں لہٰذا گفتگو اس عالم شہادت کے حوالے سے ہے۔

تو جان من میرا اس بارے میں یہی جواب ہے جو عالم بالا کے معاملات ہیں اس عنوان پر

مشتمل جو مذکورہ حدیث میں مواد آیا ہے اب میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ حدیث میں بیان کردہ احوال کیا حضور سرور کائنات ﷺ سے عالم شہادت میں آتے ہوئے منقطع ہو گئے تھے؟ اسکی دلیل معترض کے ذمے ہے۔

قرآن اور حدیث کے بیسیوں دلائل اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے خلقی اور خُلقی کمالات ابتداء سے انتہائے حیات تک بلکہ تا ابد الآباد نہ منقطع ہوئے ہیں اور نہ ہی ہو سکتے ہیں بلکہ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌلَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی کے اعلان کے مطابق ان کمالاتِ عالیہ میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے اور ترقی ہو رہی ہے اور یہ تسلسل تا قیامت بلکہ بعد از قیامت بھی جاری وساری رہے گا (الحمد للہ علٰی ذلک)

تو عصمت جس کا تعلق عالم شہادت سے ہے وہ تو محض ان کی نبوت کا ایک ضِمنی خُلق ہے یہ عالمِ ارواح میں اپنے وجود کے لیے حضور سرور کائنات ﷺ کے نور کے پیکر کا محتاج ہے۔ محتاج، محتاج الیہ کے لیے باعث عظمت ہوتا ہے۔

فَافْهُم وَتَدَبَّر۔ عصمت کے باب میں ایک آخری حوالہ عصمت ملاحظہ فرمائیں۔

حضور سرور کائنات ﷺ کی تقدس مآب شخصیت کی بابت حیران کن اہتمام قدرت ہے۔ یہاں صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جائے گا۔

حضور سرور کائنات ﷺ ایک مرتبہ نماز کے لیے تشریف لائے۔ نماز باجماعت شروع فرمائی عین نماز میں آپ ﷺ نے اپنے پاؤں مبارک سے موزے اتارنے شروع کر دیئے صحابہ کرام نے بھی حضور سرور کائنات ﷺ کو دیکھ کر عین نماز میں اپنے اپنے موزے اتار دیئے۔ فراغتِ نماز کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

لِمَ تَخلَعُونَ خِفَافَکُم۔

میرے پیارے صحابہ! تم لوگوں نے عین نماز میں اپنے موزے کیوں اتارے؟

صحابہ بولے!

رَاَیۡنَاكَ یَا حَبِیۡبَ الله

اے اللہ کے حبیب ہم نے آپ ﷺ کو موزے اتارتے دیکھا تو ہم سمجھے کہ اب موزے اتارنا دین ہے اور ہم نے اسی لیے موزے اتارے۔

آپ ﷺ نے جواباً فرمایا۔

اَتَانِیۡ جِبۡرِیۡلُ فَاَخۡبَرَنِیۡ قِذۡرٌفِیۡ خُفِّكَ یَا نَبِیَّ اللهِ فَاخۡلَعۡ خُفَّیۡكَ یَا نَبِیَّ الله

میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ آپ ﷺ نماز کی محبت میں سرشار عظمت تھے آپ نے توجہ نہیں فرمائی آپ ﷺ کے موزہ مبارک پر مری ہوئی چھوٹی سی جونک کے خون کا کچھ حصہ آلودگی کے طور پر لگا ہے میرے محبوب میری سَبُّوۡحِیَّتْ کی عظمت یہ برداشت نہیں کرتی کہ آپ ﷺ کے موزہ مبارک پر اتنی ادنیٰ سی بھی آلودگی لگی ہو۔لہذا فوراً اس موزہ کو اتار دیا جائے۔(واہ سبحان اللہ)

جو خدا اپنے محبوب کے موزہ مبارک پر اتنی ادنیٰ سی آلودگی برداشت نہیں کرتا تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو نعوذ باللہ کفر سے آلودہ یا غیر پاکیزہ اور غیر معصوم ماں باپ دے۔(مشکوٰۃ شریف)

معزز قارئین!

یہ میرا استدلال میرا فکری ذوق نہیں بلکہ اسکا ایک علمی پس منظر ہے۔وہ یہ ہے کہ جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی عفت و عصمت مآب شخصیت پر بعض ناہنجار لوگوں نے نازیبا الفاظ کہے تو غیرتِ الٰہی جلال میں آئی تو ان کے دامنِ عصمت کی شرافت میں قرآن کریم کی اٹھارہ قرآنی آیات بیّنات بطور شہادت پیش فرمائیں بلکہ اس حادثہ فاجعہ پر جلال نبوت بھی جوش میں آیا۔ آپ ﷺ منبر نبوت پر جلوہ افروز ہوئے اور بر ملا فرمایا۔

خدا کی قسم! میں نبوی یقین سے کہہ رہا ہوں کہ میرے اہلِ پاکیزگیوں کی اعلیٰ معراج پر ہیں۔ میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان بتاؤ۔ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس پر سب سے پہلے حضرت عمر فاروق کھڑے ہو گئے۔ عرض کی جہاں پناہِ عالم! میں اپنے پورے ایمانی یقین سے کہہ رہا ہوں کہ منافق جھوٹے ہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ عصمت مآب ہیں، پاک ہیں۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ جو رب تعالیٰ آپ ﷺ کے جسم رحمت پر نجاستوں پر بیٹھنے والی مکھّی کو بیٹھنے نہیں دیتا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو بد خُلق عورت دے۔

لہٰذا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنی پاک دامنی میں خود معیارِ عصمت ہیں۔

پھر حضرت عثمانؓ کھڑے ہوئے انہوں نے بھی ام المومنین کی طہارت کو بیان فرمایا اور کہا جہاں پناہِ عالم جو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے سایہ عظمت کو زمین نہیں پڑنے دیتا تاکہ کسی کا اس پر پاؤں آئے اور بے ادبی ہو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ رب آپ ﷺ کو ایسی بیوی دے جس کے اخلاق میں کجی ہو لہٰذا یہ منافقین جھوٹے ہیں اور سیّدہ صدیقہ سلام اللہ علیہا اپنے مرتبہ عفت و عصمت میں بلند ہیں۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کھڑے ہوئے عرض کیا جہاں پناہِ عالم ﷺ آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کے لیے آپ ﷺ کی عظمتوں کا بڑا ہی خواہاں ہے جب اُس نے آپ ﷺ کے موزے مبارک پر لگنے والے جُوں کے ایک معمولی قطرے کو برداشت نہیں کیا وہ کس طرح یہ برداشت کرے کہ آپ ﷺ کے اہلِ پر کوئی آلودگی ہو۔ لہٰذا الزام لگانے والے منافق یقیناً جھوٹے ہیں اور سیدہ صدیقہ سلام اللہ علیہا اپنے مرتبۂ صدق و سخا میں بہت کامل ہیں۔

قارئین محترم!

اسی طرح بہت سے صحابہ اور صحابیات نے قسمیں اُٹھائیں اس طرزِ استدلال کے تسلسل کو فقیر مسکین صداقت علی فریدی نے بھی عصمتِ والدین مصطفیٰ کا جو قول کیا ہے وہ

سو فیصد صحیح ہے اور علمی ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے جو رب تعالیٰ اپنے محبوب مکرّم ﷺ کے لیے غیر پاکیزہ بیوی دینا پسند نہیں فرماتا وہ ربِ ذوالجلال یہ کیسے پسند فرمائے گا کہ آپ ﷺ کو والدین غیر پاکیزہ عطا کرے۔ جو روایتیں ان نفوس عظمت کے خلاف علم کے ذخیرہ میں وارد ہوئیں وہ سب بے ہودہ اور جھوٹی ہیں اور ان نفوسِ عظمت پر الزام ہیں۔

جس طرح اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی بابت اٹھارہ شہادتیں قرآن نے ان کے تقدس میں بیان فرمائیں اسی طرح کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے والدین کریمین طیبین طاہرین منزہین کی تقدس مآب عصمت اور عفت میں آیات نازل ہوئیں۔ جن کی تفصیلات آپ متعلقہ مقام پر ملاحظہ فرمائیں گے۔

(ملخص کنزالایمان ترجمۃ القرآن مع خزائن العرفان فی تفسیر القرآن سورۃ نور)

عصمت کی بابت آخری بات

محترم قارئین! عصمت کا عنوان اپنی ضخامت علمی کے اعتبار سے ایک بے کِنار سمندر ہے اور خصوصًا حضور سرورِ کائنات ﷺ کی عظمتِ عصمت کا تو ذخائر علم میں ایک نا ختم والا سلسلہ ہے اور عصمت کے علمی حوالوں کا ایک جہان ہے۔

کتاب ہذا میں صرف چند ایک دلائل کو بیان کیا گیا ہے گذشتہ بیان کیے گئے دلائل اور ان کا معارضہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اس معارضے کا مطلب یہ نہیں کہ میں اُن دلائل کا انکار کرتا ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ میں اُن کو مِن و عن حق مانتا ہوں بات صرف اتنی ہے کہ کسی بھی نظریے اور موقف میں دلیل وہ دینی چاہیے جو مناسب حال ہو۔ عصمت چونکہ اخلاق حمیدہ کا ایک بے مثال مقام ہے اور خصائل عظیمہ کی ایک عظیم صورت ہے لہٰذا اس کے مناسب حال اخلاقیات پر مبنی دلائل کی ضرورت ہے کیونکہ عصمت بذات خود ایک خُلق ہے لہٰذا خلق کے معنی میں بیان کردہ دلیل ہی زیادہ موزوں ہے۔ مثلاً قرآنِ حکیم میں حضور سرور کائنات ﷺ کے اخلاق عالیہ کی بابت یوں شہادت دی گئی "وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" بے شک اے محبوب آپ ﷺ کی طبع عظمت اولیٰ اور عظیم اخلاق کی مالک ہے۔

یہاں چھوٹا سا ایک علمی نکتہ عرض خدمت ہے یہاں "ل" تاکید کے لیے ہے اور علیٰ غلبہ اور تفوق کے لیے ہے یعنی یقیناً یقیناً آپ ﷺ اخلاقِ عالیہ پر غالب ہیں۔

بلا تکلف آپ ﷺ کے وجودِ رحمت سے اعلیٰ اخلاق کا صدور ہوتا ہے۔ اس آیت کریمہ نے اُس تصور کا ہی خاتمہ کر دیا جس میں آپ ﷺ کی جانب کوئی گناہ رُخ کر سکے یا آپ ﷺ سے کسی گناہ کا صدور ممکن ہو سکے۔ کیونکہ خصائل اور رذائل باہم ضدین ہیں۔ ان کا اجتماع ایک ہی وجود میں محال ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ خلق عظیم حضور سرور کائنات ﷺ کی فطرت مبارکہ ہے۔ اخلاق سئیہ، اخلاق حسنہ ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لیے یہ ایک وجود میں خصوصاً حضور سرور کائنات ﷺ کے وجودِ اقدس میں اخلاقِ حسنہ کے ہوتے ہوئے اخلاقِ سئیہ کا در آنا محال ہے۔

کیونکہ قرآن کریم نے اس کی بذات خود شہادت دی ہے فرمایا "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (سورۃ احزاب) اے بندگان خدا تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں اسوہ حسنہ ہے زندگی کا حسین عملی نمونہ ہے۔

محترم قارئین! ان ہر دو آیات کا تعلق براہِ راست عصمت سے ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ عصمت اخلاقِ عالیہ کا نام ہے اور یہ اخلاق عالیہ میں ہی وارد ہوئیں ہیں اور مطلقاً وارد ہوئیں ہیں یعنی اس میں خِلقی یا خُلقی عصمت کا کوئی بیان اور قرینہ نہیں ہے اگر خِلقی ہو تو شیعہ کی تعریف کے مطابق مفہوم ہو گا اور اگر خُلقی ہو تو اہل سنت کی تعریف کے مطابق مفہوم ہو گا۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے ہاں کسی مسلک یا مکتبۂ فکر یا نکتۂ نظر کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اپنی شان ہے وہ جیسے چاہے بیان کرے وہ کسی کا پابند نہیں۔

ہاں یہ الگ بات ہے کہ کوئی مکتبہ فکر یا کوئی مسلک مشیت الٰہی کے مطابق ہو جائے تو اس کے نصیب کی بلندی ہے خدا تعالیٰ پابند مسلک نہیں ہے۔ "فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ" وہ جیسا چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور حق کرتا ہے۔ اس نے یہاں ان مذکورہ آیات میں عصمت کو مطلقاً بیان کیا ہے بغیر کسی قید کے لہٰذا ہم بھی عصمت انبیاء بالعموم اور رسالت پناہ عالم ﷺ کی عصمت پر

بالخصوص علی الاطلاق یقین رکھتے ہیں۔ اس نے جس شان کی عصمت دی ہے اسی شان کی عصمت کا یقین رکھتے ہیں۔ یہ ہمارا ایمانی فریضہ بھی ہے ہم کسی مکتب فکر کی کی گئی تعریف کے ضمن میں کیوں اُتریں کیونکہ بے شمار تعریفات ایسی ہیں جو جامع اور مانع نہیں ہیں اور نقض کی محتمل ہیں ان میں احتمال ہے تو لہٰذا قرآن نے جس چیز کو جس اسلوب میں بیان کیا وہی حق ہے ہم اُسی کو مانتے ہیں اور یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ کسی مسلک نے تعریف کی ہو اور حقیقت میں نظریہ کے دلائل بھی اُسی کے مطابق ہو جائیں۔ بارہا مرتبہ معاملہ برعکس نظر آیا ہے لہٰذا ہم قرآن کریم کی سادہ عظمت پر یقین رکھتے ہیں۔

اب آیئے ذرا آگے چلتے ہیں اسی عنوان عظمت کی بابت ذرا مزید آگے چلتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

"یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿۴۶﴾ "(الاحزاب:۴۵،۴۶)

ترجمہ: بے شک اے محبوب ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا اور اللہ تعالیٰ کی طرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے دعوت دینے والا بنا کر بھیجا۔

قارئینِ محترم: اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی عصمتِ عظمت کے سات مرتبے بیان ہوئے۔

1. مرتبہ رسالت پر مرتبہ اپنی ذات کے اعتبار سے نفسِ رسالت کے طور پر دلیل عصمت ہے۔

2. شانِ مشاہدہ ہر باریکی پر نظر رکھنا اور محفوظ رکھنا، نگاہ رکھنا کے معنوں میں آیا ہے جس طرح بزمِ ہستی کے آپ ﷺ مشاہدہ فرمانے والے ہیں ایسے ہی آپ اپنی ذات کے لطائف کو بھی مشاہدہ فرمانے والے ہیں، محفوظ رکھنے والے ہیں اپنی خِلقی اور خُلقی کمالاتِ عالیہ پر نگاہ رکھنے والے ہیں اور حفاظت کرنے والے ہیں۔

اس لیے شانِ مشاہدیت بھی براہِ راست مؤثر عصمت ہے۔

3. "وَمُبَشِّرًا" بھی مفیدِ عصمت ہے "وَنَذِیْرًا" بشارت دینے والے اور ڈرانے والے یہ دونوں عظمتیں ابلاغ دین کے لیے براہِ راست مفید ہیں۔ "لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ" کے اعتبار سے کامل مفید عنوان عصمت ہیں۔

4. "وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ" اور اذنِ الٰہی سے ذاتِ حق کی طرف دعوت دینے والے داعی کا دامنِ عمل چونکہ پاکیزہ تر ہونا ضروری ہے وہ بھی خدا کے داعی کا۔ اس اعتبار سے بھی یہ جملہ مفیدِ عصمت ہے۔

5. "وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا" اور روشنی عطا کرنے والا چراغ حضور سرور کائنات ﷺ وہ روشن چراغ ہیں جنھوں نے حُسنِ لطافت کی روشنیوں سے کائنات بھر کے اندھیروں کو دور کر دیا ہے۔

اب جس روشنی کا قرآن نے ذکر کیا ہے وہ کردار و اخلاق کی روشنی ہے جب یہ منتہائے کمال تک پہنچے تو حضور سرورِ کائنات ﷺ ہی سرچشمہ اول نظر آتے ہیں حضور ﷺ وہ سراجاً منیراً ہیں جہاں تابندگیوں کی عظمت بھی محوِ طواف ہے لہٰذا اس آیت کریمہ کا یہ آخری جملہ براہِ راست مؤثر عصمت ہے۔

آیئے آگے چلتے ہیں۔

"وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ"

یہاں رسالت اور رحمت کی لطافت کا ذکر ہے جہاں محض نورِ رسالت اور نورِ رحمت کی لطافت ہو وہاں گناہ کی کثافت کا در آنا محال اور ناممکن ہے۔

یہ آیت براہِ راست مؤثر مفہوم عصمت ہے۔ آگے چلیے

"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾" (التوبہ: ۱۲۸)

ترجمہ: تحقیق تمہارے پاس شان والے رسول تشریف لائے جو تم میں سب سے زیادہ نفیس ہیں اور نفیس ترین لوگوں سے تشریف لائے جو اہلِ ایمان کی بھلائی کو بہت ہی چاہنے والے ہیں اور اہلِ ایمان کا مشقت میں پڑنا بہت گراں گزرتا ہے اُن پر اور وہ اہلِ ایمان پر رؤف یعنی بہت مہربان اور نرم دل ہیں اور انتہائی رحم فرمانے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں شانِ رسالت، نورِ رسالت، نورِ نفاست، نورِ رؤفیت اور نورِ رحیمیت براہِ راست مؤثر عصمت ہیں۔ بلکہ رؤف، رحیم اور عزیز ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور خدا کے اخلاق ہیں جو حضور سرورِ کائنات ﷺ کو ان کا مظہر بنایا گیا ہے۔ آپ کی فطرتِ نفیسہ لطیفہ کو ان نوروں سے سجایا گیا ہے۔ تو اِن انوار کی لطافت اور گناہ کی کثافت کا ایک وجود میں جمع ہونا محال اور ناممکن ہے۔ بنابریں درج بالا دلائل چونکہ اخلاقِ عالیہ پر مشتمل ہیں بلکہ معیارِ اخلاقِ عالیہ ہیں بلکہ معراجِ اخلاقِ عالیہ ہیں لہٰذا یہ مفہوم عصمت میں براہِ راست مؤثر ہے۔ کیونکہ عصمت بذاتِ خود ایک اخلاقی قدر ہے۔

قارئینِ محترم! درج بالا دلائل کے علاوہ بھی بہت سارے قرآنی دلائل اور نبوی دلائل موجود ہیں مگر یہاں بخوفِ طوالت یہاں انھیں نقل نہیں کیا جارہا۔ ان پر الگ سے ایک کتاب لکھی جائے گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دلائل کی کوئی بھی جہت مؤثرِ عصمت ہو وہ اپنے مقام پر بجا مگر مسکین یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ مرتبہ نبوت ایک بہت بڑا مرتبہ ہے۔ انسان کے لیے اس سے بڑا مرتبہ متصور ہی نہیں ہو سکتا۔ نفسِ نبوت کا نور ہی سب سے بڑا مؤثر عصمت ہے اور سب سے بڑی دلیل عصمت ہے۔ اس بنیاد پر عصمت محتاجِ دلیل ہی نہیں رہے گی۔ اب ان سارے دلائل کی روشنی میں غور فرمائیں۔ اتنی بڑی شان والے محبوب کے پیارے والدین کریمین کس مرتبہ عظمت کے ہوں گے۔ ہے کوئی اندازہ لگانے والا اور جن کے خونِ مطہرہ کے مرکب کا نام محمد ﷺ ہو اور انہی کی ذات پر قرآن اترا ہو اور وہ شان رحمت للعالمین

رکھتے ہوں ایسے عظیم آقا کے ماں باپ کا مرتبہ کتنا بڑا عظیم ہو گا "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا"

نوٹ: عصمت کا معنی محض پاک دامنی کے لیے نہیں بلکہ عصمت حفاظت کے معنی میں بھی قرآن میں وارد ہوئی ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے:

"وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ" اور اے محبوب! آپ کی اللہ تعالیٰ خود حفاظت فرمائے گا لوگوں کے شر سے۔

کائنات کا کوئی شریر بھی آپ کو گزند نہیں پہنچائے گا۔ ہم آپ کی اپنی قدرت کاملہ سے حفاظت فرمائیں گے۔ سینکڑوں واقعات احادیث میں وارد ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات نے اپنے محبوب کی حفاظت فرمائی بلکہ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول ہی اسی بات کی غمازی کرتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حفاظتی دستے حضور سرورِ کائنات ﷺ کی حفاظت کرتے۔ اس پر خلّاقِ کائنات نے ارشاد فرمایا میرے محبوب اب ان حفاظتی دستوں کی ضروورت نہیں۔ اب میں اپنی قدرتِ کاملہ سے آپ کی حفاظت فرماؤں گا۔ دوستانِ من آپ شبِ ہجرت کا ہی واقعہ ذہن میں لے آئیں حفاظتِ خداوندی کا کیا عظیم اہتمام تھا۔ اللہ اکبر

لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ عصمت کے معنیٰ میں وسعت ہے تاہم عموماً اسے پاک دامنی پر بولا جاتا ہے رہا غیر نبی کی عصمت کا معاملہ وہ پہلے آپ پڑھ آئیں کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں عصمت واجب ہے جب کہ غیر انبیاء کے لیے عصمت واجب نہیں بلکہ جائز ہے یہ تو اہلِ سنت کا مؤقف ہے جسے محققِ اہلِ سنت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے اپنی شرح مسلم میں بالتفصیل لکھا ہے۔ وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔ تاہم مسکین، فقیر جن کی نسبت عصمت کا قول کر رہا ہے وہ نفوسِ رحمت کائنات کے پاکیزہ ترین نفوسِ عظمت ہیں تاہم یہ بات ضرور یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت غیر انبیاء کی عصمت میں مانع نہیں ہے۔ غیر انبیاء کی عصمت انبیاء علیہم السلام کی عصمت میں مُخل نہیں ہے۔ غیر انبیاء کی عصمت کو

حفاظت کے معنی میں بیان کرنا یہ محض عرف کی بنیاد پر ہے تاہم انبیاء علیہم السلام کی عصمت جو ایک قطعی حقیقت ہے اس کا اپنا مقام ہے اور غیر انبیاء کی عصمت کا اپنا درجہ ہے۔ اب جب مرتبے میں ہر دو عظمتیں مختلف ہیں یعنی نبی غیر نبی نہیں ہو سکتا اور غیر نبی، نبی نہیں ہو سکتا تو پھر ان کی عصمت میں یکسانیت کیسے ہو سکتی ہے۔ لہٰذا عصمتِ والدین علیہم السلام کا قول نا تو اختراع ہے نہ ہی ناجائز ہے۔ دلائل بول کر بتائیں گے کہ یہ قول حق ہے۔

ہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے یہ قول کسی نے نہیں کیا۔ تو میں نے کیوں کر دیا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اعتراض معقول ہی نہیں ہے کہ بہت سے اہل علم ایسے تھے جنھوں نے اپنے اسلاف سے علمی اختلاف کیا اور اُن کے اقوال کے مقابلے میں دلیل کی بنیاد پر اپنا نظریہ دیا۔ تو میرا بیان کردہ قول اگر اہلِ علم کو ناگوار گزرے تو میں گزارش کروں گا کہ مجھ پر اعتراض کرنے کے بجائے میرے بیان کردہ دلائل کا تجزیہ کریں اُن میں علمی معارضہ قائم کریں اور میرے استدلال سے میری بیان کردہ دلیل کو الگ کر دیں اور اپنے موقف میں میری دلیل کو اپنے موقف کا مؤید بنالیں۔ یہ ایک علمی دیانت ہے میں اس کا قائل بھی ہوں اور پابند بھی ہوں۔ اگر بلا وجہ میری مخالفت میں کسی نے آئیں بائیں شائیں کرنا ہو تو مجھے اُس کی کوئی پرواہ نہیں نہ میں نے پہلے کبھی پرواہ کی ہے اور نہ ہی آئندہ کروں گا اور نہ ہی ایسی باتیں کرنے والے کو کوئی اہمیت دوں گا۔ اس بلا وجہ واویلے کو حرم نبوت سے "تَعَنُّتْ" اور عناد سمجھوں گا اور ایسے معاند کو قابلِ اعتنا ہی نہیں سمجھوں گا۔ اہلِ علم کا میں دل سے قدر دان ہوں۔ مگر نظریہ ضرورت پر چلنے والی ملائیت سے شدید نفرت کرتا ہوں۔ کیونکہ ان لوگوں کا روٹی سے آگے دین ہی نہیں ہے تو ایسے لوگوں سے الجھنا میں اپنے وقت اور صلاحیت کا ضیاع سمجھتا ہوں۔ ہاں اگر کوئی اصلاح کی نیت اور فلاح کی نیت سے آئے تو میں اُن کے قدموں کی دھول کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں گا۔

میں اہلِ علم کو دعوتِ خیر دیتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں اور حرم نبوت کے تقدس کے لیے اپنی اپنی علمی صلاحیتیں بروئے کار لائیں تاکہ اُمت عصمت مآب حرمِ نبوت کی شرافت اور

بزرگی سے روشناس ہو سکے۔ حرم نبوت کی بابت پائی جانے والی متعصبانہ ہرزہ سرائی کا علمی اور اخلاقی رد کیا جا سکے۔ آؤ مل کر حق نمک خواری ادا کریں اور فلاحِ دارین حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

"بِجَاهِ النَّبِيِّ الْعَظِيمِ الرَّؤُفِ الرَّحِيمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ وَالِدَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ"
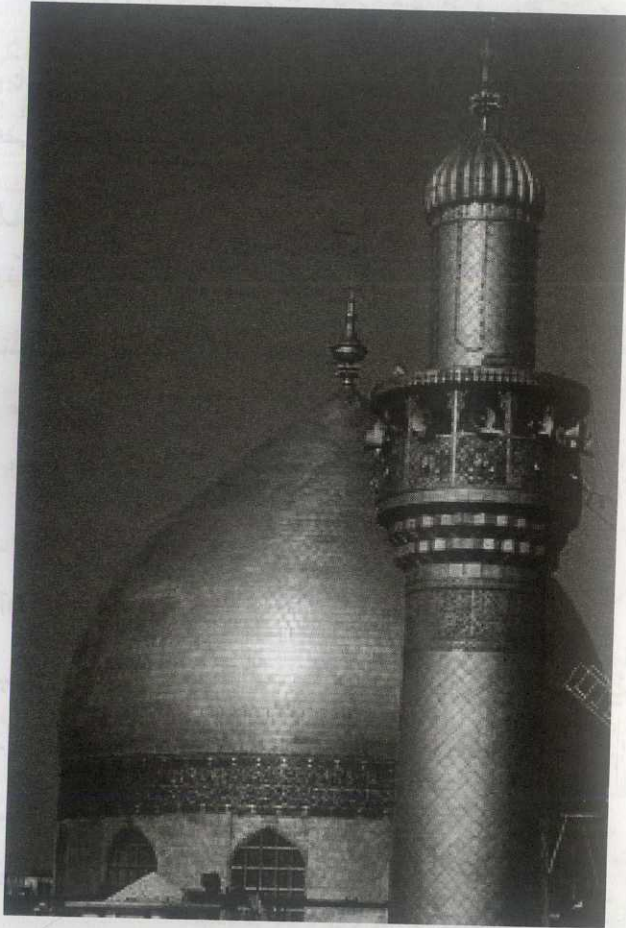
عصمت کا قرآنی تصور

قارئینِ محترم!

عصمت کوئی فکری اختراع نہیں ہے بلکہ قرآنِ کریم نے عصمت کو اپنا باضابطہ عنوان بنایا ہے۔ اور اسے اللہ نے ملکہ راسخہ کی صورت میں اپنے مقرب بندوں کو عطا فرمایا ہے۔ عصمت کا لغوی اور اصطلاحی معنی آپ حقیقت عصمت کے عنوان میں بالتفصیل پڑھ آئے ہیں۔

از سرِ نو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم مجموعی اعتبار سے عصمت اپنے لغوی معنی میں "اَلْمَنْعُ" رُکنا، "اَلْحِفْظُ" یعنی حفاظت کرنا، "اَلْقِلَادَۃُ" یعنی پٹہ ڈالنا، "اَلْحَبْلُ" یعنی رسی سے باندھنا کے ہیں۔

ان تمام الفاظ کی معنوی تعبیرات ضبطِ نفس پر ہی مشتمل ہیں تاہم کلامِ عرب میں اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو ہلاکت والی چیزوں سے محفوظ رکھنا اور بچانا۔

اسے قرآن پاک نے یوں بیان فرمایا:

(۱) جناب حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے (کنعان) سے کہا اے بیٹے ہمارے ساتھ ہماری کشتی میں سوار ہو جاؤ اور انکار نہ کرو اور اس پر اُس ناہنجار بیٹے نے جواباً کہا

"قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ"

ترجمہ: (کنعان نے کہا) میں اس طوفان کی زد سے پہاڑ پر چڑھ کر محفوظ ہو جاؤں گا۔

(جواباً نوح علیہ السلام بولے)

"قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَکَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ﴿۴۳﴾" (هود:۴۳)

ترجمہ: آج اللہ کے اس فیصلے سے یعنی غرق کرنے سے کسی کو کوئی حفاظت نہیں۔ یعنی آج کے غضب سے کوئی نہیں بچ سکتا مگر جس کو اللہ رحم سے بچائے۔

اس آیت میں "عصمت" بمعنی حفاظت اور بچانے کے آئی ہے۔

(۲) جناب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس وقت عزیز مصر کی عورت نے دعوت دی اور ان کو دِل دے بیٹھی تو اس پر مصر کی عورتوں نے طعنہ دیا اور اُس طعنے کے جواب میں جب یوسف علیہ السلام کو دیکھا یا گیا تو انھوں نے کہا یہ تو کرامت والا اور بزرگی والا کوئی فرشتہ ہے انسان نہیں۔ زلیخا سلام اللہ علیھا بولیں یہ وہ شخصیت ہے جن کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں اور قرآن نے اسے یوں بیان فرمایا:

"وَلَقَدْ رَاوَدتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ" (الیوسف:۳۲)

ترجمہ: (البتہ تحقیق) جب میں نے اپنی ذات کے لیے انھیں ترغیب دی پس انھوں نے خود کو مضبوط رکاوٹ میں ڈال لیا اور اپنے وقار کو بچالیا۔

اس آیت میں عصمت "رکنے اور بچنے' کے معنی میں ہے۔

(۳) رسول دوعالم ﷺ کو مقامِ غدیر خم پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَاللهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" (المائدہ:۶۱)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو لوگوں کے شر سے بچائے گا آپ ﷺ کی حفاظت فرمائے گا۔

اس آیت کریمہ میں "یَعْصِمُكَ" کا لفظ حفاظت اور بچنے کے معنی کو بیان کرتا ہے۔

(۴) قرآن کریم میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللهِ اِنْ اَرَادَ بِکُمْ سُوْٓءًا" (الاحزاب:۱۷)

ترجمہ: اے حبیب آپ ﷺ فرما دیجیے کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب سے تمہیں بچا پائے اگر اس نے تمہیں تکلیف دینے کا ارادہ کر لیا ہو۔ یہاں عصمت کا معنی بچانا ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کا قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

"وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" (آل عمران:۱۰۱)

ترجمہ: جس نے اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا اسے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی ملی۔ اس آیت کریمہ میں مضبوطی کے معنی میں عصمت کو بیان کیا گیا ہے۔

حدیث نبوی میں بھی عصمت متصور ہے:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيُؤْمِنُوْا بِيْ وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَآئَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ"

ترجمہ: حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اُس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" نہیں کہہ دیتے۔ اگر وہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا اقرار کر لیں تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے اموال کو بچا لیا مگر حق اسلام اُن پر باقی ہے اور اُن کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

اس حدیث پاک میں 'عصمت' بچانے کے معنی میں وارد ہوئی ہے۔

تاہم ان تمام معنوں میں انتہائی پاکیزگی متصور ہے ایک تدریج قائم ہے حفظ کے معنی میں مکروہ اور ممنوع چیز سے رُکنا۔

"اَلْقِلَادَةُ" کے معنی اپنے مقام سے گرنے سے بچنے کا ہے۔

"اَلْحَبْلُ" کے معنی میں دل میں اٹھنے والے وسوسوں سے بچنا ہے۔

ان تمام معانی کا مآل کار اور نتیجہ کار ایک ہی ہے وہ یہ ہے کہ خود کو ناپسندیدہ اور ممنوعہ اشیاء سے روک لینا، کمالِ ضبطِ نفس اختیار کرنا۔

عصمت کی تعریفات میں محققین کا قدرے اختلاف ہے لیکن اختلافات کو اگر ایک لڑی میں

پرونا ہو اور مطابقت پیدا کرنا ہو تو قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تعریف پر غور کریں وہ فرماتے ہیں:

"لُطفٌ مِّنَ اللهِ تَعَالیٰ یُحَمِّلُ النَّبِیَّ عَلٰی فِعْلِ الْخَیْرِ وَ یَزْجُرُہٗ عَنِ الشَّرِّ مَعَ بَقَآءِ الْاِخْتِیَارِ تَحْقِیْقًا لِلْاِبْتِلَآءِ۔۔۔ وَ مِنَ الْمُسْتَحْسَنِ فِیْ تَعْرِیْفِھَا اَیْضًا مَنْ قَالَ ھِیَ حِفْظُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ لِلْاَنْبِیَآءِ بَوَاطِنِھِمْ وَ ظَوَاھِرِھِمْ مِنَ التَّلَبُّسِ بِمَنْھِیٍّ عَنْہُ وَلَوْ ھِیَ کَرَاھَةً وَلَوْ فِیْ حَالِ الصِّغْرِ مَعَ بَقَآءِ الْاِخْتِیَارِ تَحْقِیْقًا لِلْاِبْتِلَآءِ۔۔۔ اِنَّ الْعِصْمَةَ تَعْنِیْ حَفِظَ اللهُ تَعَالیٰ لِلْاَنْبِیَآءِ ہٖ عَنْ مُوَاقِعَةِ الذُّنُوْبِ الظَّاھِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ وَ اَنَّ الْعِنَایَةَ الْاِلٰھِیَّةَ لَمْ تَنْفَكَّ عَنْھُمْ فِیْ کُلِّ اَطْوَارِ حَیَاتُھُمْ قَبْلَ النُّبُوَّةِ وَ بَعْدَھَا عَلٰی مَا ھُوَ الْمُعْتَمَدُ کَمَا سَیَأْتِیْ تَحْقِیْقُہٗ فَھِیَ مُحِیْطَةٌ بِھِمْ تَحْرُسُھُمْ مِنَ الْوُقُوْعِ فِیْ مَنْھِیٍّ شَرْعًا اَوْ عَقْلًا"

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام پر عنایات و الطافات ہیں کرم نوازیاں ہیں ان کی وجہ سے ان کی فطرت عظیمہ میں ایک ملکہ ودیعت فرمایا جاتا ہے جو انھیں نیکی پر ابھارتا ہے اور شر اور برائی سے روکتا ہے (یہ ملکہ خلقتًا ہو یا خُلقًا۔ فریدی) قدرتِ گناہ کے باوجود گناہ نہ کرنا یہ کمال اولوالعزمی ہے اور اس میں انبیاء علیہم السلام کی آزمائش بھی ہے اور ان تعریفوں میں ایک مستحسن تعریف یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاص حفاظت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ظواہر اور بواطن میں غیر معقول ملاوٹ کوئی نہیں ہونے دیتی وہ منع کردہ چیزوں سے اگرچہ وہ مکروہ تنزیہی تک ہی کوئی چیز ہو تو وہ ان نفوسِ قدسیہ کو حفاظت الٰہی میں محفوظ رکھتی ہے اور یہ صورت حال انبیاء علیہم السلام کو پوری حیات عصمت میں شامل حال ہے خواہ وہ ان کا بچپن، جوانی ہو یا اگلی عمر، بہر صورت ان نفوسِ عصمت کی حفاظت ہوتی ہے اور ان کو آزمائش کے طور پر بقائے اختیار بھی حاصل رہتا ہے بے شک یہ عصمت انبیاء علیہم السلام کی ظاہری اور باطنی گناہوں سے حفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

یہ عنایت الٰہیہ انبیاء علیہم السلام سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتی نہ ہی نبوت سے پہلے اور نہ ہی

نبوت کے بعد اور اسی تعریف پر اعتماد کیا گیا ہے۔

اور یہ تعریف احاطہ کرنے والی ہے عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا ان سے گناہ صادر نہیں ہو سکتے نہ عقلاً اور نہ شرعاً۔

آخر میں عصمتِ والدین مصطفیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بابت میں نے جو قول کیا ہے اس پر علمی بنیادیں بھی ضرور فراہم کروں گا مگر یہاں اہلِ سنت کے دو مسلّم بزرگ عظیم سُرخیل معتمد علیہ امام علامہ ابن حجر عسقلانی اور امام بدر الدین عینی علیہما الرحمہ کے فتاویٰ پر غور کی دعوت دیتا ہوں۔

امام اہلِ سنت حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں

"وَعِصمَۃُ الْاَنْبِیَآءِ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ حِفْظُھُمْ مِنَ النَّقَائِصِ وَتَحْقِیْقُھُمْ بِالْکَمَالَاتِ النَّفْسِیَّۃِ وَالنُّصْرَۃِ وَالثَّبَاتِ فِی الْاُمُوْرِ وَاِنْزَالُ السَّکِیْنَۃِ وَالْفَرْقُ بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ غَیْرِھِمْ اِنَّ الْعِصمَۃَ فِیْ حَقِّھِمْ بِطَرِیْقِ الْوُجُوْبِ وَفِیْ حَقِّ غَیْرِھِمْ بِطَرِیْقِ الْجَوَازِ"

ترجمہ: ہمارے نبی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی عصمت یہ ہے کہ وہ نقائص سے محفوظ ہوں اور کمالاتِ نفیسہ، نصرتِ الٰہی، ثابت قدمی اور انزال سکینہ کے ساتھ مختص ہوں اور انبیاء اور غیر انبیاء میں فرق یہ ہے کہ انبیاء کے لیے عصمت کا ثبوت واجب ہے (کیونکہ یہ قطعی الثبوت ہے) اور غیر انبیاء کے حق میں جائز ہے۔

(فتح الباری، ج۱۱، ص ۵۰۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

اور علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَالْفَرْقُ بَیْنَ عِصمَۃِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَعِصمَۃِ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ اِنَّ الْعِصمَۃَ الْاَنْبِیَآءِ --- بِطَرِیْقِ الْوُجُوْبِ وَفِیْ حَقِّ غَیْرِھِمْ بِطَرِیْقِ الْجَوَازِ"

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اور مومنین کی عصمت میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا ثبوت واجب ہے کیونکہ ان کا ثبوت قطعی ہے جب کہ ان کے غیر کی عصمت جائز ہے۔

اب ان ہر دو بزرگوں کے فیصلے کے بعد مجھ پر چڑھائی کرنے کا جواز ختم ہو گیا ہے اگر مواخذہ کرنا بھی ہے تو ان مذکورہ اسلاف کا کیجیے نہ کہ مجھ مسکین کا۔

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ آپ میرے دیے گئے دلائل کا بغور مطالعہ فرمائیں اور علمی تجزیہ کریں بعد ازاں رد یا قبول کا فیصلہ فرمائیں اگر مسکین کے بیان کردہ دلائل عصمتِ والدین مصطفیٰ ﷺ میں صحیح مؤثر ہیں تو اس میں میرا ایک رتی برابر بھی کمال نہیں بلکہ یہ محض محض اللہ رب العزت جل وعلا کا فضل عمیم ہے اور حضور رحمتِ عالم ﷺ کی رحمتِ عامہ کا فیضانِ ہے خصوصاً محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، ام محمد حضرت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی شفقتوں کا احسان ہے اور محسن عالمین، مخدوم عالم ابو قثم، ابو احمد، ابو محمد سیدنا حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب علیہما السلام کے احسانات کا فیضان عظیم ہے اور اگر اس میں کوئی علمی سقم ہے تو یہ محض میری علمی کمزوری ہے اللہ رسول اور یہ نفوس رحمت اس سے بری ہیں۔

غیر انبیاء کی عصمت کے جواز کے قائل ابتداءً اہلِ سنت ہیں مذکورہ دو بزرگوں کا حوالہ ہی کافی ہے اگرچہ عصمت جوازی ہے وجوبی نہیں مگر یہ ہے ضرور اس کا انکار بلاوجہ ہے۔

عصمتِ والدین مصطفیٰ ﷺ اور قرآن حکیم

قارئینِ محترم!

عصمتِ والدین مصطفیٰ "عَلَيْهِمَا التَّحِيَّةُ وَالثَّنَآءُ وَ سَلَامُ اللهِ عَلَيْهِمَا" کے حساس ترین اور عظیم ترین عنوان شروع کرنے سے قبل ایک علمی تمہید ملاحظہ فرمائیں تاکہ عنوان کی روح تک پہنچنا آسان ہو:

قرآن فہمی کا ایک مسلمہ اصول حدیثِ نبوی کی صورت میں تحریر کیا جا رہا ہے۔ اس اُصول کو سمجھنے کے بعد عنوان کی عظمت خود بخود نکھر کر سامنے آجائے گی:

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ نَزَّلَ اللہُ الْقُرْاٰنَ عَلٰی خَمْسَۃِ اَوْجُہٍ حَلَالٌ وَّ حَرَامٌ وَ مُحْکَمٌ وَّ مُتَشَابَۃٌ وَ اَمْثَالٌ فَاَحِلُّوْا الْحَلَالَ وَ حَرِّمُوْا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوْا بِالْمُحْکَمِ وَ اٰمِنُوْا بِالْمُتَشَابِہٖ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ "(مشکٰوۃ المصابیح صفحہ ۱۳، صح المطابع، کراچی)

ترجمہ: جناب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن کو اللہ تعالیٰ نے پانچ وجوہ (پانچ عنوانات) پر نازل فرمایا:

(۱) حلال کی بابت آیات (۲) حرام کی بابت آیات (۳) محکم آیات (واضح المراد آیات)

(۴) تشابہات (اسرار پر مبنی آیات) (۵) قصص و امثال (حکایات و قصص پر مبنی آیات)

پھر ان کی بابت حکم دیا:

(۱) قرآن کریم کی حلال کردہ اشیاء کو حلال جانو،

(۲) قرآن کریم کی حرام کردہ اشیاء کو حرام جانو،

(۳) واضح المراد پر عمل کرو،

(۴) تشابہ اسرار پر مبنی آیات پر ایمان لے آؤ،

(۵) قرآن کریم کی بیان کردہ حکایات، امثال اور قصص سے عبرت و نصیحت حاصل کرو۔

(مذمت کردہ قصوں سے عبرت حاصل کرو اور مدحت کردہ قصوں سے نصیحت حاصل کرو)

یعنی جن قصوں میں مذموم لوگوں کے مذموم رویوں کو بیان کیا گیا ہے ان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایسے مذموم رویوں سے بچنا لازم قرار دیا ہے اور مذکورہ مذموم رویوں پر مرتب ہونے والا مواخذہ اور نتائج ہمیشہ مدِ نظر رہیں تاکہ عبرت کا سامان مہیا ہو۔

اور سراہے گئے لوگوں کے سراہے گئے اقدار اور طرزِ عمل کو ہمیشہ اُسوہ سمجھو اور اس سے نصیحت حاصل کرو اب اِس اسلوب کو ترغیب اور ترہیب کا عنوان دیا گیا ہے۔ اس طرح کا اسلوب علم دین کے پورے علمی ذخیرے میں موجود ہے اور قرآن کریم میں بھی ایسے

احوال و آثار کے بیان کرنے کے بعد "فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَلْبَاب "اور " فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَار "یعنی عقل والو! عبرت حاصل کرو اور آنکھ والو! نصیحت حاصل کرو۔

یہ الفاظ تقریباً ۱۷ مرتبہ قرآن میں آئے ہیں اور انہی الفاظ کو قیاسِ شرعی کی دلیل بنایا جاتا ہے اور قیاسِ شرعی چونکہ ایک مسلّم شرعی دلیل ہے اور قیاس شرعی میں اصل قوت منصوص علیہ کے اندر علتِ مؤثرہ ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اگر علتِ مؤثرہ بھی نص میں منصوص ہو اور وہ نص قطعی ہو ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے تو اُس علتِ مؤثرہ منصوصہ قطعیہ پر کیا جانے والا قیاس بھی قطعی ہو گا نصِ قطعی سے ثابت ہونے والے حکم کی جو حیثیت ہو گی وہی حیثیت غیر منصوص حکم کی ہو گی جس کو مقیس علیہ پر قیاس کیا گیا ہے۔

(۲) اگر علت ظنی ہے تو اس پر قیاس کیا جانے والا حکم بھی ظنی ہو گا تاہم قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے کبھی کسی بات کو کھل کر وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے اور کبھی کسی بات کو بطورِ قاعدہ بیان کرتا ہے۔ علمائے حق نے انہی قواعد کو قرآن سے معلوم کیا ہے بعد ازاں انہی قواعد کی روشنی میں لاکھوں مسائل کا نوعی اعتبار سے استنباط اور استدلال کیا ہے۔ مسکین فریدی بھی بحمدہٖ تعالیٰ انہیں قواعد کو ملحوظ رکھے گا اور عصمت والدین مصطفٰی "عَلَیْهِمَا التَّحِیَّةُ وَالثَّنَآءُ وَسَلَامُ اللهِ عَلَیْهِمَا" کی عصمت کا قول کرے گا۔

اہل علم میرے اس استدلال کا علمی جائزہ لیں اگر میرا بیان کردہ قول بفضل تعالیٰ حق اور صواب ہو تو میرے لیے دعا فرمائیں۔

اور اگر کہیں کوئی علمی سُقم ہو تو میری اصلاح فرمائیں جہاں تک عصمت کی بات ہے تو آپ پہلے پڑھ آئیں ہیں کہ انبیاء علیہم السلام میں یہ ملکہ خِلقی اور خُلقی اعتبار سے واجب اور ضروری ہے غیر انبیاء میں یہ ملکہ بصورتِ جواز و استحباب ہے۔

تاہم یہ بات مسلّم ہے کہ ان نفوسِ عظمت میں عصمت موجود ہے۔ اس کا انکار کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے کیونکہ انکار پر باقاعدہ کہیں بھی کوئی شرعی دلیل نہیں۔

رہا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معاملہ تو ان کی عصمت اعلانِ نبوت سے قبل بھی متحقق تھی اور اعلانِ نبوت کے بعد تو یقینی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے کی زندگی اور حیاتِ عظمت براہِ راست بطورِ اعتماد مؤثر ہے ابلاغِ دین میں۔

قرآن کریم اسے یوں بیان فرماتا ہے:

"فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِيكُمۡ عُمُرًا مِّن قَبۡلِهِ"

ترجمہ: بے شک میں نے اعلانِ نبوت سے قبل تم میں عمر کا کافی حصہ گزارا ہے میرے کردار کی وہ شفافیت میرے اعلانِ نبوت کی ایک واضح دلیل ہے۔

قارئین کرام! جس طرح اعلانِ نبوت سے قبل کی حیاتِ عظمت اعلانِ نبوت میں مؤثر ہے اور بھرپور اعتماد کے طور پر مؤثر ہے عین اسی طرح خاندانِ نبوت کا تقدس، شرافت، بزرگی حمیت، شخصی، انفرادی اور اجتماعی وقار مؤثر ہے۔ نبوی سرگرمیوں میں تاکہ کوئی کمینہ سرشت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ان کے خاندانی معمولی پن کا طعنہ نہ دے سکے جس کی وجہ سے نبوی تعلیم متاثر ہو۔

بنابریں خاندانِ نبوت کا اعلیٰ حسب و نسب ہونا، باوقار ہونا، صاحبِ حمیت ہونا بہر اعتبار بلند و بالا ہونا، نہایت ضروری ہے قرآن کریم نے اس کی بارہا وضاحت فرمائی ہے مزید مطالعہ کے لیے مسکین کی کتاب "وجاہت والدین مصطفیٰ "عَلَيۡهِمَا التَّحِيَّةُ وَالثَّنَآءُ وَ سَلَامُ اللهِ عَلَيۡهِمَا" کا مطالعہ کریں

اب ہم عصمتِ والدین مصطفیٰ "عَلَيۡهِمَا التَّحِيَّةُ وَالثَّنَآءُ وَ سَلَامُ اللهِ عَلَيۡهِمَا" کی قوت میں قرآن کے وہ قصص اور امثال بیان کریں گے جس سے مذکورہ عنوان خوب واضح ہو جائے گا۔

نوٹ: قرآن کا ایک واضح اسلوب کہ مفضول شے یعنی کم درجے کی فضیلت والی حقیقت کو بیان کر کے اعلیٰ درجے کی فضیلت والی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔

"لَعَلَّكُمۡ تَتَفَكَّرُونَ" (تاکہ تم غور و فکر کرو) کی صورت میں راہنمائی کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ

جب کم درجے کی فضیلت والی حقیقت کا یہ مقام ہے تو اعلیٰ سے اعلیٰ درجے والی حقیقت کا کتنا بڑا مقام اور کتنا بڑا عظیم مرتبہ ہوگا یہ اسلوب ایک مسلّم اسلوب ہے اور واضح اسلوب ہے اس اسلوب پر لاتعداد علماء نے لاتعداد مسائل واحوال کو قیاس کیا ہے اور اس اسلوب سے لاتعداد مسائل کا استنباط اور استدلال کیا ہے۔

مثال کے طور پر عصمت ہی کے عنوان کو لے لیں۔

علمائے حقّہ نے فرشتوں کی عصمت پر عصمتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قیاس کیا ہے اور وجہ استدلال یہ بتائی فرشتے چونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اپنی ذات کے حوالے سے مفضول ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام افضل ہیں ملائکہ سے۔

بنابریں جو عظمت عصمت ملائکہ میں موجود ہے وہ بدرجہ اتم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بھی موجود ہے۔ اب اسی مسلّم استدلال کو فقیر نے ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یہ استدلال کیا ہے کہ جو عظمتیں دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاندانی پس منظر میں موجود ہیں وہ بدرجۂ اتم میرے کریم آقا ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ میں بھی موجود ہیں۔ اب آیئے ہم عصمتِ والدین مصطفیٰ "عَلَیۡھِمَا التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَاءُ وَ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیۡھِمَا" کے ثبوت میں دلائل کی دنیا میں اترتے ہیں۔ اس وقت بحمد اللہ تعالیٰ فقیر کے سامنے چار سو چھپن (۴۵۶) مختلف اسالیب پر مشتمل تفاسیر کا ذخیرہ موجود ہے جن میں براہِ راست عصمت کی بابت مسلّم دلائل موجود ہیں۔

اس تفسیری اثاثے کا مکمل منظر نامہ بیان کرنے سے کتاب ہذا کئی مجلدات پر چلی جائے گی۔ لہٰذا "خَیۡرُ الۡکَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ" یعنی بہترین بات وہ ہے جو بہت کم الفاظ میں ہو اور بھرپور مدلل ہو۔ کے حوالے سے ہم چند ایک مسلّم تفسیرات کا حوالہ بیان کرتے ہیں۔ باقی دیگر تفاسیر کا خلاصہ صرف نتیجۂ فکر کی صورت میں بیان کیا جائے گا۔ ملاحظہ فرمائیں تفسیر

مفاتیح الغیب المسمیٰ تفسیر الکبیر

امام فخر الدین رازی کی تفسیر ہے اور مشہورِ زمانہ ہے۔ ہر زمانہ کے متبحر علماء نے اس کو علمی ماخذ مانا ہے لہٰذا ہم اپنے موقف میں اس مسلّم تفسیر کا حوالہ پیش کر رہے ہیں اور اس کا مکمل اقتباس عربی متن کی صورت میں پیشِ خدمت ہے۔

اسی طرح ہم دیگر تفاسیر کا اصل حوالہ اس کے اپنے اقتباس کی صورت میں پیش کریں گے اور آخر میں جملہ تفاسیر کا خلاصہ پیش کریں گے جس سے آپ کو ہمارے عنوان کی عظمت کا اندازہ ہو جائے گا۔

تفسیر مفاتیح الغیب المسمیٰ تفسیر الکبیر میں سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۲ کے تحت یوں ہے:

"وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾"

"اَلْمَسْئَلَةُ الرَّابِعَةُ اِعْلَمْ اَنَّ الْمَذْكُوْرَ فِىْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اَوَّلًا هُوَ الْاِصْطِفَاءُ وَثَانِيًا التَّطْهِيْرُ وَثَالِثًا الْاِصْطِفَآءُ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ الْاِصْطِفَآءُ اَوَّلًا مِنَ الْاِصْطِفَاءِ الثَّانِىْ لِمَا اَنَّ التَّصْرِيْحَ بِالتَّكْرِيْرِ غَيْرُ لَائِقٍ فَلَا بُدَّ مِنْ صَرْفِ الْاِصْطِفَاءِ الْاَوَّلِ اِلٰى مَا اتَّفَقَ لَهَا مِنَ الْاُمُوْرِ الْحَسَنَةِ فِىْ اَوَّلِ عُمْرِهَا وَالْاِصْطِفَآءُ الثَّانِىْ اِلٰى مَا اتَّفَقَ لَهَا فِىْ اٰخِرِ عُمُرِهَا۔

اَلنَّوْعُ الْاَوَّلُ مِنَ الْاِصْطِفَاءِ فَهُوَ اُمُوْرٌ اَحَدُهَا اَنَّهٗ تَعَالٰى قَبِلَ تَحْرِيْرَهَا مَعَ اَنَّهَا كَانَتْ اُنْثٰى وَلَمْ يَحْصُلْ مِثْلُ هٰذَا الْمَعْنٰى لِغَيْرِهَا مِنَ الْاِنَاثِ وَثَانِيْهَا قَالَ الْحَسَنُ اِنَّ اُمَّهَا لَمَّا وَضَعَتْهَا مَا غَذَتْهَا طَرْفَةَ عَيْنٍ، بَلْ اَلْقَتْهَا اِلٰى ذَكَرِيَّا وَكَانَ رِزْقُهَا يَاْتِيْهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَثَالِثُهَا اَنَّهٗ تَعَالٰى فَرَغَهَا لِعِبَادَتِهٖ وَخَصَّهَا فِىْ هٰذَا الْمَعْنٰى بِاَنْوَاعِ اللُّطْفِ وَالْهِدَايَةِ وَالْعِصْمَةِ وَرَابِعُهَا اَنَّهٗ كَفَاهَا اَمْرَ مَعِيْشَتِهَا فَكَانَ يَاْتِيْهَا رِزْقُهَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى مَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَخَامِسُهَا اَنَّهٗ تَعَالٰى اَسْمَعَهَا كَلَامَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ شِفَاهًا وَلَمْ يَتَّفِقْ ذٰلِكَ لِاُنْثٰى غَيْرِهَا فَهٰذَا هُوَ الْمُرَادُ مِنَ الْاِصْطِفَاءِ اَوَّلًا وَاَمَّا التَّطْهِيْرُ فَفِيْهِ

وُجُوْهٌ اَحَدُهَا اَنَّهٗ تَعَالٰی طَهَّرَهَا عَنِ الْكُفْرِ وَالْمَعْصِيَةِ فَهُوَ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فِیْ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ ﷺ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا "(الاحزاب:۳۳) "وَ ثَانِيْهَا اَنَّهٗ تَعَالٰى طَهَّرَهَا عَنْ مَسِيْسِ الرِّجَالِ وَ ثَالِثُهَا طَهَّرَهَا عَنِ الْحَيْضِ قَالُوْا كَانَتْ مَرْيَمُ لَا تَحِيْضُ وَ رَابِعُهَا وَ طَهَّرَكِ مِنَ الْاَفْعَالِ الذَّمِيْمَةِ وَالْعَادَاتِ الْقَبِيْحَةِ وَ خَامِسُهَا وَ طَهَّرَكِ عَنْ مَقَالَةِ الْيَهُوْدِ وَ تُهْمَتِهِمْ وَ كِذْبِهِمْ

وَ اَمَّا الْاِصْطِفَآءُ الثَّانِیْ فَالْمُرَادُ اَنَّهٗ تَعَالٰى وَهَبَ لَهَا عِيْسٰى عليه السلام مِنْ غَيْرِ اَبٍ وَ اَنْطَقَ عِيْسٰى حَالَ اِنْفِصَالِهٖ مِنْهَا حَتّٰى شَهِدَ بِمَا يَدُلُّ بَرَآءَتِهَا عَنِ التُّهْمَةِ وَ جَعَلَهَا وَ ابْنَهَا اٰيَةً لِّلْعَالَمِيْنَ فَهٰذَا هُوَ الْمُرَادُ مِنْ هٰذِهِ الْاَلْفَاظِ، الثَّلَاثَةِ

اَلْمَسْئَلَةُ الْخَامِسَةُ رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ حَسْبُكَ مِنْ نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ اَرْبَعُ مَرْيَمُ وَ آسِيَةُ اِمْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَ خَدِيْجَةُ وَ فَاطِمَةُ عَلَيْهِنَّ السَّلَامُ فَقِيْلَ هٰذَا الْحَدِيْثُ دَلَّ عَلٰى اَنَّ هٰؤُلَآءِ الْاَرْبَعَ اَفْضَلُ مِنَ النِّسَآءِ وَ هٰذِهِ الْاٰيَةِ دَلَّتْ عَلٰى اَنَّ مَرْيَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ اَفْضَلُ مِنَ الْكُلِّ وَ قَوْلُ مَنْ قَالَ الْمُرَادُ اِنَّهَا مُصْطَفَاةٌ عَلٰى عَالَمِیْ زَمَانِهَا فَهٰذَا تَرْكُ الظَّاهِرِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰمَرْيَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَ قَدْ تَقَدَّمَ تَفْسِيْرُ الْقُنُوْتِ فِیْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ "(البقرہ:۲۳۸)" وَ بِالْجُمْلَةِ فَلَمَّا بَيَّنَ تَعَالٰى اَنَّهَا مَخْصُوْصَةٌ بِمَزِيْدِ الْمَوَاهِبِ وَالْعَطَايَا مِنَ اللّٰهِ اَوْجَبَ عَلَيْهَا مَزِيْدَ الطَّاعَاتِ شُكْرًا لِتِلْكَ النِّعَمِ السَّنِيَّةِ وَفِی الْاٰيَةِ " (المؤلف ابو عبداللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی الملقلب بفخر الرازی (المولف 606ھ) الناشر دار احیا التراث العربی بیروت الطبقہ الثالثہ۔ 1420)

ترجمہ: یاد فرماؤ اے محبوب جب فرشتوں (جناب جبرائیل) نے جناب مریم سلام اللہ علیہا سے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو مرتبہ اصطفائیت عطا فرما چکا ہے یعنی قرب و حضور صمدیت عطا فرما چکا ہے۔ اور کامل طہارتوں کی عظمت عطا کر چکا ہے اور تمام زمانوں کی عورتوں پر مرتبہ فضیلت عطا فرما چکا ہے لہٰذا اے مریم ان عنایتوں کے شکریے میں تم اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے والی ہو جاؤ۔ سجدہ ریزیاں اور عجز و نیاز کی خلعتوں میں ڈھل جاؤ اور اہل

عجز کے ماحولِ محبت میں خود کو وابستہ کر لو۔

قارئینِ محترم!

یہاں سے امام رازی اس آیتِ کریمہ کی تفسیر بیان فرماتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ جان لو اس آیت کریمہ میں تین عظمتوں کا اعلان فرمایا گیا ہے۔

اوّلاً: مطلقاً اصطفاء (مقام قرب و حضور صمدیت) اور ثانیاً مرتبہ طہارت کو بیان فرمایا گیا بلکہ مرتبہ طہارت میں انہیں معراج بخشی گئی۔ اور ثالثاً پھر مرتبہ اصطفائیت کو یعنی قرب و حضور الوہیت کو پھر عالمین کی عورتوں پر فضیلت کی صفت سے متصف فرمایا گیا۔ بنابریں ان تینوں مرتبوں کو الگ الگ جہت عظمت سے بیان فرمایا گیا یہاں اصطفائیت دو مرتبہ مذکور ہے۔

اور دونوں ایک معنٰی میں نہیں ہے تاکہ تکرارِ کلام کا الزام آئے۔ لہذا پہلی اصطفائیت کے لیے الگ معنی بیان کیا گیا ہے۔ پہلی اصطفائیت میں یہ مراد لیا گیا ہے کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو اس اصطفائیت کے ضمن میں ان کی خلقی اور خُلقی عصمتیں مُیسّر آئیں وہ آپ کو اوّل عمر میں ہی مُیسّر آ گئیں۔ اور دوسری اصطفائیت میں ان کی آخری عمر کی عظمتیں ان کو عطا ہوئیں۔ بہر حال پہلی نوع کی جو عصمت ہے اس میں جو عظمتیں منصوص مُیسّر آئیں وہ اس طرح ہیں۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات نے انہیں اپنے حرم عظمت کی خدمت کے لیے منتخب فرمایا اور یہ اس طرح کا فیصلہ کائنات میں پہلا اور انوکھا فیصلہ تھا کیونکہ ان سے قبل کسی عورت کو اس حرم مقدس کی خدمت کی اجازت نہیں ملی تھی۔

دوسری صورت یہ نصیب ہوئی کہ جب ان کو ان کی ماں نے جنا تو ایک لمحہ کے لیے بھی انہیں اپنے دودھ سے غذا نہ دی بلکہ جننے کے فوراً بعد ان کو حضرت زکریا کی آغوش شفقت میں ڈال دیا۔ ان کے احترام میں اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا دانہ جنتی نعمتوں سے مہیّا فرمایا بطورِ رزق۔

تیسری صورت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے ان کو اپنی عبادت کے لیے خاص فرمالیا۔ اس

معنٰی میں اللہ تعالیٰ کے لطف و عنایت کا ان پر نزول ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے الطاف رحمت سے ان کو عظیم ترین ہدایت پر مقام عطا فرمایا اور ان کی طبع عظیم کو خلقی اور خُلقی اعتبار سے عصمت کے نور سے سجایا۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ ان کی زندگی کی ہر ضرورت کو اپنی جناب خاص سے مہیّا فرمائی۔ انکے لیے رزق کا اہتمام اپنی جنت سے فرمایا اور اپنے حضور خاص سے انتظام فرمایا۔ جس کا حوالہ قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے۔

جب حضرت زکریا نے ان سے اس بارے میں پوچھا "اَنّٰی لَکِ ھٰذَا قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللہِ"

جب زکریاؑ نے ان سے سوال کیا کہ یہ رزق کہاں سے آیا ہے؟

تو انہوں نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب خاص سے بھیجا ہے۔

پانچویں نعمت یہ عطا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود اقدس میں یہ صلاحیت پیدا فرمائی کہ وہ بالمشافہ نور کے فرشتوں سے ملاقات بھی فرمائی اور کلام بھی سنی اور فرمائی۔ اور کائنات کی عورتوں میں ان کے علاوہ کسی اور عورت کو یہ نعمت میّسر نہیں آئی یہ ان کی انفرادیت ہے۔

پہلے اصطفاء سے یہ مذکورہ بالا امور مراد ہیں۔ اور بہر حال طہارت کے اندر بھی کئی وجوہ اور بھی شامل عظمت ہیں۔ ان میں سے ایک عظمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کفر اور معصیت کی آلودگی سے دور رکھا ہے۔ جسطرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی نبی پاک ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں ہے۔

"وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا" (احزاب آیت نمبر 33)

اور دوسری عظمت حضرت مریم سلام اللہ علیھا کو ملی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مردوں کے چھونے سے بھی محفوظ اور پاک رکھا۔

اور تیسری نعمت یہ ہوئی کہ ان کو حیض سے پاک رکھا۔

اور چوتھی عظمت یہ ملی کہ ان کو افعال ذمیمہ (برے اخلاق) سے اور عادات قبیحہ (بری عادتوں) کی آلودگیوں سے بھی پاک رکھا۔

اور پانچویں نعمت یہ ملی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہود بے بہود کی جھوٹی تہمتوں سے بھی پاک رکھا۔

بہر حال دوسری اصطفائیت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے انہیں اُمِّ النبی (حضرت عیسیٰ) کی (ماں) ہونے کا شرف بخشا۔

اور حد یہ ہے کہ ان کی اولاد بغیر باپ کے پیدا ہوئی یہ کائنات کا ایک انوکھا عظمتوں کا باب ہے۔

اور ان کی شرافت یہ ہوئی کہ عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی ان کی آغوش رحمت میں کلام فرمایا اور اس کلام میں جو ابتدائے کلام ہوئی وہ جناب مریم سلام اللہ علیہا کی عصمت کا بیان تھا۔
اور اس اصطفائیت میں ان کو اپنی قدرت عالیہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے کائناتی نشانی قرار دیا۔ اس اعتبار سے ہر مصطفائیت اپنا ایک الگ منظر نامہ رکھتی ہے اور بے شمار احادیث بھی اسکی تائید میں وارد ہوئیں ہیں۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا!

کائنات میں عالم گیر فضیلت کے اعتبار سے چار عورتیں منصہ شہود پر جلوہ افروز ہوئیں۔ ان میں جناب مریم سلام اللہ علیہا، اور حضرت آسیہ سلام اللہ علیہا، اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا شامل ہیں۔ یہ حدیث ان نفوس عظمت کی کائناتی عظمت کو بیان کر رہی ہے۔ (سبحان اللہ)

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا اپنے دورِ حیات میں افضل رہیں اگرچہ یہ ترک ظاہر ہے۔

بہر حال ان مذکورہ نفوس کی عظمت مسلّم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ترجمہ: اے مریم سلام اللہ علیہا اس نعمت و عظمت کو مدّ نظر رکھ کر میری فرمانبرداری میں جھک جاؤ۔

سورہ بقرہ میں جھکنے کو سجدے سے مقدم کیا گیا ہے "وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ" جس کی دلیل ہے۔

اس سارے بیان میں نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پیاری بندی امّ عیسیٰ کو اپنی نعمتوں اور عنایتوں میں خاص مقام عطا فرمایا جبکہ مزید عنایات اور عطائیں آج بھی جاری وساری ہیں اور قیامت تک جاری وساری رہیں گی۔ بس ان نعمتوں کا شکریہ ادا کیا جائے۔

تبصرہ: مذکورہ بالا تفسیر کبیر کے حوالے سے مقام امّ عیسیٰؑ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کے لیے جو مرتبے قرآن نے بیان کیے ہیں ان مرتبوں میں ایک مرتبہ عصمت بھی ہے۔

"وَخَصَّهَا فِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى بِاَنْوَاعِ اللُّطْفِ وَالْهِدَايَةِ وَالْعِصْمَةِ"

اس جملے پر بار بار غور کریں۔ یہ امام فخر الدین الرازی علیہ رحمہ نے اصطفائیت کا معنی بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اصطفائیت سے مراد ہی عصمت ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ تمام علمائے اہلِ سنت نے "اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ" اس آیت کو عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بطور موثر دلیل جانا ہے یعنی بے شک شان مصطفائیت بخشی گئی حضرت آدم کو، حضرت نوح، آلِ ابراھیم کو اور آل عمران کو عالمین کی عظمتوں پر عظمت بخشی۔

"وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ"

ہم نے اپنے محبوبوں کو شان مصطفائیت بخشی۔

مرتبہ اصفائیت کے اعتبار سے جو منصوص ہے ان پر دو آیات کو عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں اہلِ سنت کے مطابق موثر دلیل مانا گیا ہے۔ اب یہی شان اصطفائیت جناب مریم سلام اللہ علیہا کو تین مرتبہ میّسر آئی۔ تو کیا وجہ ہے کہ اس اصطفائیت کو موثر عصمت کیوں نہیں مانا جاتا۔ کیا یہ دلیل ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے قطعی نہیں! یقیناً قطعی ہے اور موثر عصمت بھی ہے۔

رہا عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی عصمت میں ہم نہ تو موازنہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی درجہ بندی کرنا چاہتے ہیں۔ جس شان کی عظمت اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بخشی ہم ان کی عصمت کو بلا کم وکاست مِن وعَن مانتے ہیں

جیسا مشیت الٰہیٰ نے طے فرمایا ہے ہم ویسا ہی مانتے ہیں اور جیسے جناب مریم سلام اللہ علیھا کی عصمت کو جس شان میں مشیت الٰہیٰ نے بیان فرمایا ہے ہم اسکا ویسا ہی یقین کرتے ہیں۔

کیونکہ ہمارا اسلوبِ قرآنی پر یقین ہے رہا عصمت کا معاملہ سو یہ طے ہے کہ حضرت مریم سلام اللہ علیھا کو اس آیت میں تین اعزازوں سے نوازا گیا۔

پہلا اعزاز: اصطفائیت اوّل ہے اور یہ آپ سلام اللہ علیھا کی ابتدائی عمر مبارک سے آپ سلام اللہ علیھا کی جوانی تک کی عمر کے ضمن میں ہونے والے انعامات اور اعزازات سے متعلق ہے جس کی اختصار کے ساتھ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

"اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَافِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ"

اس آیت کریمہ میں حضرت مریم سلام اللہ علیھا کی والدہ کریمہ حضرت حنّہ سلام اللہ علیھا نے بارگاہ اقدس کی خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو قبول بھی ہوئی اور بیٹے کے بجائے بیٹی ہوئی تو بارگاہ قدس میں عرض کی کہ مولا یہ بیٹے کے بجائے بیٹی ہوئی تو بارگاہ قُدس سے آواز آئی کہ میری بندی جو ہم نے بیٹی عطا کی ہے وہ اپنی شان میں بے مثل و بے مثال ہے۔

قرآن کریم نے "وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی" کی صورت میں شہادت دی۔

ان کا نام مشیت الٰہیٰ کے مطابق رکھا گیا قرآن مجید نے اسے "وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ" کے لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عصمت مآب لڑکی کو اپنی حفاظت و صیانت اور اپنی پناہ میں رکھا اور شیطان لعین کے وسوسوں سے بھی محفوظ رکھا۔

"وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" کے لفظوں نے گواہی دی۔

بارگاہ صمدیت میں انہیں حسن قبولیت کی معراج ملی۔ "فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ" کی صورت میں قرآن مجید نے انکی عظمتوں کو بیان فرمایا۔

انکی پرورش میں خِلقی اعتبار سے جنت کے رزق کا اہتمام کیا گیا اور خُلقی اعتبار سے حُسن صمدیت میں انہیں ڈھالا گیا۔ "وَ اَنۡبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا" کے الفاظ عظمت نے ان کا چناؤ بیان فرمایا۔

ان کو نبوی آغوشِ رحمت میں سہلایا گیا۔ "وَ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا" کی صورت میں انکا اعزاز بیان ہوا۔ انکی تکریم کیلیے حریم قدس سے رزق کا اہتمام کیا گیا "قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ" قرآن مجید کے ان لفظوں نے منظرِ عظمت کو بیان فرمایا۔

یہ پہلی اصطفائیت کا منظر نامہ ہے جو کہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ کیا خوب یہ عظمت ہے اصطفائیت کی (سبحان اللہ)

اب دوسری اصطفائیت کا جغرافیہ نساء عالمین پر فوقیت ہے امّ عیسیٰ ہونے کی بنیاد پر کائنات بھر کی عظمتوں پر اس حیثیت سے تمام نساءِ عالمین پر انہیں مرتبہ عظمت بخشا گیا اور کل قیامت کے دن امام الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زوجیت میں ان کو مرتبہ عظمت بخشا جائے گا۔

"وَ اصۡطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الۡعٰلَمِيۡنَ" قرآن مجید کے الفاظ اس مرتبے کے شاہد عادل ہیں۔

قارئین محترم!

اب مذکورہ بالا اصطفائیت کے ساتھ ساتھ انہیں مقام طہارت میں بھی معراج بخشی گئی۔ اب ہم مذکورہ بالا قرآن میں بیان کردہ مرتبہ عصمت مریم سلام اللہ علیھا کو قدرے تفسیری اثاثے میں بیان کرتے ہیں عصمت پر چند تفسیری حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

"وَ الۡمَعۡنٰى وَاذۡكُرۡ يَا مُحَمَّدُ لِلنَّاسِ وَقۡتَ اَنۡ قَالَتِ الۡمَلَآئِكَةُ لِمَرۡيَمَ - اَلَّتِىۡ تَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوۡلٍ حَسَنٍ وَّ اَنۡبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا - يَا مَرۡيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰكِ اَىۡ اِخۡتَارَكِ وَاجۡتَبَاكِ لِطَاعَتِهٖ وَ قَبِلَكِ خِدۡمَةِ بَيۡتِهٖ وَ طَهَّرَكِ مِنَ الۡاَدۡنَاسِ وَالۡاَقۡذَارِ، وَ مِنۡ كُلِّ مَاهِىَ تَنَافِىۡ مَعَ الۡخُلُقِ الۡحَمِيۡدِ، وَالطَّبۡعِ السَّلِيۡمِ وَاصۡطَفَاكِ عَلٰى نِسَآءِ الۡعَالَمِيۡنَ بِاَنۡ وَّ هَبَ لَكِ عِيۡسٰى مِنۡ غَيۡرِ اَبٍ دُوۡنَ اَنۡ يَّمَسَّكِ بَشَرٌ وَ جَعَلَكِ، اَنۡتِ وَهُوَ آيَةً لِّلۡعَالَمِيۡنَ۔

فَانْتَ تَرٰی اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ مَدَحَ مَرْیَمَ مَدْحًا عَظِیْمًا بِاَنْ شَهِدَ هَا بِالْاِصْطِفَاءِ وَالطُّهْرِ وَالْمَحَبَّةِ، وَاَکَّدَ هٰذَا الْخَبَرَ لِلْاِعْتِنَاءِ بِشَانِهٖ وَالتَّنْوِیْهِ بِقَدْرِهٖ

قَالَ الْفَخْرُ الرَّازِیْ مَامُلَخَّصُهٗ؛

وَالْاِصْطِفَاءُ الْاَوَّلُ اِشَارَةٌ، اِلٰی مَا اتَّفَقَ لَهَا مِنَ الْاُمُوْرِ الْحَسَنَةِ فِیْ اَوَّلِ عُمْرِهَا بِاَنَّ قَبِلَ اللّٰہُ تَعَالٰی تَحْرِیْرَهَا اَیْ خِدْمَتَهَا لِبَیْتِهٖ، مَعَ اَنَّهَا اُنْثٰی وَلَمْ یَحْصُلْ مِثْلُ هٰذَا الْمَعْنٰی لِغَیْرِهَا مِنَ الْاُنَاثِ، وَ بِاَنْ فَرَغَهَا لِعِبَادَتِهٖ وَخَصَّهَا فِیْ هٰذَا الْمَعْنٰی بِاَنْوَاعِ اللُّطْفِ وَالْهِدَایَةِ وَالْعِصْمَةِ، وَ بِاَنَّ کَفَاهَا اَمْرَ مَعِیْشَتِهَا فَکَانَ یَاتِیْهَا رِزْقُهَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ، وَ اَمَّا الْاِصْطِفَاءُ الثَّانِیْ فَالْمُرَادُ بِهٖ اَنَّهٗ تَعَالٰی وَهَبَ لَهَا عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنْ غَیْرِ اَبٍ وَ جَعَلَهَا وَابْنَهَا اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

وَلَا شَکَّ اَنَّ وِلَادَتَهَا لِعِیْسٰی مِنْ غَیْرِ اَبٍ وَّ دُوْنَ اَنْ یَّمَسَّهَا بَشَرٌ هُوَ اَمْرٌ اُخْتُصَّتْ بِهٖ مَرْیَمُ وَلَمْ تُشَارِکْهَا فِیْهِ امْرَاَةٌ قَطُّ فِیْ اَیِّ زَمَانٍ اَوْ مَکَانٍ فَهِیَ اَفْضَلُ النِّسَآءِ فِیْ هٰذِهِ الْحَیْثِیَّةِ۔

اَمَّا مِنْ حَیْثُ قُوَّةِ الْاِیْمَانِ وَ صَلَاحِ الْاَعْمَالِ فَیَجُوْزُ اَنْ یَّحْمِلَ اِصْطِفَاؤُهَا عَلٰی نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ عَلٰی مَعْنٰی تَفْضِیْلِهَا عَلٰی عَالَمِیْ زَمَانِهَا مِنَ النِّسَاءِ وَ بَعْضُهُمْ یَرٰی اَفْضَلِیَّتَهَا عَلٰی جَمِیْعِ النِّسَآءِ فِیْ سَائِرِ الْاَعْصَارِ

هٰذَا وَ قَدْ اَوْرَدَ ابْنُ کَثِیْرٍ عَدَدًا مِّنَ الْاَحَادِیْثِ الَّتِیْ وَرَدَتْ فِیْ فَضْلِ مَرْیَمَ وَ فِیْ فَضْلِ غَیْرِهَا مِنَ النِّسَآءِ وَ مِنْ ذٰلِکَ مَا اَخْرَجَهُ الشَّیْخَانِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّهٗ قَالَ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ خَیْرُ نِسَائِهَا مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ خَیْرُ نِسَآئِهَا خَدِیْجَةُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَ رَوَی التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ حَسْبُکَ مِنَ النِّسَآءِ الْعَالَمِیْنَ مَرْیَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ وَ خَدِیْجَةَ بِنْتِ خُوَیْلِدٍ وَ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ وَ اٰسِیَةَ بِنْتِ مُزَاحِمٍ اِمْرَاَةِ فِرْعَوْنَ وَ اَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ کَثِیْرٌ وَّ لَمْ یَکْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا اٰسِیَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَمَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ اِنَّ

فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ، كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ۔ "(التفسير الوسيط للقرآن الكريم، سيد محمد طنطاوى، الناشر دار نهضه، قاهره، مصر)

ترجمہ:" وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

" آیت مذکورہ کا معنی یہ ہے اے محمد یاد کرو اور بتاؤ اپنی اُمت کو اس وقت کی بابت جب ملائکہ نے مریم علیہا السلام سے کہا کہ بے شک اے مریم اللہ تعالیٰ نے تمہیں چن لیا ہے یعنی اپنی قربتوں اور محبتوں کے لیے پسند فرمالیا ہے، اپنے حضورِ عظمت میں آپ کو اپنی اطاعت کے نور میں ڈھانپ لیا ہے اور آغوش رحمتِ صمدیت میں کامل استغراق دیا، تمہیں اپنے گھر کی خدمت کے لیے قبول فرمایا ہے، تمہیں آلودگی اور نجاستوں سے پاک فرمایا ہے۔ ہر اُس چیز سے آپ کو بچالیا ہے جو آپ کے اخلاق حمیدہ اور سلامتی والی طبع عظیم کے خلاف ہے اور تمہیں تمام عالمین پر اس لیے فضیلت بخشی کہ آپ نے اپنے عظیم بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے جنم دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے بیٹے کو اپنی عظمتوں کی اور قدرتوں کی نشانی قرار دیا ہے تمام جہانوں کے لیے اے آنکھ والو دیکھو اللہ تعالیٰ نے کس قدر حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی تعریف اور مدح سرائی بیان فرمائی ہے۔

اُن کو اُن کے مقامِ مصطفائیت، مقامِ طہارت اور مقامِ محبت کا مشاہدہ کروادیا ہے اور اس خبر کو مؤکد کر دیا ہے اپنی کمالِ شانِ اعتنائی کے ساتھ۔ یعنی اپنی تمام توجہات عظمت اور رحمت جنابہ مریم سلام اللہ علیہا پر مرکوز فرمادی ہیں اور انھیں اپنی عظمت کے حضور حضوری بخشی ہے۔

امام فخری الدین رازی علیہ الرحمہ کی تفسیر کی تلخیص اسی بات کی غمازی کر رہی ہے کہ وہ فرماتے ہیں پہلی اصطفائیت میں ان کی ابتدائی حیاتِ عظمت کے معاملات کو حسن عظمت بخشا۔ اُن کو اپنے گھر کی خدمت کی اجازت عطا فرمائی۔ حالانکہ وہ عورت تھی۔ ان سے پہلے کسی اور عورت کے لیے یہ بات ہر گز جائز نہ تھی۔ صرف انہی کی تکریم کے لیے ان کو یہ

حرمت بخشی، ان کو اپنی عبادت کے لیے فراغت کی نعمت بخشی، پھر ان کو طرح طرح کے الطافات کے لیے خاص فرمایا اور اپنی ہدایت کے نور سے انہیں ڈھانپ لیا، انہیں شانِ عصمت کی نعمت عطا فرمائی، ان کی زندگی کی رمق کو باقی رکھنے کے لیے یعنی حیاتِ عصمت کا تسلسل جاری رکھنے کے لیے اپنی جنابِ خاص سے اُن کے لیے رزق کا اہتمام فرمایا بہر حال جو دوسری اصطفائیت ہے اس کے لیے جناب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تحفہ عطا فرما کر اُم النبی ہونے کی شان بخشی اور انہیں عالمین کے لیے عظمتوں کی آیت اور نشانی بنا دیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ولادت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے ہوئی اور اس امر میں کوئی شک نہیں یہ بہت بڑا امر عظیم ہے جس کے لیے جنابہ مریم علیہا السلام کو خاص فرمایا گیا اس عظمت میں ان کا کائنات بھر میں کوئی شریک نہیں اس لیے اس حیثیت سے یہ عالمین کی عورتوں پر فضیلت رکھتی ہیں۔

بہر حال قوتِ ایمان کی حیثیت سے اور صالحیت اعمال کی حیثیت سے جائز ہے کہ ان کی اصطفائیت کو ان کے زمانے کے لیے فضیلت کے اعتبار سے انھیں افضل نساء عالمین کہا جائے۔

بعض نے تمام زمانوں کے لیے ان کی فضیلت مانی ہے تاہم اس بارے میں علامہ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے ان کی عظمت اور فضیلت میں اور ان کے علاوہ کی عظمت و فضیلت میں بہت ساری احادیث نقل کیں ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہاں بیان کی جارہی ہیں اور ان کی تخریج امام بخاری، امام مسلم علیہما الرحمہ نے بھی کی ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مریم بنتِ عمران اور خدیجہ بنت خویلد تمام کائنات بھر کی عورتوں سے زیادہ فضیلت والی ہیں۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے یقین کے لیے مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ

بنت محمد ﷺ اور آسیہ بنت مزاحم یہ بات کافی ہے کہ تم ان کو تمام جہان بھر کی عورتوں سے عظمت والا سمجھو امام بخاری نے بھی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مردوں میں بہت سے کامل مرد ہیں یعنی صاحبانِ کمال ہیں مگر عورتوں میں صرف حضرت آسیہ بنت مزاحم، مریم بنت عمران خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد ﷺ کامل ہیں۔ یعنی صاحباتِ کمال و عظمت ہیں۔

بے شک (حضرت) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

نوٹ: ثرید آپ ﷺ کو بہت مرغوب تھا۔ اس حدیث میں بھی آپ ﷺ نے اس اعتبار سے اپنی رغبت قلب کو بیان فرمایا۔

تبصرہ: علامہ طنطاوی علیہ الرحمہ ایک مسلمہ مفسر ہیں اور علوم جدیدہ اور قدیمہ میں خاصی مہارت رکھتے ہیں انھوں نے بھی اصطفائیت اول سے مراد عصمت ہی لی ہے جس کو انھوں نے بطورِ خاص ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

"وَ خَصَّهَا فِیْ هٰذَا الْمَعْنٰی بِاَنْوَاعِ اللُّطْفِ وَالْهِدَایَةِ وَالْعِصْمَةِ"

اللہ تعالیٰ نے پہلی اصطفائیت میں خاص فرمایا جناب سیدہ مریم علیہا السلام کو اپنی خاص مہربانیوں سے عظمت عصمت کے لیے منتخب فرمایا اور نورِ ہدایت کی چادر میں انھیں ملبوس فرمایا یہ الفاظ اگرچہ امام اہلِ سنت امام المفسرین فخر الاسلام امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ کی تفسیر مفاتیح الغیب سے علامہ موصوف نے نقل کیے ہیں گویا اس اعتبار سے اپنے اعتقاد کی قوت میں ایک عظیم مفسر کا حوالہ دیا اور اُس پر بھرپور اعتماد کیا گویا یہ دونوں عظیم مفسر عصمتِ مریم علیہا السلام میں خود اعتقاد رکھتے ہیں لہٰذا فقیر کا اس نفسِ رحمت کی عصمت کو یعنی مریم سلام اللہ علیہا کو مقیس علیہا بنا کر محسنہ عالمین اُم محمد، مخدومہ کائنات، حضرت سیدتنا بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کی عصمتِ عظمت کو قیاس کیا ہے۔ بلکہ اس عظیم نفس رحمت کی عصمت مخدومہ ہونے کے حوالے سے سیدہ مریم سلام اللہ علیہا سے کہیں زیادہ بلند و بالا

ہے۔ لہٰذا امیر اان کی عصمت میں قول کرنا نہ اختراع ہے نہ ہی نئی بات۔ بلکہ محققین اہل سنت کے ہاں ایک مسلّم حقیقت و عقیدہ ہے جس کی تفصیلات عظیم تفاسیر کی صورت میں جاری و ساری ہیں۔ دو تفسیریں تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں یعنی تفسیر مفاتیح الغیب اور تفسیر الوسیط۔

اب آیئے امام الاولیاء قطب الاصفیاء امام الصوفیہ امام عبدالکریم بن ہوازن اپنی تفسیر لطائف الاشارات المعروف تفسیر قشیری میں یوں رقمطراز ہیں:

"وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ " (آل عمران: ۴۲) "یَجُوْزُ اَنْ یَّكُوْنَ هٰذَا اِبْتِدَآءُ خِطَابٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ عَلٰى مَرْیَمَ مِنْ قَبْلِهِمْ رَفْعًا بِشَانِهَا وَ یَجُوْزُ اَنْ تَكُوْنَ قَدْ سَمِعَتْ كَلَامَهُمْ وَ شَاهِدَتْهُمْ وَ یَجُوْزُ اَنَّهَا لَمْ شَاهِدْهُمْ وَ اَنَّهُمْ هَتَفُوْا بِهَا اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ بِتَفْضِیْلِكِ وَ اِفْرَادِكِ مِنْ اِشْكَالِكِ وَ اَنْدَادِكِ وَ طَهَّرَكِ مِنَ الْفَحْشَآءِ وَالْمَعَاصِیْ بِجَمِیْلِ الْعِصْمَةِ وَ عَنْ مُبَاشَرَةِ الْخَلْقِ وَاصْطَفَاكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ فِیْ وَقْتِكِ وَ فَائِدَةُ تَكْرَارِ ذِكْرُ الْاِصْطِفَآءِ الْاَوَّلُ اِصْطِفَاكِ بِالْكَرَامَةِ وَالْمَنْزِلَةِ وَ عُلُوِّ الْحَالَةِ وَالثَّانِیْ اِصْطِفَاكِ بِاَنْ حَمَلْتَ بِعِیْسٰى عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنْ غَیْرِ اَبٍ وَ لَمْ تَشْبَهْكِ امْرَاَةٌ وَ لَنْ تَشْبَهْكِ اِلٰى یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَلِذٰلِكَ قَالَ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ"

(تفسیر قشیری لطائف الاشارات، المولف عبدالکریم بن ہوازن بن عبداللہ قشیری الناشر الہیۃ المصریہ العام لکتاب مصر)

ترجمہ: اے محبوب یاد فرماؤ اس وقت کو جب فرشتوں نے یعنی امام الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام نے جنابِ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کے حضور حاضر خدمت ہو کر اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ بنا لیا ہے اور تمہیں طہارتوں کی معراج بخشی ہے اور پھر مزید عالمین کی عورتوں پر شان اصطفائیت عطا فرما دی ہے۔ جائز ہے کہ یہ خطاب جناب مریم سلام اللہ علیہا کو ملائکہ کی طرف سے بالمشافہ ان کی

تکریم کے لیے ہوا ہے یعنی مریم سلام اللہ علیہا اتنی صاحبِ تکریم ہیں کہ بالمشافہ ملائکہ کا کلام سنتی ہیں۔

اُن کو ان کے لطیف نوری پیکروں میں دیکھا ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ اُن کی محض آواز سنی ہو۔ بہر حال صورت کوئی بھی ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے مریم تیری فضیلتوں میں کوئی شریکِ فضیلت نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات نے تمہیں شانِ مصطفائیت بخشی۔ "وَطَهَّرَكِ مِنَ الْفَحْشَآءِ وَالْمَعَاصِىْ بِجَبِيْلِ الْعِصْمَةِ" اور آپ کو فحش باتوں اور معاصی یعنی گناہوں کی آلودگیوں سے اتنا پاکیزہ کیا اتنا پاکیزہ کیا کہ جمال عصمت آپ کی فطرت بن گیا اور مخلوق کی ملاقات (ملنے جلنے) سے آپ کو بلند و بالا رکھا اور آپ کو آپ کے زمانے کی تمام عورتوں پر اصطفائیت کی فضیلت بخشی۔

نوٹ: اصطفائیت کا دو مرتبہ تکرار ایک مفید پیغام دے رہا ہے

(۱) پہلی اصطفائیت بزرگی اور بلند مرتبہ کو بیان کرتی ہے۔

(۲) دوسری اصطفائیت اُم عیسیٰ علیہ السلام کے ہونے کو بیان کرتی ہے یعنی نبی کی ماں ہونا سب سے بڑا شرف ہے۔ یہ ایسا شرف کہ قیامت تک کوئی عورت اس شرف میں آپ کے مشابہ نہیں ہو سکتی۔

تبصرہ: مذکورہ بالا مفسر کسی تعارف کے محتاج نہیں یہ اہلِ علم کے ساتھ ساتھ اہلِ عرفان بھی ہیں شریعت اور طریقت کے حُسن کو انھوں نے یکجا کر کے دکھا دیا ہے۔ ان کا اُمت پر بہت بڑا احسان ہے تاہم ہمیں خوشی ہوئی کہ اہلِ طریقت نے بھی ہماری تائید میں گواہی دے دی کہ عصمتِ مریم سلام اللہ علیہ متحقق ہے۔

اب آیئے آگے چلتے ہیں:

امام اہلِ سنت نظام الدین بن محمد متوفی ۸۵۰ھ اپنی تفسیر غرائب القرآن ورغائب القرآن المعروف تفسیر نیشاپوری عصمتِ مریم سلام اللہ علیہا میں یوں رقم طراز ہیں:

"هَاهُنَا جِبْرِيْلَ كَمَا يَجِيْءُ فِىْ سُوْرَةِ مَرْيَمَ فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا [مَرْيَمَ:۱۷] وَاعْلَمْ اَنَّ

مَرْيَمَ مَا كَانَتْ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُوْحِىْ اِلَيْهِمْ [الانبياء: ۷] فَاِرْسَالُ جِبْرِيْلَ اِلَيْهَا اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ كَرَامَةً لَّهَا عِنْدَ مَنْ يُجَوِّزُ كَرَامَاتِ الْاَوْلِيَآءِ وَ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ اِرْهَاصًا لِعِيْسٰى وَهُوَ جَائِزٌ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الْكَعْبِىْ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ اَوْ مُعْجَزَةً لِزَكَرِيَّا وَهُوَ قَوْلُ جُمْهُوْرِ الْمُعْتَزِلَةِ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ قَالَ اِنَّ ذٰلِكَ كَانَ عَلٰى سَبِيْلِ النَّفْثِ فِى الرَّوْعِ وَالْاِلْهَامِ كَمَا فِىْ حَقِّ اُمِّ مُوْسٰى وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى [القصص: ۷] ثُمَّ اِنَّهٗ تَعَالٰى مَدَحَهَا بِالْاِصْطِفَاءِ ثُمَّ بِالتَّطْهِيْرِ ثُمَّ بِالْاِصْطِفَاءِ وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ الْاِصْطِفَآنِ بِمَعْنًى وَّاحِدٍ لِّلتَّكْرَارِ وَالصَّرْفِ فَحَمَلَ الْمُفَسِّرُوْنَ الْاِصْطِفَاءَ الْاَوَّلَ عَلٰى مَا اتَّفَقَ لَهَا مِنَ الْاُمُوْرِ فِىْ اَوَّلِ عُمْرِهَا مِنْهَا قُبُوْلُ تَحْرِيْرِهَا مَعَ كَوْنِهَا اُنْثٰى وَمِنْهَا قَالَ الْحَسَنُ مَا غَذَتْهَا اُمُّهَا طَرْفَةَ عَيْنٍ بَلْ اَلْقَتْهَا اِلٰى زَكَرِيَّا وَكَانَ رِزْقُهَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمِنْهَا تَفْرِيْغُهَا لِلْعِبَادَةِ وَمِنْهَا اِسْمَاعُهَا كَلَامَ الْمَلَآئِكَةِ شِفَاهًا وَ لَمْ يَتَّفِقْ ذٰلِكَ لِاُنْثٰى غَيْرِهَا اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ اَنْوَاعِ اللُّطْفِ وَالْهِدَايَةِ وَالْعِصْمَةِ فِىْ حَقِّهَا وَاَمَّا التَّطْهِيْرُ فَتَطْهِيْرُهَا عَنِ الْكُفْرِ وَالْمَعْصِيَةِ كَمَا قَالَ فِىْ حَقِّ اَزْوَاجِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا [الاحزاب: ۳۳] وَعَنْ مسيس الرجال وعن الحيض والنفاس قالوا كانت لا تحيض وعن الافعال الذَّمِيْمَةِ وَالْاَقْوَالُ الْقَبِيْحَةِ وَاَمَّا الْاِصْطِفَآ الثَّانِىْ فَهُوَ فِىْ اٰخِرِ عُمْرِهَا مِنْ وَلَادَةِ عِيْسٰى بِغَيْرِ اَبٍ "(الكتاب غرائب القرآن وَرَغَائِبُ القرآن تفسير نيشا پور المولف :نظام الدين بن محمد، الناشر دار الكتب العلمية بيروت)

ترجمہ: یہاں جب جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے جس کا بیان سورۃ مریم میں گزرا ہے۔ بہر حال حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضرت مریم سلام اللہ علیھا کی طرف بھیجنا انکی کرامت اور بزرگی ہے۔اولیاء کی کرامت کا جواز بھی یہاں سے ملتا ہے اور یہ جناب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا معجزہ بھی ہو سکتا ہے یہ معتزلہ کا مذہب ہے اور کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ الہام کی صورت میں ان کو پھونکا گیا (جس سے ان کی نبوت کا وہم ہوا) حالانکہ

کوئی بھی عورت کائنات میں نبی نہیں ہوسکتی اس پر اجماع ہے۔

"وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی" (کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی فرمائی) تو یہاں وحی بھی الہام کے معنی میں ہے۔

بہر حال جناب مریم سلام اللہ علیہا کی اصطفائیت کے ساتھ بہت عظیم تعریف فرمائی۔ پھر طہارت کے ساتھ عظیم تعریف فرمائی اور پھر شانِ اصطفائیت کے ساتھ تعریف فرمائی ۔اس آیتِ کریمہ میں اصطفائیت کا تکرار ہے اس لیے علماء نے ان دونوں تکراروں میں ایک امتیاز قائم فرمایا ہے۔ پہلی اصطفائیت سے علماء نے سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی ابتدائی عمر کی عظمتیں مراد لیں ہیں۔

مثال کے طور پر عورت ہونے کے باوجود اُن کو خدمتِ بیت المقدس کے لیے قبول فرمانا۔

امام حسن فرماتے ہیں مریم سلام اللہ علیہا کی ماں نے اُن کو ایک گھونٹ بھی دودھ نہیں پلایا بلکہ ابتداء سے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق عنایت کیا جاتا تھا اور اسی طرح اُن کو اللہ تعالیٰ کی ذات نے اپنی عبادت کے لیے فراغت بخشی اور اسی طرح بالمشافہ نوری ملائکہ کا کلام سننا،

اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات اور الطافات کا ان پر برسنا، ہدایت کی عظمت سے مالامال فرمانا اور ان کے حق میں شانِ عصمت کا مقدر کرنا۔

بہر حال جہاں تک طہارت کا معاملہ ہے تو انھیں ہر قسم کی یعنی خِلقی اور خُلقی دونوں طہارتیں عطا فرمائیں گئیں کفر اور معصیت کی آلودگی سے انہیں پاکیزہ رکھا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضور سرور کائنات ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے حق میں "وَ یُطَهِّرَکُمۡ تَطۡهِیۡرًا" کے الفاظ نازل فرمائے۔ بہر حال ان کی طہارت میں ایک یہ بھی اضافہ ہے کہ انھیں کسی مرد نے نہیں چھوا اور وہ حیض اور نفاس کی آلودگیوں سے پاک تھیں۔ قول و فعل کی ہر آلودگی سے وہ مبرّا تھیں اور بہر حال جو دوسرا اصطفاء ہے وہ ہے بغیر باپ کے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دینا اور ام النبی ہونا سب سے بڑی اصطفائیت ہے۔ عصمت

مریم سلام اللہ تعالیٰ علیہا میں ایک اور تفسیری حوالہ اصل متن کے ساتھ حاضرِ خدمت ہے۔

"أى صَلِّ عَشِيًّا وَ غَدْوًا كَمَا كُنْتَ تُصَلِّيْ وَاذْكُرْ إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ أى جِبْرِيْلُ لِمَرْيَمَ مُشَافَهَةً يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللهَ اصْطَفَاكِ بِتَفَرُّغِكِ لِعِبَادَتِهِ وَ تَخْصِيْصِكِ بِأَنْوَاعِ اللُّطْفِ وَ الْهِدَايَةِ وَالْعِصْمَةِ وَالْكِفَايَةِ فِيْ أَمْرِ الْمَعِيْشَةِ وَ سَمَاعِ كَلَامِ جِبْرِيْلَ شِفَاهًا وَ طَهَّرَكِ مِنَ الْمَعْصِيَةِ وَ مَسِيْسِ الرِّجَالِ وَمِنَ الْأَفْعَالِ الذَّمِيْمَةِ وَمِنْ مَقَالَةِ الْيَهُوْدِ وَ تُهَمَتِهِمْ وَيُقَالُ أَنْجَاكِ مِنَ الْقَتْلِ وَاصْطَفَاكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ بِوِلَادَةِ عِيْسٰى مِنْ غَيْرِ أَبٍ وَ نُطْقُهُ حَالَ انْفِصَالِهِ مَرْيَمَ حَتّٰى شَهِدَ بِبَرَاءَتِهَا عَنِ التُّهْمَةِ

رُوِيَ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَسْبُكِ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ أَرْبَعٌ مَرْيَمُ وَآسِيَةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ وَخَدِيْجَةُ "

(الکتاب: تفسیر مراح لبید لکشف معنی القرآن المجید، المولف: محمد عمر نووی ۱۳۱۴ھ الناشر: دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: اے محبوب یاد فرماؤ اس وقت کو جب حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو فرشتوں کے امام جناب جبریل علیہ الصلوۃ والسلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے آپکو شانِ مصطفائیت بخشی ہے اور پاکیزگیوں کی اعلیٰ معراج بخشی ہے اور اُمِّ عیسیٰ علیہ السلام ہونے میں کمال اصطفائیت بخشا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے آپ کو اپنی عبادت میں شانِ فراغت بخشی ہے اور اپنے انعامات اور الطافات کی نوع بنوع بارشیں نازل فرمائیں۔ نورِ ہدایت کی چادر میں لپیٹا اور شانِ عصمت عطا فرمائی اور فرشتوں کے رسول جناب جبریل علیہ السلام کو پابندِ حکم فرمایا کہ وہ آپ کے حضور حاضر ہو اور بالمشافہ آپ سے کلام کرے اور اللہ تعالیٰ کا حکم اور مشیت کا انوکھا فیصلہ سنائے اور اللہ تعالیٰ کی ذات نے آپ کو بے مثال شانِ طہارت عطا فرمائی ہر بُری بات سے آپ کو اپنی شانِ حفاظت میں رکھا حتی کہ آپ کو تمام اخلاقِ ذمیمہ سے کلیتاً دور رکھا۔ خصائل حمیدہ کو آپ کی فطرتِ بنایا۔ آپ کو ہر دشمن کی دشمنی سے محفوظ رکھا اور

دشمن کی ہر تہمت سے آپ کو بچایا نجات دی۔

اور آپ کو بے مثال شانِ مصطفائیت بخشی کہ آپ کو بغیر خاوند کے نبوی عظمت والے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ کی شان والے کلمۃ اللہ کی عظمت والے لختِ جگر سے نوازا۔ یہ قیامت تک آپ کی بے مثال عظمت کی گواہی ہے۔

اس آیت کے ضمن میں ایک حدیث بھی بیان کی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کائناتی عظمت کے لیے مکمل اور اکمل چار عورتوں کا انتخاب ہوا اُن میں ایک حضرت مریم سلام اللہ علیہا ہیں اور دوسری آسیہ بنت مزاحم ہیں اور تیسری حضرت خدیجہ سالم اللہ علیہا ہیں اور چوتھی حضرت فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا ہیں اس باب میں ایک اور تفسیری حوالہ زیبِ قرطاس ہے ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ اپنی تفسیر بحر العلوم میں فرماتے ہیں:

(سورۃ آل عمران الآیات ۴۲ تا ۴۳)

"وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یعنی جبریل يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ یعنی اختارک بالاسلام وَطَهَّرَكِ من الذنوب والفواحش و یقال من دم الحیض والنفاس وَاصْطَفٰكِ علی نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ یعنی بولادۃ عیسٰی بغیر اب

و قال بعضھم اصْطَفٰكِ ای فضلك علی نساء العالمین یعنی عالمی زمانھا يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ یعنی اطیعی و یقال اطیلی القیام فی الصلوٰۃ و قال مجاھد قامت فی الصلوٰۃ حتی تورَّمَتْ قدماھا و نحل جسمھا ثم قال تعالیٰ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ای مع المسلمین یعنی مع قراء بیت المقدس "

ترجمہ: یاد فرماؤ اے محبوب جب مریم سلام اللہ علیھا سے فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرتبہ مصطفائیت بخشا اور آپ پر بزرگیوں کی انتہاء کر دی اور شانِ اصطفائیت میں آپ کو بے مثال مقام عطا فرمایا اُم عیسیٰ ہونے کے حوالے سے۔

تو اے مریم آپ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر سجدہ ریز رہو اور اللہ تعالیٰ کے حضورِ عظمت میں جھکی رہا کرو نیاز مندوں کیساتھ۔

تفسیر کے اس حصے میں پہلے اصطفاء سے مراد اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عظمت کے لیے جنابِ مریم سلام اللہ علیہا کا انتخاب فرمایا اور طہارت سے مراد ہر ظاہری اور باطنی آلودگی سے آپ کو منزہ فرمایا حتی کہ آپ کو حیض اور نفاس کی آلودگی سے بھی پاک کر دیا اور ام عیسیٰ علیہ السلام ہونے میں آپ کو شرفِ اصطفائیت بخشا لہذا آپ اللہ کے حضورِ ناز میں سراپا نیاز رہیں ایک اور تفسیر حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

(الکتاب الفواتح الالھیة والمفاتیح الغیبة للکلام القرآنیة والحکم والفرقانیة المؤلف نعمة اللہ بن محمود المعروف شیخ علوان ۹۲۰ھ الناشر الغفوریہ، مصر)

"واذ کر یا اکمل الرسل لمن تبعك من مدائح آل عمران والصطفاء اللہ ایاھم سیما وقت اذ قالَتِ الْمَلاَئِكَةُ بأمر اللہ و وحیه لمریم رضی اللہ عنھا ملھمین لھا منادین علی سرھا ابشری یا مریمُ اِنَّ اللہَ الذی اظھرك من کتم العدم و رباك بانواع اللطف والکرم قد اصْطَفَاكِ واختارَكِ لخدمة بیتهٖ مع انه لم یعھد اختیار النساء للخدمة و طَهَّرَكِ بفضله عن مطلق الخبائث والادناس العارضة للنسوان واصطفاكِ ای قد خصصكِ و فضلكِ بھاتین الخصلتین الحمیدتین علی نسآءِ العالمینَ و انما خصھا سبحانه بما خصھا لتکون آیة ومقدمة لعموم بما یترتب علی وجودھا ویظھر منا من البدائع التی قد اودعا اللہ فی نفسھا من حملھا بلا مباشرة احد بل بمجرد کلمة ملقاة من عندہ و ارھاصات و معجزات صدرت منھا و من ابنھا بحیث لم یظھر مثلھا من الرسل والانبیاء ثم لما اخبرت الملائکة ایاھا باصطفائه سبحانه نادتھا الملائکة ثانیا بامر اللہِ

ایضا تعلیما لها التوجه والرجوع الی الله علی وجه الخضوع والتذلل والاخبات والخشوع یا مَرۡیَمُ المختارۃ القبولة عندا الله اقۡنُتِیۡ ای توجهی و تضرعی لِرَبِّكِ الذی رباك بلطفة و قبلكِ نذیرۃ من امك والصطفاك علی نسآء العالمین بانواع الفضائل شکرا لما تفضل علیك وَاسۡجُدِیۡ تذللی واخضعی ملقیة جباهك علی تراب المذلة والهوان۔"

ترجمہ: اور یاد فرماؤ اے اکمل الرسل اور اپنی امت کو بھی یاد دلاؤ آل عمران علیہ السلام کی عظمتوں کی بابت کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو کیسی عظمتیں بخشیں۔ خصوصًا اس وقت کو یاد دلاؤ جب فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے امر اور وحی کے ساتھ الہام فرمایا تھا یا محبت کی ندائیں دی جا رہی تھیں یہ سب کچھ صیغہ راز میں تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مریم سلام اللہ علیہا تمہیں بشارت ہو ہم تیرے مرتبہ عظمت کو عدم سے نکال کر کائناتِ شہادت میں کائنات کے باسیوں کو کھل کر بتانا چاہتے ہیں اور جس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی پرورش فرمائی اس ضمن میں لطف و کرم کی نوع بنوع الطافات کی بارشیں فرمائیں اور اپنے گھر کی خدمت میں آپ کو قبول فرمایا اور اس اعتبار سے آپ کو شانِ اصطفائیت بخشی اور اس وقت تک کوئی عورت آپ کے مرتبہ عظمت کو نہ پہنچی تھی "وَ طَهَّرَكِ" اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل سے ہر قسم کی آلودگی اور پلیدیوں سے کامل طہارت بخشی حتی کہ عوارضات نسائی (حیض و نفاس) کو بھی آپ سے دور رکھا اور آپ کو خاص فرمالیا اپنے فضل کے لیے۔ آپ کی طبع عظمت کو اوصاف حمیدہ کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا اور آپ کی عظمت آپ ہی کی خاصیت ہے تاکہ آپ سلام اللہ علیہا، اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کی نشان عظمت بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آپ کے وجودِ اقدس سے انوکھے کمالات کا اظہار فرمائے جو آپ کی ذات میں اللہ تعالیٰ کی ذات نے ودیعت فرمار کھے ہیں۔

کیا یہ کمالِ قدرت نہیں! کہ آپ سلام اللہ علیھا کی جھولی کو گوہرِ مراد سے معمور کر دیا اور آپ سلام اللہ علیھا کو بے مثال شان والا بیٹا عطا فرمایا۔ اس عنایتِ عظمت پر اللہ کے حضور

خشوع خضوع کے ساتھ (جھک) جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات و کرامات کا شکریہ ادا کریں۔ اور اپنی حیاتِ عظمت کے لمحات کو سجدہ ریزیوں اور انکساریوں میں گزاریں۔

ایک اور تفسیری حوالہ حاضرِ خدمت ہے۔

(الکتاب المحرّر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز المولف ابو محمد عبدالحق بن غالب بن عبدالرحمٰن بن تمام بن عطیہ الاندلسی المحاربی المتوفی ۵۴۲ھ الناشر دار الکتب العلمیہ بیروت)

"مقصد ذكرها فهو الاظهر في حفظ رونق الكلا، و قرا عبدالله بن عمرو ابن مسعود وَاِذْ قَالَ الْمَلَائِكَة واختلف المفسرون هل المراد هنا بالملائكة جبريل وحده او جمع من الملائكة و قد تقدم القول على معنى مثلها فى قوله تعالىٰ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ [آل عمران:۳۹] وَاصْطَفَاكِ ماخوذ من صفا يصفو وزنه افتعل و بدلت التاء طاء التناسب الصاد، فالمعنى تخيرك لطاعته و قوله تعالىٰ وَ طَهَّرَكِ معناه من كل ما يصم النساء فى خلق او خلق او دين قاله مجاهد و غيره و قال الزجاج قد جآء فى التفسير ان معناه طهرك من الحيض و النفاس

قال الفقيه ابو محمد و هذا يحتاج الى سند قوى و ما احفظه

وقوله تعالىٰ وَاصْطَفَاكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ اِن جعلنا العالمين عاما فيمن تقدم و تاخر جلعلنا الاصطفاء مخصوصا فى امر عيسىٰ عليه السلام و انها **اصطفيت لتلد من غير فحل** و ان جعلنا **الاصطفاء عاما جعلنا** قوله تعالىٰ اَلْعَالَمِيْنَ مخصوصا فى عالم ذلك الزمان، قاله ابن جريج وغيره و قد روى عن رسول الله ﷺ انه قال خير نساء الجنة مريم بنت عمران و خير نساء الجنة خديجة بنت خويلد و روى عنه انه قال خير نسائها مريم بنت عمران، وخير نسائها خديجة بنت خويلد، فذهب الطبرى وغيره الى ان الضمير فى قوله نسائها يراد به الجنة و ذهب قوم الى انه يراد به الدنيا، اى كل امراة فى زمانها و

قال النبی علیه الصسلام، خیر نساء رکبن الابل، صالح نساء قریش، احناه علی ولد فی صغره، و ارعاه الی زوج فی ذات یده، وقال ابوهریرة راوی الحدیث ولم ترکب مریم بنت عمران بعیرا قط، وهذه الزیادة فیها غیب، فلا یتاول ان ابا هریرة رضی الله عنه، قالها الا عن سماع منالنبی ﷺ "

ترجمہ: "وَاصْطَفَاكِ" یہ "صَفَا یَصْفُوْ" سے ماخوذ ہے اور اس کا وزن "اِفْتَعَلَ" ہے اس میں مناسبتِ ص کی وجہ سے ت کو ظ میں بدل دیا گیا ہے اب اس کا معنی ہے "تَخَيُّرِكِ لِطَاعِتِهٖ" یعنی اے مریم سلام اللہ علیہا ہم نے آپ کو اپنی اطاعت کے لیے پسند فرما لیا ہے اور "وَطَهَّرَكِ" کا معنی ہے کہ ہم نے آپ کو خِلقی اور خُلقی طہارتوں سے مالا مال فرمایا اور عظمتِ دین بخشی اور امام زجاج نے فرمایا کہ یہاں حیض و نفاس کی طہارت مراد ہے۔

فقیہ ابو محمد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد

"وَاصْطَفَاكِ عَلٰی نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ" میں جملہ عالمین کی اصطفائیت مراد ہے اس اعتبار سے کہ جنابِ مریم سلام اللہ علیہا نے بغیر شوہر کے بچہ جنا۔

تاہم عالمین کی فضیلت میں چار عورتوں کا انتخاب ہوا۔ حدیث اسے یوں بیان کرتی ہے: کہ جنت کی عظیم عورتوں میں سے مریم بنت عمران، آسیہ بنتِ مزاحم، خدیجہ بنتِ خویلد اور فاطمہ بنتِ محمد ﷺ ہیں۔

اس عنوان کی بہت سی احادیث روایات نظر آتی میں ہیں اور سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔

ایک اور تفسیری حوالہ حاضرِ خدمت ہے

" وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ "

"ینوه تعالیٰ بفضیلة مریم و علو قدرها و ان الملائکة خاطبتها بذلك فقالت يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ ای اختارك وَطَهَّرَكِ من الافات المنقصة وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ

الاصطفاء الاول یرجع الی الصفات الحمیدۃ والافعال السدیدۃ والاصطفاء الثانی یرجع الی تفضیلھا علی سائر نساء العالمین، اما علی عالمی زمانھا، و ان شاکھا افراد من النساء فی زلک کخدیجۃ و عائشۃ و فاطمۃ ، لم یناف الاصطفاء المذکور فلما اخبرتھا الملائکۃ باصطفاء اللہ ایاھا و تطھیرھا، کان فی ھذا من النعمۃ العظیمۃ والمنحۃ الجسیمۃ ما یوجب لھا القیام بشکرھا فلھذا قالت لھا لملائکۃ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ القنوت دوام الطاعۃ فی خضوع و خشوع ،وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ﴿۴۳﴾"

ترجمہ: ذکر کردہ آیات بینات آیت نمبر ۴۲۔۴۶ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کی ذات نے جنابِ مریم علیہا السلام کی شان کی بلندی کو بیان فرمایا اور ان کے مرتبہ عظمت کو بیان فرمایا اور انھیں ملائکہ کے ذریعے پیغام بھجوایا کہ ہم نے آپ سلام اللہ علیہا کو عظمتوں کے لیے پسند فرمالیا ہے۔

"وَ طَهَّرَكِ" ہم نے آپ کے وجودِ اقدس سے ہر اُس آفت کو دور کر دیا ہے جو آپ سلام اللہ علیہا کے عفت مآب تقدس کے خلاف ہے۔

ہم نے اصطفائے اوّل کی صورت میں آپ کی صفاتِ حمیدہ کو اور اخلاقِ حسنہ کو بیان فرما دیا ہے اور دوسرے اصطفاء میں آپ سلام اللہ علیہا کو تمام جہانوں کی فضیلت اس لیے بخشی کہ آپ سلام اللہ علیہا اُم النبی ہونے میں بے مثال ہیں۔

نوٹ: اس میں دوسری کوئی عورت شریک نہیں جو بغیر خاوند کے بچہ جنے۔ مگر حدیث میں فضیلتِ نساء عالمین کے ضمن میں حضرتِ مریم سلام اللہ علیہا کے ساتھ ساتھ آسیہ بنتِ مزاحم بھی شامل ہیں اور ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد ارو حضرتِ فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی شامل ہیں۔

پس جب ملائکہ نے اُن کو انکی طہارتوں اور عصمتوں اور اصطفائیتوں کا اور ان عظیم نعمتوں کا مژدۂ جاں فزاں سنایا تو اُن سے کہا اے مریم سلام اللہ علیہا اللہ کے حضورِ عظمت میں شکریے کے لیے جھک جاؤ۔

تبصرہ:

قارئینِ محترم! مذکورہ بالا تمام تفاسیر میں پہلی اصطفائیت اور طہارت سے مقتدر مفسرین کرام نے صراحتاً عظمتِ عصمت مراد لی ہے اور یہ ساری عظمت اُم النبی ہونے کے حوالے سے ہے۔ اگر جناب عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کریمہ نبی کی ماں ہونے کے حوالے سے مقامِ عصمت پر فائز ہیں اور قرآن کی رو سے عصمت اُن کے لیے ثابت ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی والدہ عظمت محسنۂ عالمین مخدومہ کائنات حضرت بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کے لیے عظمتِ عصمت کیوں ثابت نہیں۔ ثابت ہے یقیناً ثابت ہے۔
حضرت مریم سلام اللہ علیہا اپنی ساری عظمتوں کے باوجود مخدومہ کائنات، محسنۂ عالمین حضرت بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کی خادمہ ہیں عالمِ شہادت اور عالمِ جنت میں بھی۔
علمائے حقہ کے وضع کردہ اصول قاعدہ یعنی جو عظمت مفضول میں ثابت ہو وہ افضل میں بدرجہ اولیٰ ثابت ہے کے مطابق جس طرح عصمتِ ملائکہ عصمتِ انبیاء میں مؤثر ہے اسی طرح عصمتِ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا بطورِ دلیل عصمتِ محسنہ کائنات میں مؤثر ہے۔ اس عصمت میں پوری کائنات میں علمی مانع نہیں اگر کائنات میں کوئی علمی مانع موجود ہے تو دلیل کے ساتھ لے آؤ ہم عمر بھر انتظار کریں گے۔
اگر علمی مانع نہ ملے تو اپنی روح کی کائنات کو اور اپنے قلبی یقین و اطمینان کو عصمتِ والدین مصطفیٰ ﷺ کے نوری عقیدہ سے مزین کرلیں۔ فقیر کے دلائل میں بار بار غور کریں۔
اور دلیل کی بنیاد پر علمی معارضہ قائم کریں فقیر رجوع کے لیے حاضر ہے لیکن معارضہ تحقیقی ہو اور مدلل ہو بے تکا معارضہ غیر معیاری دلیل ہرگز قابل قبول نہیں ہوگی اور اسے عصبیت سمجھ کر ٹھکرا دیا جائے گا۔

عصمت کا ایک اور قرآنی حوالہ

قارئینِ محترم!

عصمت کے اس قرآنی حوالہ کو سمجھنے کے لیے عصمت کے لُغوی معنی میں پھر سے غور فرمائیں

"وَالْعِصْمَۃُ اَلْمَنْعَۃُ۔۔۔ الخ" عصمت کا لغوی معنی منع ہے روکنا ہے رکنا بھی ہے۔

عصمت کا اصطلاحی معنی "ھِیَ مَلَکَۃٌ اِجْتِنَابُ الْمُعَاصِیْ مَعَ التَّمَکُّنِ فِیْھَا" قدرت گناہ کے باوجود گناہ سے اجتناب کرنا عصمت ہے۔

اب آیئے عصمت کے قرآنی حوالے کی طرف۔ امام المفسرین شہاب الدین السید محمود بن عبد اللہ الحسینی الالوسی المتوفی ۱۲۷۰ھ، اپنی کتاب تفسیر روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، الناشر دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان میں یوں رقم طراز ہیں:

"وَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَالَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا نَصَبٌ نَصَبُ نَظَائِرِہٖ السَّابِقَۃُ وَ قِیْلَ رَفَعَ عَلَی الْاِبْتِدَآءِ وَ الْخَبْرُ مَحْذُوْفٌ اَیْ مِمَّا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ اَوْ ھُوَقَوْلُہٗ تَعَالٰی فَنَفَخْنَا فِیْھَا مِنْ رُوْحِنَا وَ الْفَاءُ زَائِدَۃٌ عِنْدَ مَنْ یُجِیْزُہٗ وَالْمُرَادُ بِالْمَوْصُوْلِ مَرْیَمَ عَلَیْھَا السَّلَامُ وَالْاِحْصَانُ بِمَعْنَاہُ اللُّغْوِیْ وَ ھُوَ الْمَنْعُ مُطْلَقًا وَالْفَرْجَ فِی الْاَصْلِ الشَّقِّ بَیْنَ الشَّیْئَیْنِ کَالْفَرْجَۃِ وَ مَا بَیْنَ الرِّجْلَیْنِ وَ یُکَنّٰی بِہٖ عَنِ السَّوَاۃِ وَ کَثُرَحَتّٰی صَارَ کَالصَّرِیْحِ فِیْ ذٰلِکَ وَھُوَ الْمُرَادُ بِہٖ ھُنَا عِنْدَ جَمَاعَۃٌ اَیْ مَنَعَتْ فَرْجَھَا مِنَ النِّکَاحِ بِقِسْمَیْہِ کَمَا قَالَتْ وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَلَمْ اَکُ بَغِیًّا "مریم:۲۰"وَ کَانَ التَّبَتُّلُ اِذْ ذَاکَ مَشْرُوْعًا لِلنِّسَآءِ وَالرِّجَالِ وَ قِیْلَ الْفَرْجُ ھُنَا جَیْبُ قَمِیْصِھَا مَنَعَتْہُ مِنْ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا قَرُبَ مِنْھَا لِیَنْفُخَ حَیْثُ لَمْ تَعْرِفْہُ

وَ عَبَّرَ عَنْھَا بِمَا ذَکَرَ لِتَفْخِیْمِ شَانِھَا وَتَنْزِیْھِھَا عَمَّا زَعَمُوْہُ فِیْ حَقِّھَا وَالْمُرَادُ مِنَ الرُّوْحِ مَعْنَاہُ الْمَعْرُوْفُ وَالْاِضَافَۃُ اِلٰی ضَمِیْرِہٖ تَعَالٰی لِلتَّشْرِیْفِ، وَ نَفْخُ الرُّوْحِ عِبَارَۃٌ عَنِ الْاَحْیَاءِ وَ لَیْسَ ھُنَاکَ نَفْخٌ حَقِیْقَۃً ثُمَّ ھٰذَا الْاِحْیَاءُ لِعِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھُوَ لِکَوْنِہٖ فِیْ بَطْنِھَا صَحَّ اَنْ یُّقَالَ نَفَخْنَا فِیْھَا فَاِنَّ مَا یَکُوْنُ فِیْمَا فِی الشَّیْءِ یَکُوْنُ فِیْہِ فَلَا یَلْزَمُ اَنْ یَّکُوْنَ الْمَعْنٰی اَحْیَیْنَاھَا وَ لَیْسَ بِمُرَادٍ، وَ ھٰذَا کَمَا یَقُوْلُ الزَّمَّارُ نُفِخَتْ فِیْ بَیْتِ فُلَانٍ وَ ھُوَ قَدْ نَفَخَ فِی الْمِزْمَارِ فِیْ بَیْتِہٖ وَ

قَالَ اَبُوحَیَّانِ اَلْکَلَامُ عَلٰی تَقْدِیرِ مُضَافٍ اَیْ فَنَفَخْنَا فِیْ اِبْنِهَا۔ وَیَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ الْمُرَادُ مِنَ الرُّوْحِ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَمَا قِیْلَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا۔"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے

"وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۱﴾"

(سورۃ انبیاء:۹۱)

ترجمہ: حضرت مریم علیہا السلام وہ عظیم ذات ہیں جنھوں نے اپنی شرم کی حفاظت فرمائی۔ پس ہم نے ان میں اپنی روح کو پھونکا اور ہم نے اُنھیں اور ان کے بیٹے کو عالمین کے لیے عظمتوں اور اپنی قدرتوں کی نشانی بنایا۔

اس آیت کے تحت علامہ آلوسی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں یوں بیان فرمایا:

"والاحصان بمعناه اللغوی وهو المنع مطلقا" یعنی احصان کا لغوی معنی روکنا ہے مطلقاً۔

قارئینِ محترم! عصمت کا معنی بھی روکنا ہے تو لہٰذا اس آیت سے بھی عصمت ہی کو بیان فرمایا گیا ہے۔ "وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا" کا معنی "مَنَعَتْ فَرْجَهَا" یعنی حضرت مریم علیہا السلام نے اپنی عصمت کی حفاظت فرمائی۔ قرآن مجید نے اس کی یوں شہادت دی "وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا" (نہ تو میری شادی ہوئی اور نہ ہی میں نے زندگی میں کبھی سرکشی کی یعنی میرا حال بھی پاکیزہ ہے اور میرا ماضی بھی مکمل پاکیزہ ہے۔ یہ اُس وقت فرمایا جب جبریل علیہ السلام نے اُن کو بیٹے کی خوش خبری دی۔ یہاں فرج سے مراد جنابِ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کا گریبان مبارک ہے جس میں جناب جبریل علیہ السلام پھونک مارنے کے لیے آگے بڑھے تو جناب مریم سلام اللہ علیہا نے اپنے جلالِ عظمت میں فرمایا خبردار رُک جاؤ میں خدا کی پناہ میں ہوں (واہ سبحان اللہ) کیا ہی مقامِ عصمت ہے۔

قارئینِ محترم! میں نے درج بالا تفسیری اقتباس کا صرف متعلقہ عنوان کی بابت مفہوم ہی بیان کیا ہے اور احصان کا معنی عصمت کی صورت میں بیان کیا ہے یہ صرف میرا ذاتی نقطۂ نظر نہیں بلکہ اہلِ سلام اور اہلِ سنت کے مقتدر علماء کرام کا بیان کردہ مسلمہ عقیدہ ہے۔

آیئے آگے چلتے ہیں دنیائے تفسیر میں ایک معروف نام احمد بن مصطفی المتوفی ۱۳۱۷ھ اپنی تفسیر مراغی میں فرماتے ہیں۔ احصان کا مطلق معنی "اَلْمَنْعُ مُطْلَقًا" یعنی مطلقاً روکنا ہے۔ اس اعتبار سے عصمت کی بھی یہی تعریف کی گئی ہے گویا ان کے نزدیک بھی اس آیت کریمہ سے عصمتِ مریم سلام اللہ علیہا ہی برآمد ہو رہی ہے۔ اس علمی تصدیق کے بعد اہلِ علم کو طمانیتِ قلب حاصل ہو جانا چاہیے۔

تفسیر المراغی کا اقتباس حاضرِ خدمت ہے:

"**الاحصان المنع مطلقا** والفرج فی الاصل الشق بین الشیئین کالفرضة ثم اطلق علی السوءة و کثر حتی صار کالصریح فی ذالك والروح وہ المعنی المعروف و نفخ الروح ہو الاحیاء آیة ای برهانا و دلیلا علی قدرة الله۔

الایضاح

وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا ای و **مریم التی منعت نفسها** من قربان الرجال سواء اکان من حلال ام من حرام کما قالت "وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا" و جاء فی سورة التحریم وَ مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا، فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا ای فنفخنا الروح فی عیسیٰ فی بطنها و جعلناه یجری فی جوفها۔ "

"وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" "ای و جلعنا امرهما آیة للناس یستدلون به علی قدرة الله وحکمته ویتدبرون فیما خصا به من الآیات اما آیات مریم فمنها"

۱ "ظهور الحمل من غیر ذکر"

۲ "ان الملائکة کانت تاتیها برزقها کما حکی القرآن قول زکریا لها و ردها علیه"

مفہوم: احصان کا مطلقاً معنی رُک جانا ہے اور مریم علیہا السلام کی ذات نے خود کو اپنی عصمت میں کمال بخشا اور ہر آلودگی سے خود کو روکے رکھا اور عصمت کو معراج بخشی تو اللہ تعالیٰ نے نبوی عظمت والا پاکیزہ بیٹا عطا فرمایا۔ خط کشیدہ الفاظ میں بار بار غور فرمائیں۔

امام المفسرین امام فخر الدین رازی نے بھی اپنی تفسیر مفاتح الغیب المعروف تفسیر کبیر میں

اسی معنی کو اختیار فرمایا ہے تفسیر کبیر کا اقتباس حاضر خدمت ہے:

"الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا، فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ"

"اَلْقِصَّةُ الْعَاشِرَةُ قِصَّةُ مَرْیَمَ عَلَیْهَا السَّلَامُ اِعْلَمْ اَنَّ التَّقْدِیْرَ وَاذْكُرِ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا، ثُمَّ فِیْهِ قَوْلَانِ اَحَدُهُمَا اَنَّهَا اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا اِحْصَانًا كُلِّیًّا مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ جَمِیْعًا كَمَا قَالَتْ وَ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَ لَمْ اَكُ بَغِیًّا، وَالثَّانِیْ مِنْ نَفْخَةِ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ **حَیْثُ مَنَعَتْهُ مِنْ جَیْبِ دِرْعِهَا** قَبْلَ اَنْ تَعْرِفَهٗ وَالْاَوَّلُ اَوْلٰی لِاَنَّهُ الظَّاهِرُ مِنَ اللَّفْظِ"

مفہوم: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے قصے کو بیان فرمایا ہے ایک قول کے مطابق تو آپ سلام اللہ علیہا نے خود کو حلال سے بھی روک کے رکھا اور حرام سے کلیتاً اجتناب فرمایا اور اسے قرآن کریم نے یوں بیان کیا "وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَلَمْ اَكُ بَغِیًّا" دوسرا قول یہ ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام آپ سلام اللہ علیہا کے گریبان مبارک میں پھونک مارنے کے لیے آگے بڑھے تو آپ سلام اللہ علیہا نے جلالِ عظمت سے فرمایا خبردار! یہ حرمِ نبوی ہے اور عصمت کدہ ہے رُک جاؤ آگے نہیں بڑھ سکتے ہم عصمت مآب ہیں:

قارئینِ محترم! امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ علیہ نے بھی احصان کو عصمت کے معنی میں بیان کیا ہے۔ آیئے آگے چلتے ہیں امام المفسرین ابو حسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب بصری البغدادی الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ اپنی تفسیر "اَلنُّكَتُ وَالْعُیُوْنُ" میں یوں رقم طراز ہیں اُن کا تفسیرِ اقتباس حاضرِ خدمت ہے۔

"الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا، فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ"

"الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا، فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" "قوله عزوجل الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا، فیه وجهان احدها **عفت فامتنعت عن الفاحشة**۔ والثانی ان المراد بالفرج فرج درعها منعت منه جبریل قبل ان تعلم انه رسول۔ "" فَنَفَخْنَا

فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا ای اجرینا فیها روح المسیح کما یجری الهواء بالنفخ فاضاف الروح الیه تشریفاً له و قیل بل امر جبریل فحل جیب درعها باصابعه ثم نفخ فیه فحملت من وقتها"" وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ لانها حملت من غیر مسیس وولد عیسیٰ من غیر ذکرٍ مع کلامه فی المهد ثم شهادتة ببراءتها من الفاحشة فکانت هذه هی الایة قال الضحاك ولدته فی یوم عاشوراء "

مفہوم: اس تفسیر میں بھی احصان کے وہی دو پہلو بتائے گئے ہیں:

پہلا پہلو یہ کہ آپ سلام اللہ علیہا نے اپنی شرم مبارک کی حفاظت فرمائی۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ آپ سلام اللہ علیہا نے اپنے گریبان مبارک تک کی حفاظت فرمائی۔

گویا مذکورہ مفسر نے بھی اپنے عقیدے کی وضاحت فرمادی وہ بھی احصان کا معنی عصمت ہی لیتے ہیں۔

دنیائے تفسیر کے درخشندہ ستارے جابر بن موسیٰ بن عبد القادر الجزائری اپنی تفسیر ایسر التفاسیر الکلام العلی الکبیر میں یوں بیان فرماتے ہیں: "و قوله تعالیٰ الَّتِىۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا، فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا ای واذکر یا نبینا تلك المؤمنة التی **احصنت فرجها ای منعته مما حرم** الله تعالیٰ علیها و هی مریم بنت عمران اذکرها فی عداد من انعمنا علیهم واکرمناهم و فضلناهم علی کثیر من عبادنا الصالحین حیث نفخنا فیها من روحنا اذ امرنا جبریل روح القدس ینفخ فی کم درعا فسرت النفخة الی فرجها فحبلت وولدت فی ساعة من نهار و قوله تعالیٰ وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ ای عیسیٰ کلمة الله و روحه اٰيَةً ای علامة کبری علی وجودنا و قدرتنا و علمنا و حکمتنا و انعامنا وواجب عبادتنا و توحیدنا فیها حیث لا یعبد غیرنا لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ای للناس اجمعین۔"

مفہوم: خط کشیدہ الفاظ میں آپ غور فرمائیں وہاں بھی احصان کا معنی عصمت بیان کیا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی ذات نے اپنا فضل و احسان قرار دیا ہے اور جنابِ مریم سلام اللہ علیہا کی تکریم قرار دیا ہے اور اپنی قدرتوں کی جلوہ نمائی قرار دیا ہے یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ

ہی کی عظمت ہے کہ بغیر ظاہری اسباب کے اس طرح کرنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے
ایک اور مشہور زمانہ تفسیر فتح البیان فی مقاصدِ القرآن کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔ یہ مفسر
موصوف تو ایک قدم مزید آگے چلے گئے ہیں
وہ فرماتے ہیں کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا عصمت مآب تو ہیں ہی مگر ہمارے ہاں تو ان کا
لباس مبارک بھی طیب اور طاہر ہے۔ "اَیْ اَنَّهَا طَاهِرَةُ الْاَثْوَابِ" کا جملہ ان کے کپڑوں کی
طہارت کی گواہی ہے تفسیری اقتباس حاضر ہے:

"اَلَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا، فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُوْحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا اٰیَةً لِّلْعَالَمِیْنَ (و) اذكر
خبر اَلَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا و هی مریم فانها احصنت فرجها من الحلال و الحرام و لم یسها
بشر و انما ذکرها مع الانبیاء و ان لم تکن منهم لاجل ذکر عیسی و ما فی ذکر قصتها
من الایة الباهرة و معنی احصنت عفت فامتنعت من الفاحشة وغیرها
و قیل المراد بالفرج جیب القمیص ای انها طاهرة الثواب و قد مضی بیان مثل هذا فی
سورة النساء و مریم۔
" فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُوْحِنَا ، اضاف سبحانه الروح الیه و هو للملك تشریفا و تعظیماً و هو
یرید روح عیسی و قیل المراد بالروح جبریل ای امرناه فنفخ فی جیب درعها فحملت
بعیسی۔
" وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا اٰیَةً لِّلْعَالَمِیْنَ ، قال الزجاج الایة فیهما واحدة لانها ولدته من غیر
فحل وقیل ان لتقدیر عل مزهب سیبویه و جدلنا ها آیة و جعلنا ابنها آیة کقوله تعالیٰ
وَاللهُ و رَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ یرضوه، والمعنی ان اللہ سبحانه جعل قصتهما آیة تامة مع تکاثر
آیات کل واحد منهما و قیل اراد"

مذکورہ بالا تفسیری اقتباس میں بھی احصان کا معنی عصمت ہی مراد لیا گیا ہے اب آیئے ہم
ایک عظیم مفسر ابو عبد اللہ بن محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی شمس الدین

القرطبی المتوفی ۶۷۱ھ کی معروفِ زمانہ تفسیر الجامع الاحکام القرآن میں مذکورہ آیت کے تحت فرماتے ہیں:

نوٹ: قارئینِ محترم! ہم ان تفسیری حوالہ جات میں موضوع سے متعلق عربی عبارت کے حصے کا مفہوم واضح کر رہے ہیں سرسری طور پر تفصیلات آخر میں بیان کی جائیں گی۔ کیونکہ دیے گئے اقتباسات میں صرف ایک عصمت ہی کی عظمت بیان نہیں ہوئی بلکہ بہت سارے دیگر خصائص اور کمالات کا بھی بالترتیب بیان ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ دیے گئے ترجمے میں مفاہیم پر غور فرمائیں اور اگر عربی دانی کی صلاحیت ہے تو پورے پورے اقتباسات میں بار بار غور کریں۔ خط کشیدہ مقامات پر بار بار غور کریں تاکہ مفہوم ذہن میں اُتر جائے اور عصمت والدین مصطفیٰ ﷺ کے عظیم عقیدے کے نور سے قلب وروح منور ہو جائیں۔ اب آیئے علامہ قرطبی کی عبارت پر غور فرمایئے۔

[سورة الأنبياء(21): آية 91]

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ (91)

قَوْلُهُ تَعَالَى: (وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا) أَيْ وَاذْكُرْ مَرْيَمَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا. وَإِنَّمَا ذَكَرَهَا وَلَيْسَتْ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ لِيَتِمَّ ذِكْرُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلِهَذَا قَالَ: وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ وَلَمْ يَقُلْ آيَتَيْنِ لِأَنَّ معنى الكلام: وجعلنا شأنهما وأمرهما وقصتهما آيَةً لِلْعَالَمِينَ. وَقَالَ الزَّجَّاجُ: إِنَّ الْآيَةَ فِيهِمَا وَاحِدَةٌ، لِأَنَّهَا وَلَدَتْهُ مِنْ غَيْرِ فَحْلٍ وَعَلَى مَذْهَبِ سِيبَوَيْهِ التَّقْدِيرُ: وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ وَجَعَلْنَا ابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ثُمَّ حَذَفَ. وَعَلَى مَذْهَبِ الْفَرَّاءِ: وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ وَابْنَهَا، مِثْلَ قَوْلِهِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ: وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ. وَقِيلَ: إِنَّ مِنْ آيَاتِهَا أَنَّهَا أَوَّلُ امْرَأَةٍ قُبِلَتْ فِي النَّذْرِ فِي الْمُتَعَبَّدِ. وَمِنْهَا أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ غَذَّاهَا بِرِزْقٍ مِنْ عِنْدِهِ لَمْ يُجْرِهِ عَلَى يَدِ عَبْدٍ مِنْ عَبِيدِهِ. وَقِيلَ: إِنَّهَا لَمْ تُلْقَمْ ثَدْيًا قَطُّ. وَ أَحْصَنَتْ يَعْنِي عَفَّتْ

فَامْتَنَعَتْ مِنَ الْفَاحِشَةِ. وَقِيلَ: إِنَّ الْمُرَادَ بِالْفَرْجِ فَرْجُ الْقَمِيصِ، أَىْ لَمْ تَعْلَقْ بِثَوْبِهَا رِيبَةٌ، أَىْ إِنَّهَا طَاهِرَةُ الْأَثْوَابِ. وَفُرُوجُ الْقَمِيصِ أَرْبَعَةٌ: الْكُمَّانِ وَالْأَعْلَى وَالْأَسْفَلُ. قَالَ السُّهَيْلِيُّ: فَلَا يَذْهَبَنَّ وَهْمُكَ إِلَى غَيْرِ هَذَا، فَإِنَّهُ مِنْ لَطِيفِ الْكِنَايَةِ لِأَنَّ الْقُرْآنَ أَنْزَهُ مَعْنًى، وَأَوْزَنُ لَفْظًا، وَأَلْطَفُ إِشَارَةً، وَأَحْسَنُ عِبَارَةً مِنْ أَنْ يُرِيدَ مَا يَذْهَبُ إِلَيْهِ وَهَمُ الْجَاهِلِ، لَا سِيَّمَا وَالنَّفْخُ مِنْ رُوحِ الْقُدُسِ بِأَمْرِ الْقُدُّوسِ، فَأَضِفِ الْقُدُسَ إِلَى الْقُدُّوسِ، وَنَزِّهِ الْمُقَدَّسَةَ الْمُطَهَّرَةَ عَنِ الظَّنِّ الْكَاذِبِ وَالْحَدْسِ. فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا يَعْنِي أَمَرْنَا جِبْرِيلَ حَتَّى نَفَخَ فِي دِرْعِهَا، فَأَحْدَثْنَا بِذَلِكَ النَّفْخِ الْمَسِيحَ فِي بَطْنِهَا. وَقَدْ مَضَى هَذَا فِي النِّسَاءِ وَ مَرْيَمَ- فَلَا مَعْنَى لِلْإِعَادَةِ. آيَةً أَىْ عَلَامَةً وَأُعْجُوبَةً لِلْخَلْقِ، وَعَلَمًا لِنُبُوَّةِ عِيسَى، وَدَلَالَةً على نفوذ قدرتنا فيما نشاء."

علامہ قرطبی علیہ الرحمہ صرف احصان کا معنی عصمت پر ہی موقوف نہیں کیا بلکہ وہ ایک قدم مزید آگے گئے اور "اِنَّهَا طَاهِرَةُ الْأَثْوَابِ" کے جملے میں یہاں تک کہہ گئے کہ سیدہ مریم علیہا السلام کا وجودِ اقدس مبارک تو عصمت مآب ہے ہی مگر اُن کا تو لباس مبارک ہی پاکیزگیوں کا معیار ہے (اللہ اکبر)

قارئینِ محترم! مذکورہ تفسیری اقتباس کے خط کشیدہ جملوں پر بار بار غور فرمائیں اور روحانی اعتبار سے لطف اندوز ہوں۔ اب آیئے مزید آگے چلتے ہیں۔ ایک عظیم مفسر محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھ جو قاضی شوکانی کے نام سے مشہور ہیں وہ اپنی تفسیر فتح القدیر میں یوں تحریر فرماتے ہیں وہ بھی علامہ قرطبی کی اقتداء میں اپنا ذوقِ عقیدت بیان کرتے ہیں احصان کا معنی انھوں نے بھی عصمت بیان کیا ہے اور ساتھ ساتھ انھوں نے بھی سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کے لباس کی طہارت کا قول کیا ہے اور وہ لکھتے ہیں:

"وَ مَعْنٰی اَحْصَنَتْ طَاهِرَةُ الاثواب" اس عبارت میں بھی جسمانی عصمت کے ساتھ ساتھ کپڑوں کی طہارت کو بھی واضح بیان کر دیا گیا ہے فتح القدیر کا مکمل اقتباس حاضر ہے پورا

ترجمہ آخر میں کیا جائے گا۔

" وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَها أَيْ: وَاذْكُرْ خَبَرَهَا، وَهِيَ مَرْيَمُ، فَإِنَّهَا أَحْصَنَتْ فَرْجَها مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، وَلَمْ يَمْسَسْهَا بَشَرٌ، وَإِنَّمَا ذَكَرَهَا مَعَ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مِنْهُمْ، لِأَجْلِ ذِكْرِ عِيسَى، وَمَا فِي ذِكْرِ قِصَّتِهَا مِنَ الْآيَةِ الْبَاهِرَةِ فَنَفَخْنا فِيها مِنْ رُوحِنا أَضَافَ سُبْحَانَهُ الرُّوحَ إِلَيْهِ، وَهُوَ لِلْمَلَكِ تَشْرِيفًا وَتَعْظِيمًا، وَهُوَ يُرِيدُ رُوحَ عِيسَى وَجَعَلْناها وَابْنَها آيَةً لِلْعالَمِينَ قال الزجّاج: الآية فيهما واحِدَةٌ لِأَنَّهَا وَلَدَتْهُ مِنْ غَيْرِ فَحْلٍ وَقِيلَ: إِنَّ التَّقْدِيرَ عَلَى مَذْهَبِ سِيبَوَيْهِ: وَجَعَلْنَاهَا آيَةً وَجَعَلْنَا ابْنَهَا آيَةً، كَقَوْلِهِ سُبْحَانَهُ: وَاللهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ، وَالْمَعْنَى: أَنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ قِصَّتَهُمَا آيَةً تَامَّةً مَعَ تَكَاثُرِ آيَاتِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا. وَقِيلَ: أَرَادَ بِالْآيَةِ الْجِنْسَ الشَّامِلَ، لِمَا لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنَ الْآيَاتِ، وَمَعْنَى أَحْصَنَتْ: عَفَّتْ فَامْتَنَعَتْ مِنَ الْفَاحِشَةِ وَغَيْرِهَا وَقِيلَ: الْمُرَادُ بِالْفَرْجِ جَيْبُ الْقَمِيصِ أَيْ: أَنَّهَا طَاهِرَةُ الْأَثْوَابِ، وَقَدْ مَضَى بَيَانُ مِثْلِ هَذَا فِي سُورَةِ النِّسَاءِ وَمَرْيَمَ. ثُمَّ لَمَّا ذَكَرَ سُبْحَانَهُ الْأَنْبِيَاءَ بَيَّنَ أَنَّهُمْ كُلَّهُمْ مُجْتَمِعُونَ عَلَى التَّوْحِيدِ فَقَالَ: إِنَّ هذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً واحِدَةً وَالْأُمَّةُ: الدِّينُ كَمَا قال ابن قتيبة، ومنه: إِنَّا وَجَدْنا آباءَنا عَلى أُمَّةٍ وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَها أَيْ: وَاذْكُرْ خَبَرَهَا، وَهِيَ مَرْيَمُ، فَإِنَّهَا أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، وَلَمْ يَمْسَسْهَا بَشَرٌ، وَإِنَّمَا ذَكَرَهَا مَعَ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مِنْهُمْ، لِأَجْلِ ذِكْرِ عِيسَى، وَمَا فِي ذِكْرِ قِصَّتِهَا مِنَ الْآيَةِ الْبَاهِرَةِ فَنَفَخْنا فِيها مِنْ رُوحِنا أَضَافَ سُبْحَانَهُ الرُّوحَ إِلَيْهِ، وَهُوَ لِلْمَلَكِ تَشْرِيفًا وَتَعْظِيمًا، وَهُوَ يُرِيدُ رُوحَ عِيسَى وَجَعَلْناها وَابْنَها آيَةً لِلْعالَمِينَ "

مفہوم: مذکورہ بالا اقتباس میں احصان سے عصمت ہی مراد لی ہے اور کپڑوں کی طہارت کا قول کیا ہے اس بابت بقیہ تفصیلات آگے آرہی ہیں انتظار فرمائیں۔

ایک اور حوالہ تفسیر ملاحظہ ہو۔ محمد سید طنطاوی مصری اپنی تفسیر مشہورِ زمانہ التفسیر الوسیط للقرآن الکریم میں معنیٰ احسان کو یوں بیان کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"وَالَّتِی أَحْصَنَتْ فَرْجَها فَنَفَخْنا فِیها مِنْ رُوحِنا وَجَعَلْناها وَابْنَها آیَةً لِلْعالَمِینَ (91)

ثم ختم۔ سبحانه۔ الحدیث عن هؤلاء الأنبیاء الکرام، بذکر جانب من قصة مریم وابنها عیسی فقال: [سورة الأنبیاء (21): آیة 91]

وَالَّتِی أَحْصَنَتْ فَرْجَها فَنَفَخْنا فِیها مِنْ رُوحِنا وَجَعَلْناها وَابْنَها آیَةً لِلْعالَمِینَ (91)

وقوله: أَحْصَنَتْ من الإحصان بمعنی المنع، یقال: هذه درع حصینة أی: مانعة صاحبها من الجراحة. ویقال: هذه امرأة حصینة، أی: مانعة نفسها من کل فاحشة بسبب عفتها أو زواجها.

أی: واذکر۔ أیها المخاطب خبر مریم ابنة عمران التی أحصنت فرجها، أی: حفظته ومنعته من النکاح منعا کلیا. والتعبیر عنها بالموصول لتفخیم شأنها، وتنزیهها عن السوء.

فَنَفَخْنا فِیها مِنْ رُوحِنا أی: فنفخنا فیها من جهة روحنا، وهو جبریل۔ علیه السلام۔ حیث أمرناه بذلك فامتثل أمرنا، فنفخ فی جیب درعها، فکان بذلك عیسی ابنها، ویؤید هذا التفسیر قوله۔ تعالی۔ فی سورة"

مفہوم: اس اقتباس میں بھی حضرت سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی عصمت کا ایک کھلا ثبوت ہے تفسیر ھٰذا میں بھی احصان کو عصمت کے معنی میں بھی بیان کیا گیا ہے بلکہ یہاں تو نکاح سے بھی رُکنا مفہوم ہے۔

آیئے ایک اور عظیم مفسر کا حوالہ پیش خدمت ہے سید المفسرین محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ اپنی تفسیر جامع البیان فی تاویل القرآن میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

"وَالَّتِیٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۱﴾

القول فی تأویل قوله تعالی: {وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ(91)}

یقول تعالی ذکره لنبیه محمد صلی الله علیه وسلم: واذکر التی أحصنت فرجها، یعنی مریم بنت عمران. ویعنی بقوله (أَحْصَنَتْ): حفظت فرجها ومنعت فرجها مما حرم الله علیها إباحته فیه. واختلف فی الفرج الذی عنی الله جلّ ثناؤه أنها أحصنته، فقال بعضهم: عنی بذلك فرج نفسها أنها حفظته من الفاحشة.

وقال آخرون: عنی بذلك جیب درعها أنها منعت جبرائیل منه قبل أن تعلم أنه رسول ربها، وقبل أن تثبته معرفة، قالوا: والذی یدلّ علی ذلك قوله (فَنَفَخْنَا فِيهَا) ویعقب ذلك قوله (وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا) قالوا: وکان معلوما بذلك أن معنی الکلام: والتی أحصنت جیبها (فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا).

قال أبو جعفر: والذی هو أولی القولین عندنا بتأویل ذلك قول من قال: أحصنت فرجها من الفاحشة، لأن ذلك هو الأغلب من معنییه علیه، والأظهر فی ظاهر الکلام، (فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا) یقول: فنفخنا فی جیب"

مفہوم: مذکورہ بالا تفسیری اقتباس میں بھی خط کشیدہ عربی جملوں میں احصان کے معنی حفاظت اور عصمت کے آئے ہیں گویا متقدمین مفسرین کرام کے ہاں بھی احصان کا معنیٰ عصمت ہی مراد لیا گیا ہے تفصیلات آگے آ رہی ہیں۔ انتظار فرمائیں۔ اس باب کا آخری حوالہ بڑا احساس ہے ایک عظیم اور مشہور مفسر محمد بن احمد بن مصطفیٰ زہرہ ہیں وہ فرماتے ہیں یہ کمالِ عصمت حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو بارگاہِ خدائے ذوالجلال کی جناب خاص سے ودیعت فرمایا گیا ہے کیونکہ ان کے وجودِ اقدس میں جنابِ کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی ذات کو ودیعت فرمانا تھا سبب اس کا یہ تھا کہ مریم سلام اللہ علیہا کی عصمت اس لائق تھی کہ انھیں ایسا انعام میسر آئے (الحمد للہ علی ذلک)

تبصرہ: مذکورہ بالا تمام تفسیری حوالوں میں جو بات بطور عنوان بتانا مقصود تھا وہ عصمتِ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا تھا انھوں نے اپنی پاک دامنی میں انتہا کر دی۔ ادھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے بھی اپنے فضل واحسان کی انتہاء کر دی۔ تفسیری اثاثے میں دو باتوں کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا گیا ہے۔

نمبر ۱: بی بی مریم سلام اللہ علیہا نے اپنی شرم وحیاء کی خوب حفاظت فرمائی جس کی قرآن مجید نے جابجا گواہی دی۔

نمبر ۲: شرم وحیاء کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اپنے پہناوے مبارک کی حفاظت فرمائی اور خوب حفاظت فرمائی اس تک بھی یعنی قمیض مبارک تک بھی کسی کا ہاتھ نہیں لگنے دیا۔ یہی اُن کا حق تھا جو انھوں نے حق کو حق کر دکھایا۔ خدا تعالیٰ کی ذات نے بھی ان سے اپنے پیار کی انتہاء کر دی۔ اُن کی عفت مآب اور عصمت شناس شخصیت کو اپنے پاک کلام کا مضمون بنایا اور اپنی آیتوں میں بیان فرما کے اُن کو بقائے دوام بخشا اور فرمایا لو جب ام عیسی علیہا السلام کی یہ شان ہے کہ انھیں "آیۃ للعالمین" بنایا اور کیا شان ہو گی اور کیا ہی عظیم شان ہو گی اُس ماں کی جس نے رحمۃ للعالمین کو جنم دینا ہے جب خادمہ کا یہ مرتبہ ہو گا تو مخدومہ کائنات کا کیا مرتبہ ہو گا (اللہ اکبر کبیرا)

تفسیر کا اقتباس حاضر خدمت ہے۔

"وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۱﴾

عَطفٌ عَلٰی مَا سَبَقَ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَ هِیَ مَرْیَمُ الْبَتُوْلُ الَّتِیْ اِصْطَفَاهَا رَبُّهَا عَلٰی نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ حَتّٰی قِیْلَ اِنَّهَا نَبِیٌّ اُوْحِیَ اِلَیْهَا وَ ذَکَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَجَلَّ وَصْفٌ لِّلْمَرْاَةِ وَ اَکْمَلَهٗ فَقَالَ (اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا) اَیْ صَانَتْهُ وَحَفِظَتْهُ وَ کَانَتْ هٰذِهِ الصِّیَانَةُ لِیَکُوْنَ فِیْهِ الْوَدِیْعَةُ الَّتِیْ اَوْدَعَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی فَقَالَ (فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُوْحِنَا) اَیْ بِسَبَبِ اِحْصَانِهَا لِفَرْجِهَا، وَ اَنَّهَا طَاهِرَةٌ مُطَهَّرَةٌ اِخْتَارَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی لِیُوْدِعَهَا عِیْسٰی عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَ (رُوْحِنَا) هُوَ جِبْرِیْلُ علیہ السلام، فَهُوَ الَّذِیْ نَفَخَ فِیْهَا وَ لَمْ یَنْفُخْ بِظَاهِرِ الْاٰیَةِ فِیْ فَرْجِهَا بَلْ نَفَخَ کَمَا قَالَ

اَلْمُفَسِّرُوْنَ فِیْ بَعْضِ ثِیَابِھَا وَقَدْ قَالَ تَعَالٰی فِیْ "

عصمت کا ایک انوکھا معنیٰ

عصمت ویسے تو اپنی ذات کے اعتبار سے ایک بہت بلند عنوان ہے مگر اپنی لغوی اور اصطلاحی تعریف میں اپنا ایک مخصوص پیمانہ رکھتی ہے۔ اس کا لغوی معنی گناہ سے رُکنا ہے اور اصطلاحی معنیٰ قدرتِ گناہ کے باوجود گناہ نہ کرنا ہے جس کی تفصیلات پیچھے گزر چکی ہیں مگر یہاں ایک انوکھا معنیٰ بیان کیا جارہی ہے۔

قدرتِ گناہ کے باوجود گناہ نہ کرنا عزیمت ہے اور بہت بڑی استقامت ہے۔ گناہ کا ارتکاب اعضاء اور جوارح سے ہوتا ہے مگر اس کے پیچھے دل کی جلن ہوتی ہے اور دل کی جلن سے پہلے دماغ کے اندر اور دل کے اندر ایک وسوسہ اُٹھتا ہے وسوسے پر کوئی مواخذہ نہیں ہے یہ وسوسے بڑے بڑے لوگوں کے دل و دماغ کو گھائل کر دیتے ہیں مگر قربان جائیں سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی عصمت پر وہاں تو وسوسوں پر بھی پابندی لگی ہوئی ہے کوئی وسوسہ اُن کے حرمِ عصمت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وسوسہ اور وسوسہ انداز جانتا ہے کہ بی بی مریم سلام اللہ علیہا کی عزیمت کی دیوار عبور کرنا محال ہے اس لیے ان کے حرم رحمت کی طرف نہ تو وسوسہ رُخ کر سکتا ہے اور نہ ہی وسوسہ انداز شیطان لعین۔

اس عنوان کو ساتویں صدی کے عظیم مفسر ابو الفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی المتوفی ۷۷۴ھ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر ابنِ کثیر یوں بیان فرماتے ہیں:

"[سورة آل عمران (3): الآيات 42 الى 44]

وَإِذْ قالَتِ الْمَلائِكَةُ يا مَرْيَمُ إِنَّ اللهَ اصْطَفاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفاكِ عَلى نِساءِ الْعالَمِينَ (42) يا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ (43) ذلِكَ مِنْ أَنْباءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَما كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَما كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ (44)

هَذَا إِخْبَارٌ مِنَ اللهِ تَعَالَى بِمَا خَاطَبَتْ بِهِ الْمَلَائِكَةُ مَرْيَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ عَنْ أَمْرِ اللهِ لَهُمْ بِذَلِكَ، أَنَّ اللهَ قَدِ اصْطَفَاهَا أَيِ اخْتَارَهَا لِكَثْرَةِ عِبَادَتِهَا وَزَهَادَتِهَا وَشَرَفِهَا وطهارتها من الأكدار والوساوس، وَاصْطَفَاهَا ثَانِيًا مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ لِجَلَالَتِهَا عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ.

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: إِنَّ اللهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ قَالَ: كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «خير نساء ركبن الإبل نساء قريش، أحناء على ولد في صغره، ورعاة عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ، وَلَمْ تَرْكَبْ مريم بنت عمران بعيرا قط» ولم يخرجه مِنْ هَذَا الْوَجْهِ سِوَى مُسْلِمٍ، فَإِنَّهُ رَوَاهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَافِعٍ وَعَبْدِ بْنِ حُمَيْدٍ، كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ بِهِ. وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ"

مفہوم: اللہ تعالیٰ کی ذات نے جناب سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی بابت کیا خوب خبر دی۔ فرشتوں نے جب اُن سے کہا کہ اللہ نے تمہیں اپنے قرب و حضوری کی عظمت میں پسند فرما لیا ہے اور شانِ مصطفائی سے آپ کا آنگن سجایا ہے، کثرتِ عبادت جو آپ کو میسر ہے اور زہد کی عظمت سے بھی مالا مال فرمایا، بے مثال بزرگیاں بھی آپ کو میسر ہیں اور معراج طہارت بھی آپ نے پائی ہے۔ طہارت کی معراج تو اس حد تک پائی کہ کسی چھوٹی موٹی آلودگی کی گرد تک آپ سلام اللہ علیہا تک نہ پہنچ پائی حتی کہ کوئی وسوسہ تک آپ کے حرم میں داخل نہیں ہو پایا پھر آپ کی شانِ اصطفائیت آپ کو دو مرتبہ عطا ہوئی۔ ایک آپ کی عصمت اور طہارت کے حوالے سے اور ایک ام عیسیٰ ہونے کے حوالے سے۔

اس آیت کے ضمن میں اس مرتبہ اُصطفائیت اور کمالِ طہارت کی عظمت میں حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے ساتھ ساتھ حضرت آسیہ بنت مزاحم اور حضرتِ خدیجہ بنت خویلد اور

حضرت فاطمۃ الزہراء بنت محمد سلام اللہ تعالیٰ علیھن کی ذواتِ قدسیہ بھی شامل ہیں۔ کیا شان ہے ان نفوسِ عظمت کی کہ ان کے ہاں وسوسہ گناہ تک نہیں پہنچ پاتا کیا خوب حفاظت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے (اللہ اکبر کبیراً)

اسی عنوان کو ڈاکٹر محمد وھبہ بن مصطفیٰ زھیلی اپنے مشہور زمانہ تفسیر التفسیر الوسیط میں خوب سے خوب بیان فرماتے ہیں ان کے بیان کردہ تفسیری اقتباس کو ہم پیش خدمت کرتے ہیں آیئے ملاحظہ فرمائیں۔

" اذکر أیھا النبی حین قالت الملائکۃ: یا مریم، إن اللہ لکثرۃ عبادتك و زھدك اختارك رمزا لسمو الاخلاق و الصفات و طھرك من الاکدار و العیوب و الوساوس و الدناءات و طھرك من عادات النساء کالحیض و النفاس و الولادۃ من غیر جماع و فضلك علی نساء العالمین فی زمانك یا مریم الزمی الطاعۃ و الخضوع و الخشوع للہ، و اسجدی لہ مع التعظیم و صلی جماعۃ مع المصلین۔

تلك القصص التی اخبرناك عنھا ایھا النبی من اخبار زکریا و یحیی و مریم ھی من اخبار الغیب التی لم تطلع علیھا انت و لا احد من قومك و انما ھی بالوحی الذی اوحینا بہ علی ید جبریل الامین و لم تکن حاضرا معھم حین ما جاءت امراۃ عمران و القت مریم فی بیت المقدس و تنافس الاحبار فی رعایتھا و خدمتھا۔"

ترجمہ: اے محبوب یاد کرو اس وقت کو جب فرشتوں نے مریم سلام اللہ علیہا سے کہا کہ اے مریم سلام اللہ علیہا بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے آپ کی کثرت عبادت اور عظمتِ زُہد کو شرفِ قبولیت بخشا ہے اور اتنی قبولیت بخشی کہ آپ سلام اللہ علیہا کو اعلیٰ صفات اور بلندیٔ اخلاق کی اعلیٰ عظمتیں عطا کیں اور آپ سلام اللہ علیہا کو عیبوں کی ہر گرد سے پاک و بلند رکھا حتیٰ کہ کوئی وسوسہ اور کوئی بری عادت تک کو آپ تک نہیں آنے دیا حتیٰ کہ عورتوں کی فطری چیز حیض و نفاس کی آلودگی سے بھی آپ سلام اللہ علیہا کو پاک رکھا اور تمام کائنات کی

عورتوں پر عظمت فضیلت بخشی۔ محبوب ہم نے یہ عظیم خبریں تجھے عظمتِ غیب میں سے بخشیں۔ اس ضمن میں قارئین کرام ہم آپ کو اس عنوان پر مشتمل چند احادیث بصورتِ تفسیر بالماثور کے طور پر پیشِ خدمت کرتے ہیں مگر ان تمام کا مفہوم ایک ہی ہو گا۔ روایتیں مختلف ہوں گی اور حوالے بھی مختلف ہوں گے ملاحظہ ہوں:

" وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٢﴾

قال البخاری: حدثنی أحمد بن أبی رجاء حدثنا النضر عن هشام قال: أخبرنی أبی قال: سمعت عبد الله بن جعفر قال: سمعت علیاً ـ رضی الله عنه ـ یقول: سمعت النبی ﷺ یقول: خیرُ نسائها مریم ابنة عمران، وخیرُ نسائها خدیجة

(الصحیح 6/470 ح 3432 ـ ك أحادیث الأنبیاء، ب (وإذ قالت الملائكة یا مریم إن الله اصطفاك ...)، (وأخرجه مسلم 4/1886 ح 2430 ـ ك فضائل الصحابة، ب فضائل خدیجة).

قال البخاری: حدثنا آدم، حدثنا شعبة، عن عمرو بن مرة قال: سمعت مرّة الهمدانی یُحدّث عن أبی موسى الأشعری ـ رضی الله عنه ـ قال: قال النبی ـ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ: فضلُ عائشة على النساء كفضل الثرید على سائر الطعام. كَمُلَ من الرجال كثیر، ولم یكمل من النساء إلا مریم بنت عمران و آسیة امرأة فرعون.

(الصحیح 6/471-472 ح 3433 ـ ك أحادیث الأنبیاء، ب قوله تعالى (إذ قالت الملائكة یا مریم) إلى قوله (فإنما یقول له كن فیكون)).

قال عبد الرزاق: أخبرنا معمر، عن قتادة، عن أنس، أن النبی ـ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ قال: حسبك من نساء العالمین: مریم ابنت عمران، وخدیجة بنت خویلد، وفاطمة بنت محمد، و آسیة امرأة فرعون

(المصنف 11/430ح 20919)، وأخرجه أيضاً في التفسير (1/128ح 403) بالإسناد نفسه.

ومن طريق عبد الرزاق أخرجه: الترمذي في جامعه (5/703ح 3878 - ك المناقب، ب فضل خديجة رضي الله عنها)، وأحمد في مسنده (3/135)، وأبو يعلى كذلك في مسنده (5/380ح 3039)، وابن حبان في صحيحه (الإحسان 9/71ح 6964) والطبراني في الكبير (22/402 ح 1003)، والحاكم في المستدرك 3/157). قال الترمذي: حديث صحيح. وقال الحاكم: صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه بهذا اللفظ، ووافقه الذهبي. وصحح إسناده الحافظ ابن حجر (فتح الباري 6/471). وأدخله البغوي في قسم الحسن من مصابيحه (انظر المشكاة 3/1745 ح 6181). وصححه الشيخ الألباني (صحيح الجامع 3143 وصحيح الترمذي رقم 3053).

وقد روي عن أنس بلفظ: خير نساء العالمين ...، أخرجه كذلك ابن أبي عاصم (الآحاد والمثاني 5/364 ح 2961)، والطبراني في الكبير (22/402 ح 1004)، وابن مردويه في تفسيره - كما في تفسير ابن كثير 1/362) - ثلاثتهم من طريق أبي جعفر الرازي، عن ثابت، عن أنس به. ويشهد له حديث علي - رضي الله عنه - مرفوعاً: خير نسائها مريم بنت عمران، وخير نسائها خديجة أخرجه البخاري (6/470ح الكتاب: موسوعة الصحيح المسبور من التفسير بالمأثور

المؤلف: أ. د. حكمت بن بشير بن ياسين

الناشر: دار المآثر للنشر والتوزيع والطباعة - المدينة النبوية

الطبعة: الأولى، 1420هـ - 1999م عدد الأجزاء: 4"

قارئینِ محترم!

مذکورہ بالا احادیث پر مشتمل جو اقتباس پیش کیا گیا ہے اس میں بخاری و مسلم نسائی،

ترمذی، مسندِ ابی یعلیٰ، المستدرک اور دیگر کتب حدیث سے یہ روایات جو تفسیر کے طور پر بیان فرمائی گئی ہیں وہ آیت "اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ" الخ۔ کے ضمن میں بطورِ تفسیر آئی ہیں وہ اسی آیت کی تفسیر میں آئی ہیں اور ان سب کا مفہوم یہی متعین کیا گیا ہے۔ مرتبۂ اصطفائیت میں سیدہ بی بی مریم سلام اللہ علیہا کے ساتھ ساتھ حضرت آسیہ بنتِ مزاحم اور ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد اور محسنۂ اسلام سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیھن اجمعین بھی شاملِ عظمت ہیں۔ کیا خوب نسبت کی عظمت ہے حضرت مریم سلام اللہ علیہا ایک حرم میں ایک نبی کی ماں کا اعزاز پاتی ہیں اور دوسرے حرم جنت میں امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی زوجۂ عظمت کا اعزاز پاتی ہیں لیکن ان دونوں اعزازوں میں اگرچہ باہمی امتیاز ضرور ہے مگر ہے تو نبوی اعزاز اور نسبت تاہم سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی کائناتی امتیازی حیثیت جو ہے وہ بغیر خاوند کے عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دینا ہے تاہم نبوی نسبت سے بڑا کائنات میں کوئی اعزاز نہیں اور سبحان اللہ یہ اعزازِ نسبتِ نبوی کے حوالے سے جنابِ آسیہ بنتِ مزاحم بھی جنت میں شریکِ عظمت ہوں گی اور ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنتِ خویلد سلام اللہ علیہا کا مرتبہ اس اعتبار سے اپنی مثال آپ رکھتا ہے وہ اس عالم شہادت میں بھی حرمِ نبوت میں شریکِ حیات رہیں اور جنت میں بھی یہ اعزاز بقائے دوام کی صورت میں قائم رہے گا اور ان کا کائناتی اعزاز یہ ہے کہ محسنۂ اسلام ہیں اور محسنہ امت ہیں۔ آگے چلیے اس نفس عصمت کا تو نام لیتے ہوئے ہی لفظوں اور خیالوں کو پسینہ آجاتا ہے شرم وحیاء کی عظمتیں بھی سر جھکا لیتی ہیں۔ عفت و عصمت بھی پکار اُٹھتی ہیں سلام ہو فاطمۃ الزہراء، سلام ہو فاطمۃ الزہراء یہ وہ نفسِ رحمت ہیں جن کے احترام کرنے والوں کو بخش دیا گیا ہے جن کے نام کی تکریم فرشتوں کی لوحِ جبیں پر لکھ دی گئی ہے۔ جن کی بابت مجمعِ قیامت میں خدائے ذوالجلال حشر میں حشر کیے جانے والوں کو شانِ جلالت سے فرمائے گا "غُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ حَتّٰی تَمُرَّ فَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ ﷺ" اے لوگو! اپنی آنکھوں کو اپنے سروں کو فوراً نیچے جھکا دو زمین بوس کر دو کیونکہ میرے محمد ﷺ کی بیٹی گزر رہی ہے۔ ان کے مرتبۂ عصمت کا یہی تقاضا ہے

کہ کوئی آنکھ اس نفسِ رحمت کے وجود کو دیکھ نہ پائے۔ یہ کیا شرافتیں ہیں یہ کیا بزرگیاں ہیں یہ کیا مقامات ہیں (اللہ اکبر کبیرا) یہ نفوس رحمت اپنی اپنی نسبت کے اعزاز میں ایک انفرادی اور مثالی شان رکھتی ہیں ہر نسبت کا الگ تقدس ہے الگ مرتبہ ہے۔ دوستو! ذرا اُس نسبت کی طرف بھی غور کرو جو ان تمام نسبتوں سے افضل و اعلیٰ ہے بے مثل و بے مثال ہے ۔یہ شانِ امتیازی اُس بی بی کو اِس کائنات میں ملی ہے جس کا نام نامی اسمِ گرامی محسنہ ٔعالمین، مخدومہ کائنات، اُمّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کریمہ، طیبہ، طاہرہ، زکیہ ہو ان کے مرتبہ عصمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے ان پر تو خدا خدا ہو کر درود پڑھتا ہے، فرشتے درود پڑھتے ہیں کائنات کا ذرہ ذرہ ان کے حیاء میں خم زدہ ہے۔ ان کی تکریم کے لیے تو امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ اپنی نبوی نماز کو قربان کر رہے ہیں ان کی بابت مزید کچھ لکھنا کہنا اب میرے بس کی بات نہیں رہی ان کے مرتبے کو بس اللہ ہی جانتا ہے اور اس کا محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی جانتے ہیں حد یہ ہے "وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ" کے قرآنی حکم نے پوری کائنات کے مسلمانوں کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم و توقیر میں جھکا دیا ہے اور خود قبلہ تعظیم و توقیر محسنہ ٔعالمین، مخدومہ کائنات، اُمّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا اور محسنِ عالمین، ابو محمد مخدومِ کائنات حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب علیہ السلام کی تعظیم و توقیر میں جھکے ہوئے ہیں اور اِس قدر ان کے حضور سراپا نیاز ہیں کہ اپنی نبوی نماز بھی ان کے بلاوے پر قربان کر رہے ہیں اتنی بڑی عظمت کے مرتبے کو میں کیسے بیان کر پاؤں ان نفوسِ رحمت کا مرتبہ حدودِ عقل و فہم وسعتِ فکر و نظر سے وراء ہے۔ انھیں صرف اللہ ہی جانتا ہے بس ان نفوسِ رحمت پر لاتعداد درود و سلام ہو۔ بس میں تو اتنا ہی کہہ سکتا ہوں

درد و آلام کے مارے ہوئے کیا دیتے ہیں

ہم تو بس اِن کی نگاہوں کو دُعا دیتے ہیں

یہ کرم والے ہیں اپنے کرم سے خدا سے ملا دیتے ہیں اِن کا حرمِ عظمت جس کا جبریل طواف کریں جہاں نزولِ سکینہ ہو جہاں عصمتیں، عظمتیں، رفعتیں، شرافتیں، عفتیں اور نعمتیں

اپنے وجود کی خیرات مانگ رہی ہوں اپنی بقاء کے لیے ان کے حضور بطورِ لباس حاضرِ خدمت ہوں۔ شانِ مصطفائیت کی مالکہ حضرت بی بی مریم سلام اللہ علیہا، حضرت آسیہ بنت مزاحم اور حورانِ جنت ان کی خدمت میں خادمہ بن کر حاضر خدمت ہوں۔ نور کے فرشتے ان کے گرداگرد مصروف تسبیح ہوں۔ رسول ملائکہ سلامی کے لیے حاضرِ خدمت ہوں آسمان کے ستارے اپنے مداروں سے چل کر اِن کے آنگن میں محو تمنا ہوں اور خود خداوندِ قدوس ان کی پذیرائی میں تہنیتیں پیش فرما رہا ہو تو اس صورت میں مجھ جیسا خاکسار ان کی خدمت میں کیا پیش کر سکتا ہے۔

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

یہ تو وہ مقدس وجود ہے جو مصدرِ عصمت و عفت ہے وہ منبعِ شرم و حیاء ہے وہ مرکز طہارت و شرافت ہے جن کے نفس گرم نے پوری کائنات کے اندر طہارت کا نور برسایا، عفتوں کو معراج بخشی، شرافتوں کو بلندی عطا کی اور عصمتوں کو معیار عطا کیا۔ ہم ان کے مرتبۂ عصمت کو کس زاویہ سے بیان کریں جن کی نگاہِ لطافت کی یہ عظمت ہے ساری کائناتوں کے سارے مشرق و مغرب ان کے سامنے سراپا نیاز ہیں بلکہ خود امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان کے حضور سراپا نیاز ہیں خود خداوندِ عالم جل وعلا کی بارگاہِ عظمت و رحمت سے ان پر درود وسلام کے تحفے نچھاور کیے جاتے ہیں اب اس سے آگے کس کی مجال کہ ان کے مرتبے کی عظمت کو جان پائے یا بیان کر پائے۔ تاہم ہم بابِ عصمت میں گفتگو کر رہے ہیں چند ایک تفصیلی اور تفسیری حوالے مزید پیش کیے جاتے ہیں تا کہ بابِ عصمت میں مزید کوئی ابہام باقی نہ رہے۔

دنیائے تفسیر میں ایک مبارک نام تفسیر روح البیان علامہ اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الاستنبولی الحنفی علیہ الرحمہ کی تفسیر کا ایک جامع اقتباس پیشِ خدمت ہے:

"وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَها المراد بها مریم بنت عمران. والحصن فی الأصل کل موضع حصین ای محکم لایوصل الی جوفه واحصنه جعله فی حصن وحرز ثم تجوز فی کل تحرز

وامرأة حصان كسحاب عفيفة او متزوجة والفرج والفرجة الشق بين الشيئين كفرجة الحائط والفرج ما بين الرجلين وكنى به عن السوٴة وكثرحتى صار كالصريح فيه والفرج انكشاف الغم وفراريج الدجاج لانفراج البيض عنهاه اى اذكر خبر مريم التى حفظت سوأتها حفظا كليا من الحلال والحرام [یعنی خود را پاکیزه داشت ودست هیچ کس بدامن عفت او نرسید] وقال الامام السهيلى رحمه الله يريد فرج القميص اى لم يعلق بثوبها ريبة اى انها طاهرة الأثواب وفروج القميص اربعة الكمان والأعلى والأسفل فلا يذهب وهمك الى غير هذا فانه من لطيف الكناية انتهى فَنَفَخْنا فِيها اى أحيينا عيسى كائنا فى جوفها فقوله فيها حال من المفعول المحذوف مِنْ رُوحِنا من الروح الذى هو من أمرنا ففيه تشبيه لايراد الروح فى البدن بنفخة النافخ فى الشىء فيكون نفخنا استعارة تبعية وقال السهيلى النفخ من روح القدس بامر القدوس فاضف القدس الى القدوس ونزه المقدسة عن الظن الكاذب والحدس انتهى وقد سبقت قصة النفخ فى سورة مريم وَجَعَلْناها وَابْنَها اى حالهما آيَةً عظيمة لِلْعالَمِينَ وعلامة دالة على القدرة الكاملة لاهل زمانهما ولمن بعدهما فان من تأمل فى ظهور ولد من بتول عذراء من غير فحل تحقق كمال قدرته تعالى ولم يقل آيتين لانها قصة واحدة وهى ولادتها له من غير ذكر ولكل واحد منهما آيات مستقلة متكاثرة كما أشير الى بعض منها فى القرآن والى بعض آخر فى التفاسير وكتب القصص: وفى المثنوى

صومعه عیسیست خوان اهل دل ... هان هان ای مبتلا این در مهل"

ترجمہ: "وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ" سے مراد جنابِ مریم بنتِ عمران ہیں اور الحصن اصل میں ہر اُس چیز کو کہا جاتا ہے کہ جو اپنی ذات میں اتنی مضبوط ہو کہ اُس کے اندر کسی چیز کا داخلہ ناممکن

اور محال ہو اور حصن مضبوط قلعہ کو بھی کہا جاتا ہے جس کو عبور کرنا محال ہو۔ شادی شدہ عورت کو بھی محصنہ کہا جاتا ہے۔ فرج اور فرجہ پھٹن کو کہا جاتا ہے اور ٹانگوں کے درمیان والی چیز کو بھی فرج کہا جاتا ہے اسی سے شرم کا استعارہ لیا گیا ہے۔ فرج کا معنی غم کو دور کرنا بھی ہوتا ہے اسی لیے "وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا" سے مراد اے محبوب یاد فرماؤ عصمت مآب حضرت بی بی مریم سلام اللہ علیہا کی عظمتوں کو جنھوں نے حفاظت فرمائی اپنی شرم و حیاء کی حلال اور حرام دونوں سے۔ امام سہیلی فرماتے ہیں کہ اس جملہ سے مراد حضرت بی بی مریم سلام اللہ علیہا کا بلند و بالا مقام ہے ان کے نفس رحمت کی عصمت تو یقینی ہے ہی مگر اس آیت میں تو قرآن مجید نے اُن کے کپڑوں کی بھی طہارت کی شہادت دی ہے یہ ایک انتہائی لطیف کنایہ ہے۔

امام سہیلی رحمہ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: روح القدس نے خداوند قدوس کے حکم کے ساتھ اس جملے میں قدس کی قدس کے ساتھ اضافت ہے یہ کیا خوب صورت عنوان ہے قدوس نے قدس کو حکم فرمایا کہ مقدسہ کے پاس جاؤ اُن کا مقام تقدس یہ ہے کہ ان کو تو کبھی کسی بُرے گمان تک نے بھی نہیں چھوا اُن کو تو گناہ کا خیال اور وسوسہ تک نہیں آتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ "وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" ہم نے ان دونوں نفوسِ عظمت کو اپنی قدرت کاملہ کی عظیم نشانی بنا دیا ہے۔۔۔ الخ

آگے چلیے امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ جو امام ہیں عقائد میں اہلِ سنت کے وہ اپنی کتاب تفسیرِ ماتریدی اہلِ سنت میں یوں رقم طراز ہیں:

"وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۲﴾ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ

عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ وَجِیۡهًا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ وَمِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ ﴿۴۵﴾ وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الۡمَهۡدِ وَکَهۡلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتۡ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ وَلَدٌ وَّلَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ ؕ قَالَ کَذٰلِکِ اللّٰهُ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۴۷﴾

و قوله وَاِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرۡیَمُ

قال اهل التفسیر هو جبریل علیه السلام لکن ذلک لا یعلم الا بالخبر فان صح الخبر فهو کذلك و الالم یقل من کان من الملائکة قال ذلك و قول اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰکِ ان صفاها لعباة نفسه و خصها له ما لم یکن ذلك لاحد من النساء فیکون ذاك صفوتها و قیل اصطفاها بولادة عیسٰی علیه السلام اذ اخرج منها نبیًا مبارکًا تقیًا علی خلاف ولادة البشر

و قوله وَطَهَّرَکِ قیل من الاثام و الفواحش وقیل و طهرك من مس الذکور و ما قذفت به۔

وَاصۡطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الۡعٰلَمِیۡنَ

هو ما ذکرنا من صفوتها اذ جعلها لعبادة نفسه خالصا او ما قد ولدت من ولد من غیر اب علی خلاف سائر البشر۔

وعن ابن عبّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ خَطَّ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ اَرۡبَعَةَ خُطُوۡطٍ ثُمَّ قَالَ هَلۡ تَدۡرُوۡنَ مَا هٰذِهٖ قَالُوۡا اللّٰهُ و رَسُوۡلُهٗ اَعۡلَمُ قَالَ اَفۡضَلُ نِسَآءِ اَهۡلِ الۡجَنَّةِ خَدِیۡجَةُ و فَاطِمَةُ و مَرۡیَمُ و آسِیَةُ امۡرَاَةُ فِرۡعَوۡنَ۔ و کذلك روی انس رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ عن النبی ﷺ قال خَیۡرُ نِسَاءِ الۡعَالَمِیۡنَ اَرۡبَعٌ مَرۡیَمُ بِنۡتُ عِمۡرَانَ و آسِیَةُ بِنۡتُ مُزَاحِمٍ و خَدِیۡجَةُ بِنۡتُ خُوَیۡلِدٍ وَ فَاطِمَةُ بِنۡتُ مُحَمَّدٍ ﷺ۔"

ترجمہ: مذکورہ آیتِ کریمہ کے تحت امام ماتریدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اہلِ تفسیر نے

ملائکہ سے جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد لیے ہیں اور "ان اللہ اصطفاك" کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی عبادت کے لیے ان کی عصمت کو معراج بخشی اور اپنے حضورِ عظمت میں انھیں قرب وحضوری عطا کرنے کے لیے انھیں اس مرتبہ میں شانِ مصطفائیت بخشی اور یہ مرتبہ انھی کے لیے خاص فرمایا کہ اپنے حرم عظمت میں ان کو مقام اصطفائیت پر خاص کر لیا۔ یہ بے مثال شان اُن کے مرتبے کی بلندی ہے (واہ سبحان اللہ) اور دوسری مصطفائیت میں ان کا مرتبہ اُمِ عیسیٰ ہونے کے ناطے سے نبی کی ماں ہونے کا سب سے بڑا اعزاز پایا اس مرتبے کو بھی قرآن نے مرتبۂ مصطفائیت کہا۔ کیونکہ اُن کے وجودِ اقدس سے ایک بابرکت اور تقویٰ کی معراج والا بیٹا ملا بغیر خاوند کے عطا ہوا "وَ طَهَّرَكِ" سے مراد ہر آلودگی، ہر چھوٹے بڑے، ظاہری اور باطنی گناہ سے انھیں پاکیزگیوں کی معراج عطا فرمائی اور تہمت سے بھی انھیں اپنی حفاظت میں رکھا۔ "واصطفاك علی نساء العالمین" یہ اُن کا امتیازی بلند وبالا مرتبہ ہے۔

قارئینِ محترم! مذکورہ آیت کریمہ کے ضمن میں ہر اعتبار سے یہ نفوسِ رحمت بھی شریکِ عظمت ہیں جن کو رسولِ خدا ﷺ نے "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" والی زبان سے بے شمار مرتبہ فرمایا۔ تفصیل اس کی یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے چار خطوط یعنی لکیریں کھینچیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا میرے پیارے صحابہ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے عرض کی جہاں پناہ عالم اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کی تمام عورتوں میں سب سے زیادہ فضیلت والی خدیجہ بن خویلد سلام اللہ علیہا، فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا، مریم بنتِ عمران سلام اللہ علیہا، آسیہ بن مزاحم سلام اللہ علیہا ہیں اور یونہی بیان فرمایا ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام کائنات کی عورتوں سے چار عورتیں سب سے زیادہ افضل ہیں۔ خدیجہ بنتِ خویلد، فاطمہ بنتِ محمد ﷺ، مریم

بنتِ عمران، آسیہ بنت مزاحم سلام اللہ علیہن اجمعین، یہ کائنات کی سب سے افضل ترین عورتیں ہیں۔ آخر میں امام المفسرین امام اہلِ سنت ابو عبد اللہ محمد بن محمد المعروف امام فخر الدین رازی کی تفسیر مفاتح الغیب المعروف تفسیر کبیر کا اس آیت کے ضمن میں مکمل تفسیری اقتباس حاضرِ خدمت ہے۔

نوٹ: قارئینِ محترم!

فقیر مسکین مؤلف کتاب ہذا کے سامنے اس وقت بحمد اللہ تعالیٰ تقریباً چار سو چھپن (۴۵۶) کے لگ بھگ عربی تفاسیر کا ذخیرہ موجود اور محفوظ ہے جنھوں نے اس باب میں اس آیت کے ضمن میں عصمت ہی کو مراد لیا ہے۔ اب تمام تفاسیر کے اقتباسات کتاب ہذا میں درج کرنے سے کتاب ہذا بے جا طوالت کا شکار ہو جائے گی۔ اس لیے میں نے اس حوالے سے صرف مسلّم اور معتبر تفاسیر کو ہی نقل کیا ہے اور یہ تمام تفسیریں اہلِ سنت کے قدیم اور جدید علماء کی ہیں۔ لہٰذا عصمت کے باب میں ایک ذرہ ذرہ برابر بھی خوف نہیں کیونکہ سینکڑوں مفسرین نے اس کو اپنی تفسیروں کی زینت بنایا ہے مگر گرفت کرنے والے اگر تحقیق میں اتریں تو وہ یقیناً میری اس تحقیق میں داد دیں مگر ہائے افسوس تحقیق کے نزدیک نہیں جانا اور فوراً اعتراضات کی توپوں کے منہ کھول دینا یہ علمی خیانت نہیں؟ ایسی بد دیانتی کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں میں اسے خود غرض مُلاں کا واویلا سمجھوں گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ تحقیق کی ایک وسیع کائنات ہے یہ تو چلتی ہی دلائل کی قوت سے ہے محض متعصبانہ خیالات وضعی اختراعی فکر کے خود ساختہ قواعد کو بلا دلیل تحقیق نہیں مانتی۔

لہٰذا میں اہلِ علم سے گزارش کروں گا کہ وہ تحقیقی بنیادوں پر میرا مواخذہ کریں جواب کے لیے حاضر ہوں اگر محض مسلکی عصبیت سے کام لیا گیا تو میں ایسی عصبیت کو کبھی قبول نہیں کروں گا کیونکہ میرے نزدیک مسلکی عصبیت کائناتی فساد ہے حضرتِ مریم سلام اللہ علیہا کی عصمت قرآنی آیاتِ بینات کی روشنی میں محقق ہو چکی ہے۔ اس پر مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا اس عصمت کو بیان کرنے کا قرآن کا مقصد محض محض نام نامی اسمِ

گرامی محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کریمہ، طیبہ، طاہرہ، کی عصمت کا احساس دلانا ہے ورنہ عصمتِ مریم سلام اللہ علیہا کو بیان کرنا محض داستان سرائی قرار پائے گا۔ قرآن ایسے عیب سے پاک ہے۔ اب آیئے تفسیر کبیر کا تفصیلی اقتباس حاضر ہے:

" [سورۃ آل عمران(3): الآیات 42 الی 43]

وَإِذْ قالَتِ الْمَلائِكَةُ يا مَرْيَمُ إِنَّ اللهَ اصْطَفاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفاكِ عَلى نِساءِ الْعالَمِينَ (42) يا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرّاكِعِينَ(43)

الْقِصَّةُ الثّالِثَةُ وَصْفُهُ طَهارَةَ مَرْيَمَ صَلَواتُ اللهِ عليها

[في قوله تعالى وَإِذْ قالَتِ الْمَلائِكَةُ يا مَرْيَمُ إِنَّ اللهَ اصْطَفاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفاكِ عَلى نِساءِ الْعالَمِينَ] وَفِيهِ مَسائِلُ:

الْمَسْأَلَةُ الْأُولَى: عامِلُ الْإِعْرابِ هاهُنا فِي إِذْ هُوَ ما ذَكَرْناهُ فِي قَوْلِهِ إِذْ قالَتِ امْرَأَتُ عِمْرانَ [آل عمران: 35] من قوله السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ثُمَّ عُطِفَ عَلَيْهِ إِذْ قالَتِ الْمَلائِكَةُ وَقِيلَ: تَقْدِيرُهُ وَاذْكُرْ إِذْ قالَتِ الْمَلائِكَةُ.

الْمَسْأَلَةُ الثّانِيَةُ: قالُوا الْمُرادُ بِالْمَلائِكَةِ هاهُنا جِبْرِيلُ وَحْدَهُ، وَهَذا كَقَوْلِهِ يُنَزِّلُ الْمَلائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ [النَّحْلِ: 2] يَعْنِي جِبْرِيلَ، وَهَذا وَإِنْ كانَ عُدُولًا عَنِ الظّاهِرِ إِلّا أَنَّهُ يَجِبُ الْمَصِيرُ إِلَيْهِ، لِأَنَّ/ سُورَةَ مَرْيَمَ دَلَّتْ عَلى أَنَّ الْمُتَكَلِّمَ مَعَ مَرْيَمَ عَلَيْها السَّلامُ هُوَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلامُ، وَهُوَ قَوْلُهُ فَأَرْسَلْنا إِلَيْها رُوحَنا فَتَمَثَّلَ لَها بَشَراً سَوِيًّا [مَرْيَمَ: 17] .

الْمَسْأَلَةُ الثّالِثَةُ: اعْلَمْ أَنَّ مَرْيَمَ عَلَيْها السَّلامُ ما كانَتْ مِنَ الْأَنْبِياءِ لِقَوْلِهِ تَعالَى: وَما أَرْسَلْنا مِنْ قَبْلِكَ إِلّا رِجالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرى [يُوسُفَ: 109] وَإِذا كانَ

كَذَلِكَ كَانَ إِرْسَالُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَيْهَا"

ترجمہ: یاد فرماؤ محبوب اُس وقت کو جب فرشتوں نے مریم (سلام اللہ علیہا) سے کہا کہ اے مریم بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے تجھے شانِ مصطفائیت اور معراجِ طہارت بخشی اور تمام عالمین کی عورتوں پر پھر مرتبہ مصطفائیت بخشا لہٰذا اے مریم آپ اپنے رب کے حضورِ ناز میں سراپا نیاز ہو جاؤ اور نیاز مندوں کے ساتھ سجدہ ریزیوں میں اتر جاؤ۔ آپ پر بہت بڑا احسان ہوا اور تیرا بہت بڑا مرتبہ بلند ہوا۔

امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس قصے میں حضرت مریم سلام اللہ عیہا کی بہت بڑی شان بیان ہوئی۔ اب اس کی تفسیری صورت میں مختلف جہات ہیں۔

پہلی جہت اور صورت یہ ہے کہ یہاں اعراب کا عامل اذ ہے اس کے پیچھے اس سے پہلے "وَاذْکُرْ" محذوف ہے اور تقدیری معنی یہ بنے گا اے حبیب یاد کرو بیان کرو اُمت کو عظمتِ مریم سلام اللہ علیہا یہ آپ پر فرض ہے۔

اس مسئلے کی دوسری صورت یہ ہے کہ ملائکہ سے مراد یہاں صرف جبریل علیہ السلام ہیں کیونکہ سورۃ مریم میں اس کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ "فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا"۔

تیسری صورت یہ ہے یہاں مریم سلام اللہ علیہا کی بابت نبی ہونے کا قول کیا گیا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ "وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰی" کی قرآنی شہادت طے کیا ہے کہ نبی صرف مرد ہی ہو سکتے ہیں نہ کہ عورت۔ رہا جبریل کا بالمشافہ ملاقات کرنا یہ محض اُن کی کرامت ہے۔

"إِمَّا أَنْ يَكُونَ كَرَامَةً لَهَا، وَهُوَ مَذْهَبُ مَنْ يُجَوِّزُ كَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ، أَوْ إِرْهَاصًا لِعِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَذَلِكَ جَائِزٌ عِنْدَنَا، وَعِنْدَ الْكَعْبِيِّ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ، أَوْ مُعْجِزَةً لِزَكَرِيَّاءَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَهُوَ قَوْلُ جُمْهُورِ الْمُعْتَزِلَةِ، وَمِنَ النَّاسِ مَنْ قَالَ: إِنَّ ذَلِكَ

كَانَ عَلَى سَبِيلِ النَّفْثِ فِي الرُّوعِ وَالْإِلْهَامِ وَالْإِلْقَاءِ فِي الْقَلْبِ، كَمَا كَانَ فِي حَقِّ أُمِّ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى [الْقَصَصِ: 7].

الْمَسْأَلَةُ الرَّابِعَةُ: اعْلَمْ أَنَّ الْمَذْكُورَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ أَوَّلًا: هُوَ الِاصْطِفَاءُ، وَثَانِيًا: التَّطْهِيرُ، وَثَالِثًا: الِاصْطِفَاءُ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الِاصْطِفَاءُ أَوَّلًا مِنَ الِاصْطِفَاءِ الثَّانِي، لِمَا أَنَّ التَّصْرِيحَ بِالتَّكْرِيرِ غَيْرُ لَائِقٍ، فَلَا بُدَّ مِنْ صَرْفِ الِاصْطِفَاءِ الْأَوَّلِ إِلَى مَا اتَّفَقَ لَهَا مِنَ الْأُمُورِ الْحَسَنَةِ فِي أَوَّلِ عُمُرِهَا، وَالِاصْطِفَاءُ الثَّانِي إِلَى مَا اتَّفَقَ لَهَا فِي آخِرِ عُمُرِهَا.

النَّوْعُ الْأَوَّلُ مِنَ الِاصْطِفَاءِ: فَهُوَ أُمُورٌ أَحَدُهَا: أَنَّهُ تَعَالَى قَبِلَ تَحْرِيرَهَا مَعَ أَنَّهَا كَانَتْ أُنْثَى وَلَمْ يَحْصُلْ مِثْلُ هَذَا الْمَعْنَى لِغَيْرِهَا مِنَ الْإِنَاثِ وَثَانِيهَا: قَالَ الْحَسَنُ: إِنَّ أُمَّهَا لَمَّا وَضَعَتْهَا مَا غَذَّتْهَا طَرْفَةَ عَيْنٍ، بَلْ أَلْقَتْهَا إِلَى زَكَرِيَّا، وَكَانَ رِزْقُهَا يَأْتِيهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَثَالِثُهَا: أَنَّهُ تَعَالَى فَرَّغَهَا لِعِبَادَتِهِ، وَخَصَّهَا فِي هَذَا الْمَعْنَى بِأَنْوَاعِ اللُّطْفِ وَالْهِدَايَةِ وَالْعِصْمَةِ وَرَابِعُهَا: أَنَّهُ كَفَاهَا أَمْرَ مَعِيشَتِهَا، فَكَانَ يَأْتِيهَا رِزْقُهَا مِنْ عِنْدِ اللهِ تَعَالَى عَلَى مَا قَالَ اللهُ تَعَالَى:"

ترجمہ: بہر حال جنابِ جبریل علیہ السلام کا جنابِ مریم سلام اللہ علیہا سے ملنا یہ محض ان کی بزرگی اور کرامت کی وجہ سے تھا اسی سے استدلال کرتے ہوئے اہل سنت نے کراماتِ اولیاء کا استدلال کیا ہے یا اس سے مراد جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کا ارہاص ہے۔(ارہاص سے مراد اعلانِ نبوت سے پہلے کا معجزہ) یا یہ حضرتِ زکریا علیہ السلام کا معجزہ ہے یہ معتزلہ کا قول ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کو الہام اور قلب میں یہ بات القاء کی گئی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی ماں کو الہام ہوا "وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى "اس مسئلے کی چوتھی جہت یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے تین مرتبے بیان ہوئے:

پہلا مرتبہ شانِ اصطفائیت کا۔

دوسرا مرتبہ کمالِ طہارت اور

تیسرا مرتبہ عالمین پر شانِ اصطفائیت کا اعزاز۔

امام الرازی فرماتے ہیں یہاں دونوں اصطفاؤں کا ایک معنی میں آنا جائز نہیں یعنی اصطفائیت اول الگ ہے اور اصطفائیت ثانی کا مدعا الگ ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر ایک کلمہ اپنے معنی میں واضح ہے تو اس جیسا دوسرا کلمہ اُس کی وضاحت میں بیان کرنا غیر معقول ہے پس ضروری ہوا کہ ان پر دو اصطفاء کے کلموں کو الگ الگ مصداق میں بیان کیا جائے تاکہ تکرار کا نقص لازم نہ آئے۔ لہٰذا پہلے اصطفاء میں حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی اول عمر کی عظمتوں کو بیان کیا جائے گا مثلاً اُن کا بیت المقدس کی خدمت میں قبول کیا جانا حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں آنا، انھیں اللہ تعالیٰ کا اپنی عبادت کے لیے خاص کرنا، بہت سارے الطافات ربانی میں خاص کرنا ہدایت کے نورانی لباس میں انھیں ملبوس فرمانا اور شانِ عصمت عطا کرنا، اللہ تعالیٰ کا اپنی جناب خاص سے ان کے لیے رزق کا اہتمام کرنا اور رسولِ ملائکہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بالمشافہ ملاقات کرنا۔ یہ اُن کی کائنات میں انفرادی شان ہے۔

نوٹ: قارئینِ محترم! اس تفسیری اقتباس میں امام الرازی پہلی اصطفائیت سے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی دیگر شانوں کے ساتھ ساتھ خصوصاً ان کی عصمت کا بھی کامل یقین رکھتے ہیں۔ فقیر نے اسی عصمت کو مقیس علیہ بنایا اور محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کی بے مثال عصمت کا قول کیا ہے یہ عصمت حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی عصمت سے کہیں زیادہ بلند و بالا عصمت ہے۔ لہٰذا میرا ان کی عصمت کا قول کرنا کوئی نئی بات یا اختراعی بات نہیں بلکہ لاتعداد علماء تفسیر، علماء اہل سنت کا مذہب ہے کسی کا اس بابت یہ قیاس نہ کرنا مانع علمی نہیں ہے یہ فقیر کو اللہ تعالیٰ نے شرف بخشا ہے الحمد للہ علی ذلک۔ چلیے اگلے حصے کی طرف:

"انّٰی لَكِ هٰذا قالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ وَ خامِسُها انَّهٗ تَعالیٰ اَسْمَعَها كَلامَ الْمَلائِكَةِ شِفاهًا وَلَمْ يَتَّفِقْ ذٰلِكَ لِاُنْثٰى غَيْرِها فَهٰذا هُوَ الْمُرادُ مِنَ الْاِصْطِفاءِ الْاَوَّلِ وَاَمَّا التَّطْهِيْرُ فَفِيْهِ وُجُوْهٌ اَحَدُها اَنَّهٗ تَعالٰى طَهَّرَها عَنِ الْكُفْرِ وَالْمَعْصِيَةِ فَهُوَ كَقَوْلِهٖ تَعالٰى فِي اَزْواجِ النَّبِيِّ ﷺ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب: ٣٣) وَثَانِيْهَا اَنَّهٗ تَعالٰى طَهَّرَها عَنْ مَسِيْسِ الرِّجالِ وَ ثالِثُها طَهَّرَها عَنِ الْحَيْضِ قَالُوْا كَانَتْ مَرْيَمُ لَا تَحِيْضُ وَ رَابِعُها وَ طَهَّرَكِ مِنَ الْاَفْعالِ الذَّمِيْمَةِ وَالْعاداتِ الْقَبِيْحَةِ وَ خامِسُها وَ طَهَّرَكِ عَنْ مَقالَةِ الْيَهُوْدِ وَ تُهْمَتِهِمْ وَ كِذْبِهِمْ۔

وَأَمَّا الاِصْطِفاءُ الثَّانِي: فَالْمُرادُ أَنَّهُ تَعالَى وَهَبَ لَها عِيسَى عَلَيْهِ السَّلامُ مِنْ غَيْرِ أَبٍ، وَأَنْطَقَ عِيسَى حالَ انْفِصالِهِ مِنْها حَتَّى شَهِدَ بِما يَدُلُّ عَلَى بَراءَتِها عَنِ التُّهْمَةِ، وَجَعَلَها وَابْنَها آيَةً لِلْعالَمِينَ، فَهٰذا هُوَ الْمُرادُ مِنْ هٰذِهِ الْأَلْفاظِ الثَّلاثَةِ.

الْمَسْأَلَةُ الْخامِسَةُ:

رُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ قالَ: «حَسْبُكَ مِنْ نِساءِ الْعالَمِينَ أَرْبَعٌ: مَرْيَمُ وَ آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ، وَخَدِيجَةُ، وَفاطِمَةُ عَلَيْهِنَّ السَّلامُ»

فَقِيلَ هٰذا الْحَدِيثُ دَلَّ عَلَى أَنَّ هٰؤُلاءِ الْأَرْبَعَ أفضل من النساء، وهذه الآى دلّت عَلَى أَنَّ مَرْيَمَ عَلَيْها السَّلامُ أَفْضَلُ مِنَ الْكُلِّ، وَقَوْلُ مَنْ/ قالَ الْمُرادُ إِنَّها مُصْطَفاةٌ عَلَى عالَمِي زَمانِها، فَهٰذا تَرْكُ الظّاهِرِ.

ثم قال تعالى: يا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَقَدْ تَقَدَّمَ تَفْسِيرُ الْقُنُوتِ فِي سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي قَوْلِهِ تَعالَى: وَقُومُوا لِلّٰهِ قانِتِينَ [الْبَقَرَة: 238] وَبِالْجُمْلَةِ فَلَمّا بَيَّنَ تَعالَى أَنَّها مَخْصُوصَةٌ بِمَزِيدِ الْمَواهِبِ وَالْعَطايا مِنَ اللهِ أَوْجَبَ عَلَيْها مَزِيدَ الطّاعاتِ، شُكْرًا لِتِلْكَ النِّعَمِ السَّنِيَّةِ،

ترجمہ: اور بہر حال طہارت و تطہیر میں کئی وجوہ ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفر اور معصیت کی آلودگیاں اُن کے نزدیک تک نہ آنے دیں شانِ قدرت سے حفاظت فرمائی۔ دلیل اس کی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے جو اُس نے ازواجِ نبی امہات المؤمنین سلام اللہ علیہن اجمعین کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "وَ یُطَهِّرُكُمْ تَطْهِیْرًا" کہ اللہ تعالیٰ نے کاشانۂ نبوت کے تمام نفوسِ قدسیہ کو معراجِ طہار بخشی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آلودگی سے بھی پاک رکھا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مردوں کے مس کرنے سے بھی پاک رکھا۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہر مذموم فعل سے اور ہر بُری عادت سے پاک رکھا

پانچویں صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں یہود کی جھوٹی تہمتوں سے بھی پاک رکھا۔

واہ! سبحان اللہ کیا شان عصمت و حفاظت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنابِ مریم سلام اللہ علیہا کے لیے کیا اہتمام قدرت ہے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِیْرًا فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ كَثِیْرًا"

بہر حال جو اصطفاء ثانی ہے اُس سے مراد جناب مریم سلام اللہ علیہا کا اُمِ نبی ہونا ہے اور اس سے عجیب شان یہ ہے کہ بغیر خاوند کے بیٹا جنا یہ کائناتی امتیاز ہے اور ایسا شان والا بیٹا جو ماں کے تقدس کو ماں کی گود مبارک میں ہی بیان کر رہا ہے اور حیرت یہ ہے کہ اللہ ان کے مرتبے کو قرآن مجید کی صورت میں بیان کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ "وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے جناب مریم اور ان کے لختِ جگر حضرت عیسیٰ رُوح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی قدرتوں اور عظمتوں کو تمام جہانوں کے لیے عظیم الشان نشانی کے طور پر بیان فرمایا ہے۔

علامہ رازی علیہ الرحمہ نے بھی حسبِ دستور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاشانۂ رحمت کے نفوسِ عظمت کو اسی تقدس میں بیان فرمایا ہے اور انہی روایات کو نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عظمتوں کے اعتبار سے اس کائنات میں سب سے بلند و

بالا یہ چار خواتین ہیں ان کے نام یہ ہیں: حضرت مریم، حضرت آسیہ، حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمۃ الزہراء (سلام اللہ علیہن) پھر فرمایا قرآن مجید کی آیت "یٰمَرۡیَمُ اقۡنُتِیۡ لِرَبِّكِ وَاسۡجُدِیۡ وَارۡكَعِیۡ مَعَ الرّٰكِعِیۡنَ" اے مریم اپنے رب کی فرمانبرداری میں اُتر آؤ اور اُس کے حضور سجدہ ریز رہو نہایت ادب سے۔

اور اس کی تفسیر سورۃ بقرہ میں بھی بیان کی گئی ہے "وَ قُوۡمُوۡا لِلّٰهِ قٰنِتِیۡنَ" اے لوگو! بارگاہِ رب العزت میں نہایت ادب کے ساتھ فرمانبرداری کرو۔ اللہ تعالیٰ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو ہر مرتبہ عظمت عطا کر کے پھر اُن سے فرماتا ہے کہ اے مریم تم ادب اور فرمانبرداری میں جھک جاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بیان کردہ انعامات کے ساتھ ساتھ مریم سلام اللہ علیہا کو اپنی جنابِ خاص سے پھر اپنی مزید عطاؤں، انعامات، احسانات اور شرافتوں اور بزرگیوں کے لیے مزید خاص کرنا چاہتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کی ذات نے ان پر مزید طاعات واجب فرمائی تاکہ اس کی عظیم نعمتوں کا شکریہ ادا ہو جائے۔

خلاصہ کلام

قارئینِ محترم! آپ نے پچھلے اوراق میں عصمت کے باب میں لغوی اور اصطلاحی تعریف اور عصمت میں مؤثر دلائل کا بغور مطالعہ فرمایا یہ سب کچھ عصمتِ والدین مصطفیٰ "عَلَیۡهِمَا التَّحِیَّةُ وَالثَّنَآءُ وَ سَلَامُ اللهِ عَلَیۡهِمَا" کے لیے مقدمہ ہے۔

تاہم اسلوبِ قرآن ہی پیش آمدہ تمام استدلالات میں مؤثر ترین دلیل ہے جس کو ہزاروں فقہاء، محدثین اور متکلمین نے اپنے اپنے قواعد کے مطابق اپنے اپنے بیان کردہ مسائل کی قوت میں بیان فرمایا ہے۔ قرآن کریم کی عادت مبارکہ ہے کہ بعض حقیقتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان فرماتا ہے بعض حقیقتوں کو اجمال کی صورت میں بیان فرماتا ہے اور بعض سورتوں میں پیش آمدہ مسائل کے لیے قواعد مہیا کرتا ہے جن کی روشنی میں اہلِ علم اسی طرزِ تکلم سے مسائل اخذ کرتے ہیں۔ پانچ سو آیات احکام پر مشتمل ہیں جن میں غور کر کے علماء نے

لاکھوں مسائل کا استنباط اور استدلال کیا ہے۔ ہر مسئلے کے لیے الگ سے نص کا مہیا ہونا ناممکن ہے بیان کردہ نصوص میں ہی غور کر کے علماء ہر زمانے میں دینی اقدار کا احیاء کرتے ہیں اور یہ اُصول قیامِ قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ علماء اس مسلمہ اُصول سے استفادہ کرتے رہیں گے اس لیے مسکین نے بھی اپنی کم علمی کے باوجود اس مسلمہ اُصول کو ہی روشنی بنایا ہے اور اِس استدلال پر کسی وضعی اور اختراعی فکر کا سہارا نہیں لیا۔ اپنے استدلال کی قوت میں مسلم بزرگوں کی مستند تفاسیر کو ہی بطورِ حوالہ پیش کیا ہے جیسے علامہ الرازی کی تفسیر کبیر کا جملہ "وَ خَصَّهَا فِیْ هٰذَا الْمَعْنٰی بِاَنْوَاعِ اللُّطْفِ وَالْهِدَایَةِ وَالْعِصْمَةِ" یعنی مریم سلام اللہ علیہا کو عظمتِ عصمت وہدایت کے لیے خاص کر لیا گیا ہے اسی جملے کو حوالہ کے طور پر نقل کیا ہے اور اسی طرح صاحب تفسیر غرائب القرآن نے بھی "وَالْهِدَایَةِ وَالْعِصْمَةِ فِیْ حَقِّهَا" کے لفظوں سے عصمت ہی کو بیان کیا گیا ہے اور یوں ہی امام الصوفیہ امام قشیری نے بھی اپنی تفسیر لطائف الاشارات المعروف تفسیر قشیری میں بھی مطلقاً "بِحَبِیْلِ الْعِصْمَةِ" یعنی انتہائی اعلیٰ عصمت کا قول کر کے اپنی قلبی و دینی عظمت کا اعلان فرمایا۔ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا عظمتِ عصمت کی مالک ہیں۔ عین ایسے ہی جدید مفسر محمد بن عمر نووی المتوفی ۱۳۱۴ھ اپنی مشہور زمانہ تفسیر مراح اللبید میں یوں لکھتے ہیں:

"وَ تَخْصِیْصِكَ بِاَنْوَاعِ اللُّطْفِ وَالْهِدَایَةِ وَالْعِصْمَةِ" کا عظیم جملہ بول کر عصمتِ مریم سلام اللہ علیہا پر اپنے ایمان کا اظہار فرمایا ہے اور اسی طرح دوسری آیتِ کریمہ جس میں مرتبۂ احصان بیان کیا گیا ہے اُس میں بھی تفسیر روح المعانی میں سید محمود احمد آلوسی علیہ الرحمہ سے لے کر تا آخر تمام مفسرین نے احصان کا معنی عصمت ہی بیان کیا ہے اور عصمت کا عنوان مفسرینِ کرام اس حد تک لے گئے ہیں کہ اس نفسِ رحمت میں گناہ تو دور کی بات ہے وسوسہ گناہ بھی محال جانا۔ یہ تو اہلِ سنت کے مسلّم بزرگوں کا عقیدہ ہے۔ اگر مسکین نے انہی قوتوں کو بنیاد بنا کر محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کی عصمتوں کا قول کیا ہے تو یہ نیا اجتہاد نہیں بلکہ اہلِ علم کا قدیمی عقیدہ

بیان کیا ہے۔ اگر اس مسئلہ میں میری گرفت ہو گی تو مجھ سے قبل تمام اکابر علماء کی گرفت یقینی ہے تو مجھے ایسی گرفتوں کا کوئی بھار نہیں ہے۔ہاں اگر معقول علمی نظریہ سامنے آیا جس میں دلائل کی موزونیت دیکھی تو جواب دوں گا ورنہ عصبیت سمجھ کر ایسے نظریے کو دیوار پر پھینک دوں گا کیونکہ میں آج کل کے علمی حلقوں کا تانا بانا جانتا ہوں اور علمی حدودِ اربع جانتا ہوں۔ اِلاماشاء اللہ۔ اس دنیا میں مخلص اور دیانتدار اور تبحر علماء کرام کی کمی نہیں۔ فقیر ایسے علماء کی کفش برداری کو اپنی شان سمجھتا ہے مگر متعصب ملّاں سے شدید نفرت کرتا ہے جب قرآن کریم نے "وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ" یعنی ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔ اس قانون خداوندی کے ہوتے ہوئے کسی عالم کو کوئی حق نہیں کہ وہ اپنے بیان کردہ یا یقین کردہ نکتۂ نظر کو ہی معیارِ حق بنائے۔ معیارِ حق کا اختیار صرف اللہ اور اُس کے رسول کو ہے باقی تمام اہلِ علم محتاجِ دلیل ہیں۔ ہاں اگر کوئی معقول دلیل کی بنیاد پر مسکین کے اس استدلال پر علمی معارضہ کرنا چاہے تو میں ہر اعتبار سے حاضر ہوں۔ احقاقِ حق ہی میر اشعار اور مذہب ہے میں اس پر کامل یقین رکھتا ہوں تاہم اس باب میں مخلصِ اہلِ علم سے گزارش ہے کہ وہ اس عظمت میں آگے بڑھیں اور افادے اور استفادے کے ماحول کو پھر سے گرمائیں تاکہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے پیارے والدینِ کریمین طیبین، طاہرین کی دہلیز عصمت پر ہم سب مل کر سراپا نیاز ہوں اور دونوں جہان کے مالکوں سے خیرات پائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین ثم آمین!

عصمت کا اُصولی اور دینی تصور

قارئینِ محترم! عصمت کی بابت آپ نے جزوی تفصیل پوری شرح وبسط کے ساتھ ملاحظہ فرمائی۔ ہمارا مقصد اس سے علمی باریکیوں میں یا موشگافیوں میں الجھنا اُلجھانا نہیں بلکہ حرمِ نبوت کے تقدس کو قرآن عظیم کی آیات کی روشنی میں بیان کر کے اُمت کو آگاہ کرنا ہے کہ حرمِ نبوت بہرحال محترم ہے۔ اس کا ہر فرد خصوصاً والدین مصطفیٰ ﷺ تو ہر احترام کی

انتہاء ہیں پاکدامنی ان کی فطرت ہے عصمت ان کا اخلاق ہے کامل طہارت کا حقیقی معیار ان ہی کی ذات ہے

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

انہی کے حق میں نازل ہوئی۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم شہادت ہے تطہیراً مصدر مفعول مطلق ایک عظیم تاکید ہے۔ طہارت کے باب میں اس اعتبار سے ارادۂ خداوندی کا برملا اعلان عظمتِ طہارت اور عصمتِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ کی ایک واضح حقیقت ہے۔ اس میں رتی برابر شک کرنا بدترین بے دینی ہے۔

مصطفائیت کی حقیقت

قارئینِ محترم! کسی چیز کی کمیت اور کیفیت کو بیان کرنا حدودِ اربعہ کو بیان کرنا یہ اُس چیز کی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ یہ جو مصطفائیت ہے کائنات میں کسی علم نے یا کسی عالم نے آج تک مصطفائیت کی کمیّت اور کیفیت کے اعتبار سے اس کی حقیقت کا آج تک راز نہیں کھولا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ مرتبہ ہی ایسا ہے کہ جس کے لیے پوری کائنات کا جغرافیہ بھی ناکافی ہے یہ ایک لطیف عظمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کو ہی اس سے نوازا ہے۔ علماء کرام نے لغوی اعتبار سے یا اصطلاحی اعتبار سے اس کو انتخاب، چناؤ اور پسندیدگی کے معنی میں بیان کیا ہے۔ تاہم اس کی حقیقت جو بھی ہو ہم اُس کی عظمت پر یقین رکھتے ہیں قرآن اور حدیث کے وسیع ذخیرہ میں یہ لفظ بار بار استعمال ہوا ہے اس کو پسندیدگی کے معنی میں بیان کیا گیا ہے لیکن ایک تفسیری حوالہ حاضر خدمت ہے جس سے قدرے معلوم ہو جائے گا کہ اس کا معنی حقیقت کے اعتبار سے قُرب و حضورِ صمدیّت میں کوئی مرتبہ ہے جس کی کُنہ حقیقت فقط اللہ ہی جانتا ہے یا صاحبِ اصطفائیت یعنی مصطفٰی ہی جانتے ہیں۔ آیئے اس صورت میں ایک تفسیری اقتباس حاضر خدمت ہے جس کے خط کشیدہ لفظوں پر غور کرنا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

"وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ

اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۳﴾ "

"القول فی تأویل قوله تعالیٰ [سورة آل عمران آیة ۴۲]" "وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ "

" وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ شروع فی تتمة فضائل آل عمران قال المهایمیؒ فیه اشارة الی جواز تكلیم الملائكة الولیّ و یفارق النبی فی دعوی النبوة اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ بالتقریب والمحبة وَطَهَّرَكِ عن الرذائل لیدوم انجذابك الیه وَاصْطَفٰكِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ بالتفضیل و بما اظهره من قدرته العظیمة حیث خلق منك ولدا من غیر اب و لم یكن ذلك لاحد من النساء وفی (الاكلیل) استدل بهذه الایة من قال بنبوة مریم كما استدل بها من فضلها علی بنات النبی ﷺ و ازواجه و جوابه ان المراد عالمی زمانها قال السدی"

نوٹ: یہ اقتباس محاسن التفسیر کا ہے۔

انھوں نے خط کشیدہ الفاظ میں "اِصْطَفَاكِ" کا معنی "اَلتَّقْرِیْبُ وَالْمَحَبَّةُ" لکھا ہے یعنی قرب و حضورِ الٰہی میں محبت کی کوئی کائنات ہے کوئی خاص مقام ہے جو ان نفوسِ قدسیہ کو حاصل رہتا ہے اور " طَهَّرَكِ عن الرذائل "کا معنی سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی طبع عظمت کو اس طرح پاکیزگیوں کا نور بخشا کہ کوئی رذیل چیز اُن تک نہ پہنچ پائی اور اللہ تعالیٰ کا ان کی عظمت میں یہ فضلِ عمیم ہے کہ انھیں پھر دوبارہ "نساء العالمین" پر مصطفائیت کا اعلیٰ مقام بخشا۔

اب اس اعتبار سے ایک اور حوالہ حاضرِ خدمت ہے۔ بیہقیِ وقت علامہ محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ علیہ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر، تفسیرِ مظہری میں ارشاد فرماتے ہیں: تفسیر کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"وَاِذْ قَالَتِ عطف علی اذ قالت امراة عمران الْمَلَائِكَةُ یعنی جبریل علیہ السلام شفاها یا مَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ ای اختارك لنفسه بالتجلیات الذاتیة الدائمیة التی عبرها

الصوفية بكمالات النبوة و هى بالاصالة للانبياء عليم السلام و التبعية والوراثة للصدقين و كانت هى صديقة قال الله تعالىٰ و امه صديقة وَ طَهَّرَكِ عن الذنوب بالحفظ والمغفرة وعدم تطرق الشيطان اليها كما مر من حديث ابى هريرة برواية الشيخين وقيل طهرها من مسيس الرجال و قيل من الحيض وَاصْطَفَاكِ اى فجلك علىٰ نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ اى عالمى زمانهم "

ترجمہ: اس تفسیری اقتباس کے اندر صاحبِ تفسیر نے یہ فرمایا ہے کہ اس مصطفائیت سے مراد اللہ تعالیٰ ان مصطفاؤں کو اپنی ذات کی محبت کے لیے خاص کر لیتا ہے اور پھر تجلیات حُسنِ اُلوہیت کے ذاتی جلوؤں سے دائمی اور مسلسل اپنے مصطفاؤں پر حُسنِ ذات کے جلوؤں کو نازل فرماتا رہتا ہے جس سے تمام مصطفاء سرشار و پُر مسرت رہتے ہیں۔ ان کی فطرتوں پر نورِ ذاتِ حق اتنا غالب آ جاتا ہے کہ یہ نفوسِ عظمت گناہ کا خیال ہی نہیں کر پاتے اور نہ ہی کوئی وسوسہ ان کے قریب آتا ہے۔ صوفیاء کرام علیہم الرضوان نے اصطفائیت کو اس معنی میں بیان کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں یہ مرتبۂ اصطفائیت حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بالاصالت میسر ہے یعنی براہِ راست حاصل ہے جب کہ غیر انبیاء کو بالتبع یعنی بوسیلہ انبیاء حاصل ہے اور بطورِ وراثت میسر آتا ہے قرآن مجید کے اس جملے "وَ اُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ" کہ حضرتِ مریم سلام اللہ علیہا قرآن مجید کی نص کی صورت میں صدیقہ بھی ہیں۔ اب بولیے جناب ہے کوئی کائنات میں جغرافیہ دان جو مرتبۂ اصطفائیت کا احاطہ کر سکے۔ اس مرتبے کو فقط اللہ جانتا ہے یا صاحبِ اصطفائیت جانتے ہیں۔ ہمارا اس کی ہر عظمت پر ایمان اور کامل یقین ہے بھلا جو ذاتِ حق میں مستغرق ہو اُس کی عظمتوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ یہ تو اُم عیسیٰ علیہ السلام کی شان ہے جنھوں نے کلمۃ اللہ کو جنم دیا ہے۔ یارو دیکھو تو سہی اُس ماں کا مرتبہ جن کے مرتبہ سے مرتبوں کو وجود ملا ہے کیا شان ہے اس ماں کی جس کو "رحمۃ للعالمین" کی ماں ہونے کا شرف ملا ہے۔ اس نفسِ عصمت پر بلکہ کمالِ عصمت پر ذاتِ خدا کی بے مثال تجلیات حسن عظمت کا نزول کس شان سے ہو گا "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا

فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا" قرآن مجید اس کی یوں شہادت دیتا ہے "اَلَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ" اے محبوب اللہ اپنے حسن الوہیت کی تجلیات آپ پر اُس وقت سے مرکوز کیے ہوئے ہے جب وقت بھی اعداد و شمار کے ہندسوں کو شرمندہ کر رہا تھا "وَ تَقَلُّبَ فِی السّٰجِدِیْنَ" میرے حسن کی تجلیات اُن سجدہ ریز مردوں اور سجدہ ریز عورتوں یعنی آپ کے آباء اور امہات پر مسلسل مرکوز رہیں اور آپ کو اُن پاکیزہ پشتوں اور رحموں سے گزارا گیا جن پر بے حد و بے حساب تجلیاتِ حسن اُلوہیت پڑتی رہیں اور بالآخر وہ نفوسِ رحمت جن سے آپ کا ظہور ہوا جو سراجاً منیراً کے لیے باعثِ فطرت بنے۔ ابتداء خلقت سے لے کر ان نفوسِ عظمت تک میں مسلسل ان نفوسِ عظمت پر اپنے حسن کے جلوے نازل فرماتا رہا۔ پہلے ان کی روحیں میرے جلوؤں سے سرشار ہوئیں پھر جب انھیں وجودِ فطرت ملا تب تو یہ میرے جلوؤں کی قبلہ گاہ رہے اتنی دیر تک حُسن اُلوہیت ان نفوسِ رحمت پر برساتا رہا۔ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا"

قارئینِ محترم! ایک سادی مثال سے بات کو واضح کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ دو پہاڑوں کے سنگھم پر جب سورج ہزار سال تک اپنی روشنی اپنے حسن کی جلوے ڈالتا رہے تو ہزار سال کے بعد اُس سورج کی گرمی اُن پتھروں اور پہاڑوں کے سینے میں لعلِ یاقوت پیدا کر دیتی ہے یہ تو آسمانی سورج کے جلوؤں کا فیضان ہے اور ابوین مصطفیٰ پر تو اُن کے "مرج البحرین" تک اللہ ذوالجلال والاکرام ابتداء کائنات سے لے کر تاوقتِ ولادت باسعادت اپنے جلوۂ حُسن الوہیت سے ان نفوسِ عظمت کو مالا مال فرماتا رہا۔

قارئینِ محترم! سورج کی آنکھ ہزار سال تک لعل یاقوت ہی پیدا کر سکتی ہے مگر یہاں تو "فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا" کا اعلان عجیب ہی منظر بیان کر رہا ہے۔ یہ خدائے ذوالجلال کی نگاہِ کرم کی بات ہے یہ ہزار سال سے نہیں بلکہ گردشِ ایام سے بھی پہلے ان نفوسِ قدسیہ پر نور بیزیاں فرما رہی ہیں یعنی اَزل سے ابد تک خدا تعالیٰ کا یہ تسلسل جاری ہے تو جو اِس تجلیاتِ حسنِ صمدیت کا قبلہ رہیں اُس مرج البحرین سے رحمۃ للعالمین ہی برآمد ہو سکتے ہیں۔ باعثِ تخلیق

کائنات ہی ظہور پذیر ہو سکتے ہیں۔ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا" اس بابت ایک قرآنی حوالہ پیش خدمت ہے قرآن مجید کی مشہور ترین آیت مقدسہ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

(الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر اور اے ایمان والو! تم بھی بے حد و بے حساب درود و سلام کے نذرانے پیش کرو۔

قارئین محترم! جب یہ آیتِ کریمہ اُتری صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ سلام کا طریقہ تو ہمیں یاد ہے مگر صلوٰۃ کا طریقہ ہمیں تعلیم فرمائیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ"

ترجمہ: اے میرے پیارے صحابہ تم اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کرو اے اللہ تو درود نازل فرما رحمتیں نازل فرما محمد ﷺ پر اور آلِ محمد ﷺ پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام پر اور اُن کی آل پر۔ اے اللہ برکتیں نازل فرما محمد ﷺ پر اور ان کی آل پاک پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آلِ پاک پر

قارئین محترم! اس درود شریف میں لفظِ صلوٰۃ کا معنی امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک "وَهُوَ الْاِعْتِنَاءُ" یعنی تجلیات حسن الٰہی کا برسنا ہے جس کو رحمت و درود کا نام دیا گیا ہے اور کامل توجہات رحمت کا فرمانا متوجہ رہنا۔ اب اس صورت میں معنی یہ بنا کہ اے اللہ! محمد ﷺ پر اور ان کی آل پاک پر اپنی کامل توجہات کے ساتھ اپنے حسن اور کامل رحمتوں کی تجلیات نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی آل پاک پر نازل فرمائیں۔ گویا یہ تجلیات الٰہیہ کا نزول دائمی نزول ہے جو حضور ﷺ پر بھی نازل ہوتا

رہا اور آل پاک پر بھی نازل ہوتا رہے گا۔ یہاں "کَمَا صَلَّیْتَ" ماضی مطلق کا صیغہ ہے جو گذشتہ زمانے کی پوری اکائیوں کو شامل ہے۔ اب اس اعتبار سے معنی یہ بنا کہ اللہ تعالیٰ ابتداء کائنات سے رسولِ کائنات ﷺ اور آپ کی آل پاک پر اور آپ کی اُصولی نسل یعنی آباؤ اجداد اور امہات کرام پر مسلسل اور بے مثال اندازِ رحمت میں اپنی تجلیات عظمت و رحمت کا نزول خاندانِ مصطفیٰ ﷺ پر فرماتا رہا۔

اور یہ کامل اعتناء اور دائمی تجلیات اور رحمتوں کا نزول اُصولی خاندان کے اعتبار سے محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کی ذاتِ والا صفات پر تکمیل پذیر ہوا اور حضور سرورِ کائنات ﷺ اور آپ کی آل پاک پر مسلسل تا ابد جاری و ساری رہے گا۔ گویا خاندان نبوت ابتداء سے انتہائے کائنات تک بلکہ تا ابد الاباد تجلیات خداوندی کا مرکز اور مہبط رہا اور تا ابد رہے گا۔ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ كَثِيْرًا"

قارئینِ محترم! یہ ہیں وہ نفوسِ قدسیہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ سے ہمیشہ تک اپنے حسن کے جلووں میں رکھا۔ اب ان کے بارے میں عصمت کا ثبوت کوئی تعجب خیز بات نہیں بلکہ یہ عصمت اُن کے لیے باعثِ عظمت نہیں یہ وہ نفوسِ قدسیہ ہیں کہ یہ خود عصمت کے لیے باعثِ عظمت ہیں بلکہ معیارِ عصمت ہیں۔ عصمت تو ان کے تقدس کا ایک ادنیٰ سا خُلق ہے تو ان کی کامل شخصیت کا تقدس، مرتبہ اور حدودِ اربع صرف اللہ اور اُس کا رسول ﷺ ہی جانتے ہیں۔ اسی لیے قرآن نے ان کی محبت کا حکم دیا ہے اور اُن کی محبت کے بغیر نہ کوئی ایمان کی حیثیت ہے اور نہ ہی ایمان کا کوئی وجود ہے۔

قارئینِ محترم! جب ساون کی برکھا برستی ہے تو زمین کا ہر نشیب و فراز جل تھل ہو جاتا ہے کہیں بھی کوئی اونچ نیچ نظر نہیں آتی یہ تو خلاء کائنات میں برسنے والے بادل کی عظمت ہے اس پر تمام لوگ متفق بھی ہیں اور مشاہد بھی ہیں۔

اب ذرا اسی تصور سے آگے چلیے۔ جب نورِ صمدیت حسنِ الوہیت کی رحمت والی نورانی بارش

برستی ہو گی تو پھر اس خاندانِ عظمیٰ کے اندر نشیب و فراز کہاں نظر آئے گا۔ ساون کی برکھا وقت بوقت برستی ہے مگر نور کی بارش ہر لمحہ عرصہ دراز سے عرصہ دراز تک برستی رہی اور برستی رہے گی۔ بولیے جناب کیا اندازہ لگاؤ گے حرمِ نبوت کی عظمتوں کا جن کی شان اندازوں سے بڑھ جائے اندازے سمٹ جائیں بلکہ بے نشان ہو جائیں تو ان کی بابت سوچا نہیں جاتا بلکہ انھیں مانا جاتا ہے آؤ اے اُمتِ محمدیہ حرمِ نبوت کی بابت اندازے لگانا چھوڑ دو، مسلک بنانے چھوڑ دو تمہیں خدا کی عظمت اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا واسطہ دیتا ہوں ان کریموں کی دہلیزِ عظمت پر جھک جاؤ ان کے حیاء کی عظمت میں اتر جاؤ ان کے وفا کے سرور سے مسرور ہو جاؤ۔ یہی خدا کا دین ہے اور یہی رسولِ خدا ﷺ کا دین ہے۔۔

ان کے جو ہم غلام تھے خلق کے پیشوا رہے
ان سے پھرے جہاں پھر آئی کمی وقار میں

اُمِ نبی ہونا شانِ مصطفائیت کی بے مثال صُورت

قارئینِ محترم!

آپ ماسبق بیان میں تفصیل کے ساتھ پڑھ آئے کہ اُم النبی کی شانِ اصطفائیت مثل و بے مثال ہے پاکدامنی، عفت و عصمت بے مثال ہے۔ شخصی خِلقی اور خُلقی وقار بے مثال ہے۔ آیئے اب ہم اُس مصطفائیت کی طرف آتے ہیں جو تمام مصطفائیوں کی غایتِ اولیٰ ہے وہ مصطفائیت ہے نبی کی ماں ہونا۔ یہ سب سے بڑا مقام ہے۔ اس مقام میں ان کا کوئی مثیل نہیں ہوتا۔ یہ سب سے بڑا مقام اس لیے ہے کہ یہ قدرتِ خداوندی کا خصوصی انتخاب اور اہتمام ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ

" وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ (۴۲) "اس آیت کریمہ میں پہلے اصطفائیت سے مراد حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی طبعی عظمتیں بیان ہوئیں یعنی ان کی عمر مبارک کے ابتدائی کمالات اور مقامات بیان ہوئے ہیں جن کو تمام تفاسیر نے فرداً فرداً بیان کیا ہے اور دوسرے اصطفائیت سے مراد جو سب سے بڑی مصطفائیت ہے وہ ہے نبی کی ماں ہونا "اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِیْرًا فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ كَثِیْرًا" کیا انتخاب خداوندی ہے۔ ویسے تو تمام تفاسیر نے یہی کچھ بیان کیا ہے مگر یہاں چند ایک تفسیری اقتباسات حاضرِ خدمت ہیں جن میں بطورِ نص کھول کر بیان فرمایا گیا ہے۔

سب سے بڑی کائناتی فضیلت نبی کی ماں ہونا ہے

پہلا اقتباس دنیائے اسلام کی عظیم ترین اور مشہور ترین یونیورسٹی جامعۃ الازہر قاہرہ کے مقتدر مفسرین کی مشترکہ تفسیر المنتخب فی تفسیر القرآن الکریم، لجنۃ من علماء الازہر، الناشر، المجلس الاعلیٰ للشؤن الاسلامیہ، مصر) میں ہے

" وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ (۴۲)

"" واذكر ايها النبى اذ قالت الملائكة يا مريم ان الله اختارك لتكونى **ام نبيه** و طهرك من كل دنس، و خصك بأمومتك لعيسى بفضل على كل نساء العالمين "

ترجمہ: اے محبوب یاد فرماؤ اس وقت کو جس وقت مریم کو فرشتوں نے کہا کہا بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے تجھے ایک بہت بڑی عظمت کے لیے پسند فرمالیا ہے اور وہ عظمت "لِتَكُوْنِیْ اُمُّ نَبِیِّهٖ" (آپ اللہ کے نبی کی ماں ہیں) ہے یہ سب سے بڑا شرف ہے اس شرف کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے تجھے عالمین کی عورتوں پر مرتبہ مصطفائیت بخشا ہے اور اپنا قرب و حضور بخشا ہے اور تجھے اپنے قرب و حضور کے لیے خاص کر لیا ہے۔

تفسیر الراغب اصفہانی، یہ تفسیر امام راغب اصفہانی کی ہے لُغتِ عرب کے بے مثال امام ابو القاسم حسین بن محمد المعروف راغب اصفہانی المتوفی ۵۰۲ھ، الناشر الاداب طنطاوہ لکھتے ہیں

ملاحظہ فرمائیں:

"قولہ عزوجل وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ تکریر الاصطفاء قیل لمعنین الاول فرّغھا لعبادتہ و اغناھا عن الکسب والثانی ان **جعلھا امّا لعیسیٰ** و آیة له، وقیل الاول الاصطفاء الذی **ھو الاجتباء**"

ترجمہ: تکرارِ اصطفاء کے دو معنی ہیں پہلا معنی اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو اپنی عبادت کے لیے فراغت بخشی اور کسبِ معاش سے بے نیاز کر دیا اور دوسرے اصطفاء سے مراد اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو نبی عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہونے کا شرف بخشا۔ یہ کمال شانِ مصطفائیت ہے۔

آگے چلیے۔ امام ابراہیم القطان اپنی تفسیر تفسیر التفسیر میں یوں ارشاد فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

" وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ "

"اصطفاك و طهرك و اصطفاك اصطفا الاولى من قبل امك حين نذرت ما فى بطنها **واصطفاك الثانيه هداك و خصل بكرامات عظمى منه** ولادة بى من غير ان يسسك رجل اقنتى الزمى الطاعة مع الخضوع

واذكر ايها النبى اذ قالت الملائكة يا مريم ان الله اختارك و اختصك لتكونى **امّا لنبى** كريم و طهرك من كل دنس و **خصك باومة عيسى** و فضلك على نساء العالمين لذلك اطيعى ربك و اخضعى له و صلى دائما مع الذين يعبدونه و يصلون له

ان هذا الذى قصه القرآن عليك يا محمد هو من انباء الغيب اوحى الله به اليك مع انك لم تقرأ الاخبار السابقة و لم تكن حاضراً فى بنى اسرائيل حين اجتمع كبراؤهم و كل

واحد منهم یدید ان یکفل مریم، حتی اقترعوا علی ذلك و لم تنازعهم و هم یختصمون فی نیل هذا الشرف العظیم۔"

ترجمہ ومفہوم: اس آیت کریمہ میں پہلے اصطفائیت سے مراد حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی پہلی عمر مبارک کے اعزازات ہیں اور دوسرے میں آپ سلام اللہ علیہا کو اللہ نے نورِ ہدایت سے مالا مال فرمایا اور کائنات بھر کی عظیم ترین کرامات اور بزرگیوں سے مالا مال فرمایا بغیر خاوند کے بیٹا عطا کیا اور اس شرف ومجد پر فرمایا اے مریم خشوع وخضوع کے ساتھ اطاعت شعاری کی عظمت میں اتر جاؤ۔ اے نبی یاد فرماؤ یعنی اُمت کو یاد دلاؤ وقتِ عظمت جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو نبی کی ماں ہونے کا شرف بخشا اور ہر آلودگی سے پاکی کی عظمت بخشی اور خصوصیت کے ساتھ نبی عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہونے کی عظمت بخشی اور اس اعتبار سے تمام جہانوں کی عورتوں پر فضیلت بخشی۔ اس لیے فرمایا: اے مریم! اپنے رب کے حضور عجز ونیاز کے ساتھ دِل کے بلند احساسوں کے ساتھ بار گاہِ صمدیت میں جھک جاؤ اور ادب والوں کے ساتھ حضورِ الٰہی میں مؤدب رہو۔

اے حبیب ﷺ یہ عظمت غیب کے عظیم قصوں میں ایک عظیم قصہ تھا جو ہم نے تجھ پر وحی فرمادیا ہے۔

اسی حوالہ عظمت پر ایک عظیم مفسر دنیائے تفسیر کی عظیم شناخت الدر فی تناسب الایات والسور، الناشر دار الکتاب الاسلامی، قاہرہ مصر، اس آیت کریمہ کے ضمن میں ایک انوکھا تفسیری حوالہ بیان فرمارہے ہیں۔ یہ تفسیری حوالہ اپنی شان میں واقعی ایک انوکھا حوالہ ہے جو نقل کیا جارہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس تفسیری حوالے کو اس کی ندرتِ معنیٰ کی بنیاد پر ایک الگ عنوان کی صورت میں بیان کروں تاکہ اربابِ ذوق کی ذوقی عظمت کو معراجِ ذوق میسر آئے۔ ملاحظہ فرمائیں:

شانِ مصطفائیت کا ایک نادر مقام

قارئینِ محترم! مندرجہ ذیل تفسیری اقتباس اپنے نُدرتِ معنی کے اعتبار سے بے مثال ہے اور میرے عنوان کے قریب تر ہے اس لیے میں اس کو الگ عنوان کی صورت میں بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

نوٹ: اس تفسیری اقتباس میں درج بالا آیت اصطفائیت میں مفسر ہذا نے پہلی اصطفائیت سے مراد عبرانی اصطفائیت مراد لی ہے اور دوسری اصطفائیت سے عرب اصطفائیت۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو پہلی اصطفائیت میں ام عیسیٰ علیہ السلام ہونے کا شرف ملا ہے یہ بہت خوب مصطفائیت کا مقام ہے اور دوسری اصطفائیت میں حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو حضرت محمد ﷺ کی جنتی بیوی ہونے کا شرف ملا ہے اور محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا اور محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جنتی بہو ہونے کا اعزاز ملا۔ یہ اعزاز خوب سے خوب تر ہے۔ سبحان اللہ۔ اب مذکورہ اقتباس حاضرِ خدمت ہے:

" فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ "

"السلام لتهيئها لخطاب كل منهم كما مضى [يا مريم ان الله] اى الذى له الامر كله [اصطفاكِ] اى اختارك فى نفسك لا بالنظر الى شىء آخر عما يشين بعض من هو فى نفسه خيا [و طهرك] اى عن كل دنس [واصطفاك] اى اصطفاك خاصًا [على نساء العالمين]فمن هذا الاصطفاء والله سبحانه و تعالىٰ اعلم كما قال الحرالى ان خلصت من

الاصطفاء الاول العبرانی الی اصطفاء علی عربی حتی انکحت من محمد ﷺ النبی العربی قال ﷺ لخدیجة رضی الله عنها اما شعرت ان الله سبحانه و تعالیٰ زوجنی معك مریم بنت عمران۔ انتهی"

ترجمہ و مفہوم: اے مریم سلام اللہ علیہا ہم نے آپ کو کامل شانِ مصطفائیت بخشی اور اپنی ذات کے قرب و حضور کے لیے پسند فرمایا "وَ طَهَّرَكِ" یعنی ہم نے آپ کو ہر آلودگی سے پاک رکھا اور خصوصًا ہم نے آپ کو عالمین کی عظمتوں کے لیے پسند فرمایا، مصطفیٰ بنایا۔ اللہ ان حقیقتوں کی عظمتوں کو خوب جانتا ہے۔ الحرالی فرماتے ہیں پہلی مصطفائیت میں خاص کر لیا گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہونے کے حوالے سے اور کمالِ مصطفائیت یہ ہے کہ حضرت بی بی مریم سلام اللہ علیہا کو جنت میں امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا جنتی حرم ملے گا یعنی آپ سلام اللہ علیہا حضورِ اکرم ﷺ کی زوجۂ محترمہ ہوں گی اور جنتی مؤمنوں کی ماں ہوں گی اور والدینِ کریمین مصطفیٰ ﷺ کی بہو ہوں گی۔ اس لیے حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اُس وقت فرمایا جب مائی صاحبہ سلام اللہ علیہا اپنی سانسوں کی خیرات عطا کر رہی تھیں اور اپنے مولا کے حضور دائمی زندگی کے لیے محوِ سفر تھیں، اُس وقت آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ آپ سلام اللہ علیکِ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ کی ذات نے جنت کے اندر سیدہ بی بی مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے فرمادیا ہے۔ لہذا جنت میں جاتے ہوئے انھیں میرا سلام کہنا وہ جنت میں آپ کے ساتھ شریک عظمت ہوں گی۔

اس عنوان کو تفسیر روح المعانی میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ اقتباس حاضرِ خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں:

"و جاء فی بعض الاثار ان مریم و آسیة زوجا رسول الله ﷺ فی الجنة اخرج الطبرانی عن سعد بن جنادة قال قال رسول الله ﷺ ان الله زوجنی فی الجنة مریم بنت عمران

و امرأة فرعون اخت موسیٰ علیہ السلام"

قارئینِ محترم! کیا عظمتِ شانِ مصطفائیت ہے حرمِ نبوت میں آنے والی بی بی مصطفیٰ بنادی جاتی ہے تو نبی کو جننے والی ماں وہ ان مصطفاؤں کی سردار کہلاتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا اپنی ساری شانوں کے باوجود اور عظمتوں کے باوجود خادمہ ہیں محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کی واہ سبحان اللہ! جس مخدومہ کی خادمہ کی یہ شان ہو کہ قرآن مجید اسے "وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی" کے اعلان کے مطابق خود اللہ تعالیٰ ان کو بے مثل و مثال کہہ رہا ہے تو مخدومہ عالمین کی مثال کہاں سے آسکتی ہے۔ زبانِ رسالت نے بھی اسے یوں بیان فرمایا: اسے اُشرف الوسائل فی فہم الشمائل والوں نے نقل کیا ہے جس کا اقتباس حاضر خدمت ہے:

" ومولده و رضاعه و غيرها و لم يصح في ذلك الا اخبار قليلة كقوله ﷺ من جملة حديث و ان ام رسول الله ﷺ رأت حين وضعت نورا اضاء لها قصور الشام و خصت بذلك لانها خيرة الله من ارضه كما في حديث صحيح فهي افضل الارض اى بعد الحرمين و اول اقليم ظهر فيه ملكه ﷺ "

حضور سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میری ولادتِ باسعادت کے وقت میری والدۂ مکرمہ خدا تعالیٰ کی پوری کائنات اور پوری روئے زمین پر کائنات کے تمام باسیوں سے افضل و اعلیٰ تھیں اور مخزنۂ خیر تھیں یعنی اس وقت کائنات میں اُن جیسا یا اُن سے بہتر کوئی فردِ کائنات میں نہیں تھا۔ واہ! کیا شان ہے والدۂ مصطفیٰ ﷺ کی اور حضور سید عالم ﷺ کے پیارے والدِ گرامی محسن عالمین مخدومِ کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی کائنات میں فرد الفرید تھے بے مثل و بے مثال تھے اور تمام مصطفائیوں کا منتہاء تھے۔ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا"

"صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ آبَائِہٖ وَ اُمَّھَاتِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَحْبَابِہٖ وَ اَحِبَّائِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ"

قرآنی قصص اور اُن کی حکمتیں

قارئینِ محترم! قرآن کے اندر بیان کردہ قصوں اور مثالوں کی حکمت یہ ہے کہ انسان کے اندر احکامِ خداوندی کی ادائیگی کی صلاحیت پیدا ہو اور ان احکام کو بجالانے میں آسانی میسر ہو۔ انسانی فطرت میں خوف اور ذوق دو فطری احساس ہیں انہی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ترغیب اور ترہیب پر مبنی مواد قرآن نے مہیا کر دیا ہے اور حدیث بھی اس بات کی تائید کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الرَّجَآءِ وَالْخَوْفِ"

کہ ایمان اُمید اور خوف کی درمیانی حالت کا نام ہے۔

خداوند عالم کی ناراضگی سے خوف زدہ رہنا اور اُس کی بے تحاشا اور بے انتہاء رحمت سے پُر امید رہنا یعنی دونوں جذبوں سے سرشار رہنا ہی ایمان ہے۔ ان دونوں جذبوں کو بیدار کرنے اور برقرار رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دو طرح کے مواد مہیا فرمائے

ہیں۔ پہلے ہم اُمید کی بات کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے کلام کا آغاز رحم اور رحمت سے کیا ہے اس پر جو مشتمل قرآنی مواد ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کے حالات، واقعات احوال اور آثار کو بیان فرمایا ہے۔ اُن سے اپنی خصوصی محبت کی عظمت کو بیان فرمایا ہے۔ اُن کے طرزِ عمل کو اپنے دین کی بابت اسوہ کی بنیاد پر دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ اُنھیں دین میں بطورِ حوالہ پیش کیا ہے۔ اُن کے مرتبے کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ آخرت کے اندر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو وجاہت و وقار کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے۔ لوگوں کو ان نفوسِ قدسیہ کی حیاتِ عظمت کا پابند فرمایا ہے کہ اپنی حیاتِ مستعار کے چہرے کو نکھارنے کے لیے اس آئینہ نور میں جھانکیں تاکہ زندگی کا چہرہ غیر اخلاقی آلودگیوں سے پاکیزہ ہو جائے اور انہی نفوسِ عظمت کے اسوۂ حسنہ کو زندگی کی عظمت کا معیار بنایا ہے تاکہ زندگی اس سانچہ ٔحسن میں اُتر کر اپنی تراش خراش کے عمل سے گزرے اور پھر عظمتِ جاودانی سے ہمکنار ہو۔

قارئینِ محترم! ان نفوسِ عظمت کے مرتبہ ٔکو بیان کرنے کا جو اُصولی مقصد تھا وہ یہ تھا کہ لوگو! جب یہ نفوسِ عظمت اس قدر و شان کے مالک ہیں اور ان کے آباء و اجداد اور خاندانی حسب و نسب اس عظمت کا مالک ہے تو آنے والی ذات امام الانبیاء ہیں اُن کا خاندانی وقار کس شان کا مالک ہو گا۔ اُن کے آباؤ اجداد کس عظیم مرتبے کے ہوں گے خصوصاً آپ ﷺ کے والدین کریمین تو اِن عظیم مرتبوں کی انتہاء ہیں۔

قارئینِ محترم! نبوی خاندان کا صاحبِ عظمت ہونا نبوی تبلیغ کے لیے انتہائی ضروری مؤثر ہے کیونکہ معاشروں کے بگڑے ہوئے افراد نبی ﷺ کو اس کی خاندانی پستی کا طعنہ نہ دے سکیں اور ان کو نبوی مشن سے فرار ہونے کا موقع نہ مل سکے۔ یہ نکتہ ٔنظر صرف میرا خیال نہیں بلکہ ایک مسلمہ حقیقت ہے حوالہ کے طور پر خصائص کبریٰ میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس تصانیف میں محدث کبیر امام ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یوں نقل فرماتے ہیں:

"وَقَالَ اَبُوْنَعِیْم وَجْهُ الدَّلَالَةِ عَلٰی نبوته من هذه الفضیلة اَنَّ النَّبُوَّةَ مِلْكٌ وَسِیَاسَةٌ عَامَّةٌ وَ اتملك فی ذوی الاحساب والاخطار من الناس لان ذلك ادعی الی انقیاد الرعیة له و اسرع الی طَاعَتِهٖ وَلِذٰلِكَ سَالَ هِرَقَلُ اَبَا سُفْیَانَ کَیْفَ نَسَبُهٗ فِیْکُمْ قَالَ هُوَ فِیْنَا ذُوْ نَسَبٍ قَالَ هِرَقَلُ وَ کَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِیْ نَسَبِ قَوْمِهَا"

ترجمہ و مفہوم: امام ابو نعیم رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبوت صرف تبلیغی مشن نہیں ہوتا بلکہ حاکمیتِ اعلیٰ کے یقینی تصور کو عملاً نافذ کرنا ہوتا ہے نبی جو ہوتا ہے کائنات کی سلطنت کا تاجور اور شہنشاہ ہوتا ہے اور شہنشاہ کے لیے خاندانی حمیت و وقار ضروری ہے تاکہ لوگوں سے اپنی بات بارُعب اور باوقار طریقے سے منوا سکے۔ لوگ اُس کی فرمانبرداری اور اطاعت میں لیت و لعل سے کام نہ لے سکیں۔ کامل اطاعت شعاری میں جلدی کریں۔ اس حوالے سے ایک تاریخی حوالہ بھی حاضر خدمت ہے۔ ہجرتِ حبشہ کے وقت جب ابو سفیان مسلمانوں کے تعاقب میں حبشہ میں گئے ۔شاہ حبشہ نجاشی سے گفتگو شروع کی اور کہا کہ ہمارے کچھ باغی اِدھر آئے ہوئے ہیں ہمیں واپس کر دو۔ شاہِ حبشہ نے وجہ بغاوت پوچھی تو ابو سفیان نے کہا ایک شخص نے ہمارے آبائی دین کو بدلنے کی کوشش کی ہے اور یہ لوگ اُس کے حمایتی ہیں۔ اس پر مزید کہا کہ وہ خود کو نبی کہتا ہے اس پر شاہِ حبشہ نے کہا وہ شخص تم میں حسب و نسب کے اعتبار سے کیسا ہے؟ اس پر ابو سفیان نے کہا اس کا حسب نسب سب سے اعلیٰ و افضل ہے۔ حبشی نے جواباً کہا یقیناً یقیناً رسول اس کائنات میں سب سے اعلیٰ حسب نسب کے مالک ہوتے ہیں۔

قارئینِ محترم! قرآن وحدیث دونوں اس عظمت کے گواہ ہیں قرآن مجید کہتا ہے کہ

"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾" تحقیق تمہارے پاس رسول تشریف لائے جن کا خاندانی پس منظر نفیس ترین اور عظیم ترین لوگوں کا ہے۔

اور حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں۔ امام بخاری اپنی صحیح بخاری میں یوں رقم طراز ہیں:

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ كُنْتُ فِیْهِ"

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات نے اولادِ آدم میں جو سب سے عظیم ترین لوگ تھے یعنی عظمت و قار جن کی فطرت تھی اُن کو میرا خاندانی شرف بخشا اور میں ہر زمانے میں اسی تسلسل کے ساتھ محوِ سفر رہا ہے یہاں تک کہ جس زمانے میں میں پیدا ہوا ہوں یعنی جس ماں باپ سے میں پیدا ہوا ہوں یہ میرے ماں باپ پوری کائنات کے عظیم ترین لوگوں سے عظیم ترین خاندانی جہت کے اعتبار سے ہیں اور ہر طرح صاحبِ فضیلت ہیں۔

قارئینِ محترم! اس ضمن میں بہت ساری احادیث اور آیات ہیں جن کو حسبِ موقع بیان کیا جائے گا۔ یہاں بات ہو رہی تھی قرآن کریم میں بیان کردہ قصوں کی حکمتیں۔ قرآن پاک کا مبارک اسلوب ہے کہ عظمت والے قصے کو بیان کر کے اُس قصے سے بڑی عظمت والے قصے کی طرف دعوتِ فکر دیتا ہے، اولوالباب اور اولوالابصار یعنی اہل شعور و دانش کو قرآن مجید دعوتِ فکر دیتا ہے کہ جب بیان کردہ صاحب قصہ کی شان یہ ہے تو جس ذات کے لیے اس قصہ کو بیان کیا گیا ہے تو اُس کا مرتبہ کتنا عظیم ہو گا۔ اللہ اکبر! یہی قیاسِ شرعی کی عظمت ہے لاکھوں مسائل کا استنباط اس اسلوب پر کیا گیا ہے۔ قارئینِ محترم! میری جزوی جستجو کے مطابق پورے قرآن مجید میں اولوا الباب اور اولوا الابصار کل اٹھارہ مرتبہ آیا ہے اور "تَتَفَكَّرُوْنَ ، یَتَفَكَّرُوْنَ ، یَتَذَكَّرُوْنَ ، تَتَذَكَّرُوْنَ" کے الفاظ تقریباً بیالیس مرتبہ آئے ہیں ہر ایک لفظ کے پس منظر میں ترغیب و ترہیب پر مشتمل قصہ بیان کیا گیا ہے۔ بعد ازاں مخاطب کو دعوتِ فکر دعوتِ تدبر و دعوتِ نصیحت دی۔ ان مخصوص واقعات کو ایک خاص اہمیت کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے اور ایک خاص مقصد کو بیان کرنے کے لیے بیان کیا گیا ہے جن کی تفصیلات پر ان شاء اللہ ایک الگ سے کتاب لکھی جائے گی۔ تاہم انبیاء

علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاندانی پس منظر کی عظمت کو رحمت عالم ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کی عظمت و شرافت بیان کرنے کے لیے بیان کیا گیا ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اُمہات کو بالخصوص حضرت سیدہ بی بی مریم سلام اللہ علیہا کے تقدس کو اُم النبی ہونے کے حوالے سے اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ یہ نفسِ رحمت اپنی تمام عظمتوں کے باوجود خادمہ ہیں۔ محسنہ ٔعالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کی۔ قرآن مجید نے یہی بیدار ضمیروں پر دستک دی کہ محسنہ ٔعالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کا کیا مقام ہوگا اللہ اکبر، اب آیئے ذرا قرآن مجید کی سادہ نصوص کی روشنی میں عقیدت کا چراغ لے کر ہم عصمتوں کی کائنات میں اتر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

عصمتِ اُمُّ النبی اور قرآن مجید کی سادہ نصوص

قارئینِ محترم! آپ پچھلے اوراق میں حضرت بی بی مریم سلام اللہ علیہا کی شان طہارت، شانِ عصمت اور شانِ اصطفائیت کا تفسیری اثاثے میں جائزہ لے کر آئے ہیں۔ اب آیئے ذرا قرآن مجید کے سادہ نصوص میں اس تقدس کا از سرِ نو پھر جائزہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ قرآن مجید اس عظمت مآب بیان کو شروع کرنے سے پہلے بطورِ تاکید ایک حکم دے رہا ہے:

" قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ "

(آل عمران:، ۳۱، ۳۲)

مفہوم: اے محبوب! اعلان فرمادو کائنات کے باسیوں کو اگر یہ خدا تعالیٰ کی محبت کے سمندر میں اُترنا چاہتے ہیں تو پہلے یہ آپ کی اطاعت کے نور میں اُتریں۔ جب ان کی خدمات اور اطاعت شعاریوں کو آپ قبولیت سے سرفراز فرمائیں گے تو ہم خود اِن سے محبت کرنے آ

جائیں گے اور آپ کے حوالے سے ہم ان سے اتنی محبت کریں گے کہ کائنات میں ان کے گناہوں کی آلودگیوں کو نور کی چادر میں ڈھانپ لیں گے اور آخرت میں اپنے پیار کے گھونگھٹ میں چھپالیں گے اور آپ کے پیار کے تعلق کی بنا پر ان کی بخشش فرمادیں گے۔ یہی ہماری شانِ غفوریت اور رحمیّت کی عظمت ہے اے محبوب! آپ اِن سے فرمادو تم اللہ اور رسول کی کامل اطاعت کرو۔ اگر تم لوگ اس عظمت سے منہ پھیرو گے تو اللہ تعالیٰ ایسے کافروں سے محبت ہرگز نہیں کرے گا۔ اب اس تمہید کے بعد قرآن مجید نبوی خاندان کی عصمت وشرافت کو بیان کررہاہے:

اللہ تعالیٰ فرماتاہے:

"اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَۙ(۳۳)"

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے شانِ عصمت میں مقامِ مصطفائیت بخشا جناب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور نوح علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو اور حضرت عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل پاک کو عالمین پر عظمتیں بخشیں۔

نوٹ: یہ آیت کریمہ عصمتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں مؤثر مانی گئی ہے۔ اسی بنا پر میں نے یہاں عصمت کے لفظ کا اضافہ کیاہے۔ یہ بات ملحوظ رہے کہ صرف عصمت ہی ان نفوسِ قدسیہ کا مرتبہ نہیں بلکہ یہ نفوسِ قدسیہ تو خود عصمت کے لیے معیار ہیں عصمت تو ان کا ادنیٰ ترین خُلق ہے۔ نبوی عظمت نہ محتاجِ عظمت ہے اور نہ ہی محتاجِ دلیل ہے۔ نبوت بذات خود ایک عظیم مرتبہ ہے ساری عظمتیں اس عظیم مرتبے کے تحت ہیں اس سے اوپر صرف خدا کا مرتبہ ہے۔ تاہم ان کی عصمت کے ساتھ تبعاً غیر عصمتِ انبیاء کو بیان کردیا گیا ہے اور وہ بھی ان کی نسبت عظمت کی وجہ سے۔

بنابریں غیر انبیاء کی عصمت کا قول انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاندانی تقدس کی بنیاد پر تبعاً کیا گیاہے۔ ملاحظہ فرمائیں: خصوصاً آلِ ابراہیم کی عصمت ایک قطعی حقیقت ہے جس کی انتہائے عظمت والدینِ مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ بنایا حضرت آدم علیہ السلام کو، حضرت نوح علیہ السلام کو، آلِ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور آلِ حضرت عمران علیہ السلام کو عالمین پر۔ پھر فرمایا: "ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ" یہ مصطفاؤں کی کائنات ہے یہ عصمت مآب لوگ اپنی فطرت میں خدا تعالیٰ کی قدرت کا خصوصی اہتمام لگتے ہیں۔

آیئے شانِ عصمت کا قرآن مجید آغاز یوں کرتا ہے۔

"اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾ "(آل عمران:۳۳)

یعنی اے محبوب! یاد فرماؤ اُس وقت کو جب عمران کی زوجہ رحمت نے (بارگاہِ قدس میں) عرض کی کہ اے اللہ! میں تجھ سے وعدہ کرتی ہوں جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں اسے تیرے گھر کی خدمت اور حرمت کے لیے وقف کرتی ہوں بس میرے اس وعدہ محبت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔ بے شک دعاؤں کو سننا، قبول کرنا ہی تیری شان و عظمت ہے۔

"فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

(آل عمران:۳۴)

(یاد کرواے محبوب) جس وقت عمران کی بیوی (حنّہ) نے مریم کو جنم دیا تو عرض کی اے پروردگار عالم میں نے بیٹے کی تمنا کی تھی مگر یہ تو بیٹی پیدا ہوئی! (اے میرے اللہ میں اپنا وعدہ نذر کیسے پورا کر پاؤں گی۔ بارگاہِ رب العزت سے جواب آیا اے حنہ سلام اللہ علیہا) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آپ نے کس عظیم شان والی بیٹی کو جنم دیا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ یہ بیٹی آپ کو ایسی عطا ہوئی جس کی کائنات میں کوئی مثال نہیں، کوئی بیٹا اس جیسا نہیں ہو سکتا اور بے شک اس کا نام مریم (عابدہ) سلام اللہ علیہا رکھا۔ اس پر جنابِ حنہ سلام اللہ علیہا نے شکریے میں کہا کہ اے پروردگار عالم میں اس کو اور اس کی اولاد کو تیری پناہِ عظمت

میں دیتی ہوں، پناہ رحمت میں دیتی ہوں ان کو شیطان مردود کے شر اور وسوسوں سے بچا۔

نوٹ: قارئینِ محترم! اِس آیت کا یہ آخری جملہ بار بار غور سے پڑھیں عصمت کی عظمت سمجھ میں آجائے گی۔ جناب مریم سلام اللہ علیہا پیدا ہوتے ہی شیطان کے شر سے محفوظ کر دی گئیں حتی کہ اس کے وسوسے سے بھی محفوظ کر دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سلام اللہ علیہا کو اپنی نور کی چادر میں لپیٹ لیا۔ وہ تہ در تہ حجابات میں اُتر گئیں۔

عصمت اُن کی فطرت بن گئی۔ بولیے جناب اس قطعی دلیل کے ہوتے ہوئے کس قوت سے اور اپنے وضعی قاعدے کی کس روح سے ان کو غیر معصوم کہا جاسکتا ہے۔ حدیث اس کی گواہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر پیدا ہونے والے بچے کی کوکھ میں شیطان اپنی انگلی چبھوتا ہے مگر مریم سلام اللہ علیہا اور اُن کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک شیطان کی انگلی نہیں پہنچ پائی۔ کیونکہ جب وہ ایسا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو نور کے حجابات اس کی انگلی کو روک دیتے تھے۔ اب اس تائید کے بعد کس دلیل سے اس نفسِ رحمت کو غیر معصوم کہا جاسکتا ہے۔ اس طرح مضبوط دلائل کے ہوتے ہوئے کسی وضعی قاعدے کی کوئی حقیقت نہیں۔ ویسے بھی یہ نفوسِ قدسیہ ان وضعی قواعد کی پہنچ سے بہت بلند و بالا ہیں قاعدے ان کی عظمتوں کے ماتحت ہیں یہ کسی قاعدے کے ماتحت نہیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ماتحت ہیں۔

عصمت کا تسلسل مزید اگلی آیت میں ملاحظہ فرمائیں:

" فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّأَنۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾"

مفہوم: حضرت حنہ سلام اللہ علیہا کی طرف سے کی گئی حفاظت و پناہ کی درخواست کی بابت وعدۂ قبولیت نہیں ہوا بلکہ فوراً فرمایا گیا کہ ہم حضرتِ مریم سلام اللہ علیہا کو بارگاہِ صمدیّت میں قبولِ حسن کی عظمت عطا فرماتے ہیں اور ان کی پرورش حسن صمدیّت کے نوری جلووں میں

ہو گی۔ سبحان اللہ اور ان کی کفالت کے لیے کسی عام آدمی کا انتخاب نہیں کیا گیا بلکہ ان کے لیے صاحب نبوت حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ کیا کمال انتخاب ہے۔ اللہ اکبر۔ آگے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی کرامتوں اور بزرگی کا ابتدائی حیاتِ عصمت میں بیان فرما دیا گیا ہے۔ فرمایا: جب زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ سلام اللہ علیہا کے پاس تشریف لے جاتے تو اُن کے پاس وافر مقدار میں بے موسمی پھل دیکھتے تو فرطِ حیرت سے پوچھتے کہ اے مریم سلام اللہ علیہا یہ کہاں سے آیا ہے؟ آپ سلام اللہ علیہا فرماتی کہ یہ رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے حضورِ خاص سے بھیجا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے رزق سے مالا مال فرماتا ہے۔ اللہ اکبر، کیا شانِ مریم سلام اللہ علیہا ہے کہ اُن کی تکریم کے لیے کیا عظیم اہتمام قدرت ہے۔ بو لیے جناب جس کو رزق اللہ تعالیٰ کے حضورِ خاص سے بھیجا جائے اور وہ ہمہ وقت تجلیاتِ حسن الوہیت میں مستغرق ہو وہاں وسوسے کا بھی گزر نہیں ہو سکتا تو گناہ کا امکان کہاں رہا تو ایسے وجود کو عصمت مآب نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟ اس وجودِ اقدس کی عصمت کے خلاف کائنات بھر میں کوئی دلیل ہے تو لے آئے فقیر رجوع کر لے گا۔ اگر کوئی دلیل نہیں تو اس عصمت مآب وجود کی عصمت پر ایمان لے آؤ اور جس ذاتِ اقدس یعنی محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کی خاطر اس عظمت عصمت کو بیان کیا گیا ہے ان کی شانِ عصمت کا کیا اعلیٰ اور ارفع مقام ہو گا حالانکہ یہ عصمت اُن کی ساری عظمت نہیں بلکہ ان کی لاتعداد بے مثل و بے مثال عظمتوں میں سے ایک ادنیٰ سا خُلق ہے۔ لہٰذا دلائل قطعیہ تو وارد ہی اس عصمت کو بیان کرنے کے لیے ہوئے ہیں۔ قصۂ مریم سلام اللہ علیہا محض داستان سرائی نہیں بلکہ یہ تو بیان ہی عصمتِ محسنۂ عالمین، مخدومۂ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کے لیے ہوا ہے۔ مزید اس عنوان کو قرآن مجید ایک نئے اور انوکھے پیرائے میں بیان فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ ومفہوم: اے میرے محبوب یاد فرماؤ اُس وقت کو جب ملائکہ نے "بِاِذْنِ اِلٰھِی" جناب مریم سلام اللہ علیہا سے کہا بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے آپ کو شانِ عصمت میں مرتبۂ اصطفائیت بخشا اور طہارت میں معراج بخشی اور پھر عالمین کی عورتوں پر مرتبۂ قرب وحضورِ صمدیت میں اعلیٰ مقام بخشا اس لیے اے مریم سلام اللہ علیہا" یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۳﴾ "اے مریم سلام اللہ علیہا تم اپنے رب کے حضور سراپا نیاز رہو ادب ونیاز والوں کے ساتھ اس عفت وعصمت اور ثابت قدمی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑا انعام جو ارشاد فرمایا۔

"اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖۗ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَیُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۴۶﴾" (آل عمران: ۴۶،۴۵)

مفہوم: اے مریم سلام اللہ علیہا بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو خوش خبری عطا فرماتا ہے اپنی جنابِ عظمت سے ایک کلمہ کی (نشانی) ان کا اسمِ عظمت عیسیٰ بن مریم ہوگا وہ دنیا و آخرت میں صاحب وجاہت ہوگا اور مقربین میں سے ہوگا۔ آگے ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ وہ کلام کرے گا ماں کی آغوش میں اور پختہ عمر میں بھی اور وہ صالحین میں سے ہوگا اور وہ لوگوں کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے گا اور تورات وانجیل کی تعلیم دے گا۔ وہ بنی اسرائیل کے لیے شان والا رسول ہوگا اور وہ فرمائے گا بے شک میں تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لے کر آیا ہوں تمہاری تسلی کے لیے سادہ مٹی سے ایک پرندہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں وہ اللہ کے حکم سے اُڑنے والا پرندہ ہو جائے گا۔ میں اندھوں کو آنکھیں دوں گا، برص زدہ کو شفا دوں گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کروں گا اور میں تمہیں بتاؤں گا جو تم گھروں سے کھا کر آئے ہو اور جو تم ذخیرہ کرتے ہو (یعنی غیب کی باتیں) اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اگر تم صاحب ایمان ہو۔

قارئینِ محترم! عصمت کے باب میں قرآن پاک ایک عظیم جہت کا انتخاب کر رہا ہے ملاحظہ فرمائیں:

" وَاذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ مَرۡیَمَ ۘ اِذِ انۡتَبَذَتۡ مِنۡ اَہۡلِہَا مَکَانًا شَرۡقِیًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتۡ مِنۡ دُوۡنِہِمۡ حِجَابًا ۟ " (مریم:۱۶)

محبوب یاد فرماؤ اُس وقت کو جب مریم سلام اللہ علیہا نے اپنے گھر والوں سے الگ خلوت اختیار کر لی اور ہر ایک سے پردۂ عظمت میں مستور ہو گئیں۔ اُن حجابات عظمت میں "فَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡہَا رُوۡحَنَا فَتَمَثَّلَ لَہَا بَشَرًا سَوِیًّا ﴿۱۷﴾ "پس ہم نے اُن کے حرم میں عصمت کدے میں فرشتوں کے رسول جناب جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مضبوط اور توانا انسان کی صورت میں بھیجا۔ جب حرمِ عصمت میں وہ داخل ہوئے جو ہر طرف سے نور کے حجابات کے ساتھ محفوظ حرم تھا اُس میں سیدہ مریم سلام اللہ علیہا نے اُن کو اجنبی صورت میں دیکھا تو فوراً جلالِ عظمت سے فرمایا تم کون ہو؟ اس عصمت مآب کا شانۂ رحمت میں تو کوئی وسوسہ داخل نہیں ہو سکتا۔ اس حرمِ عصمت میں آنے کی کیوں جرأت ہوئی۔ قرآن پاک اسے یوں بیان فرماتا ہے۔

"قَالَتۡ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡکَ اِنۡ کُنۡتَ تَقِیًّا ﴿۱۸﴾ "

جناب مریم سلام اللہ علیہا بولیں بے شک میں اللہ تعالیٰ کی پناہِ عظمت میں محفوظِ عصمت ہوں آپ کے حوالے سے اگر تم میں عظمتِ تقویٰ ہے تو بتاؤ تم نے آنے کی جرأت کیوں کی؟ اس پر جناب سیدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ بی بی جی میں خود سے تو نہیں آیا بلکہ " قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّکِ ٭ۖ لِاَہَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا ﴿۱۹﴾ "میں تیرے رب کی طرف سے آیا ہوں تاکہ آپ کو تحفے کے طور پر ایک پاکیزہ بیٹا پیش کروں۔ اس پر جناب مریم سلام اللہ علیہا نے کہا:

" قَالَتۡ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّ لَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ وَّ لَمۡ اَکُ بَغِیًّا ﴿۲۰﴾ "یہ کیسے ہو سکتا ہے میری تو

ابھی شادی بھی نہیں ہوئی اور ہم عصمت مآب لوگ ہیں سرکشی ہم سے ممکن ہی نہیں۔ اس پر جناب جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام بولے:

"قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾" فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ ہے۔ یہ یقیناً ہو کر رہے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ ہم پر بہت آسان ہے اور یہ ہماری طرف سے جو خلافِ عادت فیصلہ ہے ہم اس کو لوگوں کے لیے اپنی عظمت کی نشانی اور اپنی طرف سے لوگوں کے لیے کامل رحمت بنانا چاہتے ہیں۔

قارئینِ محترم! ان آیات میں بار بار غور کریں یہ نازل ہی حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی عصمت کو بیان کرنے کے لیے ہوئی ہیں۔ اب ذرا جائزہ تو لیں جن حجابات کا قرآن نے ذکر کیا ہے وہ کس قدر ظاہری اور باطنی اعتبار سے مضبوط ہوں گے وہاں تو وسوسہ ہی نہیں گزر سکتا گناہ کا خیال کیسے گزر پائے۔ پھر مریم سلام اللہ علیہا کا جلال عظمت سے فرمانا جنابِ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہ تم حرمِ عظمت میں داخل کیوں ہوئے جن کے لیے اپنے اعتبار سے جناب جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اجنبی ہوں تو ان کے حضور کسی غیر کا خیال کیسے گزر پائے گا یہ محال ہے یہ نفسِ عصمت تو اس قدر اپنی عصمت میں بلند ہیں جن کی بابت قرآن نے گواہی دی کہ ان کی ساری حیاتِ عصمت پاکیزگیوں کی انتہاء ہے اور اان کے پیکرِ عصمت میں زندگی بھر کبھی سرکشی کا خیال ہی نہیں آیا لفظ "لَمْ" جب فعل مضارع کے صیغے پر داخل ہو تو ماضی منفی کے معنیٰ میں تاکید پیدا کر دیتا ہے یہاں بھی ایسا ہے۔ اس لیے میں نے زندگی بھر کی عصمت کا ترجمہ کیا ہے۔ اس عنوان کا اگلا حصہ ملاحظہ فرمائیں۔ اختصار کے طور پر ترجمے ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ترجمہ: جب جنابِ سیدہ بی بی مریم سلام اللہ علیہا اُمید سے ہوئیں تو دور کے مکان پر چلی گئیں تو انھیں بچہ جننے کا احساس محسوس ہوا وہ ایک کھجور کے تنے کے ساتھ افسردہ بیٹھیں اور بولیں کہ کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور بھلائی جا چکی ہوتی۔ کیونکہ بغیر باپ کے بچہ

جتنا ہر معاشرہ میں معیوب سمجھا جاتا ہے اور قابلِ مواخذہ ہوتا ہے۔ خاص کر نبوی حرم کا معاملہ بہت ہی حساس ہے۔ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی ان پریشان حسرتوں کو رب ذوالجلال نے دیکھا تو آواز دی اے میری مقرب بندی غم زدہ نہ ہونا تیرے رب کی رحمت تو ہمیشہ ہی سے تیرے ساتھ ہے اور ہمیشہ تک ساتھ رہے گی۔ بس آپ اس تنے کو ہلاؤ تو آپ کے حضورِ عظمت میں تروتازہ کھجوریں آجائیں گی۔ بس کھاؤ اس سے اور پانی پیو اس چشمے سے جو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکریم کے لیے زمین کا سینہ چیر کر نکالا ہے۔ پس اگر کوئی آپ سے اس بچے کی بابت سوال کرے تو آپ اُن سے کہہ دو آج میرا رحمان کی رضا کے لیے روزہ ہے آج کسی انسان سے کلام نہیں کروں گی۔

قارئینِ محترم! جب جنابِ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا اپنے نورِ نظر کو لے کر قوم کے پاس آئیں تو قوم نے حیرت سے کہا یہ تو بہت نازیبا کام ہے۔ اے ہارون کی بہن تیری ماں بھی اور تیرا باپ بھی صاحب عصمت تھے، پاکدامن تھے کبھی کسی برائی نے ان کو چھوا تک نہیں۔

جواباً جناب مریم سلام اللہ علیہا نے جناب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ کر دیا کہا جو پوچھنا ہے اس سے پوچھو قوم نے کہا یہ تو ابھی چھوٹا ہے بات کرنے کی لیاقت ہی نہیں رکھتا ہم اس سے کیسے بات کر پائیں۔ بس اتنی بات کہنا تھی کہ جلالتِ نبوت جوش میں آئی اپنی عصمت مآب ماں کی آغوشِ عظمت کو منبر بنایا اور خطاب شروع کر دیا۔ فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے کتاب بھی عطا فرمائی ہے اور شانِ نبوت کا مرتبہ بھی عطا فرما دیا ہے اور میرے وجودِ عظمت کو برکتوں سے مالا مال فرما دیا ہے۔ جہاں میرا وجود تشریف فرما ہو گا وہی جگہ برکتوں سے سرفراز فرما دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تاحیات نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا ہے یعنی میں اپنی ماں کی عصمت کی نبوی زبان سے شہادت دیتا ہوں میں کوئی بدبخت نہیں اپنی عصمت مآب کے حق میں شہادت نہ دوں۔ سلام ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا ہوں (یعنی میری ماں نے مجھے جنم دیا ہے) اور جس دن میں وصال فرماؤں گا اور جس دن میں

قیامت کے دن اُٹھایا جاؤں گا ان دِنوں کی عظمت پر سلام۔

قارئینِ محترم! مذکورہ بالا ترجمہ پر مشتمل آیات بھی برکت کے لیے تحریر کی جارہی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

" فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّیْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَقَرِّیْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِیْۤ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۚ ﴿۲۶﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۖ ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِيًّا ۙ ﴿۳۰﴾ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۖ ﴿۳۱﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَلَمْ يَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾ "(مریم: ۲۲ تا ۳۳)

قارئینِ محترم! ان آیاتِ بینات کا ترجمہ آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں اب غور طلب بات یہ ہے کہ یہ آیات اپنے عنوان اور اسلوب بیان میں کیا پیغام دے رہی ہیں تو ان کا ہر ہر جملہ اور ہر ہر لفظ جناب مریم سلام اللہ علیہا کی عصمت کی قطعی شہادت ہے۔ دیکھیے جناب مریم سلام اللہ علیہا میں عوارض فطرت تمام موجود ہیں مگر ان کی ذاتِ تک تو دُور کی بات ہے ان کے حرمِ عصمت میں بھی کسی گناہ کا تصور اور وسوسہ داخل نہیں ہو سکتا۔ پھر ان کی عصمت میں کیا شک کی کوئی گنجائش ہے؟ ہر گز نہیں۔ ان کی عصمت میں شک کرنا ایک دانستہ کفر ہے۔ اللہ ایسی جفا سے بچائے۔ دیکھیے "وَلَمْ اَكُ بَغِيًّا" قرآن کریم کا یہ جملہ جناب سیدہ بی بی مریم سلام اللہ علیہا کی پوری حیاتِ عصمت کی شہادت دے رہا ہے۔

پھر جب یہ اپنے لختِ جگر نور العین جناب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بغیر خاوند کے جن کے لائیں تو قوم نے اُن کو اُن کے ماں باپ کی عصمت کا حوالہ دیا اور کہا "یٰاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا"

قوم نے کہا اے مریم سلام اللہ علیک آپ کا باپ بھی عصمت مآب تھا اور آپ کی ماں بھی عصمت مآب تھی مگر آپ سے یہ خلافِ عصمت کام کیوں سرزد ہوا؟ تو جواب میں آپ سلام اللہ علیہا نے "فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ "جنابِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشادہ فرمادیا ۔جناب عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عظیم ماں کی آغوشِ عظمت کو نبوی منبر بنا کے عصمت کی شہادت کے حوالے سے نبوی خطبہ ماں شروع فرمادیا۔ پہلے اپنی نبوی عظمت کو بیان فرمایا تاکہ مجھے بچہ سمجھ کر میری گواہی کو ٹال نہ دیا جائے۔ میں اپنی پوری نبوی ذمہ داری سے اپنی ماں کے عصمت مآب ہونے کے حق میں گواہی دوں گا۔

قرآن مجید نے اسے یوں بیان کیا۔ "قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا"

یعنی فرمایا میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات نے مجھے روشن کتاب بھی عطا فرمائی اور مرتبہ نبوت بھی عطا فرمایا اور میرے وجود کو برکتوں سے معمور فرمادیا ہے اور جس بات کا تمہیں شک ہے میری ماں بالکل پاک ہے اور عصمتوں کی اعلیٰ معراج پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ کرم فرمایا کہ مجھے میری ماں کے ساتھ احسان کرنے والا بنایا سخت اور بد بخت نہیں بنایا۔ لہٰذا میں نبوی ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ میری ماں عصمت مآب ہے۔ اللہ اکبر، یاد رکھو جس دن میں پیدا ہوا ہوں وہ دن بھی سلامتی والا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ

میری ماں سلامتی کے نور میں نہ رہتی ہو یقیناً یہ نفسِ رحمت سلامتیوں کے نور میں رہتی ہیں۔

سبحان اللہ۔

قارئینِ محترم ! قرآن پاک کا جناب مریم سلام اللہ علیہا کی عصمت کے باب میں کیا خوبصورت عنوان ہے اور اسلوب بیان ہے۔ قرآن پاک کھلے لفظوں میں عصمتِ مریم سلام اللہ علیہا کو بیان کر رہا ہے۔ قرآن پاک کی ان پوری آیات میں عصمتِ مریم سلام اللہ علیہا کو بیان کیا گیا ہے بلکہ عصمت ہی ان آیات کا موضوع ہے۔

اس حوالے سے سورۃ الانبیاء اور سورۃ تحریم کی ہر دو آیات میں بھی "وَالَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِیۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰیَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۱﴾ "(الانبیاء:۹۱)

یعنی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جناب مریم نے اپنی شرم و حیاء کی اس قدر حفاظت کی کہ مقامِ عصمت انھیں ہمہ وقت حاصل رہا۔ پس ہم نے اُن میں اپنی مقدس روح کو (عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو) نفخ فرمایا اور ان دونوں نفوسِ عظمت کو یعنی حضرت مریم سلام اللہ علیہا اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالمین کے لیے اپنی عظمتِ قدرت کی نشانی بنایا۔ اس عنوان کو ایک نئے انداز میں سورۃ تحریم کی آیت نمبر ۱۲ میں یوں بیان فرمایا ہے:

" وَ مَرۡیَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا وَ صَدَّقَتۡ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِیۡنَ ﴿۱۲﴾ "

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: حضرت مریم بنتِ عمران نے اپنی عصمت کو کمالِ معراج بخشی تو ہم نے انھیں اپنی روح کی عظمت سے مالا مال فرما دیا اور وہ اس حد تک مرتبۂ عصمت میں پہنچیں کہ انھوں نے اپنے رب کے کلمات اور کتابوں کی تصدیق کی اور وہ حضورِ صمدیت میں انتہائی ادب والی تھیں۔

قارئینِ محترم ! خلاصہ کلام کے طور پر عرض ہے کہ قرآن پاک کی سادہ نصوص نے کھول کر مرتبۂ عصمتِ مریم سلام اللہ علیہا کو بیان فرما دیا ہے اب تو شک اور نہ ماننے کا امکان ہی ختم

ہو گیا ہے۔ یہ قصہ مریم سلام اللہ علیہا کوئی داستان سرائی یا حکایت بیانی نہیں بلکہ قاعدہ قرآنی کے مطابق یہ قصہ محسنہ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کی عظمتِ عصمت کو بیان کرنے کے لیے ہوا ہے۔ قرآن کریم یہ بتانا چاہتا ہے کہ جس ذاتِ والاصفات کی خادمائیں اس مقام کی ہوں تو اُن کی مخدومہ کا کیا مقام اور مرتبہ ہو گا اور کتنی وہ عظیم الشان مخدومہ ہو گی۔ حقیقت بھی یہی ہے جس اُم کریمہ کو امام الانبیاء باعث تخلیقِ ارض وسماء مالکِ کون و مکاں، سید المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین کی ماں ہونے کا شرف ملا ہے وہ کوئی عام ماں نہیں۔ بہت بڑی شان والی اور بے مثال ماں ہیں ان کے مرتبہ کی عظمت کو صرف اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ ہی جانتے ہیں۔

خلاصہ کلام:

قارئینِ محترم! اُم النبی کی عصمت میں بیان کردہ نصوص نے عصمت کی بنیاد پر چند ایک جہات کو متعین فرمایا ہے۔ پہلی جہت "اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَۙ ﴿۳۳﴾ "اس آیت میں مصطفائیت کا مرتبہ علی الاطلاق یعنی مطلقاً مصطفائیت ہے کسی خاص جہت کا یہاں تعین نہیں ہے۔ اس آیت میں آلِ ابراہیم کی عصمت جس کی انتہاء والدینِ مصطفیٰ ﷺ ہیں کا مرتبہ عصمت آل عمران سے پہلے بیان ہوا جب کہ آلِ عمران کی عصمت و مصطفائیت بعد میں بطورِ دلیل اور مقدمہ بیان ہوا ہے۔

تمام مرتبے اس مصطفائیت کے افراد ہیں یعنی عصمت، عفت، شرافت، بزرگی، حیاء، وقار، حمیت، تمکنت، قرب و حضورِ صمدیت، تجلیاتِ خداوندی کا حصول اور نزول۔ نبی کی ماں ہونا گویا یہ تمام مراتب پہلی مصطفائیت میں شامل ہیں علاوہ ازیں بھی شامل عظمت ہیں۔

دوسری جہت "وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّىْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ "کی صورت میں ہر مرتبہ عظمت میں نبی کی ماں کا بے مثال ہونا متعین ہے۔

"وَاِنِّیۡۤ اُعِیۡذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ﴿۳۶﴾" یہ تیسری جہت ہے اس صورت میں پوری حیات رحمت کا خدا تعالیٰ کی حفظ وپناہ میں رہنے کا تعین ہے۔

" فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوۡلٍ حَسَنٍ وَّاَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ " یہ چوتھی جہت ہے اس اعتبار سے نبی کی ماں کے لیے قبولیت حسن کا اعزاز ابتداء ہی سے متعین کر دیا جاتا ہے اور یہ تعین پوری حیات عصمت میں قائم رہتا ہے۔

" وَّاَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ " یہ پانچویں جہت ہے اس صورت میں نبی کی ماں کی تخلیق سے لے کر تا حیات عصمت خلقی اور خُلقی تربیت کا اہتمام اللہ تعالیٰ اپنی جناب خاص سے کرتا ہے۔

"وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا" یہ چھٹی جہت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ طے فرمایا ہے کہ نبی کی ماں کی کفالت کوئی عام شخص نہیں کر پائے گا بلکہ دنیا کا عظیم ترین اور پاکیزہ ترین شخص کرے گا۔

" كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیۡهَا زَكَرِیَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ وَجَدَ عِنۡدَهَا رِزۡقًا " یہ ساتویں جہت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نبی کی ماں کی تکریم اور حرمت کے لیے عادت کو روک دیا جاتا ہے خلافِ عادت ان کی تکریم کے لیے ان کی کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔

" قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ " یہ آٹھویں جہت عظمت ہے نبی کی ماں کی تکریم کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے جنابِ خاص سے رزق بھیجتا ہے۔

"اِنَّ اللّٰهَ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ " یہ نویں جہت عظمت ہے اس صورت میں اللہ تعالیٰ نبی کی ماں کی تکریم میں جو عنایت فرماتا ہے جو انعامات فرماتا ہے وہ بے حد و بے حساب فرماتا ہے۔

" وَاِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرۡیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصۡطَفٰكِ عَلٰی نِسَآءِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۲﴾

" یہ دسویں جہت ہے اس صورت میں تین مرتبوں کا تعین کیا گیا ہے پہلا مرتبہ عصمت کا اور دوسرا مرتبہ کامل طہارت کا اور تیسرا مرتبہ عالمین کی عورتوں پر وجاہت کا اور اس

وجاہت کا اصل ام النبی ہونا ہے کیونکہ تمام مفسرین نے پہلے اصطفائیت سے عصمت مراد لی ہے اور دوسری اصطفائیت سے ام النبی ہونا مراد لیا ہے اور طہارت ایک خِلقی خُلق ہے سبحان اللہ! کیا خوب صورت تعین ہے۔

"یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۳﴾" یہ گیارہویں جہت عظمت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرتِ مریم سلام اللہ علیہا کی بندگی کی عظمت کو بیان کیا ہے اور اپنے حضورِ عظمت میں ان کی نیاز مندیوں کا ذکر کیا ہے۔

"اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۙ﴿۴۵﴾ وَیُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَیُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۴۹﴾"

آیت ۴۹ تک اللہ تعالیٰ نے سیدہ بی بی مریم سلام اللہ علیہا کو عظیم بشارت سے اور اُس بشارت کے عظیم مرتبوں سے آگاہی دی تاکہ اُن کو معلوم ہو جائے یہ ان کو ملنے والی نعمت ہر لحاظ سے غیر معمولی ہے یہ عالمین کی اصطفائیت کے اعلیٰ مرتبے کا تعین ہے

بارہویں جہت عظمت "وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مَرْیَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِیًّا ۙ﴿۱۶﴾" اس میں اللہ تعالیٰ نے اِن کے یادِ الٰہی میں خلوتِ نشینی اور کامل استغراق کی عظمت کا تعین فرمایا ہے۔

تیرہویں جہتِ عظمت "فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ

لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا "اس میں اللہ تعالیٰ نے جنابِ مریم سلام اللہ علیہا کو فرشتوں کے رسول نوریوں کے سردار جنابِ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بالمشافہ ملاقات کا شرف بخشا۔

چودھویں جہت عظمت " قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا (۱۸) " اس میں عصمت مآب حضرت بی بی مریم سلام اللہ علیہا کی شانِ استقامت کا تعین کیا گیا ہے

پندرہویں جہت عظمت "قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا (۲۰) " اس میں عفت مآب سیدہ بی بی مریم سلام اللہ علیہا کی بے داغ ماضی کے تقدس کا تعین ہوا

سولھویں جہتِ عظمت " وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا " اس میں اللہ تعالیٰ نے سیدہ بی بی مریم سلام اللہ علیہا کو بغیر خاوند کے بیٹا عطا کرنے پر ان کے اس انفرادی مرتبے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت کی نشانی اور اپنی خصوصی رحمت قرار دیا ہے۔

سترہویں جہتِ عظمت " يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (۲۸) " اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے والدین کریمین کے لیے عصمت مآب ہونے کا اعلان فرمایا ہے کہ نبی کی ماں کے ماں باپ بھی عصمت مآب ہوتے ہیں اللہ اکبر،

سب سے بڑی جہتِ عظمت یہ ہے کہ ان تمام عظیم مرتبوں کو اللہ تعالیٰ نے عظمتِ غیب کا شرف دیا اور ان عظمتوں کو غیبی اخبار و اسرار کی صورت میں امام الانبیاء حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کے قلبِ منور پر قرآنی آیات کے طور پر نازل فرما کے یہ بتایا کہ جب ام عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مقام ہے تو آپ کی پیاری اور عظیم ماں کا کتنا بڑا اعظیم الشان مقام اور مرتبہ ہو گا!

قرآن پاک اسے یوں بیان کرتا ہے

" ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ "

اے محبوب یہ عظمتیں غیب کی خبریں ہیں جو ہم نے آپ پر وحی فرمادی ہیں۔

دوستانِ من عصمت مریم سلام اللہ علیہا کو بطورِ دلیل پیش فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ بتانا یہ چاہتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم والدہ کریمہ کا یہ مقام ہے تو جس نے امام الانبیاء، خاتم المرسلین، سید الاولین والاخرین، رحمۃ للعالمین کی شان والے نبی کو جنم دیا ہے اس محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کی شان و عظمت کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا۔ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا"

قارئینِ محترم! عصمت کے باب میں بہت سارے دلائل بھی زیر مطالعہ ہیں ضرورت پڑنے پر پیش کر دیے جائیں گے۔ مگر یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ جب قرآنی قطعیات سے نبی کی ماں کا عصمت مآب ہونا، عفت مآب ہونا، طہارت مآب ہونا یہ قطعی اور یقینی حقیقت ہے جس کو آپ بحوالہ مطالعہ فرما آئے ہیں۔

قرآن کریم کے ہوتے ہوئے نہ تو کسی وضعی ضابطے کی ضرورت ہے اور نہ مزید کسی دلیل و حجت کی ضرورت ہے مگر پھر بھی ہم حدیثِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی روشنی میں چند حوالے پیش کریں گے جو خاندانِ نبوت کے عصمت مآب ہونے کے واضح دلائل ہیں۔ تاہم قرآن پاک میں عصمت کے ساتھ ساتھ خاندانِ نبوت کے لیے نفاست کی عظمت بھی ثابت ہے جس کی قرآن پاک یوں شہادت دیتا ہے: "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾"

اس آیت کریمہ میں "اَنْفُسِكُمْ" کی ایک قراءت "اَنْفَسِكُمْ" بھی ہے جس کا معنی بنتا ہے نفیس ترین ہونا۔ اب اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ تحقیق تمہارے پاس وہ شان والے رسول تشریف لائے جو اپنے حسب و نسب کے اعتبار سے کائنات بھر کے نفیس لوگ ہیں یعنی خاندان نبوت کے تمام لوگ اس بزم ہستی میں نفیس ترین گزرے ہیں اور عظیم ترین گزرے ہیں۔ یہ رسول اس طبقہ عظمت سے تشریف لائے۔ نفاست کا معنی ضمناً عصمت کو التزاماً شامل ہے اور یونہی طہارت کا معنی بھی شامل ہے۔ یہ دونوں خوبیاں خاندان

نبوت کے فطری خواص ہیں تاہم اس پر مزید دلائل حدیث کی روایات میں موجود ہیں اور بیان کی جارہی ہیں۔ قال رسول اللہ المعصوم من عصمہ اللہ

معصوم وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ مرتبہ ٔعصمت عطاء فرماکر آلودگیوں سے بچاتا ہے۔(سنن الکبریٰ جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۱، مطبوعہ بیروت)

قارئینِ محترم جب بنی اسرائیل کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کریمہ کی عصمت کے لیے یہ اہتمام ہے تو امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی والدہ کریمہ اور والدِ کریم صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہما کی تقدس مآب عصمت کے لیے کتنا ہی شان و عظمت والا اہتمامِ قدرت ہوگا۔ اللہ اکبر وللہ الحمد

عصمت والدینِ مصطفیٰ حدیثِ نبوی کی روشنی میں

قارئینِ محترم! آپ عصمت کے عنوان کی بابت قرآنی آیات بینات کی روشنی میں مفصل بیان ملاحظہ فرما آئے ہیں۔ اب ہم مستند احادیث کی روشنی میں عصمت کے بیان کا آغاز

کرتے ہیں۔

سب سے پہلے ہم عصمت مآب نبوی خاندان کی نسبی صورت کو برکت کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ ان پاک نفوسِ قدسیہ کی برکات ہمیں شاملِ حال رہیں۔

نوٹ: بے شمار محدثین اور لاتعداد سیرت نگاروں نے حضور سرورِ کائنات ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کی بزرگی، شرافت، کرامت اور طہارت کے اپنے اپنے ذوقِ ایمانی کے اعتبار سے اِس خاندانِ عظمیٰ کے تقدس کے لیے اپنی اپنی کتابوں کے اندر بڑے اہتمام کے ساتھ پورے پورے باب باندھے ہیں۔ ان ابواب کے ضمن میں صحیح ترین روایات نقل کی ہیں۔ جو حضورِ سرورِ کائنات ﷺ کے خاندانی پسِ منظر کی عظمت میں ایک کھلی ہوئی دینی شہادت ہے۔ سیرت کی معتبر ترین کتاب سیرت ابن ہشام المؤلف عبد الملک بن ہشام المتوفی ۲۱۳ھ کا اقتباس حاضرِ خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں:

"(رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَ أُمَّهَاتُهُ)

قَالَ ابْنُ هِشَامٍ فَوَلَدَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَلَدَ آدَمَ، مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، صَلَوَاتُ اللهِ وَ سَلَامُهُ وَ رَحْمَتُهُ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأُمِّهِ آمِنَةَ بِنْتُ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِبْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ۔

وَ أُمُّهَا بَرَّةُ بِنْتُ عَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الدَّارِ بْنِ قُصَيِّ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِبْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ۔ وَ أُمُّ بَرَّةَ أُمُّ حَبِيْبِ بِنْتُ اَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِبْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ۔ وَ أُمُّ أُمِّ حَبِيْبِ بَرَّةُ بِنْتُ عَوْفِ ابْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُوَيْجِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِبْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ

قَالَ ابْنُ هِشَامٍ فَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَشْرَفُ وَلَدِ آدَمَ حَسَبًا وَ اَفْضَلُهُمْ نَسَبًا مِنْ قِبَلِ

اَبِیْہِ وَ اُمِّہٖ ﷺ"

مفہوم: صاحب کتاب ہذا نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بزرگوں کا نام لکھ کر اپنا عقیدہ یوں بیان فرمایا: رسول اللہ ﷺ اپنے حسب کے اعتبار سے اولادِ آدم میں سب سے اعلیٰ و بالا اور اشرف ہیں اپنے ماں باپ کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہیں یعنی سرکارِ دو عالم ﷺ کے والدین، کریمین، طیبین، طاہرین پوری کائنات میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

اس باب میں خود رسالت پناہ عالم ﷺ نے بے شمار نبوی شہادتیں بیان فرمائیں ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

نوٹ: بیانِ سابق میں گزر چکا ہے کہ مصطفائیت براہِ راست مؤثر عصمت ہے اور مفید عنوانِ عصمت ہے۔ اس لیے ہم شانِ مصطفائیت پر مشتمل احادیث پیش کرتے ہیں۔ جو پورے نسب نبوی کی عصمت کی گواہ ہیں۔

"اِنَّ اللہَ اصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ آدَمَ اِبْرٰھِیْمَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَاتَّخَذَ اللہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا وَاصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ اِبْرٰھِیْمَ اِسْمَاعِیْلَ ، ثُمَّ اصْطَفٰی مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِیْلَ نِزَارَ ثُمَّ اصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ نِزَارَ مُضَرَ، ثُمَّ اصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ مُضَرَ کِنَانَۃَ ثُمَّ اصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ کِنَانَۃَ قُرَیْشًا وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ ثُمَّ اصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ اصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔" (السیرۃ الحلبیہ صفحہ ۲۶، ۲۷، مطبوعہ بیروت)

بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے شانِ مصطفائیت بخشی اولادِ آدم میں سے جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور انھیں اللہ نے اپنا خلیل بنایا اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے جنابِ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مرتبۂ مصطفائیت بخشا۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے حضرت نزار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کو رفعتِ مصطفائیت بخشی پھر حضرت نزار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے حضرت مضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی۔ پھر حضرتِ مضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے حضرت کنانہ علیہ

الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی پھر حضرت کنانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے قریش علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی پھر قریش سے بنی ہاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی پھر ہاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے جنابِ عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی پھر عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولادِ اطہار (حضرت عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی) پھر بنی عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مجھے یعنی حضرت محمد ﷺ کو شانِ مصطفائیت بخشی۔

تبصرہ: قارئینِ محترم! درج بالا حدیث ایک کھلی ہوئی شہادت ہے خاندانِ نبوت کی عصمت کے باب میں یہاں تو اس حدیث کی روشنی میں تو حضور ﷺ کا سارا آبائی خاندان مصطفاؤں کا ہے اور عصمت مآب ہے والدین مصطفیٰ "عَلَیْہِمَا التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَآءُ وَ سَلَامُ اللہِ عَلَیْہِمَا" تو تمام مصطفاؤں کا خُلاصہ ہیں۔ ان کی مصطفائیت اور عصمت میں پس و پیش کرنا محض نبوی خاندان سے دشمنی ہے اور کچھ نہیں۔ اگر کلمہ گو مسلمانوں میں دینی حمیت و وقار کا ادنیٰ سا بھی احساس ہو تو ان نفوسِ قدسیہ کی بابت ہلکے اور سطحی الفاظ بولنا انتہائی بُرا سمجھیں ورنہ اپنے ایمان کو خطرے میں سمجھیں۔ العیاذ باللہ۔

مذکورہ بالا عنوان پر مشتمل حدیث بے شمار کتب احادیث اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ محدثین نے اور سیرت نگاروں نے اس عنوان کی احادیث پر مستقل ابواب قائم کیے ہیں۔ میں چند ایک سیرت نگاروں کی مستند ترین سیرت کی کتابوں کے اقتباسات پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ سب سے پہلے محب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری کی مشہور زمانہ تصنیف ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ۶۹۴ھ نے ہر ایک حدیث کا الگ عنوان قائم کیا ہے درج بالا حدیث کو انھوں نے یوں نقل کیا ہے جس کا اقتباس حاضر خدمت ہے۔

"ذکر اصطفائھم عن واثلۃ بن الاسقع قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ اصطفی من ولد آدم ابراھیم واتخذہ خلیلا واصطفی من ولد ابراھیم اسماعیل ثم اصطفی من ولد اسماعیل نزار ثم اصطفی من ولد نزار مضر ثم اصطفی من مضر کنانۃ ثم

اصطفی من کنانة قریشا ثم اصطفی من قریش بنی ھاشم ثم اصطفی من بنی ھاشم بن عبد المطلب ثم اصطفانی من بنی عبد المطلب۔

اخرجه بھذا السیاق الحافظ ابو القسم حمزة بن یوسف السھمی فی فضائل العباس۔ اخرجه بھذا السیاق الحافظ ابو القسم حمزة بن یوسف السھمی فی فضائل العباس۔

و اخرجه مسلم و الترمذی و ابوحاتم مختصراً و لفظه ان اللہ اصطفی کنانة من ولد اسماعیل و اصطفی قریشا من کنانة و اصطفی ھاشما من قریشا و اصطفانی من بنی ھاشم۔"

اس کا تفصیلی ترجمہ آپ پہلی حدیث میں پڑھ آئے ہیں۔ اگلی حدیث میں ان کی افضلیت کو یوں نقل کیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

"ذکر انھم رضی اللہ عنھم خیر الخلق عن العباس بن عبد المطلب قال بلغ رسول اللہ ﷺ بعض ما یقول الناس فصعد المنبر فقال من انا قالوا انت رسول اللہ فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی من خیر خلقه و جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیر فرقة و خلق القبائل فجعلنی فی خیر قبیلة و جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیتا فانا خیر کم بیتا و انا خیر کم نفسا۔

اخرجه احمد و ابو القاسم البغوی فی الفضائل۔"

ترجمہ: حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو بعض لوگوں کی طرف سے آپ کے خاندانِ مبارک کی بابت نازیبا الفاظ بتائے گئے۔ اس پر آپ جلالِ عظمت میں آئے منبر پر جلوہ افروز ہوئے فرمایا لوگو بتاؤ میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا یہ تو طے ہے کہ ایسا ہی ہے مگر میں اس کے علاوہ بھی کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں بے شک اللہ تعالیٰ نے جب

مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے سب سے عظیم مرتبہ عطا فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دو حصے بنائے، طبقے بنائے جو سب سے عظمت کے اعتبار سے بلند و بالا تھا مجھے اس میں رکھا اور جب قبائل بنائے تو جو قبیلہ سب سے عظیم تھا مجھے وہ قبیلہ عطا فرمایا اور پھر جب گھروں کی تشکیل فرمائی۔ مجھے سب سے اعلیٰ و افضل گھر عطا فرمایا یعنی میرے اہلِ خانہ کو کائنات بھر سے منفرد عظمتیں عطا فرمائیں اور میں اپنی ذات کے اعتبار سے پوری کائنات میں سب سے افضل و اعلیٰ ہوں اور گھر والوں کے اعتبار سب سے افضل ہوں یعنی میرے اہلِ بیت سب سے عظیم ہیں ایک روایت میں "اَنَا خَیۡرُکُمۡ اَبًا" اے لوگو! میرا باپ بھی پوری کائنات میں سب سے زیادہ عظمت والا ہے۔ گویا کاشانۂ نبوت کے تمام نفوس قدسیہ کائنات میں عظیم ہیں

قارئینِ محترم! اس حدیث میں خاندان نبوت کی ہر اعتبار سے افضیلت کا تصور قائم کیا گیا ہے۔ خاندانِ نبوت شعور کے اعتبار سے تمام خاندانوں سے افضل ہیں۔ علم کے اعتبار سے عقل کے اعتبار سے، شعور کے اعتبار سے، امانت اور دیانت کے اعتبار سے، فہم اور تدبر کے اعتبار سے تمام لوگوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ ان کی اہانت کرنا کفر ہے ان کو گالی دینا بدترین کفر ہے۔ ان کی تعظیم و توقیر پوری امت پر نسبتِ نبوی کے اعتبار سے فرض ہے ان کی محبت فرض ہے ان کی عداوت سے بچنا فرض ہے ان سے علم و حکمت سیکھنا حکم نبوی ہے ان کی محبت ایمان ہے ان کی عداوتِ کفر ہے ان عنوانات پر مشتمل احادیث پیش کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

نوٹ: بیان کردہ فضیلت میں اولاً دینی اخلاقی روحانی فضیلت ہے کیونکہ نبوی زبان کفر اور غیر اخلاقی رویوں کو فضیلت کے طور پر بیان نہیں کرتی بلکہ نبوی زبان نے اور قرآن نے کفر اور غیر اخلاقی رویوں کی شدید مذمت فرمائی ہے۔ مدحت صرف پاک لوگوں کی ہوتی ہے۔

"ان قریشا اعفة صبرو من یغل لهم الغوائل اکبه الله لوجهه یوم القیامة اخرجه ابو القاسم السهمی فی فضائل العباس

(ذکر انهم افضل الناس احلاما) عن نافع بن جبیر و سعید بن المسیب عن عمر انه قال قریش افضل الناس۔ احلاما و اعظم الناس امانة و من یرد قریشا بسؤ یکبه الله لفیه) اخرجه الزهری۔

و عن رفاعة ان النبی ﷺ قال (ایها الناس ان قریشا اهل امانة فمن بغاها الواثر اکبه الله لمنخریه) یقولها ثلاث مرات۔ اخرجه الشافعی فی مسنده و سننه۔

ذکر انه من اراد هوانهم اهانة الله، عن سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من یرید هو ان قریش یهنه الله) اخرجه الحافظ ابو الحسن الخلعی و ابن الضحاك و اخرجه السری و قال اهانه الله۔

وعن ابن شهاب ان رسول الله ﷺ قال من اهان قریشا اهانه الله۔

ذکر النهی عن سبهم عن محمد ابن ابراهیم بن الحرث التیمی ان قتادة بن النعمان وقع بقریش و کانه نال منهم فقال رسول الله ﷺ مهلا یا قتادة لا تشتم قریشا فانك لعلك تری منهم رجالا او یاتی منهم رجال تحقر عملك مع اعمالهم و فعلك مع افعالهم و تغبطهم اذا رایتهم لو لا ان تطغی قریش لاخبرتها بالذی لها عند الله عزوجل)

وَعَنْ الحارث بن عبد الرحمن قال بلغنا ان رسول الله ﷺ قال (لولا ان تبطر قریش لاخبرتها بالذی لها عند الله عزوجل اخرجهام الشافعی فی مسنده و سننه

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک قریش یعنی میرے خاندان کے لوگ عفیف ہیں یعنی پاکباز ہیں ان سے خیانت نہ کرو اور جو ان سے خیانت کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو منہ کے بل گرادے گا یعنی رسوا کردے گا۔ (العیاذ باللہ) اگلی حدیث میں ان کی شعوری عظمت کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت نافع بن جبیر اور حضرت سعید بن مسیب رضی

اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا بے شک قریش تمام لوگوں سے عقل و شعور، فہم و فراست کے اعتبار سے سب سے افضل ہیں اور امانت کے اعتبار سے سب سے عظیم ہیں۔ جو ان کے بارے میں برائی کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کر کے منہ کے بل گرا دیتا ہے۔

اگلی حدیث میں حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! بے شک قریش اہلِ امانت ہیں جو ان سے سرکشی کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے نتھنوں کے بل گرا دے گا یہ تین مرتبہ فرمایا اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قریش کی توہین کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی توہین کرے گا۔

حضرت قتادہ بن نعمان سے روایت ہے کہ انھیں قریش سے کوئی پریشانی ہوئی۔ جس کا ذکر انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھوڑ یار قتادہ قریش کو برا نہ کہو۔ جب تم اپنے اعمال ان کے اعمال کے ساتھ موازنہ کروگے تو تجھے اپنے اعمال کا ان کے اعمال کے مقابلہ میں حقیر تر نظر آئیں گے۔ یعنی قبولیت کے اعتبار سے ان کے اعمال بہت بلند ہیں اور جب تو ان کی عظمت کو دیکھ پائے گا تو خود ان کی عظمت پر فخر کرے گا۔ اگر مجھے ان کے بگڑ جانے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں ان کو ان کے مرتبے کی عظمت کھول کر بیان کر دیتا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا مرتبہ ہے۔

اسی حدیث کو حارث بن عبد الرحمٰن نے بھی اسی مفہوم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اگلی حدیث میں ان کی قوت و امانت کو الگ سے بیان کیا گیا ہے۔

"(ذکر قوة قریش و امانتهم) عن المطلب بن عبد الله حنطب عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ (قوة رجل من قریش تعدل قوة رجلین من غیرهم و امانة رجل من قریش تعدل امانة رجلین من غیرهم)

و عن جبیر بن مطعم قال قال رسول الله ﷺ ان للقریشی مثل قوۃ رجلین یعنی من غیرہ) اخرجھما احمد فی المناقب۔"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قریش امانت اور قوت کے اعتبار سے اپنے غیر سے دو گنا زیادہ عظمت رکھتے ہیں اور اسی حدیث کو اسی عنوان میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے بھی بیان کیا ہے اگلی حدیث میں ان کے مرتبے کی حفاظت کا حکم بیان فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

"(ذکر الامر بحفظھم) عن عکرمة قال کان النبی ﷺ واسطا فی قریش کان له فی کل بطن من قریش نسب فقال لا اسالکم الا ما ادعوکم الیه الا ان تحفظونی فی قرابتی قال الله عزوجل قل لا اسالکم علیه اجر الا المودة فی القربیٰ) اخرجه المخلص الذھبی۔

ذکر ان خیار قریش خیار الناس عن ابن ابی ذئب بسندہ ان رسول الله ﷺ قال خیار قریش خیار الناس و شرار قریش خیار شرار الناس) اخرجه الشافعی فی سننه۔

ذکر الحث علی محبتھم عن سھل بن سعد الساعدی رضی الله عنه قال قال ﷺ احبوا قریشا فان من احبھم احبه الله اخرجه ابن عرفة العبدی۔

ذکر انھم ولاۃ الامر) عن معاویة بن ابی سفیان رضی الله عنھما قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم احد الا اکبه الله تعالیٰ علی وجھه ما اقاموا الدین) اخرجه البخاری۔ وفیه روایة (لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منه اثنان)) اخرجه البخاری ایضا۔

و عن عطاء بن یسار رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال لقریش انتم اولی

الناس بهذا الامر ما كنتم على الحق الا ان تعدلوا عنه فتلحون كما تلحى هذه الجريدة يشير الى جريدة فى يده۔ (شرح) يقال لحوت الشجر ولحيتها اذا اخذت لحاها وهوقشرها۔

و عن المطلب بن عبدالله بن حنطب عن ابيه قال خطبنا رسول الله ﷺ يوم الجمعة فقال ايها الناس قدموا قريشا ولا تقدموها و تعلموا منها ولا تعلموها) اخرجهما الشافعى فى مسنده و خرج الثانى احمد فى المناقب۔

و عن على كرم الله وجهه قال سمعته اذناى و وعاه قلبى من رسول الله ﷺ (الناس تبع لقريش صالحهم تبع لصالحهم و شرارهم تبع لشرارهم) اخرجه احمد ايضا فى المناقب۔

و عن جابر بن عبدالله رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الناس تبع لقريش فى الخير والشر) اخرجه الحافظ الدمشقى و قال حديث حسن صحيح۔

و عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان لكم على قريش حقا و ان لقريش عليكم حقا ما حكموا فعدلوا وائتمنوا فادوا واسترحموا فرحموا فمن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله) اخرجه ابو حاتم۔ ذكر امتثال امرهم و ان ساءت افعالهم عن عامر بن شهر قال سمعت رسول الله ﷺ يقول استعموا من قريش و دعوا فعلهم) اخرجه ابوحاتم ذكر انهم افضل العرب عن سلمان رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ يا سلمان لا تبغضنى فتفارق دينك قلت يا رسول الله و كيف ابغضك و بك هدانا الله قال تبغض العرب اخرجه ابن المثنى فى معجمه وابن السرى۔

و عن جابر بن عبدالله رضى الله عنه ان رجلا قتل بالمدينة لا يدرى من قتله

فبلغ ذلك رسول الله ﷺ قال لعنه الله ان كان ليبغض العرب"

خاندانِ نبوت کے مرتبے کی حفاظت

قارئینِ محترم! کچھ اوراق پہلے آپ خاندانِ نبوت کی شانِ اصطفائیت ، شانِ افضلیت اور شانِ تدبر کے بیان میں پڑھے ان کی گستاخی سے بچنے کا بیان پڑھا۔ پھر ان کے مرتبۂ امانت کی عظمت کا مطالعہ فرمایا۔ یہ مرتبے الگ الگ عنوانات عظمت کا ایک کھلا ہوا اظہار ہے۔ ان تمام مراتب کی حفاظت پوری امت مسلمہ کی ایمانی اور دینی ضرورت ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میرے خاندان کی عزت ووقار کی حفاظت کرو۔ کیونکہ قرآن ایسا ہی حکم دیتا ہے "قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى" حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا نسب مبارک تمام طبقاتِ قریش میں پایا جاتا ہے۔ اس لیے فرمایا گیا کہ تمہیں اس عظمت و توقیر کی حفاظت کی دعوت دیتا ہوں۔ حضرت ابن ابی ذئب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ قریش کے نیکوکار تمہارے نیکوکاروں سے کہیں زیادہ بہتر و بالا ہیں یعنی تمام لوگوں سے بہتر و بالاتر ہیں اور قریش کے غیر نیکوکار تمہارے غیر نیکوکاروں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے خاندان عظمیٰ سے بھرپور محبت کرو جو ان سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے محبوب بنالے گا۔

قارئینِ محترم! مذکورہ بالا احادیث پر بار بار غور فرمائیں۔ خاندانِ نبوت کا مرتبہ اور مقام سمجھ میں آجائے گا۔ یہ وہ نفوسِ عظمت ہیں جن کو نسبتِ نبوی کی بنیاد پر یہ مرتبہ اور مقام ملا ہے۔ لہٰذا اس نسبتِ نبوی کے حوالے سے ان کی عزت و توقیر ہر مسلمان کا ایمانی فریضہ ہے اور قرآن مجید نے بھی کھول کر ارشاد فرمایا: "وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ" اے ایمان والو! نبی کی

حد سے بڑھ کر عزت و توقیر کرو۔ حیرت اس بات پر ہے کہ اُمت اس آیت کی روشنی میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و توقیر کو اپنا فرض سمجھتی ہے مگر جن کی عزت خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا نبوی اخلاق سمجھتے ہیں ان کی عزت و توقیر کے بارے میں کھل کر اس تکریم و تعظیم کا اظہار کیوں نہیں کرتے اور خاندانِ نبوت کے بارے میں سطحی رویہ فکر کیوں اپنایا جاتا ہے۔ یہ دوہرا معیار ہمیں خیر و برکت سے محروم کر دے گا۔ جس طرح رحمتِ عالم ﷺ کی تعظیم و توقیرم اپنا ایمان سمجھتے ہیں اسی طرح رسول دوعالم ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، معطّرین کی تعظیم و توقیر بھی ایمان کے لیے لازم ہونا چاہیے۔ عین ایسے ہی رحمتِ عالم ﷺ کے پورے اُصولی اور فروعی خاندانِ عظمیٰ کا احترام انتہائی ضروری ہے۔ اس عنوان پر مزید احادیث لکھی جا رہی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جب تک قریش دین پر قائم رہیں گے کائنات کی شہنشاہی انھی کے شایانِ شان ہو گی اور جو اِن سے عداوت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے منہ کے بل گرا دے گا اور ایک روایت میں ہے کہ یہ منصب ان کے ہاں ہمیشہ رہے گا اگرچہ دنیا میں صرف دو ہی قریشی بچ جائیں اور حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے قریش جب تک تم حق پر قائم رہو گے تو تمام لوگوں سے زیادہ بہتر جہان بانی کے لیے تمام کائنات میں تم ہی موزوں رہو گے۔

حضرت عبد اللہ بن حنطب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔ فرمایا لوگو! قریش کو مقدم سمجھا کرو اور خود کو اُن سے مقدم نہ سمجھا کرو۔ اُن سے علم سیکھا کرو اُن کو سیکھایا نہ کرو۔ (وہ تو خدا تعالیٰ کی جنابِ خاص سے سیکھے ہوئے ہیں)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میں نے اپنے کانوں سے خود سنا اور دل کی گہرائیوں

میں اُسے محفوظ رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قریش یعنی میرے خاندان کے لوگ اس شان کے مالک ہیں کہ کائنات بھر کے لوگ ہر اعتبار سے ان کے تابع ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ خیر اور شر میں ہر لحاظ سے قریش کے تابع ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لیے قریش پر حق ہے اور بے شک قریش کے لیے تم پر حق ہے۔ جب تم فیصلہ کرو اور اگر وہ تم سے رحم مانگے تو اُن پر رحم کرو یعنی ان کا ہر لحاظ سے حیا کرو۔ جو اُن کا حیاء نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو گی۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے سلمان رضی اللہ عنہ مجھ سے بغض نہ رکھ ورنہ دین سے ٹوٹ جائے گا۔ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں کیسے آپ سے بغض رکھ سکتا ہوں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے وسیلے سے ہمیں ہدایت دی ہے۔ فرمایا عرب سے بغض رکھنا میری ذات سے بغض رکھنا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مدینے میں قتل کر دیا گیا اور معلوم نہ ہو سکا کہ کس نے قتل کیا ہے۔ یہ بات رسول دوعالم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر قاتل نے اس کو عرب سمجھ کر بغض کی وجہ سے قتل کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی قاتل پر لعنت ہو۔ بنوہاشم کی فضیلت اور شانِ اصطفائیت کا ذکر پہلے باب میں گزر چکا ہے۔

خاندانِ نبوت کی شانِ بے مثالی

قارئین محترم! مذکورہ کتاب ذخائر عقبیٰ فی المناقب ذوالقربیٰ میں خاندانِ نبوت پر حدیث کی بنیاد پر دیے گئے دلائل کا پھر آغاز کرتے ہیں۔ ماقبل میں بیان کی جانے والی روایات اپنی مثال آپ ہیں اور عصمت پر مشتمل حدیث اصطفائیت والی ایک منفرد حوالہ عظمت ہے۔ ویسے تو اس عنوان پر مشتمل ہر حوالہ اپنی الگ شان رکھتا ہے مگر بعض روایات کی برکت سے تو انشراح صدر کی عظمت نصیب ہو جاتی ہے لیکن شرط اس کی یہ ہے کہ ایمان ملاوٹ والا نہ ہو۔ سچا اور خالص ایمان ہو، حسن ادب سے سرشار ہو، قلب و روح ادب و نیاز میں جھکے ہوں۔ شعور و فکر نبوی خاندان کے تقدس سے سرمست ہوں احساسِ تمنا کا قبلہ ان نفوس قدسیہ کی عظمت ہو۔ نسبتِ رسولی پہلی ترجیح ہو۔ خوف خداوندی شامل حال ہو۔ دل کے اندر اخلاص کی عظمت موجود ہو اور توفیق الٰہی شامل حال ہو اور رسولِ رحمت ﷺ کے فیض کے دروازے کھلے ہوں۔ محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام اور محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کی شفقتیں شاملِ حال ہوں تو پھر اس مثالی خاندانِ عظمیٰ کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ اقتباسِ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

"(ذکر افضلیتهم) عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ قال جبريل عليه السلام قلبت الارض مشارقها و مغاربها فلم اجد افضل من محمد ﷺ و قلبت الارض مشارقها و مغاربها فلم اجد بنی اب افضل من بنی هاشم) اخرجه احمد فی المنقب و اخرجه الحافظ الذهبی و المحاملی و السمرقندی و ابن الجراح عن ابن عباس رضی الله عنهما قال دخل ناس من قريش علی صفية بنت عبد المطلب فجعلوا يتفاخرون و يذكرون الجاهلية فقالت صفية منا رسول

اللہ ﷺ فقالوا تنبت النخلة او الشجرة فی الارض الکبا فقالت و ما الکبا قالوا الارض التی لیست بطیبة فذکرت ذلك صفیة للنبی ﷺ فغضب و قال یا بلال هجر بالصلوٰة فهجر فقام ﷺ علی المنبر فنادی بصوت فقال یا ایها الناس من انا قالوا انت رسول اللہ ﷺ قال انسبونی قالوا محمد بن عبداللہ بن عبدا لمطلب قال ما بال اقوام یتنذلون اهلی فواللہ انی لافضلهم اصلا فقالت الانصار قد غضب رسول اللہ ﷺ فقوموا فخذو السلاح فقاموا بالناس و غصت بهم ابواب المسجد و السکاك المدینة فقام النفر واعتذروا الی رسول اللہ ﷺ ثم قال للانصار الناس دثاری و انتم شعاری و اثنی علیهم خیرا۔ اخرجه ابوعلی بن شاذان"

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جناب جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں یا نبی اللہ میں نے زمین کے تمام مشرق اور تمام مغرب اُلٹ پلٹ کر دیکھے ہیں یعنی کائنات کا انگ انگ چھان مارا ہے پھر بھی محمد ﷺ جیسی ذات مجھے کائنات میں نہیں ملی اور میں نے پھر کائنات کا ذرہ ذرہ مشرق اور مغرب کا دیکھا یعنی تمام مشارق دیکھے اور تمام مغارب دیکھے آپ ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ جیسا کائنات میں کوئی نہیں دیکھا یعنی آپ کا خاندان مبارک اپنی عظمتوں میں، رفعتوں میں، عصمتوں میں بے مثل و بے مثال ہے۔ واہ سبحان اللہ! کیا عظیم ترین شہادت ہے پہلے بیان کرنے والی سیدہ بی بی حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا ہیں جو خود اپنے مرتبے میں بے مثل و بے مثال ہیں اور دوسرے بیان کرنے والے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ہیں یہ وہ ذاتِ اقدس ہیں جن کی تکریم کا خدا حکم دیتا ہے جن کی اطاعت کائنات کے باسیوں پر لازم ہے جن کی تصدیق کے بغیر کسی نبی کی نبوت نہیں چلتی۔

جو وجۂ تخلیق کائنات ہیں۔ جن کے پسینے کی برکتوں سے کائنات کی تمام عظمتوں کو وجود

ملاہے۔ جن کے سانسوں کی گرمی سے سے بزمِ عالم میں زندگی کا تسلسل جاری ہوا۔ اس سے بڑی تصدیق کائنات بھر میں متصور ہی نہیں۔ تیسری شہادت سید الملائکہ فرشتوں کے رسول جناب حضرت جبریل علیہ السلام کی ذاتِ والاصفات کی ہے۔ اب بولیے جناب مزید کس شہادت کی ضرورت ہے۔ انہی شہادتوں کی توثیق کے لیے خلاقِ کائنات اللہ وحدہٗ لا شریک جل وعلا کی ذاتِ گرامی نے یوں فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَۙ﴿۳۳﴾ "

بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے مصطفیٰ بنایا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل کو، (یعنی خاندانِ مصطفیٰ ﷺ کو) اور حضرت عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل کو عالمین پر شانِ مصطفائیت بخشی اور ایک اور قرآنی حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"وَمِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَ ذُرِّيّٰتِهِمۡ وَاِخۡوَانِهِمۡ‌ ۚ وَاجۡتَبَيۡنٰهُمۡ وَهَدَيۡنٰهُمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ‏﴿۸۷﴾ "

(الانعام:۸۷)

اس آیتِ کریمہ میں پہلے جملوں میں اللہ تعالیٰ نے ستائیس انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بطورِ نص ذکر فرمایا ہے۔ ان میں خصوصاً حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بطور نص بیان فرمایا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ان کے آباء اور اولاد اور بھائی سب عظمتوں کے شاہکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان تمام نفوسِ قدسیہ کو مقامِ مجتبائیت عطا فرمایا اور اپنی محبت و ہدایت کے نور کی چادر میں لپیٹ لیا اور قرب و حضورِ صمدیت کی منزل عطا کر دی۔ واہ! سبحان اللہ! کیا ہی شان و عظمت ہے خاندانِ نبوت کی۔ جس کے تقدس کی شہادت خود خداوند کریم عطا فرما رہا ہے۔ بولیے جناب کیا اب بھی مزید تصدیق کی ضرورت رہ گئی ہے؟ اب کسی بے ایمان کو ہی ضرورت ہو گی ایمان والے کو تو یقین کی عظمت مل گئی ہے۔ آگے چلیے اگلی روایت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ قریش کے کچھ

لوگ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب علیہا السلام کے پاس آئے اور اُنھوں نے دورِ جاہلیت کے حوالے سے باہمی فخر کرنا شروع کر دیا۔ حضرت صفیہ سلام اللہ علیہا برہم ہوئیں۔ فرمایا حیاء کرو۔ اب ہم میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں۔ اب تمہیں جاہلیت کی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ وہ بولے کہ رسول اللہ ﷺ کی مثال تو اس کھجور کے درخت کی سی ہے جو بیکار زمین میں اگا ہوتا ہے اس پر حضرت صفیہ سلام اللہ علیہا مزید برہم ہوئیں اور یہ ناگفتہ بہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچادی۔ آپ ﷺ اس پر غضبناک ہوئے اور فرمایا اے بلال لوگوں کو اونچی آواز سے نماز کے لیے بلاؤ۔ لوگ جمع ہو گئے آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور بلند آواز سے فرمایا لوگو! بتاؤ میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ فرمایا میری نسبی عظمت کو بیان کرو۔ لوگوں نے عرض کیا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب فرمایا اُس قوم کا کیا بُرا حال ہے جس نے میری اہل کے بارے میں نازیبا باتیں کیں۔ خدا کی قسم میری اصل پوری کائنات سے افضل و اعلیٰ ہے۔ جب انصار کو اس بات کا علم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کی بابت کچھ لوگوں نے غلط باتیں کہیں اور اس پر حضور ﷺ غضبناک ہیں تو انصار نے اپنا اسلحہ نکالا اور جمع ہو گئے۔ مسجد میں آ گئے بھیڑ لگ گئی۔ مسجد بھر گئی۔ گلیاں بھر گئیں۔ پھر کچھ لوگوں نے کھڑے ہو کر حضور ﷺ سے اس بابت معذرت کی۔ پھر حضور ﷺ نے انصار کو ٹھنڈا کیا۔ ان کے لیے کلماتِ ثناء کہے۔

قارئینِ محترم! رسول اللہ ﷺ اپنے خاندانی وقار کی کتنی حفاظت فرماتے ہیں جو اس خاندان عظمیٰ کی بابت غلط لفظ کہے رسول اللہ ﷺ اُسے برداشت نہیں کرتے اور اہلِ ایمان خصوصاً انصار اُس شخص کو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی ایک مؤمن کے ایمان کا حق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اور آپ کے خاندان عظمی کی بابت نازیبا بات کرنے والے کا خوب مواخذہ کرے۔ رسول خدا ﷺ نے خوش ہو کر انصار کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی: فرمایا: اے انصار اللہ تعالیٰ تمہیں خوش رکھے تم میرے

جسم کا قریبی لباس ہو جب کہ دوسرے لوگ اوپر کا لباس ہیں۔

نسبِ نبوی کی اُخروی عظمت

قارئین محترم!

جس طرح دنیا کے اندر نسب نبوی شان و شوکت، عزت و وقار، مقام و مرتبہ رکھتا ہے۔ اور صداقت، امانت، دیانت، شرافت، عفت، عصمت، حلم، تدبر، فہم، علم، حکمت، طہارت اور نظافت یہ سب خاندانِ نبوت کے خِلقی اور خُلقی اوصاف ہیں اور اُن کی فطرتِ طیبہ کا لازمہ ہیں۔ عین ایسے ہی خاندانِ نبوت کا مقام اور شرف قیامت کے دن بھی قائم اور دائم ہوگا۔ بلکہ حد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ شفاعت کا آغاز ہی اپنے خاندان مبارک سے فرمائیں گے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

"عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَا مَعْشَرَ بَنِیْ هَاشِمٍ وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ نَبِیًّا لَوْ اَخَذْتُ بِحَلْقَةِ الْجَنَّةِ مَا بَدَأْتُ اِلَّا بِکُمْ اَخْرَجَهٗ اَحْمَدُ فِی الْمَنَاقِبِ"

ترجمہ: اے اولادِ ہاشم! اُس ذات کی عزت کی قسم جس نے مجھے حق کا نبی بنایا ہے جنت کا دروازہ جب کھولوں گا تو جنت میں داخلے کے لیے ابتداء تم سے کروں گا یعنی جب تک تم جنت میں نہیں جاؤ گے تب تک کوئی جنت میں نہیں جائے گا اور ایک صریح حدیث نقل کی جارہی ہے اس پر بار بار غور کریں۔

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ کُنْتُ شَفِیْعًا لِاَبِیْ وَ اُمِّیْ وَعَمِّیْ اَبِیْ طَالِبٍ وَ اَخٍ لِیْ کَانَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ اخرجه الرازی فی فوائده"

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس دن قیامت کا دن ہو گا سب سے پہلے میں اپنے پیارے والدِ محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اپنی پیاری اماں

جان محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا اور اپنے چچا حضرت ابو طالب علیہ السلام کی شفاعت کروں گا اور اُس محبت والے کی شفاعت کروں گا جس نے میرے ساتھ اعلانِ نبوت سے پہلے دورِ جاہلیت میں محبت اور وفا کی۔ (ذخائر عقبیٰ فی المناقب مودۃ القربیٰ، المؤلف محب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری المتوفی ۶۹۴ھ مکتبہ قدسی قاہرہ)

قارئینِ محترم! مذکورہ بالا ہر دو احادیث نے طے کر دیا ہے کہ خاندانِ نبوت کے نفوسِ قدسیہ ابتداءِ عالمِ بالا کی کائنات میں بھی محبوب اور مقبول ترین تھے اور عالمِ دنیا میں بھی اپنی عظمتوں میں بے مثل و بے مثال رہے اور عالمِ قیامت میں بھی ان کی نرالی شان ہو گی اور جو ان کے مرتبے کا احترام نہیں کرتا وہ کائنات کا بدترین بدبخت اور غلیظ انسان ہے۔ اب آئیے مزید نسبتِ نسبِ نبوی کی عظمت کی بابت ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں اقتباس حاضر خدمت ہے:

"القسم الاول) فيما جاء فى ذكر القرابة على وجه العموم والاجمال، و فيه ابواب (

باب فى فضل قرابة رسول الله ﷺ) عن ابن عباس رضى الله عنهما قال توفى لصفية بنت عبدالمطلب رضى الله عنها ابن فبكت عليه فقال لها رسول الله ﷺ تبكين يا عمة من توفى له ولد فى الاسلام كان له بيت فى الجنة يسكنه فلما خرجت لقيها رجل فقال لها ان قرابة محمد لن تغنى عنك من الله شيئًا فبكت فسمع رسول الله ﷺ صوتها ففزع من ذلك فخرج و كان ﷺ مكرما لها يبرها و يحبها فقال لها يا عمة تبكين و قد قلت لك ما قلت قالت ليس ذلك ابكانى و اخبرته بما قال الرجل فغضب ﷺ و قال يا بلال اهجر بالصلوة ففعل ثم قام ﷺ فحمد الله و اثنى عليه و قال ما بال اقوام يزعمون ان قرابتى لا تنفع ان كل سبب و نسب ينقطع يوم القيامة الا سببى و نسبى و ان رحمى موصلة فى الدنيا و

الاخرة

قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه فتزوجت ام کلثوم لما سمعت من رسول الله ﷺ یومئذ و احببت ان یکون بینی و بینه نسب و سبب

(شرح) التهجیر التکبیر فی کل شیء یقال هجر یهجر تهجیراً فهو مهجر و هی لغة حجازیة ، اراد المبادرة الی اول وقت الصلوٰة"

ترجمہ: حدیث مذکورہ کا بعد میں ملاحظہ فرمائیں پہلے لفظ "التہجیر" کی بابت ملاحظہ ہو: یہ لُغتِ حجاز میں نماز کے اول وقت میں بُلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی حضرتِ صفیہ بنت عبد المطلب سلام اللہ علیہا کا بیٹا فوت ہوا تو ماں کی ممتا تڑپی اور وہ روئیں تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے اُنھیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کے زمانے میں جس کا بیٹا فوت ہو اُس کے لیے تو جنت میں ایک عالی شان محل بنایا جاتا ہے جس میں وہ رہا کرے گا۔ اس پر انھیں تسکین آ گئی۔ جب وہ باہر نکلیں تو ایک شخص نے آپ سلام اللہ علیہا سے کہا کہ بے شک محمد ﷺ کی قرابت کوئی فائدہ نہیں دے گی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا پائے گی۔ اس پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔ آپ سلام اللہ علیہا کی آواز کو سن کر رحمتِ عالم ﷺ خوف زدہ ہوئے اور اُن کی عزت و تکریم کی خاطر باہر تشریف لائے اور احسان اور محبت بھرے جذبوں سے کہا میری پیاری پھوپھی جان آپ کیوں رو رہی ہیں؟ حالانکہ میں نے آپ کو جنتی مکان کی بشارت دے دی ہے اُنھوں نے کہا یا نبی اللہ میں اس حادثے پر نہیں روئی بلکہ اس سے بڑا حادثہ یہ ہوا کہ ایک شخص نے آپ کی قرابت کا طعنہ دیا ہے اور کہا ہے کہ قرابتِ محمد ﷺ کچھ نہیں کر پائے گی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہوئے اور فرمایا لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرو۔ اُنھوں نے لوگوں کو جمع کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز

ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی اور جوشِ عظمت میں فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ جھوٹا گمان کر بیٹھے ہیں کہ میری قرابت کوئی فائدہ اور نفع نہیں دے گی۔ سنو بیشک قیامت کے دن ہر رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ قیامت کا ہولناک منظر ہر نسب کو توڑ کر رکھ دے گا مگر میرا نسب اور میرا تعلق اتنی قوت والا ہے کہ اسے قیامت بھی نہیں توڑ سکتی۔ بے شک میرا رشتہ میری رحمی نسبت دنیا و آخرت دونوں میں یکساں ملی ہوئی ہے۔

قارئینِ محترم! یہ کتنی بڑی تصدیق ہے۔ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام شفاعت کا آغاز ہی اپنے خاندانِ عظمیٰ سے فرمائیں گے اور جنت کا افتتاح بھی انہی نفوس قدسیہ سے فرمائیں گے۔ اس لیے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت اُم کلثوم سلام اللہ علیہا سے (یہ مولائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہزادی ہیں) اسی وجہ سے نکاح کیا ہے کہ قیامت کے دن میں رسول اللہ ﷺ کی نسبت و قرابت کی بنیاد پر پہچانا جاؤں۔ سبحان اللہ! یہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عقیدے کی عظمت ہے۔ یہ نسبت نور رحمی اور خونی قرابت کی نسبت ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان عظمیٰ کے غلاموں اور خادماؤں کی نسبت بھی بہت بلند و بالا ہے۔ اس حوالے سے بھی ایک حدیث حاضرِ خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

"و عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما قال کان لآل رسول اللہ ﷺ خادمة تخدمهم یقال لها بریرة فلقیها رجل فقال لها یا بریرة غطی شعیفاتك فان محمدا ﷺ لن یغنی عنك من اللہ شیئا قالت فاخبرت النبی ﷺ فخرج یجر رداءہ محمارة و جنتاہ و کنا معشر الانصار نعرف غضبة بجر ردائه و حمرة و جنیته فاخذنا السلاح ثم اتیناہ فقلنا یا رسول اللہ ﷺ مرنا بما شئت والذی بعثك بالحق نبیا لو امرتنا بآبائنا و امهاتنا و اولادنا لمضینا لقولك فیهم ثم صعد المنبر فحمد اللہ و اثنی علیه ثم قال من انا قالوا انت رسول اللہ ﷺ قال

نعم و لکن من انا قلنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبد المناف قال ﷺ انا سید ولد آدم ولافخر و اول من ینفض التراب عن راسه ولافخر و اول داخل الجنة ولافخر و صاحب لواء الحمد ولافخر و فی ظل الرحمٰن یوم لا ظل الا ظله ولافخر ما بال اقوام یزعمون ان رحمی لا تنفع بل تنفع حتی تبلغ حکم وحاء و هم احدی قبلتین من الیمن انی لاشفع فاشفع حتی ان من اشفع له لیشفع فیشفع حتی ان ابلیس لیتطاول طمعا فی الشفاعة اخرجه ابن البختری"

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آل پاک کی ایک خادمہ تھی جس کا نام بریرہ رضی اللہ عنہا تھا۔ اس کو کسی شخص نے کہا اپنی مینڈھیوں کو بالوں کو چھپا کر رکھو اگر تیرا یہ گمان ہے کہ رسول دو عالم ﷺ کی نسبت تجھے بچالے گی تو ایسا ہر گز نہیں کہ یہ بچا سکے گی۔ اس پر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی یا نبی اللہ مجھے آج آپ کی غلامی کی نسبت کا طعنہ دیا گیا ہے کہ آپ کی غلامی کی نسبت مجھے نہیں بچا پائے گی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ اتنے غصے میں آئے کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک غصے میں سرخ ہو گیا۔

آپ ﷺ اسی حالت میں غصے میں اپنی چادر مبارک کھینچتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ ہم قوم انصار آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کی سرخی سے اور چادر مبارک کے کھینچنے سے آپ ﷺ کے غصے کا اندازہ کر لیا کرتے پس ہم نے تلواریں اُٹھالیں۔ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں حکم دیں جو آپ چاہتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کا نبی بنا کر بھیجا ہے اگر آپ حکم دیں کہ ہم اپنے ماں باپ اور اولاد کی گردنیں اڑا دیں تو ہم آپ کے حکم پر ایسا کر گزریں گے۔

پھر آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور پھر فرمایا بتاؤ میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا ہاں ایسا ہی ہے لیکن میں پھر

پوچھتا ہوں کہ میں کون ہوں؟ ہم نے کہا آپ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں لیکن یہ میرے لیے قابلِ فخر بات نہیں اور میں وہ ہوں جو قیامت کے دن سب سے پہلے اٹھوں گا یہ بھی میرے لیے قابلِ فخر بات نہیں، سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا یہ بھی میرے لیے قابلِ فخر بات نہیں، قیامت کے دن حمد کا جھنڈا بھی میرے ہاتھ میں ہو گا اس پر بھی مجھے کوئی فخر نہیں اور قیامت کے دن میں رحمٰن کے سائے میں ہوں گا اس دن ذاتِ رحمٰن کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہو گا میں اس پر بھی فخر نہیں کرتا۔

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میرا رشتہ قیامت کے دن نفع نہیں دے گا فرمایا یہ جھوٹ ہے بلکہ میرا رشتہ، میری نسبت میرا تعلق اتنا نفع دے گا کہ میرے تعلق دار اور میری نسبت والے لوگوں کی تعداد اگر حیان اور یمن کے ریت کے ٹیبوں، ٹیلوں کے ذروں کی تعداد سے بھی زیادہ ہو جائے تو بھی میری نسبت کی برکت کی وجہ سے ان کو بخش دیا جائے گا۔ بیشک میں شفاعت کروں گا تو میری شفاعت قبول کی جائے گی حتی کہ میں جس کی شفاعت کروں گا اُسے بھی شافع محشر بنا دیا جائے گا اور وہ نورِ شفاعت اتنا غالب ہو گا کہ شیطان بھی اپنے گریبان سے سر نکال کر میری شفاعت کے طمع میں کھڑا ہو جائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہو گا کہ میں سب سے پہلے اپنے ماں باپ کی شفاعت کروں گا اور اپنا چچا ابو طالب کی شفاعت کروں گا اور ہر اُس شخص کی شفاعت کروں گا جس نے اعلانِ نبوت سے پہلے دورِ جاہلیت میں مجھ سے پیار کیا ہو گا۔

"(شرح) حکم وحاء فسر فی الحدیث قال فی الغریب و هما حیان ولیمن من وراء رمل یبرین۔ قال ابو موسیٰ یجوز ان یکون حاء من الحوة و قد حذفت لامه و یجوز ان یکون من حوی یحوی ویجوز ان یکون مقصورا غیر ممدود

حکی ذلک صاحب نہایۃ الغریب

و عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ اذا کان یوم القیامۃ شفعت لابی و امی وعمی ابی طالب و اخ لی کان فی الجاھلیۃ اخرجہ تمام الرازی فی"

نوٹ: درج بالا حدیث کا ترجمہ اوپر ہو چکا ہے اس عنوان پر مشتمل ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں؛

"و عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال جاءت سبیعۃ بنت ابی لھب رضی اللہ عنہا الی النبی ﷺ فقالت یا رسول اللہ ﷺ ان الناس یقولون انت بنت حطب النار فقام رسول اللہ ﷺ و ھو مغضب فقال (ما بال اقوام یؤذوننی فی قرابتی من اذی قرابتی فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ) اخرجہ الملا فی سیرتہ"

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ سبیعہ بنت ابی لہب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس آئیں عرض کی یارسول اللہ ﷺ لوگ مجھے کافر کی بیٹی ہونے کا طعنہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ کے ایندھن کی بیٹی ہے۔ یہ سنتے ہی ذاتِ رحمتِ عالم ﷺ شدید غضبناک ہوئے اور فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ لوگ مجھے میری قرابت کی بابت اذیت دیتے ہیں مجھے میری قرابت کی بابت اذیت نہ دیا کرو اور یاد رکھو جس نے میری قرابت کو اذیت دی گویا اس نے مجھے اذیت کی اور جس نے مجھے اذیت دی گویا اس نے اللہ تعالٰی کو اذیت دی۔

قارئینِ محترم! خاندانِ نبوت کا مقام کتنا حساس ترین ہے اور ان کی بابت ہلکے جملے بولنے سے سرکار دو عالم ﷺ کو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ اُمت کو بحیثیت امت سوچنا چاہیے جس چیز سے رسالت پناہِ عالم ﷺ کو اذیت پہنچتی ہو وہ چیز وہ عمل یقیناً حرام ہے اور خدا تعالٰی کی ذات نے بھی اپنی جلالِ عظمت میں یہ فرمایا ہے۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا

(۵۷)" (الاحزاب:۵۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان کے لیے دنیاو آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور رسوا کر دینے والا عذاب ہے۔

دوستانِ من خاندانِ نبوت کے بارے میں گھٹیا بولنا یہ دنیاو آخرت میں ذلت والے عذاب کا باعث ہے العیاذ باللہ۔

خاندانِ نبوت کی شانِ مصطفائیت

قارئینِ محترم! خاندانِ نبوت علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین کا مقام و مرتبہ تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب ﷺ ہی جانتے ہیں مگر قرآن و حدیث میں جو ہمیں اشارے ملتے ہیں وہ حاضر خدمت ہیں:

"اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَۙ(۳۳)"

بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے شانِ مصطفائیت بخشی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو، حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل کو اور حضرت عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل کو تمام عالمین پر عظمتِ مصطفائیت بخشی۔ (آل عمران:۳۳)

نوٹ: شانِ مصطفائیت کی بابت میں نے ایک تفسیری اقتباس پیش کیا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ شانِ مصطفائیت قرب و حضورِ صمدیت میں محبت اور اُلفت کا کوئی مرتبہ ہے جس کی کمیت و کیفیت کو فقط اللہ تعالیٰ جل و علا اور اُس کے محبوب ﷺ ہی جانتے ہیں۔ دنیا کے اعتبار سے ان نفوسِ عظمت کو امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نسبت سے خاندان ہونے کے اعتبار سے جو مقام و مرتبہ ملا ہے یقیناً یہ اپنی مثال آپ ہے۔ پوری بزمِ ہستی کے لوگ اپنی علمی اور فکری پرواز کے لحاظ سے اُن کی عظمت کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ اُن

کا مرتبہ اور مقام حدودِ فکر و فہم سے وراء ہے۔ لٰہذا ہم اُن نفوسِ عظمت کی شان و شوکت کو بیان کرنے کے لیے اپنے علمی اور معلوماتی جائزوں کی بجائے خود امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ حق ترجمان سے نکلنے والا نوری موتیوں کی روشنی میں اُن نفوسِ قدسیہ کے مقامِ اصطفائیت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

نوٹ: میں نے ہزاروں کتابیں سیرت، تفسیر، تذکروں کی اور احادیث کی دیکھیں۔ مجھے کوئی ایسی حدیث کی کتاب نظر نہیں آئی جس میں ان کا تذکرہ نہ ہو۔ کسی نہ کسی حوالے سے اختصار اور تفصیل کیساتھ ان کی عظمتوں کے تذکرے موجود اور مرقوم ہیں۔

کہیں پوری سندوں کے ساتھ اور کہیں حذفِ سندات کے ساتھ۔ ایسے ہی سیرت کی تمام مختصر اور مطول کتب میں لازماً ان کا تذکرہ پایا۔ پاکستان بالخصوص برصغیر کے ذخائرِ کتب میں جو کتب زیادہ معروف ہیں میں نے زیادہ تر ان کو بطورِ حوالہ نقل کیا۔ غیر معروف کتب کا بھی کہیں نہ کہیں حوالہ ہے۔ انسان العیون فی سیرت الامین المامون المعروف سیرت الحلبیہ المؤلف علی بن ابراہیم بن احمد الحلبی ملاحظہ فرمائیں

"و مما یدل علیه الصلوٰۃ والسلام شرف هذا النسب ایضا ما جاء عن عمرو بن العاص رضی الله عنه ان الله اختار العرب علی الناس و اختارنی علی من انا منه و من اولئك العرب۔ و ماجاء عن وائلة بن الاسقع رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ان الله اصطفیٰ قریشا من کنانة و اصطفیٰ من قریش بنی هاشم واصطفانی من بنی هاشم"

"اَقُوْلُ و جاء بلفظ آخر عن وائلة بن الاسقع و هو ان الله اصطفی من ولد آدم ابراهیم علیهما السلام واتخذه خلیلا، واصطفی من ولد ابراهیم اسماعیل، ثم اصطفی من ولد اسماعیل نزارا ثم اصطفی من ولد نزار مضر ثم اصطفی من مضر کنانة ثم اصطفی من کنانة قریشا ثم اصطفی من قریش بنی هاشم ثم اصطفی من

بنی ھاشم بنی عبد المطلب ثم اصطفانی من بنی عبد المطلب۔ واللہ اعلم۔ قال وفی روایۃ ان اللہ اصطفی من ولد اسماعیل واصطفی قریشا من کنانۃ واصطفی ھاشما من قریش واصطفانی من بنی ھاشم من ولد ابراھیم اسماعیل، ثم اصطفی من ولد اسماعیل کنانۃ و اصطفی من کنانۃ قریشا واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم۔ و ما جاء عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال قال رسول اللہ ﷺ اتانی جبریل فقال لی یا محمد ان اللہ بعثنی فطفت شرق الارض و مغربھا و سھلھا و جبلھا فلم اجد حیا خیرا من مضر ثم امرنی فطفت فی مضر فلم اجد حیا خیرا من کنانۃ ثم امرنی فطفت فی کنانۃ فلم اجد حیا خیرا من قریش، ثم امرنی فطفت فی قریش فلم اجد حیا خیرا من بنی ھاشم ثم امرنی ان اختار فی انفسھم ای اختار نفسا من انفسھم فلم اجد نفسا خیرا من نفسک۔ انتھی۔"

رسالتِ پناہ عالم ﷺ کے خاندانِ عظمی کی بزرگی اور شرافت پر دلالت کرنے والے دلائل میں پہلے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث۔ فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے تمام کائنات کے باسیوں پر عرب کو فضیلت بخشی اور عربوں میں سے جن عربوں سے میں ہوں ان کی فضیلت تمام عرب سے اعلیٰ و افضل ہے۔

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والا صفات نے شانِ مصطفائیت بخشی اولادِ آدم سے جنابِ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور انھیں اللہ تعالیٰ کی ذات نے اپنا خلیل (گہرا دوست) بنایا اور اولادِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی پھر اولادِ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت نزار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عظمتِ مصطفائیت بخشی اور پھر حضرت نزار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے جناب مضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی اور پھر حضرت مضر

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے جناب کنانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی پھر جنابِ کنانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے جناب قریش کو شانِ مصطفائیت بخشی پھر جناب قریش کی اولاد سے جنابِ ہاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی پھر جنابِ ہاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے حضرت عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی پھر جناب عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے حضرت عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی یعنی بنی عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی گئی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ بنی عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو شانِ مصطفائیت کی اعلیٰ معراج بخشی۔

اور ایک روایت میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور ان کی اولاد سے کنانہ اور ان کی اولاد سے قریش اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے محمد مصطفیٰ ﷺ بنایا گیا۔ پھر فرمایا میرے پاس جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور عرض کی اے محمد ﷺ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے بھیجا زمین کے مشرق و مغرب میں بھیجا تاکہ زمین کے نرم گوشوں اور پتھریلی اور سنگلاخ زمین کی تہوں میں اُتر جاؤں اور کائنات بھر میں میں نے مضر قبیلے جیسا قبیلہ اپنی شان و عظمت میں بے مثل و بے مثال نہیں پایا۔

اللہ تعالیٰ نے پھر مجھے حکم دیا کہ میں پھر کائنات کا طواف کرتا رہا خصوصاً مضر کا تو کنانہ جیسا کوئی نہ پایا اور پھر مجھے حکم دیا کنانہ میں طواف کروں تو پھر میں نے کنانہ کے قبیلے سے سب سے عظیم تر قریش کو پایا پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے حکم دیا کہ میں قریش کے قبیلے کا طواف کروں پس میں نے طواف کیا تو میں قبیلۂ قریش میں سے سب سے بڑھ کر عظیم تر جناب بنی ہاشم کو پایا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں بنی ہاشم کے ہر ہر فرد کو اپنی نوری نگاہ سے دیکھا پھر اے محبوب آپ کی ذات کو سب سے افضل و اعلیٰ پایا۔

قارئینِ محترم! کیا خوب صورت ترتیب ہے شانِ مصطفائیت کی۔ شاید اسی لیے اللہ تعالیٰ کی

ذات نے بھی اس مصطفائیت کی عظمت میں اپنے فضل و احسان کا اظہار فرمایا۔ فرمایا میرے محبوب آپ نے کیا خوبصورت ترتیب مصطفائیت کا تسلسل قائم کیا تو سنیے ہم بھی اپنی محبت کا اظہار اپنے حوالے سے یوں فرماتے ہیں:

"قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ؕ آٰللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِکُوْنَ"

محبوب اس عظمت پر اللہ کی حمد بیان فرمایئے اور کائنات کے باسیوں کو بتائے کہ اللہ تعالیٰ خدا ہو کر ان مصطفاؤں کو سلام فرماتا ہے۔ اللہ اکبر، واہ سبحان اللہ! کیا شان ہے خاندانِ نبوت کے مصطفاؤں کی مصطفائیت کا۔ کیا خوبصورت انتخاب ہے خدا کی قدرت کا کہ خاندانِ نبوت کے تمام نفوسِ قدسیہ کو شانِ مصطفائیت عطا فرما دی اور اس عظمتِ مصطفائیت پر انھیں خدائی سلام فرمایا۔

اسی عنوان پر مشتمل اگلی حدیث کا اقتباس حاضرِ خدمت ہے:

"و فی الوفاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ تعالیٰ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ [التوبہ ۱۲۸] قال لیس من العرب قبیلۃ الا ولدت النبی ﷺ مضرھا و ربیعتھا و یمانیھا و عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ خلق الخلق فاختار من الخلق بنی آدم و اختار من بنی آدم العرب، و اختار من العرب مضر، واختار من مضر قریشا، واختار من قریش بنی ھاشم واختارنی من بنی ھاشم فانا خیار من خیار الی خیار۔ انتھی و قولہ واختار من مضر قریشا یدل علی ان مضر لیس جماع قریش و الا کانت اولادہ کلھا قریشا۔

و عن ابی ھریرۃ یرفعہ بسند حسنہ الحافظ العراقی ان اللہ حین خلق الخلق بعث جبریل فقسم الناس قسمین قسم العرب قسما و قسم العجم قسما، و کانت خیرۃ اللہ فی العرب، ثم قسم العرب الی قسمین، فقسم الیمن قسما و قسم مضر قسما و کانت خیرۃ اللہ فی مضر، و قسم مضر قسمین فکانت قریش قسما و کانت خیرۃ اللہ فی

قریش ثم اخرجنی من خیار من انا فیہ۔

قال بعضھم و ماجاء فی فضل قریش فھو ثابت لبنی ھاشم والمطلب لانھم اخص و ماثبت لاعم یثبت للاخص ولا عکس۔ "

ترجمہ: وفا میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راویت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول " لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ [التوبہ ۱۲۸] " فرمایا رسول اللہ ﷺ کی ولادت قبیلہ مضر میں ہی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ لوگو! میرا محبوب ﷺ اپنی خاندانی عظمت کے حوالے سے ان لوگوں سے تشریف لائے ہیں جو کائنات کے عظیم ترین نفوسِ قدسیہ ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تمام مخلوق میں فضیلت عظمت بخشی ابن آدم کو اور اولادِ آدم سے اس فضیلت و عظمت کے لیے عرب کو پسند فرمایا اور عرب سے مضر کو اور مضر سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو شان و عظمت کا شاہکار بنایا اور بنی ہاشم سے میری ذات والاصفات کو تمام شانوں کا مرکز بنایا۔ پس میں کائنات میں عظیم تر ہوں اور عظیم ترین لوگوں سے ہوں اور عظیم ترین لوگوں کی طرف منتقل ہوتا رہا حتی کہ اس عظمت کی انتہاء آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً سند حسن کے ساتھ مروی ہے بیشک جس وقت اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ عرب بنایا اور ایک حصہ عجم بنایا۔ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ عظمتوں کے شاہکار عرب رہے اور پھر عربوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ یمن بنایا اور دوسرا مضر بنا۔ اللہ تعالیٰ نے ساری بھلائیاں مضر میں رکھیں اور پھر مضر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ قریش کی صورت میں وجود میں آیا اللہ تعالیٰ نے پھر ساری بھلائیاں قریش میں

رکھیں پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے کائنات کے عظیم ترین لوگوں سے مجھے پیدا فرمایا اور جن میں ہوں وہ سب سے عظمت والے ہیں۔ سبحان اللہ

نوٹ: بعض علماء نے فرمایا:

جو کچھ قرآن و سنت کے ذخیرۂ علم میں قریش کی فضیلت کے اعتبار سے موجود ہے وہ سب کا سب بنی ہاشم کے لیے اور بنی عبد المطلب کے لیے لازماً ثابت ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اپنی عظمت کے اعتبار سے اخص الخاص ہیں اور جو کچھ عام کے لیے ثابت کیا گیا ہے وہ سب کچھ خاص کے لیے ہی ثابت کیا گیا ہے۔ ایسا نہیں کہ جو کچھ خاص کے لیے ثابت کیا گیا ہے وہ عام کے لیے بھی ثابت ہو۔ گویا خاندانِ نبوت کے تمام نفوسِ قدسیہ اس کائنات میں اخص الخاص ہیں یہ تو وہ نفوسِ قُدسیہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ان کی شانِ مصطفائیت کے اعتبار سے فرماتا ہے۔ "وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی" اے محبوب اللہ تعالیٰ اُن محبوب بندوں کو اپنے مصطفاؤں کو خدا ہو کر سلام فرماتا ہے۔ حضور ﷺ کے خاندانِ عظمٰی پر اللہ تعالیٰ تسلسل کے ساتھ درود پڑھتا ہے اور انھیں قرب و حضورِ صمدیت میں مہمان بنا کر فرماتا ہے "نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ "کہ میں ان نفوسِ قُدسیہ کا میزبان ہوں اور یہ میرے مہمان ہیں سبحان اللہ!

نیز شفا شریف کی بیان کردہ روایت بھی ملاحظہ ہو

"وفی الشفاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ سبحانہ و تعالیٰ قسم الخلق قسمین فجعلنی من خیرھم قسما فذلك قولہ تعالیٰ اَصْحَابُ الْیَمِیْنِ "(واقعہ:۲۷)"وَاَصْحَابُ الشِّمَالِ "(واقعہ:۴۱)"فانا من اصحاب الیمین و انا خیر اصحاب الیمین ثم جعل القسمین اثلاثا فجعلنی فی خیرھا ثلاثا فذلك قولہ تعالیٰ وَ اَصْحَابُ الْمَیْمَنَةِ وَاَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ۝ وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ "(واقعہ:۱۰) "فانا خیر السابقین ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلنی من خیرھا

قبیلة و ذلك قوله تعالیٰ وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ" (حجرات:۱۳) "الایة فانا ابر ولد آدم و اکرمهم علی الله تعالیٰ ولا فخر، و جعل القبائل بیوتا فجعلنی فی خیرها بیتا ولا فخر فذلك قوله تعالیٰ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ " الاحزاب::۳۳" هذا کلام الشفاء فلیتامل

و الی شرف هذا النسب یشیر صاحب الهمزیة رحمه الله تعالیٰ بقوله

و بدا للوجود منك کریم--- من کریم آباؤه کرماء

نب تحسب العلا بحلاه---- قلدتها نجوما الجوزاء

حبذا عقد سودد و فخار---- انت فیه الیتیمة العصماء"

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راویت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والاصفات نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس کو دو طبقوں میں یعنی دو حصوں میں تقسیم فرمایا۔ تو مجھے ان میں سے سب سے عظیم ترین طبقے میں پیدا فرمایا۔ دلیل اُس کی قرآن پاک کی یہ آیت ہے

اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ "(واقعہ:۲۷)"وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ "(واقعہ:۴۱)

ترجمہ: یعنی داہنی جانب والے جن کے نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں ہوں گے یعنی اہلِ جنت نمبر ۲: بائیں جانب والے جن کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں ہوں یعنی جہنم والے۔

فانا من اصحاب الیمین و انا خیر اصحاب الیمین

بہر حال میں تو اصحاب الیمین یعنی اہلِ جنت میں پیدا ہوا اور اہلِ جنت میں بھی جو سب سے اعلیٰ و افضل ہیں میں ان سے پیدا ہوا ہوں اور میں جنتیوں میں سب سے اعلیٰ ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والاصفات نے ان دو تقسیم شدہ حصوں کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا۔ دلیل اس کی قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے:

فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۙ۬ مَآ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ؕ ⑧ وَ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ۬ مَآ اَصْحٰبُ

الْمَشْئَمَةِ ؕ ۝۹ وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝۱۰ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۱۱ (واقعہ:۱۰)

اصحاب المیمنہ سے مراد اہلِ جنت ہیں اور اصحاب المشئمۃ سے مراد اہلِ دوزخ ہیں اور والسابقون السابقون سے مراد جنت میں سے بھی جو بلند و بالا قرب و حضور رحمتِ الٰہی میں آگے بڑھنے والے۔ جن کو قرآن نے کہا اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ وہ نفوسِ قدسیہ ور حمت ہیں جو ہمہ وقت قرب و حضور صمدیت میں مہمان بن کر رہتے ہیں اور اللہ ان کا میزبان بنتا ہے۔ فرمایا"فانا خیر السابقین میں تو ان لوگوں سے ہوں جو قرب و حضورِ صمدیّت میں سب سے آگے ہیں۔ اللہ اکبر! کیا مقام ہے خاندانِ نبوت کا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات نے ان تین طبقات کو قبائل میں تقسیم فرمایا۔ پھر اُن قبائل میں جو سب سے عظیم قبیلہ تھا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات نے اس میں پیدا فرمایا گویا حضور سرورِ کائنات ﷺ کا قبیلہ پاک اللہ تعالیٰ کے ہاں سارے قبائل سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا

وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ" (حجرات:۱۳) ہم نے تعارف کے لیے قبائل بنائے۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے حضور اولادِ آدم میں سب سے زیادہ افضل و اکرم ہوں لیکن میں اس پر فخر نہیں کرتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قبائل کو گھروں میں تقسیم فرمایا تو مجھے کائنات میں افرادِ عظمت کے اعتبار سے وہ گھر دیا جو سب سے اعلیٰ و افضل تھا دلیل اس کی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ "الاحزاب: ۳۳' بے شک اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اے محبوب اللہ تعالیٰ آپ کے اہلِ بیت کو ہر پلیدی سے دور رکھے۔ یہ حوالہ شفاء شریف کا ہے غور فرمائیں اور آپ ﷺ کے نسب مبارک کی شرافت پر صاحب قصیدہ حمزیہ نے کیا خوب کلام فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی ذات نے آپ کے سراپا کرم وجود سے کائنات کی ابتداء کی اور آپ کے تمام آباؤ اجداد کریم تھے کرم ہی ان کی فطرت تھا۔ اے مخاطب آپ کے نسب کی عظمت کی

بلندی کو دیکھنا ہو تو وہ ستارۂ الجوزہ سے بلند و بالا تھے۔ سلامِ عقیدت ہو اس نور کی لڑی پر جو آپ کے سلسلہ نسب کی بنیاد پر قائم ہوئی۔ جس کا ہر شخص سردار تھا اور قابلِ فخر تھا۔

اے محبوب اگرچہ آپ یتیم پیدا ہوئے مگر یہ تو دیکھو آپ کا سارا خاندان عظمی عصمت مآب تھا۔

آپ درِ یتیم ہیں عصموں کے شہنشاہ ہیں۔

صاحب ذخائر عقبی علیہ الرحمہ نے امام الماوردی کی کتاب اعلام النبوہ کے حوالے سے ارشاد فرمایا ہے کہ امام مذکور نے اپنی پوری عظمتِ ایمانی کے ساتھ یہ لکھا ہے اور دلائل کے ساتھ لکھا ہے کہ رحمت عالم ﷺ کے نسب کی طہارت ایک مسلّمہ حقیقت ہے خاندانِ نبوت کے نفوسِ قُدسیہ باعزت اور باوقار زندگی کا معیار رہے اور تمام کے تمام اہلِ سیادت اور اہلِ قیادت تھے کوئی بھی ان میں گھٹیا نہیں تھا اور مزید فرماتے ہیں کہ نسب کی طہارت اور شرافت یہ شروطِ نبوت کی ایک شرط ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں شانِ مصطفائیت کو اس خاندان عظمی کا سہرا بنایا تاکہ کوئی کمینہ سرشت آپ ﷺ کو آپ کے خاندان کے وقار کے خلاف کوئی طعنہ نہ دے سکے اسی لیے بطورِ دلیل حضرت ابو طالب علیہ السلام کے اشعار کا حوالہ دیا۔ اقتباس حاضرِ خدمت ہے۔

"وقد قال الماوردی فی کتاب"

"اعلام النبوۃ"

"واذا اختبرت حال نسبه صلى الله عليه وسلم و عرفت طهارة مولدة صلى الله عليه وسلم علمت انه سلالة آباء كرام ليس فيهم مسترذل، بل كلهم سادة قادة ،وشرف النسب و طهارة المولد من شروط النبوة هذا كلامه ومن كلام عمه ابي طالب:"

"اذا اجتمعت يوما قريش لمفخر ۔۔۔ فعبد مناف سرها و صميها وان حصلت

انساب عبد منافها۔۔۔ففیی هاشم اشرافها وقیمها وان فخرت یوما فان محمدا ۔۔۔هوالمصطفٰی من سرها و کریمها بالرفع عطفا علی المصطفٰی ،وسر القوم :وسطهم ،فاشرف القوم قومه واشرف القبائل قبیلته ،واشرف الافخاذ فخذه۔

"وعن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من احب العرب فبحیی احبهم ومن ابغض العرب فببغضیی ابغضهم"

"وعن سلمان الفارسی رضی الله تعالیٰ عنه قال قال لیی رسول الله صلی الله علیه وسلم یا سلمان لا تبغضیی فتفارق دینك قلت یا رسول الله کیف ابغضك وبك هدانیی الله تعالیٰ قال تبغض العرب فتبتغضیی وعن علی رضی الله تعالیٰ عنه قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یبغض العرب الا منافق"" وفی الترمذی عن عثمان بن عفان رضی الله تعالیٰ عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من غش العرب لم یدخل فی شفاعتی ولم تنله مودتیی قال الترمذی"

ترجمہ: جب قریش فخر ومباہات کی لیے جمع ہوتے ہیں تو عبدِ مناف سب سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ ان کی ذات قابل فخر زیادہ ہے۔ اے مخاطب! اگر عبدِ مناف کی عظمتِ نسب کو جاننا چاہتے ہو تو پھر جنابِ ھاشم علیہ السلام کی عظمت کو دیکھو جو اپنی بزرگی میں سب سے اعلیٰ اور مقدّم ہیں۔ اگر کوئی قابل فخر بات ہے تیرے لیے تو اس نسب عظمت کی انتہا حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ان کی شانِ کریمی ہی کائنات کا فخر ہے اسی لیے یہ حدیث پیش کی جارہی ہے۔

حضرت عبد اللہ ابنِ عمر سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص میری محبت کی عظمت کی وجہ سے میرے خاندانِ عظمیٰ سے محبت کرے گا تو میں بھی ان سے اس محبت کے حوالے سے لازماً محبت کروں گا اور جو ان سے بغض رکھے گا تو میں اس سے بغض رکھوں گا۔

حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

اے سلمان! مجھ سے بغض نہ رکھا کرو ورنہ دین سے دور ہٹا دیئے جاؤ گے۔ آپ نے عرض کہ یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ سے کیسے بغض رکھ سکتا ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے وسیلے کی عظمت سے مجھے ہدایت عطا فرمائی ہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا (کہ عرب سے بغض رکھنا ہی مجھ سے بغض رکھنا ہے) یعنی جو میرے خاندان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عرب سے بغض رکھنے والا منافق ہے یعنی میرے خاندانِ عظمیٰ سے عداوت رکھنے والا مومن نہیں ہو سکتا۔

حضرت عثمان بن عفانؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے عرب یعنی میرے خاندانِ عظمیٰ سے غدّاری کی وہ کبھی بھی میری شفاعت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اور نہ ہی اسے میری محبت نصیب ہو گی۔

قارئینِ محترم!

مذکورہ بالا احادیث اپنے معنیٰ میں واضح ہیں اور خاندانِ نبوت کے تقدّس اور شرافت کا بیّن ثبوت ہیں۔ ان عظیم دلائل کے ہوتے ہوئے کس منہ سے لوگ ان نفوسِ قدسیہ کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں ایسے درندوں سے امّت کو بچنا چاہیئے جو رحمتِ عالم ﷺ کے قلب وروح کو زخمی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان ظالم فطرت لوگوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

جو لوگ رحمتِ دو عالم ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ خصوصاً والدین کریمینِ مصطفیٰ ﷺ کی محبت میں سرشارِ محبت رہتے ہیں۔ یقیناً وہ رحمتِ عالم ﷺ کی شفاعت اور محبت اور مودّت کے نور کی چادر میں لپٹے رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انھیں سلامت رکھے۔ آمین!

مذکورہ کتاب ذخائر عقبیٰ کا بقیہ اقتباس حاضرِ خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"وقال صلی اللہ علیه وسلم الا من احب العرب فبحُبی احبهم ومن ابغض العرب فببغضی ابغضهم و قال صلی اللہ علیه وسلم احبوا العرب لثلاث لا ننی عربی والقرآن عربی وکلام اهل الجنة عربی و قال صلی اللہ علیه و سلم ان لواء الحمد یوم القیامة بیدی وان اقرب الخلق من لوائی یو مئذ العرب و قال صلی اللہ علیه وسلم اذا ذلت العرب ذل الاسلام و فی کلام فقهائنا العرب اولی الامم لاهم المخاطبون اولا والدین عربی"

"وعن ابن عباس رضی اللہ عنهما خیر العرب مضر ،و خیر مضر عبد مناف ،و خیر بنی عبد مناف بنو هاشم ،و خیر بنی هاشم بنو عبد عبد المطلب ،واللہ ما افترق فرقتان منذ خلق اللہ تعالیٰ آدم الا کنت فی خیرهما"

"اقول وفی لفظ آخر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان اللہ حین خلقنی جعلنی من خیر خلقه ،ثم حین القبائل جعلنی من خیرهم قبیلة ،و حین خلق الانفس جعلنی من خیر انفسهم ،ثم حین خلق البیوت جعلنی من خیر بیوتهم ،فا نا خیرهم بیتا وانا خیرهم نسبا و فی لفظ آخر عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان اللہ قسم الخلق قسمین ،فجعلنی فی خیرهم قسما ثم جعل القسمین اثلاثا فجعلنی فی خیرها ثلثا ،ثم جعل الثلث قبائل "

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میرے خاندان عظمیٰ سے میری محبت کی وجہ سے محبت کی۔ میں اس سے محبت کروں گا اپنے خاندانِ عظمیٰ سے محبت کی وجہ سے اور جو ان سے بغض رکھے گا میں بھی اس سے بغض رکھوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا! عرب سے یعنی میرے خاندانِ عظمیٰ سے محبت کرو تین حوالوں سے۔

پہلا حوالہ: محبت یہ ہے کہ میں بھی عربی ہوں۔

دوسرا حوالہ: محبت یہ ہے کہ قرآن بھی عربی ہے۔

تیسرا حوالہ: محبت یہ ہے کہ اہلِ جنت کا کلام بھی عربی ہے۔ (سبحان اللہ)

نوٹ: خاندانِ نبوت سے محبت کرنے سے تین عظمتیں میّسر آتی ہیں۔

نمبر ۱: رحمتِ عالم ﷺ کی محبت اور نگاہ شفقت کی نعمت میّسر آتی ہے۔

نمبر ۲: قرآن حکیم کی حکمت کا نور اور دنیا و آخرت میں قرآن مجید کی حمایت کی عظمت میّسر آتی ہے۔

نمبر ۳: اس خاندانِ نبوت کی محبت کی برکت سے انسان یقیناً جنتی ہو جاتا ہے یہی اس حدیث پاک کا مقتضا ہے کہ اللہ اکبر کبیر اًفللہ الحمد کثیر اً۔

اگلی روایت پر توجہ فرمائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ بے شک قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا اور بے شک میرے جھنڈے میں میرے قریب تر یعنی سب سے زیادہ قریب عرب ہی ہوں گے۔ یعنی میرے خاندانِ عظمٰی کے نفوسِ قدسیہ ہی ہوں گے پھر فرمایا اگر عرب کو یعنی میرے خاندان کو اگر ذلیل سمجھو گے تو تمہارا اسلام ذلیل ہو جائے گا۔ العیاذ باللہ۔

اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا تمام عربوں میں عظمت و فضیلت کے اعتبار سے مضر سب سے افضل و اعلیٰ ہے اور مضر سے افضل و اعلیٰ بنی عبد المطلب ہیں۔

یعنی حضور سرور کائنات ﷺ کے والد گرامی مخدومِ کائنات، محسنِ عالمین جناب سیدنا حضرت عبد اللہ علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم میں آدم علیہ السلام سے لیکر اپنے والدین گرامی صلوۃ اللہ علیہما تک کائنات کے عظیم ترین لوگوں سے پشت در پشت آتا رہا ہوں جب بھی کائنات کی تقسیم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی تقسیم کے اس حصّہ عظمت میں رکھا جو سب سے پہلے افضل و اعلیٰ ہیں۔ کچھ دیگر الفاظ میں بھی حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے جب مجھے پیدا فرمایا تو مجھے اپنی مخلوق کے سب

سے عظیم ترین طبقے میں رکھا۔ پھر جب افراد بنائے تو سب سے عظیم ترین فردیّت مجھے عطا فرمائی اور جب گھر بنایا تو سب سے عظیم گھر مجھے عطا کیا اور سب سے عظیم شان والا گھرانہ مجھے عطا کیا پس میں گھر کے اعتبار سے یعنی اہلِ خانہ کے اعتبار سے سب سے عظیم تر ہوں۔ یعنی میرے اہلِ بیت عظمت کے اس اس منظرنامے میں ہیں جس سے آگے عظمت کا تصوّر ہی ختم ہو جاتا ہے اللہ اکبر۔ اور میر اسارا نسبِ عظمت نسبی عظمتوں کی انتہا ہیں۔

محترم قارئین!

اگر خاندانِ نبوت کے نفوسِ قُدسیہ اگر کسی معمولی تصوّرِ فطرت کے لوگ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اور اسکا محبوب ﷺ اتنے عظیم اہتمام سے کیوں بیان فرماتے بلکہ اس ضمن میں تو دو باتیں کھول کر بیان فرمائی گئیں۔

نمبر ۱: اس خاندانِ عظمٰی سے نفرت کرنیوالا دونوں جہان کی نعمتوں اور عظمتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ نجات کی نعمت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ شفاعت کی نعمت سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے اور موّدت اور محبتِ رسول ﷺ کی نعمت سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ گویا ہر محرومی اس بدبخت کا نصیب بن جاتی ہے اور وہ اسلام اور انسانیت کے دائرے سے خارج کر دیا جاتا ہے۔

نمبر ۲: دوسری بات ان احادیث سے یہ معلوم ہوئی کہ جو خوش نصیب ان نفوسِ عظمت سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ دونوں جہان کی بھلائیاں اسکے نام کر دیتا ہے نجات اور شفاعت اسکا نصیب بن جاتی ہے۔ دونوں جہانوں میں عزّت و وقار اسکا پہناوا بنا دیا جاتا ہے۔ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی خوشنودی ہمہ وقت اسے میّسر رہتی ہے۔ آخر میں ذخائرِ عُقبیٰ کا آخری اقتباس ایک خصوصی وضاحت کر رہا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

"فجعلنی فی خیرها قبیلة، ثم جعل القبائل بیوتا فجعلنی فی خیرها بیتا و تقدم عن الشفاء مثل ذلك مع زیادة الاستدلال بالآیات، و تقدم الامر بالتامل فی ذلك، والله اعلم وفیه انه ورد النهی فی الاحادیث الكثیرة عن الانتساب الی الآباء

فی الجاھلیۃ علی سبیل الافتخار ،من ذلک لا تفتخروا بآبائکم الذین ماتوا فی الجاھیلۃ ،فوالذی نفسی بیدہ ما یدحرج الجعل بانفہ خیر من آبائکم الذین ماتوا فی الجاھیلۃ ای والذی یدحرجہ الجعل ھو النتن وجاء فی الحدیث لیدعن الناس فخرھم فی الجاھیلۃ اولیکونن ابغض الی اللہ تعالیٰ من الخنافس وجاء آفۃ الحسب الفخر ای عاھۃ الشرف بالآباء التعاظم بذلک"

"واجاب الامام الحلیمی بانہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یرد بذلک الفخر انما اراد تعریف منازل اولئک ومراتبھم ای ومن ثم جاء فی بعض الروایات قولہ ولا فخر ای فھو من التعریف بما یجب اعتقادہ وان لزم منہ الفخر وھو اشارۃ الی نعمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فھو من التحدث بالنعمۃ وان لزم من ذلک الفخر ایضاء و عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ تعالی و تَقَلُّبُکَ فی قال من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیا ای وجدت الانبیاء فی آبائہ قال من نبی الی نبی صلب آدم ثم فی صلب نوح ثم فی صلب ابراھیم علیھما الصلاۃ والسلام بدلیل مایاتی فیہ "

"وفی لفظ آخر عنہ ما زال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتقلب فی اصلاب الانبیاء ای المذکورین اوغیرھم"

اس آخری اقتباس کا صرف خلاصہ عرض کیا جائے گا۔

مفہوم !مذکورہ بالا اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس اقتباس میں ایک سوال اور اسکا جواب دیا گیا ہے۔سوال یہ ہے کہ نسبی عظمت پر فخر کرنا یہ دورِ جاہلیت کا تسلسل ہے جس کی مذمت میں بہت ساری آیاتِ بیّنات اور احادیث بیان ہوئیں تو اس اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کا ایسا بیان فرمانا کیونکر ہے۔

اس کے جواب میں صاحبِ کتاب نے امام حلیمی علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی خاندانی عظمت کو قابلِ فخر ہونے کے باوجود بھی فخر کے طور

پر بیان نہیں فرمایا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے انکے ان عظیم مرتبوں کو بیان فرمایا ہے جو مرتبے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کو عطا فرمائے ہیں اور یہ چیز بھی بطورِ تحدیثِ نعمت بیان فرمایا ہے اس کو پورے نبوی اہتمام کے ساتھ۔

"وَاَمَّا بِنِعمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّث" اسی بات کی گواہی ہے۔

آخر میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "وَتَقَلُّبُکَ فِی السَّاجِدِینَ" اے محبوب! ہم نے تجھے سجدہ ریز پشتوں اور رحموں سے گزارا ہے اور تم ہماری نگرانی میں تھے اس پر آپ ﷺ نے خود وضاحت فرمائی کہ میں انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کی پشتوں سے آیا اور خود امام الانبیاء ہوں۔ میرے آباواجداد انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام بھی گزرے ہیں۔

بیشک میں سب سے پہلے پشتِ آدم علیہ السلام میں رکھا گیا پھر نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی پشت میں یعنی میں مسلسل انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی پشتوں سے آیا ہوں۔

نوٹ: قارئینِ محترم!

احادیثِ طیّبات میں جہاں کہیں فضیلتِ قریش اور فضیلتِ عرب کا تصور دیا جاتا ہے وہاں اس فضیلت میں مصداقِ اوّل آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا عالی مرتبت خاندانِ عظمیٰ ہوتا ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ آپ نے جن احادیث میں شانِ مصطفائیت کا تسلسل قائم فرمایا اس تسلسل کی انتہا خاندانِ نبوت پر آکر ختم ہو جاتی ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جہاں تخلیقِ کائنات کا تصوّر دے کر اسکے دو حصّے بیان کرنا مقصود ہوتا ہے وہاں اپنے وجودِ اقدس کی موجودگی کا تصور اس حصے میں فرمایا جاتا ہے جس طبقہ انسانیت سے آپ کا خِلقی اور نسبی تعلق ہوتا ہے اس تعلق کے حوالے سے آپ اپنے خاندانِ عظمیٰ کو بیان کرنا چاہتے ہیں اور ان کی عظمت کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

اور تیسری دلیل یہ ہے کہ جہاں "اِنَّ اللہَ اِختَارَ" کا لفظ مرقوم ہوتا ہے اس پسندیدگی کی

انتہا بھی آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے خاندانِ عظمٰی پر ہوتی ہے گویا اس حوالے سے تمام روایات کا مصداق اول آپ کا خاندانِ عظمٰی ہوتا ہے۔اور خصوصاً آپ ﷺ کے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین معطرین تو اس عنوان کا اصل عنوان ہیں۔الحمد للہ علیٰ ذالک

خاندانِ نبوت کا تقدّس صحابہ کرام علیھم الرضوان کی نظر میں

قارئینِ محترم!

ویسے تو خاندانِ نبوت کے تقدس میں بیان کردہ روایات کے تمام راوی جہاں پر روایت کی انتہا ہوتی ہے وہ سب کے سب صحابہ کرام علیھم الرضوان ہیں۔روایت کا ضابطہ یہ ہے کہ نقلِ روایت میں اس راوی کی روایت کو روایت کیا جاتا ہے جس راوی نے جب سے اس حدیث کو سنا ہو تب سے لیکر تادمِ آخر اس روایت پر راوی کا یقین بھی رہا ہو اور عمل بھی رہا ہو۔

جب تک کہ راوی صحابی رضی اللہ عنہ اس روایت کا نسخ بیان نہ کرے اب چونکہ نسخ کا ضابطہ احکام میں جاری ہوتا ہے نہ کہ اخبار میں۔صحابی رضی اللہ عنہ چونکہ براہِ راست سرکارِ دو عالم ﷺ سے سنتا ہے اس لیے اس کے لیے اسکی روایت ایک قطعی اور یقینی ہے۔

لہٰذا اس مذکورہ بالا قاعدہ کی روشنی میں یہ طے پایا کہ خاندانِ نبوت کا تقدس، شرافت، بزرگی، عصمت، اور حیاء صحابہ کرام علیھم الرضوان کی نظر میں ایک حتمی یقینی اور قطعی ہے اُمت کے کچھ نادان اور متعصب مُلّاں اس حقیقت کا انکار کرتے ہیں تو ان کے انکار کی کوئی حقیقت نہیں۔انکا یہ انکار محض جہالت، نادانی اور ظالمانہ تعصب کی بناء پر ہے ان خسیس مُلّاؤں کی بات پر اُمت بالکل یقین نہ کرے بلکہ ان کے منہ پر تھوکنا واجب ہے کیونکہ جن

کو رسول اللہ ﷺ کے خاندانِ عظمٰی کا حیاء نہیں بالخصوص والدین کریمین مصطفٰی ﷺ کی عظمت کا حیاء نہیں اسکا احترام حرام ہے وہ پوری کائنات کا بدبخت ترین انسانیت سے گرا ہوا انسان نما درندہ ہے۔

بلکہ حدیث شریف میں تو اس سے بھی سخت الفاظ ہیں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کائنات کا بدترین شر کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا "اِنَّ اَشَرَّ الشَّرِ شَرُّ العُلَمَآءِ "کائنات کا بدترین شر مُلّاں ازم ہے (مشکوۃ باب الاعتصام)

تاہم محترم قارئین!

خاندانِ نبوت کی عظمت کا تقدس ایک مسلّمہ حقیقت ہے جس کے مَن کی کائنات میں نورِ ایمان کی ادنیٰ سی بھی روشنی ہے وہ یقیناً ان تقدس مآب نفوسِ عصمت کی عظمت پر یقین رکھتا ہے۔ کائناتِ اسلام میں ایمان کے نقوشِ اول چونکہ صحابہ کرام علیھم الرضوان ہیں۔ لہذا ہم انہی سے اس بابتِ فیصلہ لیتے ہیں ہم ان کے بیان کردہ اعتقادی نظریے کو اور علمی عظمت کو انہی کی زبانی سنتے ہیں۔ چند ایک حوالے زیبِ قرطاس ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

سب سے پہلے ہم ایمان کے نقشِ اول، خلیفہ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خاندانِ نبوت سے عقیدت و محبت بیان کرتے ہیں۔

"ذکر الحث علی حفظھم عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ انہ قال یا ایھا الناس ارقبوا محمد افی اھل بیتہ اخراجہ البخاری شرح ارقبوا معناہ احفظوا"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں اے لوگو! رسولِ دوعالم ﷺ کو اہلِ بیتِ نبوت (خاندانِ نبوت) کے جُھرمٹ میں تلاش کرو یعنی خاندانِ نبوت کی محبت اور وفا میں رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہیں۔

خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دل کی روشنی سے ان کے ایمان کی عظمت میں عظمتِ خاندانِ نبوت کو تلاش کرتے ہیں اقتباس حاضرِ خدمت ہے۔

"ذکر افتراض عیادھم اذا مرضوا عن بن اسلم عن ابیه قال قال عمر بن خطاب رضی اللہ عنه للزبیر بن العوام رضی اللہ عنه هل لك فی ان تعود الحسن بن علی رضی اللہ عنهما فانه مریض فکان الزبیر تلکا علیه فقال له اما علمت ان عیادة بنی هاشم فریضة وزیارتهم نافله

وفی روایة ان عیادة بنی هاشم سنة وزیادتهم نافلة

اخرجه ابن السماك فی الموافقة شرح تلکا معناه توقف و تبطا"

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جاؤ آپ امامِ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی عیادت کرو۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تیار ہوئے تو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کی بارگاہ میں رسماً نہیں جانا بلکہ عظمتِ عقیدہ کے ساتھ جانا ہے۔ عظمتِ عقیدہ یہ ہے کہ بنی ہاشم کی عیادت کرنا ایمانی فریضہ ہے اور ان کی زیارت کرنا نفل ہے یعنی اضافی محبت ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ بنی ہاشم کی عیادت سنت ہے اور زیارت نفل ہے واہ! (سبحان اللہ) کیا بلند و بالا عقیدہ ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا خاندانِ نبوت کی بابت۔

اگلا اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔

"ذکر اعطائه ﷺ السقایة لبنی هاشم عن ابی محذورة رضی اللہ عنه قال جعل رسول اللہ ﷺ الاذان لنا والسقایة لبنی هاشم والحجابة لبنی عبد الدار۔

اخرجه المخلص باب فی مناقب بنی عبد المطلب عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال اعطی اللہ عزوجل بنی عبد المطلب سبعا الصباحة والفصاحة والسماحة والشجاعة والحلم والعلم وحب النساء۔

اخرجه ابو القاسم حمزة السهمی فی فضائل العباس۔

ذکر سؤاله ﷺ اللہ عزوجل لهم اشیاء والزجر عن بغضهم عن ابن عباس رضی

اللہ عنهما قال قال رسول اللہ ﷺ یا بنی عبد المطلب انی سالت اللہ لکم ثلاثا

ان یجعلکم جنودا نجداء"

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عطاؤں پر قربان جائیں آپ ﷺ نے ہمیں اذان کی نعمت سے نوازا۔ اور بنی ہاشم کو سقایت یعنی حاجیوں کو پانی پلانے کی نعمت عطا فرمائی اور عبد الدار کو کعبہ کی حفاظت کی نعمت عطا فرمائی اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے سات منفرد نعمتیں عطا فرمائیں۔ بزرگی کی نعمت، فصاحت کی نعمت، شجاعت کی نعمت، برداشت کی نعمت، شعور کی نعمت، علم و حکمت کی نعمت، انسانی ہمدردی کی نعمت عطا فرمائی اور اپنی عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی نعمت عطا فرمائی۔

انھی سے پھر روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے بنی عبد المطلب میں نے تمہارے لیے تین چیزیں اللہ سے مانگی ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں لشکر در لشکر بنائے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ باہمی محبت عطا فرمائے اور تیسری چیز یہ ہے کہ سنگین حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تمہیں نعمتِ شجاعت عطا فرمائے۔ اگلی روایت کا اقتباس حاضر خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ جو مشتمل ہے عظمتِ خاندانِ نبوت پر اور یہ اپنے مقتضا میں بڑی حساس ہے۔ بار بار اس پر غور فرمائیں اور اپنے ایمان کا قبلہ درست فرمائیں۔

"وعن جابر بن عبد اللہ ان النبی ﷺ قال (یا بنی عبد المطلب انی سالت اللہ ان یثبت قائمکم و یهدی ضالکم وان یعلم جاهلکم وان یجعلکم رحماء نجباء ولوان رجلا صف قدیه وصلی اللہ وهو مبغض لاهل هذا البیت لدخل النار اخرجه الملافی سیرته ذکر انهم سادات اهل الجنة عن انس بن مالك رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نحن بنو عبد المطلب سادات اهل الجنة انا

وحمزۃ وعلی وجعفر بن ابی طالب والحسن والحسن والمھدی اخرجه ابن السری"

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنی عبد المطلب میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے یہ مانگا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عظمتِ ایمان میں ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ تمہارے بھٹکے ہوؤں کو نورِ ہدایت عطا فرمائے اور تمہارے اَن پڑھوں کو نعمتِ علم سے سر فراز فرمائے اور تمہیں باہمی رحم کی عظمت نصیب فرمائے اور تمہیں شانِ نجابت عطا فرمائے (تمہاری شان یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تم سے بغض رکھتا ہو اور وہ اپنی نیکی میں اتنا کامل ہو کہ باقاعدگی سے اگلی صف میں نماز پڑھتا ہو پھر بھی وہ جہنمی ہے) العیاذ باللہ۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم بنو عبد المطلب ہیں اور اہلِ جنت کے سردار ہیں میں اور حمزہ اور علی جعفر بن ابی طالب اور حسن اور حسین اور مہدی۔

ایک اور حسین ترین اور عظیم ترین روایت ملاحظہ فرمائیے۔

"ذکر کلفه صلی اللہ علیه وسلم بادخالھم الجنة عن علی کرم اللہ وجھه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یا معشر بنیی ھاشم والذی بعثنی بالحق نبیا لو اخذت بحلقة الجنة ما بدات الا بکم اخرجه احمد فی المناقب"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنی ہاشم کے لوگو!

اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کا نبی بنا کر بھیجا ہے۔ قیامت کے دن جنت کے داخلے کی ابتداء میں تم سے کروں گا۔ اللہ اکبر۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ "اِذَا کَانَ یَومُ القِیَامَةِ شَفَعتُ لِاَبِی وَاُمِّی وَعَمِّی اَبِی طَالِبُ وَاَخِرلِی لَوکَانَ فِی الجَاهِلِیَّةِ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا تو میں سب

سے پہلے اپنے والدِ گرامی محسنِ عالمین، مخدوم کائنات سیدنا حضرت عبد اللہ علیہ الصلوۃ والسلام اور اپنی پیاری والدہ کریمہ محسنہ عالمین مخدومہ کائنات سیدتنا حضرت بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا اور اپنے محسن پیارے چچا جنابِ ابو طالب علیہ السلام اور اس محبت و وفا والے کی جس نے میرے اعلانِ نبوت سے پہلے دورِ جاہلیت میں مجھ سے وفا کی تھی واہ! سبحان اللہ۔ کیا شان ہے خاندانِ نبوت کی بالخصوص والدینِ مصطفیٰ صلوۃ اللہ علیہما کی،

"وعن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابغض اھل البیت فھو منافق اخرجہ احمد فی المناقب

وعن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحبنا اھل البیت الا مومن تقی ولا یبغضنا الا منافق شقی اخرجہ

وعن علی کرم اللہ وجھہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرد الحوض اھل بیتی ومن احبھم من امتی کھاتین السبابتین اخرجہ الملا

وعن عبد العزیز باسنادہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من حفظنی فی اھل بیتی فقد اتخذ عند اللہ عھدا اخرجہ ابو سعید والملا

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استوصوا باھل بیتی خیرا فانی اخاصمکم عنھم غدا ومن اکن خصمہ اخصمہ ومن اخصمہ دخل النار اخرجہ ابو سعد والملا فی سیرتہ

وعن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ انا لھم شفیع یوم القیامۃ المکرم للذریتی والقاضی حوائجھم والساعی فی امورھم عند اضطرارھم الیہ والمحبۃ لھم بقلبۃ ولسانہ اخرجہ علی بن موسی الرضا

ذکر ما جاء فی الحث علی حبھم والزجر عن بغضھم عن ابی عباس رضی اللہ عنھما

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احبوا اللہ لما یغذوکم بہ و احبولی لحب اللہ واحبوا اھل بیتی اخرجہ الترمذی وقال حسن غریب

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان رجلا صف بین الرکن والمقام فصلی و صام ثم لقی اللہ مبغضا لاھل بیت محمد دخل النار اخرجہ ابن السری"

خاندانِ نبوت کی عزت وتوقیر اگلی روایت میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابی سعیدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص منافق ہے جو میرے خاندانِ عظمٰی سے بغض رکھتا ہے میرے خاندانِ نبوت سے بغض رکھنا منافقت ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو میری آل سے یعنی میرے خاندان سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے تقوے کی معراج عطا کر دیتا ہے اور جو بغض رکھتا ہے وہ منافق اور بد بخت بنا دیا جاتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے خاندانِ عظمت سے محبت کرے گا وہ کل قیامت کے دن حوضِ کوثر پر اس طرح میری رحمت کے پہلو میں لپٹا ہو گا جس طرح میری دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کی انگشتِ شہادت کو اس طرح ملایا درمیان میں کوئی فاصلہ نہیں رہا۔ قربت اتنی بیان فرمائی کہ دو انگلیوں کے درمیان سے پانی بھی نہ گزرنے پائے۔ واہ! کیا شان ہے قربتِ رسول ﷺ کی۔ واہ کیا نصیب ہے اُس امتی کا جو حضور ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، مُعطّرین اور خاندانِ عظمٰی کی محبت کی عظمت میں قریب ہو گیا، اتنا قریب ہو گیا کہ نہ کوئی فاصلہ رہا اور نہ کوئی دوری رہی۔ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا"۔

حضرت عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا کہ جس نے بھی میرے اہلِ بیت کے حوالے سے میری حفاظت کی یعنی اُن کی تکریم کی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس کی بخشش کا فیصلہ طے ہو چکا ہے۔

اور انھی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اہلِ بیت سے خیر خواہی کرو۔ میں اُن کی طرف سے کل قیامت کے دن تمہارے سامنے ان کی طرف سے مخاصمت کروں گا یعنی جھگڑا کروں گا یعنی ان کی وکالت کروں گا۔ اور جس کے مخالف میرا وکالتی بیان دیا جائے گا وہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ چار قسم کے لوگوں کی میں کل قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔

(۱) پہلا وہ شخص جو میرے خاندانِ عظمیٰ کی عزت و تکریم کرتا ہوگا۔

(۲) دوسرے وہ لوگ جنھوں نے میرے خاندانِ عظمیٰ کی ضرورتوں کو اپنی خلوصِ نیت سے پورا کیا ہوگا۔

(۳) تیسرے وہ لوگ جو میرے خاندانِ عظمیٰ کی مشکلات میں معاونت کی صورت میں کوشش کرتے رہے ہوں گے۔

(۴) چوتھے وہ لوگ جو میرے خاندانِ عظمیٰ کے ساتھ دلی محبت کرتے ہوں گے اور اس محبت کا اظہار اپنی زبانوں سے بھی کرتے ہوں گے یعنی چھپاتے نہیں ہوں گے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں روزی دیتا ہے اور مجھ سے محبت کرو اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے اور میرے خاندانِ نبوت سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے۔

اور انھی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم میں کھڑے ہو کر خانہ کعبہ میں ساری زندگی نمازیں پڑھتا رہا ہو اور روزے بھی رکھتا رہا ہو۔ اتنی عظمتوں کے باوجود اگر وہ میرے خاندانِ نبوت سے بغض رکھتا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اُسے جہنم میں جلا ڈالے گا۔ یعنی وہ ہر اعتبار سے دوزخی ہوگا۔ العیاذ باللہ۔

قارئینِ محترم ! کتنا حساس ترین مقام ہے خاندانِ نبوت کا اللہ اکبر۔ رسول اللہ ﷺ کے خاندانِ عظمٰی ، اہلِ بیت اطہار خصوصاً پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، معطّرین مصطفٰی ﷺ کے ساتھ جس نے بھی دنیا میں کوئی بھلائی کی، ان کی خدمت کی اور اُس کا قیامت میں یہ صلہ ملا۔ روایت ملاحظہ فرمائیں۔

"عَنْ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ صَنَعَ اِلٰی اَحَدٍ مِنْ وَلَدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَدًا فَلَمْ یُکَافِئْہُ بِھَا فِی الدُّنْیَا فَعَلَیَّ مُکَافَاتُہٗ غَدًا اِذَا لَقِیَنِیْ" (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اولادِ عبد المطلب میں سے کسی کے ساتھ کوئی بھلائی کی اور وہ اس کا بدلہ دنیا میں نہ چکا سکا تو اس کا بدلہ چکانا کل (قیامت کے روز) میرے ذمہ واجب ہے جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا۔

ایک اور حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ملاحظہ فرمائیں:

"عَنْ عَلِیِّ بْنِ حُسَیْنٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ ﷺ قَالَ یَا عَلِیُّ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ غَفَرَ لَکَ وَ لِذُرِّیَّتِکَ وَلِوَلَدِکَ وَلِاَھْلِکَ وَلِشِیْعَتِکَ وَلِمُحِبِّیْ شِیْعَتِکَ فَاَبْشِرْ" (رواہ الدیلمی)

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تیری اولاد کو اور تیرے گھر والوں کو اور تیرے مددگاروں کو اور تیرے مددگاروں کے چاہنے والوں کو بخش دیا ہے پس تجھے یہ خوش خبری مبارک ہو۔ اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔ مزید آنے والی راویت پر غور فرمائیں:

"ذکر مکافاتہ ﷺ من صنع"

"الی اهل بیته معروفا یوم القیامة عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من صنع من احد من اهل بیتی یدا کافاته عنها یوم القیامة و فی طریق آخر من حدیث غیرعلی من صنع الی احد من اهل بیتی معروفا فعجزعن مکافاته فی لدنیا فانا المکافی له یوم القیامة اخرجه ابو سعد و تابعه الملا علی الاول۔

ذکر ما لمن توجع لهم) عن الربیع بن منذر عن ابیه قال کان حسین بن علی رضی الله عنه یقول من دمعت عیناه فینا دمعة او قطرت عیناه فینا قطرة اتاه الله عزوجل الجنة۔ اخرجه احمد فی المناقب

ذکر دعائه ﷺ لهم۔ عن عمران بن حصین رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ سالت ربی ان لا یدخل النار احدا من اهل بیتی فاعطانی ذلك۔ اخرجه ابو سعد۔"

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے بھی میرے خاندانِ عظمیٰ کے ساتھ کوئی بھلائی کی قیامت کے دن اُسے بھرپور عنایات اور انعامات سے نوازا جائے گا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بیان کردہ اس روایت کو ایک اور طریق سے بھی بیان کیا گیا ہے فرمایا جس کسی نے بھی میرے خاندانِ عظمیٰ کے کسی ایک فرد سے بھی کوئی بھلائی کی یا اُن کے لیے آدابِ خدمت بجالایا اور اگر وہ دنیا میں اس کا بدلہ پانے سے عاجز رہا تو اس کی بابت میرا نبوی وعدہ ہے کہ میں قیامت کے دن اسے بھرپور اصلہ عطا کروں گا۔

حضرت ربیع بن منذر رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین بن علی علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ہماری یاد میں ایک آنسو بہاتا ہے یا ایک قطرہ آنکھ سے آنسو بہاتا ہے اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن اپنے دستِ قدرت سے اسے پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا۔ اور حضرت عمران بن حصین

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا اور مانگا کہ اے پروردگارعالم میرے خاندانِ عظمیٰ کا کوئی فرد بھی یعنی میری اہلِ بیت عظمت کا کوئی فرد بھی جہنم میں نہ جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والاصفات نے مجھے وہ عطا فرمادیا یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا اے محمد ﷺ آپ کے اہلِ بیتِ عظمت کا کوئی بھی فرد جہنم میں نہیں جائے گا۔ واہ سبحان اللہ کیا شان و مرتبہ ہے اہلِ بیتِ نبوت کا۔

مزید چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

"وعن علی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اللھم انھم عترۃ رسولك فھب مسیئھم لمحسنھم و ھبھم لی قال ففعل و ھو فاعل قال قلت ما فعل قال فعلہ بکم و یفعلہ بمن بعد کم اخرجہ الملا قال قال رسول اللہ ﷺ اول من اشفع لہ یوم القیامۃ من امتی اھل بیتی ثم الاقرب فالاقرب ثم الانصار ثم من آمن بی واتبعنی من اھل الیمن ثم سائر العرب ثم الاعجم اخرجہ صاحب کتاب الفردوس ذکر انھم کسفینۃ نوح علیہ السلام من رکبھا نجا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ مثل اھل بیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تعلق بھا فاز و من تخلف عنھا غرق۔ اخرجہ الملا فی سیرتہ۔

وعن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ مثل اھل بیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تعلق بھا فاز و من تخلف عنھا زج فی النار۔ اخرجہ ابن لسری۔

ذکر ان الحماسۃ فیھم عن حمید بن عبد اللہ بن یزید ان النبی ﷺ قال الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت۔ اخرجہ احمد فی المناقب۔

ذکر وعد اللہ عزوجل نبیہ ﷺ فیھم۔ عن انس بن مالك رضی اللہ عنھما قال

قال رسول الله ﷺ وعدنی ربی فی اهل بیتی من اقر منهم بالتوحید۔

خرجه ابن السری۔

ذکر تحریم الجنة علی من ظلمهم۔ عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الله حرم الجنة علی من ظلم اهل بیتی او قاتلهم او اغار علیهم او سبهم اخرجه الامام علی بن موسیٰ الرضا"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول دوعالم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ دعا کر رہے ہیں اے اللہ! میرا خاندان مبارک تیرے رسول کی عترت ہے ان کے نیکوکاروں کی نیکی کے نور میں ان کے غیر نیکوں کو ڈھانپ لے اور یہ سب لوگ مجھے عطا کردے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات نے ایسا کر دیا یعنی میرے خاندانِ عظمیٰ کے لوگ میری رحمت کے سپرد کر دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ اس شان کا قادر ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم عرض کرتے ہیں یا نبی اللہ یہ کس کے ساتھ ہوا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ تمہارے ساتھ بھی فرمادیا ہے اور تمہارے بعد میں آنے والوں یعنی تمہارے خاندان کے لوگوں کو بھی یہ شرف مل گیا ہے۔ اللہ اکبر۔ کیا شان ہے خاندانِ نبوت کی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے اپنے خاندانِ عظمیٰ کی پشتوں، صلبوں اور رحموں اور آغوشوں میں جلوہ افروز رہے۔ جب عالمِ شہادت میں رحمۃ للعالمین بن کر مبعوث ہوئے تو پھر سارے خاندانِ رحمت و عظمت کو اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لیا۔ واہ کیا شان ہے خاندانِ نبوت کی کہ پہلے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کے لیے قرارِ جان رہے اور پھر نبی ﷺ کی ذات نے ان نفوسِ قُدسیہ کو قرارِ جان بنالیا۔ دوئی کے امکاں کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اب کسی کو کوئی حق نہیں کہ وہ حرمِ نبوت کے فیصلے کرے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں قیامت کے دن اپنی امت میں سے سب سے پہلے اپنے اہلِ بیت کی

شفاعت کروں گا۔ پھر اُن سے قرب والوں کی پھر اُن سے قرب والوں کی۔ پھر انصار کی پھر اُس کی جو مجھ پر ایمان لایا اور میری اتباع کی یمن والوں سے پھر تمام عربوں کی اور پھر تمام عجمیوں کی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اہلِ بیت عظمت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی کی مانند ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جس نے ان سے اپنے عقیدے اور ایمان کا تعلق قائم کیا اور ان کی نیاز مندی میں رہا وہ کامیاب ہو گیا اور جو ان سے پیچھے ہٹ گیا وہ جہنم کی آگ میں غرق ہو گیا۔

حضرت حمید بن عبد اللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار حمدیں ہیں۔ جس نے ہم میں حکمت رکھی یا جس نے ہمیں حکمت کا نور عطا فرمایا اور مقدس اہلِ بیت عطا فرمائے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے میرے اہلِ بیت کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا لیا ہے کہ اے محبوب جس نے بھی اقرارِ توحید کیا اُن میں سے ہر ایک کو دنیا و آخرت کی نعمتیں اور عظمتیں عطا فرما دی جائیں گی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے بھی میری اہلِ بیت عظمت پر ظلم کیا اور انھیں قتل کیا یا ان پر حملہ کیا یا انھیں گالی دی تو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں پر جنت کو حرام کر دیا۔ کیا عظیم فیصلہ ہے نبوی بارگاہ کا اللہ اکبر، حق تو یہ ہے کہ ان نفوسِ قُدسیہ پر درود پڑھا جائے آخر میں درود کی بابت ایک عظیم روایت حاضر خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں

"ذکر الحث علی الصلوٰۃ علیھم" "عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی قال لقینی کعب بن عجرۃ فقال الا اھدی لك ھدیۃ سمعتھا من رسول اللہ ﷺ فقلت بلی فاھدھا قال سالنا رسول اللہ ﷺ فقلنا یا رسول اللہ ﷺ کیف الصلاۃ علیکم اھل

البیت قال قولوا اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و

علی آل ابراھیم انك حمید مجید اللھم بارك علی محمد و علی آل محمد کما

بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انك حمید مجید اخرجه البخاری۔

وعن جابر رضی اللہ عنه انه کان یقول لو صلیت صلاۃ لم اصل فیھا علی محمد و

علی آل محمد ما رایت انھا تقبل"

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کعب بن عجزۃ ملے۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ یار میں تمہیں ایک عظمت ہدیہ کر رہا ہوں جو میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنی۔ تو میں نے کہا ضرور جناب مجھے عنایت فرمایئے۔ تو وہ بولے رسول اللہ ﷺ سے ہم نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ پر اور اہلِ بیت نبوت پر درود کیسے پڑھیں؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یوں کہا کرو۔

" اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ"

اے اللہ رحمتیں نازل فرما محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آلِ پاک پر جس طرح تو نے رحمتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور ان کی آل پاک پر اے اللہ برکتیں نازل فرما محمد ﷺ پر اور ان کی آل پاک پر جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور اُن کی آل پاک پر۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نماز پڑھوں مگر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور اور آپ ﷺ کی آلِ پاک پر درود نہ پڑھ پاؤں تو اپنی نماز کو مردود سمجھتا ہوں۔

ایک روایت میں خود رحمتِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً وَّلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ وَاَھْلِ بَیْتِیْ لَمْ تُقْبَلِ الصَّلٰوۃُ

فرمایا جس نے بڑی شاندار نماز پڑھی (یعنی پورے آداب کے ساتھ) مگر اُس میں مجھ پر اور میرے گھر والوں پر درود نہ پڑھا اُس کی یہ نماز مردود ہے۔

خاندانِ مصطفیٰ پر درود بھیجنے کی فرضیت۔

قارئینِ محترم!

پچھلے اوراق میں آپ نے خاندانِ نبوت پر درود شریف کی ایک روایت ملاحظہ فرمائی۔ اس پر مسکین نے چاہا ذرا تفصیل سے گفتگو کروں تاکہ اس حوالے سے بات کھل کر سامنے آجائے اور نفسِ مسئلہ واضح ہو جائے۔ اس لیے اس حوالے سے مسکین نے نئے عنوان کا انتخاب کیا۔

ارشادِ ربانی ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا"

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پاک پر اے ایمان والو! تم بھی خوب سے خوب تر جوشِ محبت سے درود پڑھو نبی پر اور حد سے زیادہ سلام کا نذرانہ پیش

کرو۔

قارئینِ محترم!

یہ آیت کریمہ اپنے ثبوت اور دلالت میں قطعی ہے۔ضابطہ یہ ہے کہ جس حکم کی قوت میں ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے دلیلِ قطعی مؤثرِ حکم ہو اس کی شرعی حیثیت فرض قرار پاتی ہے۔

مذکورہ بالا دلیل اپنے ثبوت اور دلالت میں قطعی اور یقینی ہے لہٰذا نبی رحمت ﷺ کی ذات پر درود پڑھنا یقیناً فرض ہے۔اور خاندانِ نبوت پر درود پڑھنا تبعاً اور اصلاً بھی فرض ہے۔

دلیل اسکی یہ ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام علیھم الرضوان حاضرِ خدمتِ اقدس ہوئے۔عرض کی جہاں پناہِ عالم صلی اللہ علیک وسلم سلامِ نیاز پیش کرنے کا طریقہ تو ہمیں آتا ہے۔

"کَیفَ نُصَلِّ عَلَیکَ یَاحَبِیبَ الله"

ہم آپ پر درود کیسے پڑھا کریں؟تو اس پر رسالت پناہ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قُولُوا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیتَ عَلٰی اِبرَاھِیمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبرَاھِیمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبرَاھِیمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبرَاھِیمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ۔"

اے اللہ رحمتیں نازل فرما محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پاک پر جس طرح تو نے رحمتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور ان کی آل پر بے شک تو ہی قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔اے اللہ برکتیں نازل فرما حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور اُن کی آلِ پاک پر۔بے شک تو ہی قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔

قارئینِ محترم!مذکورہ بالا حدیث شریف آیتِ مذکور کی تفصیل میں بیان ہوئی۔صحابہ کرام

علیہم الرضوان نے مذکورہ آیت میں اجمال سمجھا۔ اس لیے بارگاہِ سید عالم ﷺ سے تفصیل کی درخواست کی۔ جس پر رحمتِ عالم ﷺ نے ضروری سمجھا کہ آیت کے اجمال کو کھول کر تفصیل میں بیان کر دیا جائے۔ جس پر آپ ﷺ نے صلاۃ کی وضاحت فرمائی۔ اور نفسِ صلاۃ میں آپ ﷺ نے اپنے خاندانِ عظمیٰ کو بھی شریکِ عظمت فرمایا۔

لہٰذا معلوم یہ ہوا کہ مشیت الٰہی میں ابتداءً یہ طے تھا کہ درود حضور سرورِ کائنات ﷺ پر بھی ہو اور خاندانِ محمد مصطفیٰ ﷺ پر بھی ہو "کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اور کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ" کے جملے بطورِ حوالہ مشیت الٰہی بیان فرمائے۔ یہ دونوں جملے ماضی مطلق کے صیغے ہیں جس میں نزولِ آیت سے پہلے جتنے بھی زمانے گزرے ہیں وہ سارے مراد ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے جب سے زمانے اکائی شروع فرمائی تب سے لے کر نزولِ آیت تک اور نزولِ آیت سے لے کر قیامت تک اور قیامت سے لے کر تا ابد الآباد۔

اللہ تعالیٰ اپنی شانِ رحمت کے ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور اُن کے خاندانِ معظم ﷺ پر درود پڑھتا رہا، پڑھتا ہے اور پڑھتا رہے گا۔ اللہ اکبر کبیراً۔

یہاں ایک علمی نقطہ حاضرِ خدمت ہے عربی کلام میں جو جملہ فعل سے شروع ہو اس کو فعلیہ کہا جاتا ہے اور جو جملہ اسم سے شروع سے ہوتا ہے اس کو اسمیہ کہا جاتا ہے۔

فعلیہ کی مثال "ضَرَبَ زَیْدٌ" زید نے مارا۔ "ضَرَبَ" فعل ہے۔ جملہ اسمیہ کی مثال "زَیْدٌ قَائِمٌ" زید اسم ہے۔ تاہم ان دونوں جملوں میں خصوصیت کے اعتبار سے زائد معنی کے حوالے سے الگ الگ معنوی حُسن ہے۔

جملہ فعلیہ کا خاصہ تجدد اور تحدّث ہے جس کا معنی ہے نکھرا ہوا اور نیا۔ اور جملہ اسمیہ کا خاصہ تسلسل اور استمرار ہے جس کا معنی کسی حقیقت کا مسلسل ہونا۔

اب مذکورہ آیت میں دونوں حُسن موجود ہیں "یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ" یہ جملہ فعلیہ ہے۔ جملہ

فعلیہ اپنے خاصے کے اعتبار سے تجدد اور تحدث پر مشتمل ہے یعنی نکھرے اور نئے ہونا۔
اب اس اعتبار سے اس جملہ کا معنی یہ بنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ پر اور اُن خاندانِ پاک پر ہر لمحے نئے نئے انداز سے رحمت میں نکھرے نکھرے اندازِ عظمت میں اور نئے نئے اسلوب عظمت میں درود بھیجتا ہے۔
حرفِ "اِنَّ" جملہ اسمیہ کی علامت ہے۔ جملہ اسمیہ اپنے خاصے کے اعتبار سے تسلسل اور استمرار کو چاہتا ہے۔ اب اس تسلسل میں اضافی معنی کے اعتبار سے معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ جب سے خدا ہے جب تک خدا ہے اپنے محبوب ﷺ پر اور اُن کے خاندانِ عالیہ پر مسلسل شانِ رحمت کے ساتھ درود بھیجتا ہے۔ یعنی ایک لمحہ کے لیے بھی درود نہیں رُکتا۔ ازل سے ابد تک پیکرِ نبوت اور خاندانِ نبوت پر اللہ درود تسلسل کے ساتھ پڑھتا ہے۔
اب ان دونوں صورتوں کو جب ہم مرکب کریں گے تو آیت کریمہ کا معنی یہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی محترم اور محبوب مکرم ﷺ پر اور آپ ﷺ کے خاندانِ رحمت پر ازل سے لے کر ابد تک مسلسل بغیر رُکے ہر لمحے نئے اور نکھرے انداز میں نئی تراکیب وترتیب میں انوکھے اندازِ محبت میں حُسنِ عظمت کی کامل چاہتوں کے ساتھ درود پڑھتا تھا، پڑھتا ہے اور پڑھتا رہے گا۔ اور فرشتے بھی اس کے ساتھ حکمِ درود میں محو رہے اور مصروف محبت رہے اور درود پڑھتے رہے اور پڑھتے رہیں گے اور یہ اتنا عظیم کام تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے اس عظمت والے کام کو قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے۔
اور اس فرضیت کی عظمت میں ایمان والوں کو بڑے بڑے انعامات سے مالامال فرمادیا ہے۔
جن انعامات سے چند ایک کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
" هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا ﴿۴۴﴾ "

پہلا انعام یہ ہے کہ اے میرے محبوب کے غلامو اگر تم میرے محبوب ﷺ اور اُن کے خاندانِ نبوت پر حضورِ دل سے درود پڑھو گے تو یاد رکھو میں اور میرے فرشتے تم پر درود بھیجا کریں گے۔ اور ہماری نگاہِ رحمت کا نور تمہیں اندھیروں سے نکال کر حسنِ یار کی رعنائی کے نور میں سرمست کر دے گا۔ محبوبِ دوعالم ﷺ کو حضورِ دل سے چاہنے والے پر خدا تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا انعام کیا جائے گا اور پھر جب تم میدانِ حشر میں اترو گے جس جس کو حسن یار کی رعنائی میں سرمست دیکھوں گا تو خدا ہو کر رحمت و محبت بھرا تمہیں سلام کروں گا اور اپنی رحمتوں کے تحفوں سے تمہارے دامن کو بھر دوں گا۔ قیامت کا دن محبوب ﷺ کی بنا پر تمہارے لیے تکریم کا دن ہو گا اور کرامت اور بزرگی والا اجر ہم اس بنیاد پر تمہارے ہی لیے تو تیار کر رہے ہیں۔

" لَا یَحْزُنُھُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَ تَتَلَقّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ "اے محبوب کے غلامو تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ قیامت آئی بھی یا نہیں آئی بلکہ ہم نور کے فرشتوں سے کہیں گے کہ جاؤ محبوب سے محبت کرنے والوں کا استقبال کر کے لے آؤ۔ آج وہ جو چاہیں گے وہی ہو گا۔ بلکہ فرشتے اہلِ محبت کو سلام کریں گے۔

قارئینِ محترم!

اگر ہم اس کائنات میں اُتر گئے تو خدا تعالیٰ کے انعامات کے سمندروں میں گم ہو جائیں گے عنوانِ تشنہ رہ جائے گا۔ جب رحمتِ خدا کے رحمت کے دروازوں کو رحمتِ عالم ﷺ نے اُمت کی طرف کھلا دیکھا تو اہلِ محبت کی طرف دیکھا تو اپنی شانِ رحمۃ للعالمین کے دروازے درود پڑھنے والوں کے لیے کھول دیے اور کیا جوشِ رحمت تھا فرمایا:

جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اُس پر دس مرتبہ رحمت کی نگاہ ڈالے گا اور اُس کے دس عیبوں کو چھپائے گا، معاف فرمائے گا اور جنت کے اندر اُس کے دس درجے بلند فرمائے گا۔ اس پر مزید احادیث آگے آ رہی ہیں۔ انتظار فرمایئے۔ اب ہم اصل عنوان کی

طرف آتے ہیں۔ اب آیئے ذرا ہم نفسِ درود کی عظمت میں اُترتے ہیں۔ درود وصلاۃ کا معنٰی کیا ہے؟ تاکہ اہلِ ایمان اور اہلِ علم سرشارِ عظمت و محبت ہوں۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک لفظ صلاۃ کا معنٰی "وَھُوَ الْاِعْتِنَاءُ" یعنی کامل توجہ کرنا متوجہ رہنا عظمتِ چاہت کے ساتھ اور حُسنِ عظمت کی پذیرائی کرتے رہنا۔ لطائفِ حُسنِ عظمت کی شانوں کو بیان کرتے رہنا، مرتبوں کو بیان کرتے رہنا۔ (نورالانوار)

اب اس صورت میں آیتِ مذکورہ کا معنٰی یہ ہوا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے متوجہ رہتے ہیں۔ یعنی مواجہت آمنے سامنے رہنا۔ اب معنٰی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اُسکے فرشتے اپنی نگاہِ رحمت و محبت کے ساتھ کاملاً متوجہ رہتے ہیں۔ حُسنِ محمد مصطفٰی ﷺ میں اور اُس حُسنِ بے مثال کی عظمتوں کو بیان کرتے رہتے ہیں۔ پورے تسلسل کے ساتھ اور ہر لمحہ نِکھرے اور انوکھے اندازِ عظمت میں۔ اس ضمن میں ایک تحقیقی اِقتباس حاضرِ خدمت ہے۔

معنی الصلاۃ علیه صلی اللہ علیه وسلم و بیان کیفیتها

صلاۃ اللہ علی نبیه صلی اللہ علیه وسلم فسرت بثنائه علیه عند الملائکة علیه فسرت بدعائهم له فسرها بذلك ابو العالیة کما ذکره عنه البخاری فی صحیحه فی مطلع باب ان اللہ و ملائکته یصلون علی النبی یا ایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما۔ وقال البخاری فی تفسیر صلاۃ الملائکة علیه بعد ذکر تفسیر ابی العالیة قال ابن عباس یصلون یبرکون ای یدعون له بالبرکة۔

وفسرت صلاۃ اللہ علیه بالمغفرۃ و بالرحمة کما نقله الحافظ ابن حجر فی الفتح عن جماعة و تعقب تفسیرها بذلك ثم قال واولی الاقوال ما تقدم عن ابی العالیة ان معنی صلاۃ اللہ علی نبیه ثناؤه علیه و تعظیمه و صلاۃ الملائکة و غیرهم علیه طلب ذلك له من اللہ معنی الصلاۃ علیه صلی اللہ علیه وسلم و بیان کیفیتها۔

صلاۃ اللہ علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فسرت بشنائہ علیہ الملائکۃ و صلاۃ الملائکۃ علیہ فسرت بدعائھم لہ فسرھا بذلک ابو العالیۃ کما ذکرہ عنہ البخاری فی صحیحہ فی مطلع باب ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ وقال البخاری فی تفسیر صلاۃ الملائکۃ علیہ بعد ذکر تفسیر ابی العالیۃ قال ابن عباس یصلون یبرکون ای یدعون لہ بالبرکۃ

وفسرت صلاۃ اللہ علیہ بالمغفرۃ و بالرحمۃ کما نقلہ الحافظ ابن حجرفی"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے صلوۃ پڑھنے کا معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اپنی عظمت کے شایانِ شان اپنے محبوب ﷺ کی صفت و ثناء بیان فرماتا ہے اور فرشتے جھوم اٹھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! صفت و ثناء کو اور بڑھا کے بیان کر۔ یہ بڑھنے کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ یہ ان کا درود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی اس طلب پر لاتعداد گنا اضافہ کر کے اپنے محبوب ﷺ کی ثناء مزید شان و عظمت میں بیان فرماتا ہے۔

یہ کام ہر لمحے انوکھے اور نرالے انداز میں ہوتا رہتا ہے اور تسلسل کے ساتھ ہوتا رہتا ہے کبھی اس میں رکاوٹ نہیں آئی۔ اور اسکا تسلسل ازل سے جاری تھا اور ابد تک جاری رہے گا۔ خدا کو یہ شان پسند آئی اس نے کائنات بھر کے ایمان والوں کو حکم دے دیا کہ آؤ تم بھی سراپا نیاز بن کر ہمارے ساتھ مصروفِ محبت ہو جاؤ۔ تم پر ہر بھلائی کے دروازے کھول دوں گا۔

"وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی"

اے محبوب ﷺ آپ کی شان و عظمت کی ہر گھڑی پہلے لمحے سے عظیم سے عظیم تر ہو گی ۔یعنی آپکا ہر آنے والا لمحہ نئی نرالی عظمتوں کا شاہکار ہو گا اور ہم آپکی عظمتوں کی صفت و ثناء

کرتے رہیں گے۔ فرشتے بھی ہمیں کہتے رہیں گے اور ہم ان کے کہنے پر مزید سے مزید حمد وثناء کرتے رہیں گے۔ اور ایمان والے اور ایمان والیاں ہم سے "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی محمد و آلِ محمد کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ" کہتے رہیں گے۔ ہم ان کی ان دعاؤں کے حوالے سے بھی اپنی رحمتوں کا نزول بے شمار گنا کر کے آپ پر اور آپ کے خاندانِ عظمٰی پر کرتے رہے اور کرتے رہیں گے۔

گویا صلاۃ کا معنیٰ صفت وثنائے محمد ہے اور خاندانِ محمد ہے۔

ہم یہ صفت وثناء اپنی شان سے بھی کرتے ہیں اور فرشتوں کی دعا اور درخواست سے بھی کرتے ہیں۔ ایمان والوں کو تو ہم نے اس درخواست کا حکم دیا ہے۔ ہم ان کے اللھم صل علی کہنے پر بھی اپنی خوب خوب رحمتیں آپ پر نازل فرماتے ہیں اور ابد تک فرماتے رہیں گے۔

تو گویا اللہ کے صلاۃ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان و عظمت کے مطابق اپنے محبوب ﷺ کی صفت وثناء فرماتا ہے۔ فرشتوں کے صلاۃ کے معنیٰ کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے اللہ سے اپنے محبوب ﷺ کی ذات پر درود بھیجنے اور صفت وثناء کرنے کی دعا اور درخواست کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ اپنی شان و عظمت کے مطابق اپنے محبوب ﷺ پر درود فرماتے ہی رہو، ہماری دعا پر بھی، اسی عظمت میں اور اپنے محبوب ﷺ کی حمد وثناء میں مزید مزید اضافہ فرما۔

امام بخاری نے بھی امام ابو العالیہ سے اپنی صحیح میں صلاۃ کے معنیٰ کی یہی تفسیر فرمائی ہے اور امام بخاری علیہ رحمۃ "اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" کی تفسیر میں امام ابو العالیہ کی تفسیر کے بعد حضرت عبد اللہ ابن عباس کا قول نقل فرماتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ "یُصَلُّوْنَ" کا معنی یبر کون ہے۔ "اَیْ یَدْعُوْنَ لَهٗ بِالْبَرَکَۃ" یعنی فرشتے آپ ﷺ کے

مقام و مرتبے اور صفت و ثناء میں اللہ تعالیٰ سے مزید برکت کی دعا کرتے ہیں۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ،،الفتح الباری،، میں ایک جماعت سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی صلاۃ کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے حُسن اور مغفرت کے حُسن کی چادر میں اپنے محبوب ﷺ کو لپیٹ لیتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ اقوال میں سب سے اعلیٰ قول ابو العالیہ کا ہے وہ فرماتے ہیں صلاۃ اللہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ کی ذات پر ثناء فرماتا ہے۔ اور انھیں بتاتا ہے کہ اے محبوب! ﷺ تم بڑی ہی عظمت والے ہو، بہت بڑی شان والے ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو اپنے سامنے بٹھا کر فرماتا ہے۔

اے میرے حبیب ﷺ میں خدا ہو کر تیری عظمتوں اور شانوں کو بیان کرتا ہوں کہ تم بڑی شان اور بڑی عظمت والے ہو۔

میں تیری ثناؤں کو بیان کرتا ہوں۔ کائنات کا تانا بانا سب مدبرات امر کے سپرد کرتا ہوں اور میں فقط فقط تیری ہی عظمتوں کو بیان کرتا ہوں۔ یہی میرا شوقِ محبت ہے۔

ملائکہ اور ایمان والوں کی صلاۃ کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اللہ سے یہی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! جس طرح تو اپنے محبوب ﷺ کی صفت و ثناء اور شانیں بیان کرتے ہو اور اپنی شان سے بیان کرتے ہو۔ ہماری بھی آپ سے دعا اور درخواست ہے کہ آپ اس عظمتِ بے مثال کو اور مزید مزید بیان فرماؤ۔ یہ فرشتوں اور مومنوں کا درود پڑھنے کا معنیٰ اور مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ سے مزید صفت و ثنائے محمد میں اضافے کی دعا کریں۔ اَصلاً صلاۃ صرف اللہ تعالیٰ ہی پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے محبوب کے مقام اور مرتبے کو جانتا ہے۔ اور چونکہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ حضورِ سرورِ کائنات ﷺ کے مرتبے اور مقام کا کوئی اور احاطہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا وہ اَصلاً درود بھیجنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اسی لیے وہ اللہ تعالیٰ ہی سے صلاۃ کی دعا کرے۔ شاید اسی لیے مرزا غالب علیہ الرحمہ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا انھوں نے فرمایا:

ثنائے خواجہ بہ یزدان گذاشتم

کہ آں مرتبہ دانِ ذاتِ پاک محمد است

ترجمہ: آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی صفت و ثناء کو ہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر چھوڑتے ہیں۔ کیونکہ وہی ذاتِ حق ہے جو ذاتِ پاکِ محمد کے مرتبے اور مقام کو جانتا ہے۔

اسی تسلسل کو حافظ امام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ امام الحلیمی اپنی الشعب کے اندر لفظِ صلوۃ کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، صلوۃ النبی کا معنیٰ یہ ہے کہ تعظیمہ یعنی عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کو حضور سیدنا حضرت محمد ﷺ کے سامنے بیان کرنا اور سراہنا۔

اس بابت اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

" والمراد طلب الزيادة لا طلب اصل الصلاة وقال الحافظ وقال الحليمى فى الشعب معنى الصلاة على النبى ﷺ تعظيمه فمعنى قولنا اللهم صلى على محمد عظم محمداً والمراد تعظيمه فى الدنيا يا علاء ذكره و اظهار دينه و ابقاء شريعته وفى الآخرة يا جزال مثوبته و تشفيعه فى امته وابداء فضيلته بالمقام المحمود وعلى هذا فالمراد بقوله تعالى صلوا عليه ادعوا ربكم بالصلاة عليه انتهى۔

وقال العلامة ابن القيم فى كتابه جلاء الافهام فى صلاة والسلام على خير الانام فى معرض الكلام على صلاة الله و ملائكته على رسوله صلى الله عليه وسلم وامر عباده المومنين بان يصلوا عليه بعد ان رد ان يكون المعنى الرحمة والاستغفار قال بل الصلاة المامور بها فيها ۔ يعنى آيه الاحزاب۔ هى الطلب من الله ما اخبر به عن صلاة و صلاة ملائكته وهى ثناء عليه واظهار لفضله وشرفه وارادة تكريمه وتقريبه فهى تتضمن الخبر والطلب وسمعى هذا السوال والدعا منا نحن صلاةً عليه لوجهين احدهما انه يتضمن ثناء المصلى عليه والاشارة بذكر شرفه وفضله والارادة والمحبة لذلك من الله فقد تضمنت الخبر والطلب والوجه الثانى ان ذلك

سمی صلاۃ منا لسوالنا من اللہ ان یصلی علیہ فصلاۃ اللہ ثناؤہ لرفع ذکرہ

وتقریبہ وصلاتنا نحن علیہ سوالنا اللہ تعالی ان یفعل ذلک بہ انتھی۔

واما معنی التسلیم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد قال فیہ المنجد الفیروز

آبادی فی کتابہ الصلات والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر

ومعناہ السلام الذی ھو اسم من اسماء اللہ تعالی علیک وتاویلہ لا خلوت من

الخیرات والبرکات وسلمت من المکارہ والآفات اذ کان اسم اللہ تعالی انما یذکر

علی الامور توقعا لا جتماع معانی الخیر والبرکۃ فیھا وانتفاء عوارض الخلل

والفساد عنھا ویحتمل ان یکون السلام بمعنی السلامۃ ای لیکن قضاء اللہ تعالی

علیک السلامۃ ای سلمت من الملام والنقائص فاذا قلت اللھم سلم علی محمد

فانما ترید منہ اللھم اکتب لمحمد فی دعوتہ وامتہ وذکرہ السلامۃ من کل نقص

فتزداد"

ترجمہ: امام الحلیمی اپنی شعب کے اندر لفظِ صلوۃ کا معنی بیان کرتے ہیں۔ صلوۃ النبی کا معنی یہ ہے کہ تعظیم یعنی عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کو حضور سرورِ کائنات ﷺ کے سامنے بیان کرنا اور سراہنا۔

پس ہمارے اس قول کا یہ معنی اللھم صل علی محمد عظم محمدًا۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر یعنی ان کے سامنے ان کی عظمت کو مزید کھول کر بیان فرما۔ مراد اس سے یہ کہ دنیا کے اندر ان کی تعظیم کو مومن کے ایمان کی حقیقت بنا دے، دنیا میں ان کی عظمتیں اور بڑھا دے، ان کے ذکر کی عظمتوں کو بلندیاں عطا فرما اور ان کے دین کو غلبہ اور قوت عطا فرما، ان کی شریعت کو تا قیامِ قیامت باقی رکھ، آخرت میں انھیں بے حد و بے حساب اجر کی عظمت عطا فرما، ان کی شفاعت کا نور ان کی امت میں غالب فرما۔ اور مقام، محمود کے ساتھ ان کی فضیلت کو اور زیادہ بلندیاں عطا فرما بلکہ یہاں اس قسم کی اور بھی بہت

ساری عظمتیں مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا قول صلوا علیہ (ان پر صلوۃ پڑھو) کا معنی یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم اپنے رب سے دعا کرو لفظِ صلوۃ کے ساتھ کہ اے اللہ! ہمارے کریم آقا! امام الانبیاء سیدنا حضرت محمد ﷺ کی عظمتوں کو اور زیادہ بلندیاں عطا فرما۔ یہ ایمان والوں کی صلاۃ کا معنی ہے۔

آگے چلیے!

علامہ ابن قیّم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جلاء الافھام فی الصلوۃ والسلام علی الخیر الانام میں پیش کردہ کلام فرماتے ہیں۔ صلوۃ اللہ وملائکۃ یعنی اللہ کی صلوۃ اور اس کے فرشتوں کی صلوۃ رسول اللہ ﷺ پر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسی صلوۃ کا حکم دیا کہ وہ درود پڑھیں آپ ﷺ پر۔

یہ اس اعتبار سے اس کا رد ہے کہ اس کا معنی رحمت اور استغفار ہو۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے بلکہ فرمایا جس صلوۃ کا حکم دیا گیا ہے وہ سورۃ احزاب کی آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس عظمت کا طلب کرنا ہے جس عظمت کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اور وہ خبر یہ ہے کہ

"اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ "کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سرورِ کائنات سیدنا حضرت محمد ﷺ کی صفت وثناء بیان فرماتا ہے۔ آپ ﷺ کی فضیلت وعظمت کے اظہار کے لیے۔

اور ارادہ خداوندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی تکریم کرے، مخلوق کو سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تکریم کا حکم دے اور اپنے قُرب و حضور میں محبوب ﷺ کو قریب سے قریب تر کر دے۔

قرآن مجید نے اس قُرب کو یوں بیان کیا ہے کہ "ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى "محبوب ﷺ خدا اسے قریب ہوئے۔ قُرب اتنا بڑھا کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔ شوقِ لِقاء نے اتنا جوش مارا کمانوں کے فاصلے سے بھی قُرب اور بڑھ گیا۔ قرب اتنا بڑھا اتنا بڑھا اتنا بڑھا کہ تمام فاصلے ختم ہو گئے کہ محبوب ﷺ آغوشِ رحمتِ الٰہی میں سما گئے۔ ادھر سے

جوش اتنا بڑھا کہ خدا نے محبوب ﷺ کو حسن الوہیت میں ڈھانپ لیا۔ پھر "فَاَوْحٰی اِلیٰ مَا اَوْحیٰ" کے سربستہ راز کھلے۔ اسی عظمت کو پھر سے بار بار تازہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی ثناء کرتا ہے کہ وہی سماں بندھ جائے۔ فرشتو آؤ مجھ سے وہی درخواست کرو۔ ایمان والو! اٹھو یہی دعا کرو۔ اللہ اکبر۔

گویا مذکورہ آیت، کریمہ میں خبر بھی ہے اور طلب بھی۔ صیغہ امر طلب کا تقاضا کرتا ہے اور مکمل جملہ خبر کو بیان کرتا ہے۔ گویا اس آیت، کریمہ میں خبر بھی ہے اور طلب بھی۔ خبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے اپنے محبوب ﷺ پر جو درود بھیجا اور آپ ﷺ کی صفت وثناء بیان فرمائی اس کی اس آیت کے ذریعے ہمیں خبر دی۔

"یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صلوا علیه وسلموا تسلیمًا"

یہ امر کا صیغہ ہے۔ اس صورت میں ایمان والو! میں چاہتا ہوں کہ میں خود بھی اپنے محبوب ﷺ کی حمد وثناء کرتا رہوں اور تم بھی اٹھو! حضور قلب سے مجھ سے دعا کرو مجھ سے درخواست کرو کہ اے اللہ! تو تو اپنے محبوب ﷺ کی صفت وثناء کرتا ہی ہے، ہمیں بھی شامل رحمت فرما۔ ہمارے کہنے پر بھی اپنے محبوب ﷺ کی شان وعظمت کو اور زیادہ بیان فرما، اور زیادہ بیان اور زیادہ بیان فرما۔ ہماری طرف سے اس صلوۃ اور دعا کا معنی صلوا علیه ہوا۔ یعنی آپ ﷺ پر درود وسلام ہو۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔

ا۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ایمان والے بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نعت پڑھیں اور حمد وثناء کریں۔ اپنی بساط کے مطابق اور اللہ تعالیٰ سے گزارش کریں اپنی التجا کے مطابق۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! ایک اشارہ یہ بھی موجود ہے کہ تم عمر بھر محبوبِ دو عالم سرورِ کائنات ﷺ کی بزرگیوں کو بیان کرو اور آپ ﷺ کی فضیلتوں کو بیان بھی کرو اور اعتقاد بھی رکھو۔

اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور محبت اسی خبر اور طلب پر مشتمل ہے کہ اللہ تعالیٰ خود بھی حضور دو عالم ﷺ کی حمد وثناء کرتا ہے۔ اور اس کی رحمت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ کائنات بھر کے باسی

اس کے محبوب ﷺ کی حمد وثناء اور آپ ﷺ کے ذکر کی فضیلتوں اور عظمتوں کو بیان کرتے رہیں اور وجہ ثانی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ہماری طرف سے صلوۃ کا بیان کرنا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہی اپنی شایانِ شان اپنے محبوب ﷺ پر درود وسلام بھیجے اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی صفت وثناء کو بیان بھی کرے۔

اور اللہ تعالیٰ کی صلوۃ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے ذکر کو بلند وبالا فرماتا ہے۔ اور اپنے قُرب وحضورِ صمدیّت میں بلندیاں عطا فرماتا ہے۔

اور ہماری صلوۃ کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا اور درخواست کریں۔ کہ وہ اپنی شایانِ شان اپنے محبوب ﷺ پر درود بھیجے۔ اور ان کی عظمتیں بیان فرمائے۔

سلام کا معنی

آپ ﷺ پر سلام کے معنی میں مجدّد فیروز آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اپنی کتاب ،،الصلات والبشر فی الصلوۃ علی الخیر البشر،، میں سلام دراصل اللہ تعالیٰ کا ایک اسم ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء عظمت میں سے ہے مراد اسکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو اپنی سلامتیوں کے نور میں ڈھانپ لیتے ہیں۔ فرمایا:

میں کبھی بھی اپنے محبوب ﷺ کو اپنی خیرات اور برکات سے الگ نہیں رکھتا۔ اور ان کی حیات عظمت میں آنے والی مشکلات اور آفات سے ان کو محفوظ رکھتا ہوں۔ یعنی ان کو سلامتیوں کے نور میں ڈھانپ لیتا ہوں اور ان پر مسلسل سلام فرماتا رہتا ہوں۔

جب لفظ سلام اللہ تعالیٰ کا اسم ٹھہرا تو چند اجتماعی امور یہاں متوقع ٹھہرے۔ لفظ سلام میں تمام بھلائیاں اور برکات موجود ہیں اور اسکی برکت سے فساد اور خلل کے تمام عوارض دور ہٹائے جاتے ہیں۔ بنابریں سلام بمعنیٰ سلامتی متعین ہوا۔ یعنی اے محبوب ﷺ ہم نے طے کر دیا کہ ساری سلامتیاں اور بھلائیاں تجھ پر ہوں۔

کوئی ملامت اور نقص تجھ تک نہیں پہنچ پائے گا۔ ہم تجھے اپنی سلامتیوں کے حصار میں لے

لیں گے۔اے مخاطب !جب تو یہ کہتا ہے کہ اللھم سلم علی محمد تو تیرا فقط یہی ارادہ ہونا چاہیے کہ اے اللہ ! تو سلامتیاں لکھ سیدنا حضرت محمد ﷺ کے لیے یعنی آپ کی دعوتِ دین اور آپ ﷺ کی اُمت کو سلامتیوں سے مالامال فرما۔یعنی تمام سلامتیاں آپ کے نام کر دے اور آپ ﷺ کے ذکر کو بلندیاں اور سلامتیاں دے۔آپ کو اور آپ کی امت کو ہر نقص سے سلامتی میں رکھے۔یہ سلامتیاں مزید مزید سیدنا حضرت محمد ﷺ کے نام کر دے۔ آمین ثم آمین!

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صلوۃ کا معنی رحمت دو عالم ﷺ کے مقام و مرتبے کی عظمت کو بیان کرنا،اور ان کی ذات میں متوجہ رہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان متوجہ رہتا ہے اور اپنے محبوب ﷺ کی صفت و ثناء فرماتا ہے جبکہ فرشتے اللہ تعالیٰ سے اسی عمل کی درخواست کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی درخواست پر مزید اپنے محبوب ﷺ کی صفت وثناء بیان فرماتا ہے۔اور مومنوں کو بھی یہی حکم رحمت ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کریں کہ اس پر اللہ تعالیٰ مزید مزید آپ ﷺ کے حُسن کی خوبیوں کو بیان فرماتا ہے۔

سلام کا معنی اللہ تعالیٰ کا اپنے حُسنِ سلامتی میں اپنے محبوب ﷺ کو ڈھانپ لینا ہے اور عیوب و نقائص سے اپنے محبوب ﷺ کی حفاظت فرمانا ہے اور اپنی سلامتیوں کے نور کی چادر میں ڈھانپ لیناہے،اور حسن عصمت میں مزید مزید اضافے فرمانا ہے۔

نوٹ: رحمت عالم ﷺ پر درود وسلام بھیجنا اہم ترین فریضہ ہے۔

قارئینِ محترم!

آپ نے صلوۃ وسلام کی حقیقت کو ملاحظہ فرمایا اور یہ بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا جس طرح آپ نے رسول دو عالم ﷺ پر درود پڑھنے کی فرضیت کو پڑھا۔عین ایسے ہی آپ ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ پر درود پڑھنا فرض ہے۔دلائل آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں۔درودِ ابراھیمی

میں یہی لطیف اشارہ ہے بلکہ واضح تر بات یہ ہے کہ اے اللہ حضرت محمد اور آپ کی آلِ پاک علیہم السلام کی عظمتوں، رفعتوں اور ثناؤں کو اس طرح بیان کرو جیسا کہ تو عظمتیں رفعتیں بیان فرماتا رہا حضرت ابراہیم اور ان کی آلِ پاک پر کی اور ثنائیں بیان فرماتا رہا آلِ ابراہیم جن کی انتہاء والدینِ مصطفیٰ ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

ذاتِ نبوی اور اہلبیتِ نبوت پر درود بھیجنے کی فضیلت

قارئینِ محترم!

آپ سابقہ اوراق میں نبی پاک ﷺ کی ذات مبارک اور آپ کے اہل بیت اطہار پر درود وسلام پڑھنے کی فرضیت کا بیان پڑھ آئے ہیں۔اب اس حضور ناز میں ہدیہ درود وسلام پیش کرنے والوں پر انعامات کیا کیا ہوتے ہیں؟ اس کا ہم سرسری جائزہ پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ

فرمائیں۔

ویسے تو درود شریف پڑھنے کے بے شمار فضائل و برکات اور لا تعداد انعامات ہیں۔ لیکن نہایت اختصار کے ساتھ ہم سیرت کی ایک قدیم کتاب وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلوۃ والسلام المولف احمد بن حسین بن علی الخطیب، المتوفی ۵۱۰ھ

الناشر: دار العرب الاسلامی بیروت لبنان کے اقتباس پیش کر رہے ہیں۔

فضیلت درود پاک سے قبل نسبِ نبوی کی عظمت و شرافت کا حدیث کی روشنی میں انھوں نے ایک اقتباس نقل فرمایا ہے۔

بعد ازاں انھوں نے درود شریف کے مرتبے اور مقام کو بیان فرمایا ہے۔

"الفصل الاول فی نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی مِنْ وُلْدِ اِبْرَاھِیْمَ اِسْمَاعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِیْلَ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ کِنَانَۃَ قُرَیْشًا وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَقَالَ ﷺ النَّاس تَابِعٌ لِقُرَیْشٍ وَالنَّاسِ مَعَادَنَ خِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِھُوْا قَالَ ابْنُ حَبِیْبٍ لَمْ یَکُنْ بَطْن، فِیْ قُرَیْشٍ اِلَّا وَلَہٗ فِیْہِ قَرَابَۃً وَقَالَ ﷺ بَنُوْ ھَاشِمٍ وَبَنُوْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ شَیْءٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ اَھْبَطَنِیْ فِیْ صُلْبِہٖ اِلَی الْاَرْضِ وَجَعَلَنِیْ فِیْ صُلْبِ نُوْحٍ فِی السَّفِیْنَۃِ وَقَذَفَنِیْ فِی النَّارِ فِیْ صُلْبِ اِبْرَاھِیْمَ ثُمَّ لَمْ یَزَلْ یَنْقُلُنِیْ فِی الْاَصْلَابِ الْکَرِیْمَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاھِرَۃِ حَتّٰی اَخْرَجَنِیْ مِنْ اَبَوَیْنِ لَمْ یَلْتَقِیَا عَلٰی سِفَاحٍ قَطُّ"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے جناب ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد پاک سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شانِ مصطفائیت بخشی پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ علیہ الصلوۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت

بخشی۔ پھر کنانہ علیہ السلام کی اولاد سے قریش کو شانِ مصطفائیت بخشی۔ پھر قریش کی اولاد سے بنی ھاشم علیہ الصلوۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

تمام لوگ قریش کے تابع ہیں۔ اور قریش کے جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں۔ جبکہ دین میں فہم حاصل کر چکے ہوں۔ اور ابنِ حبیب نے کہا کہ آپ ﷺ کی قرابت قریش کے تمام بطون یعنی قریش کے تمام قبائل میں موجود تھی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بنو ھاشم اور بنو عبد المطلب عظیم الشان لوگ ہیں (نسب نبوی کی وجہ سے)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والا صفات نے حضرت آدم علیہ الصلوہ والسلام کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی پشتِ عظمت میں ودیعت فرمایا اور زمین پر بھیجا۔ جب نوح علیہ السلام کشتی میں سوار تھے تو میں ان کی پشت مبارک میں تھا۔ جب حضرت ابراھیم علیہ السلام کو نارِ نمرود میں ڈالا گیا تو اس وقت میں ان کی پشت میں تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے مسلسل کریم باپوں کی پشتوں میں اور پاکیزہ ماؤں کے رحموں میں منتقل فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے میرے پیارے والدین کریمین، طیبین، طاھرین، شریفین، معطرین، منزلین، مطھرین کے نفوس قدسیہ سے مجھے دنیا میں ظاہر فرمایا۔

میرا نسبی پس منظر کریموں اور پاکوں سے تسلسل پذیر ہے۔ جاہلیت کی ناپاکی ان کے قریب تک کبھی بھی نہیں پہنچ پائی۔ یہ میری نسبی عظمت ہے اس لیے جب بھی مجھ پر درود پڑھا کرو تو میرے ساتھ ساتھ میرے خاندانِ عظمیٰ کو بھی درود کی عظمت میں ضرور شریک محبت کیا کرو اور یوں کہا کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

قرآن کریم میں تعلیم کردہ درود سے یہی درود مراد ہے کہ جب تک خاندانِ نبوت پر درود نہیں پڑھا جائے گا تو نہ درود قابل قبول ہو گا۔ اور نہ نماز قابل قبول ہو گی۔ اس بابت اہل علم کے فتاوی جات حاضرِ خدمت ہیں۔ مطالعہ فرمائیں۔

"الفصل الثانی فی صل اللہ علیہ وسلم آلہ

اتفق العلماء علی ان الصلاۃ علی النبی ﷺ فریضۃ واختلفوا فی محل الفریضۃ فالجمھور مرۃ فی العمر وما بعد ذلك مندوب الیہ

واختلف فی محل الندب فقیل مرۃ فی المجلس الذی فیہ ذکرہ ﷺ وقیل کل ما جری ذکرہ

وذھب الشافعی وابن المواز من المالکیۃ ان من لم یصل علیہ بعد التشھد الثانی وقبل السلام فی صلاۃ الفرض فصلاتہ باطلۃ و مشھور مذھبنا وھو قول الخطابی من الشافعیۃ انھا صحیحۃ

وفرق اسحاق بین السھو والعمد فتبطل فی الاول دون الثانی وقد ورد فی الحث علیھا والترغیب فیھا احادیث کثیرۃ صیحۃ دلت علی منزلۃ الشریفۃ عند ربہ جل وعلا ولا خلاف فی جواز الصلاۃ علی النبی ﷺ وازواجہ وذریاتہ ممن یقتدی بہ عند ذکر فاطمۃ والحسن والحسین وابیھما وھو قولی صلی اللہ علی الجد والام والبنین وھذا لا یردہ مومن وتعسف وبتدع وانفرد صلی اللہ علی الجد ورضی عن الام والبنین ولا خلاف بین الائمۃ انہ من آلہ

وقد قیل لہ کیف نصلی علیك یا رسول اللہ قال (قولوا صلی اللہ علی محمد وعلی

آل محمد)

قال ﷺ (انا شجرة وعلی وفاطمة فرعها والحسن والحسین ثمرتها وَمُحِبُّوْنَهُمْ

مِنْ اُمَّتِیْ وَرَقُهَا)

وعن کعب الاحبار انه ارتفع حتی رای فی الفردوس قصرا من الیاقوت الاحمر وفیه

علی وفاطمة والحسن والحسین

و رجع آدم متفخرا بهم لخروجهم من صلبه"

ترجمہ: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ پر اور آپ کے اہل بیت پر مطلقاً

درود پڑھنا فرض ہے۔ لیکن محل فریضہ میں اختلاف ہے۔

جمہور کی رائے میں زندگی میں ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے اور اسکے بعد پڑھنا مندوب و مستحب

ہے۔

نوٹ: علماء کرام کا یہ فتویٰ اپنے مقام پر بجا مگر قطعی دلیل میں تدریج نہیں ہوا کرتی۔ منضبط

دلیل سے منضبط حکم ہی ثابت ہوا کرتا ہے۔ یہاں علماء نے فرضیت کے بعد اسی دلیل سے جو

استحباب کا درجہ بیان کیا ہے وہ صرف دفع حرج کی بناء پر کیا ہے۔ یعنی اگر اس کو تسلسل کے

ساتھ عمر بھر کے لیے فرض کیا جائے، تو امت حرج میں مبتلا ہو سکتی ہے یعنی اُمت محمدیہ کا

پوری زندگی میں تسلسل کے ساتھ اسکو ادا کرنا ممکن نہیں۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے

زندگی کے دیگر معاملات متاثر ہو سکتے ہیں۔

اس لیے حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"رُفِعَ الْقَلَمُ عَنِ النّسیان، وَالْحَرَجِ

میری اُمت جب نسیان (یعنی بھول جانا) اور حرج (مشکلات) میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اللہ ان

کے لیے مواخذے سے قلم اٹھالیتا ہے۔

بنابریں دفع حرج کی صورت میں استحباب کا قول کیا گیا ہے۔ نہ کہ اصلاً درود مستحب

ہے۔ بہر حال اس کو جب بھی پڑھا جائے گا اجر و ثواب فرضیت کا ہی ملے گا۔ اور محل ندب میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مجلس میں کم از کم جب بھی آپ ﷺ کا نام مبارک آئے تو درود شریف ضرور پڑھا جائے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ اور مالکیہ سے ابن مواز علیہ الرحمہ کا فتویٰ ہے جس شخص نے نماز کے اندر درود شریف نہیں پڑھا اسکی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ یہی ہمارا مشہور مذہب ہے اور شوافع سے امام خطابی کا قول یہی ہے اور یہی صحیح ہے۔

امام اسحاق نے اس میں فرق کیا ہے کہ سہواًنہ پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے عمداًنہ پڑھنے سے نہیں ہوتی۔ اور درود شریف کی ترغیب پر بہت ساری صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں۔

یہ آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام و مرتبہ ہے۔ اور اس بات پر بھی کوئی اختلاف نہیں کی نبی کریم ﷺ پر اور آپ کی ازواج، مطہرات پر اور آپ کی آل اطہار پر اکٹھا درود پڑھنا بالکل جائز ہے۔

خصوصاً سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت بی بی فاطمہ الزہرہ اور حضرت امام حسن اور حسین اور ان کے والدِ گرامی سیدنا علی المرتضیٰ علیہم السلام تو درود پاک کا خاص محل ہیں۔ اور وہی میرا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ، نانا پر پھر ماں پر بھی باپ پر بھی اور بیٹوں پر بھی درود بھیجتا ہے۔ خصوصاً اللہ تعالیٰ کا درود نانا پر اور اللہ تعالیٰ کی رضاماں اور بیٹوں پر اس میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس لیے یہ سب سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل پاک ہیں۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ جب آپ ﷺ سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں۔ صلوۃ کیسے پڑھیں۔ تو جواب میں فرمایا۔ قولوا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد لفظِ آل کا ذکر آپ نے خصوصی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اس ضمن میں ایک حدیث صریح پیش خدمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کہ میں ایمان کا درخت ہوں۔ علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیدہ فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیھا

اس کی شاخیں ہیں۔ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام اسی درخت کے پھل ہیں۔ اور میری اُمت سے ان نفوسِ قدسیہ سے محبت کرنے والے اسی درخت کے پتے ہیں۔ یعنی وجودِ محمد ﷺ کا حصہ ہیں۔ یہ حدیث شریف بھی سابقہ بات کی تائید کر رہی ہے۔

حضرت کعب الاحبار سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔ جنت الفردوس کا دورہ فرمایا تو آپ ﷺ نے ایک سرخ یاقوت کا محل دیکھا۔ بتایا گیا کہ اس میں علی، فاطمہ، امام حسن اور حسین علیھم السلام تشریف فرما ہوں گے۔

اور حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی پشت مبارک سے جب ان نفوسِ قدسیہ کا ظہور ہوا تو جنابِ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی اس بات پر فخر آگیا۔ یہ دلیل بھی بتا رہی ہے کہ نفسِ صلاۃ میں یہ نفوس رحمت بدرجہ اتم شامل عظمت ہیں۔ سبحان اللہ!

ایک عظیم محدّث فقیہ ابو عبد اللہ الانباری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب صورت اشعار بیان فرمائے ہیں۔

"وَاَشهد الفقیه المحدث ابوعبدالله الانباری رحمه الله

یا اهل بیت رسول الله حبکم ــــ فرض من الله فی القرآن انزله

یکفیکم من عظیم الفخر انکم ــــ من لم یصل علیکم لا صلاة له

یرید ما یقول المصلی فی آخر التشهد آخر التشهد اخذا بقول ابن المواز وان من لم یقل وعلی آل محمد لم یجزه قول اللهم صل علی محمد دون ذکر الصلاة علی الآل وکذلك وقع لی فی بعض خطبی ولم من اسمعه غیری وهو اللهم صل علی محمد انا من سوالك بتخفیف الواو والفقر الی نوالك لا نجد شفیعاً الیك افضل من سیدنا محمد ﷺ

ومعرفتنا انك اعظم من لجا الیه المضطرون فتامل ذلك حشرنا الله معهم ونفعنا

بمحبتهم

واختلف فی جواز الصلاة علی ازواجه ﷺ و ذریته علی الانفراد من غیر الصلاة

علی النبی ﷺ ثلاثة اقوال الاول الجواز لان معنی الصلاة الترحم والدعاء

والقول الثانی المنع واختاره ابن عبد البر

والقول الثلث الکراهة

وهذه الاقوال الثلاثة جاریة فی غیرهم من الناس

وفی الصلاة علی الانبیاء علیهم الصلاة والسلام بانفرادهم دون ذکر النبی ﷺ

قولان الجواز والمنع الاول مروی عن مالك والثانی لسفیان بن عیینة"

ترجمہ: اے اہلِ بیت رسول اللہ ﷺ تمہاری محبت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرض قرار دے دیا ہے۔

کیا آپ کے لیے یہ بات قابل فخر نہیں کہ جو آپ پر درود نہ پڑھے اسکی نماز ہی نہیں ہوتی۔ نمازی کو چاہیے کہ وہ تشہد کے آخر میں درود ضرور پڑھے۔ ورنہ فقیہ امام ابن المواز کے فتوے کے مطابق جو شخص آل محمد پر درود نہیں پڑھتا اسکی نماز باطل ہو جاتی ہے۔

اور یونہی میں نے اپنے بعض خطبات میں مجھ پر یہ وارد ہوا کہ میں یہ درود پڑھوں۔ حالانکہ میرے علاوہ یہ درود کسی سے نہیں سنا گیا اور وہ درود یہ ہے۔

"اللهم صل علی محمد انا من سوالك بتخفیف الواو والفقر الی نوالك لا نجد شفیعاً الیك افضل من سیدنا محمد ﷺ"

ترجمہ: اے اللہ درود بھیج سیدنا محمد ﷺ پر اور میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ میری محتاجی تیرے انعامات کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ تیرا کرم اور احسان اور تیری نعمتیں بڑی وسیع ہیں۔ میں تیرے حضور اقدس میں سیدنا حضرت محمد ﷺ کو بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ یہ کائنات میں سب سے افضل ترین وسیلہ ہے۔ اے اللہ! ہم جانتے ہیں کہ بے شک

تیری رحمت ہی ہمارے لیے جائے پناہ ہے اور تیری رحمت کی طرف پریشان حال لوٹتے ہیں اور محبوب سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کائنات بھر کے ملجا ہیں۔اے مخاطب! غور کر اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہمارا حشر حضور سرور کائنات کے دامن رحمت میں فرمائے اور ان کی آل پاک کے دامن رحمت میں فرمائے۔اور ان کی محبت کے وسیلے سے ہمیں نفع عطا فرمائے۔

علماء کا اس بات پر اختلاف ہے کہ حضور سرور، کائنات ﷺ کی ذات اقدس کے علاوہ انفرادی طور پر اور آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی ازواج مطہرات اور اولاد اطہار پر انفرادی طور پر درود پڑھنا کیسا ہے؟

اس پر تین اقوال ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ چونکہ صلوۃ کا معنی طلب رحمت اور دعا ہے۔لہٰذا ان نفوس عظمت کے لیے الگ طور پر طلب رحمت کرنا اور دعا کرنا جائز ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے علاوہ ان نفوس عظمت پر درود پڑھنا منع ہے۔بلکہ جب بھی ان نفوس قدسیہ پر درود پڑھنا ہو تو آقا علیہ الصلوہ والسلام پر درود پاک پڑھنے میں ان نفوس قدسیہ کو بھی شامل کیا جائے۔

یہ علامہ ابن عبد البر کا مختار مذہب ہے۔

تیسرا قول یہ ہے انفرادی طور پر ان نفوس قدسیہ پر درود پاک پڑھنا مکروہ ہے۔دیگر انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام پر انفرادی طور پر پڑھنا جائز ہے۔

نوٹ: نبی اکرم ﷺ نے جب اپنے خاندانِ عظمیٰ کو اپنے ساتھ ہر لحاظ سے شامل عظمت رکھا ہے تو پھر کسی کو حق نہیں کہ اس عظیم عظمت کو دولخت کرے۔

اگلی فصل درود کی فضیلت کے باب میں ہے۔اس میں بہت ساری احادیث اور آیات وارد ہوئی ہیں۔

"فصل فی الصلوۃ علی النبی ﷺ فضل کثیر

قال رسول اللہ ﷺ اذا سمعتم الموذن فقولوا مثل ما یقول و صلوا علی فانہ

من صلی علی مرۃ عشرا ثم اسالوا لی الوسیلۃ فانہا منزلۃ فی الجنۃ لا تنبغی الا لعبد

من عباد اللہ وارجوان اکون انا ھو

فمن سال اللہ لی الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ

وقال من صلی علی واحدۃ عشرا"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب موذن سے اذان سنو تو اسی کے الفاظ کو اس کے پیچھے دوہراؤ اور پھر مجھ پر درود پڑھو۔ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ اپنی رحمت کے نور کی بارش فرمائے گا۔ پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مقامِ وسیلہ مانگو یہ جنت میں ایک عظیم مقام ہے اور میں امید کرتا ہوں یہ میرے ہی لیے شایان شان ہے۔

اور جس نے بھی میرے لیے اللہ تعالیٰ سے اس مقامِ وسیلہ کی دعا کی میری شفاعت اس کے لیے حلال ہو گئی یعنی (لازم ہو گئی) اور فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھے گا، اس کی دس خطائیں بھی معاف فرمائے گا، اس کے جنت میں دس درجے بھی بلند فرمائے گا اور دس عظمتیں اسے مزید عطا فرمائے گا۔

"صلوات وحط علیہ عشر خطیئات و رفع لہ عشر درجات و کتب لہ عشر حسنات

وجاء جبریل فقال یا محمد ان اللہ یقول من سلم علیک سلمت علیہ و من صلی

علیک صلیت علیہ

وقال ﷺ ان اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرھم علی صلاۃ

وقال ﷺ من قال حین یسمع النداء وانا اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک

لہ وان محمداً عبدہ و رسولہ رضیت باللہ ربا و بمحمد رسولا

اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلاۃ القائمۃ آت محمداً ن الوسیلۃ والفضیلۃ

وابعثہ المقام المحمود الذی وعدتہ غفرت لہ ذنوبہ

وقال من سلم علی عشرا فکانما اعتق رقبة

وقال من قال اللھم صل عل محمد وعلی آل محمد وانزل وانزله المنزل المقرب منك یوم القیامة وجبت له شفاعتی

وقال ابوبکر الصلوة علی النبی ﷺ امحق للذنوب من الماء البارد علی النار والسلام علیه افضل من عتق الرقاب

وقال ﷺ من صلی علی فی کتاب لم تزل الملائکة تصلی علیه ما دام اسمی فی ذلك الکتاب

وقال ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیه السلام"

ترجمہ: حضرت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جو شخص آپ پر سلام نیاز پیش کرے گا ہم اس کا دامن طلب اپنی سلامتیوں اور رحمتوں کے نور سے بھر دیں گے۔ اللہ اکبر اور جو آپ پر درود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمتوں کے نور میں ڈھانپ لے گا اور آپ نے ارشاد فرمایا جس نے بھی اذان سننے کے وقت یہ کہا

"وانا اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له وان محمدًا عبدہ ورسوله رضیت باللہ ربا وبمحمد رسولا

اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامة والصلوۃ القائمة آت محمدًا الوسیلة والفضیلة وابعثه المقام المحمود الذی وعدته غفرت له ذنوبه"

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی معبود برحق ہے اور لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اللہ کے شان والے رسول ﷺ ہیں۔ میں راضی ہو گیا اللہ کے رب ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر۔

اے اللہ! اے اس دعوت کامل کے مالک اور اس کے صلے میں کھڑی ہونے والی نماز کے

مالک سیدنا حضرت محمد ﷺ کو مقام وسیلہ عطا فرما اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر جلوہ افروزیاں عطا فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مجھ پر درود پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ اور فرمایا جس نے مجھ پر سلام پیش کیا تو گویا اس نے اللہ کی راہ میں ایک غلام آزاد کیا۔

اور پھر فرمایا جس شخص نے مجھ پر یہ درود پڑھا۔

"اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وانزل وانزله المنزل المقرب منك یوم القیامة وجبت له شفاعتی"

ترجمہ: اے اللہ رحمتیں نازل فرما محمد ﷺ پر اور انکی آل پاک پر اور انکو اپنے قرب و حضور صمدیت میں خاص مقام عطا فرما: فرمایا جو شخص یہ درود پڑھے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائیگی۔

حضرت ابو بکر صدیق فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس پر درود پڑھنا گناہوں کو مٹا دیتا ہے جس طرح ٹھنڈا پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور بارگاہ رحمت میں سلام کا نذرانہ پیش کرنا غلاموں کے آزاد کرنے سے افضل ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کل قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب وہی ہو گا جس نے سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھا ہو گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنی کتاب میں مجھ پر درود لکھا ہو گا یا پڑھا ہو گا جب تک اس کتاب میں میرا نام ہو گا فرشتے مسلسل کتاب میں لکھنے والے پر درود پڑھتے رہیں گے۔ اور فرمایا جب بھی مجھ پر کوئی شخص سلام کا نذرانہ پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میرے وجود میں لوٹا دیتا ہے اور میں خود اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

"ومن صلی علی بقرب سمعته ومن صلی علی غائبا بلغته وفی الخبر ان الدعا

موقوف بین السماء والارض والا اذا صلی علی

وصفة السلام علیه السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته وصفة الصلوة

علیه اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم انك حمید

مجید وهذه هی الصلوة التامة ویکفی الذاکر اللهم صل علی محمد وعلی آل

محمد"

ترجمہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مجھ پر قریب سے درود پڑھتا ہے تو میں اس کا درود

خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پو درود پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

اور ایک حدیث میں یوں بیان ہوا ہے کہ جو رسول ﷺ پر درود نہیں پڑھتا اس کی دعا

زمین وآسمان میں روک لی جاتی ہے (یعنی قبول نہیں ہوتی) اور جب بھی اس دعا کے ساتھ

درود کی عظمت شامل ہوتی ہے تو دعا کو شرفِ قبولیت حاصل ہو جاتی ہے۔

اور کیفیت سلام یوں ہو یعنی سلام یوں پیش کیا جائے "السلام علیك ایها النبی ورحمة

الله وبرکاته" اور یہ ہدیہ درود یوں پیش کیا جائے۔ "اللهم صل علی محمد کما صلیت

علی ابراهیم وبارك علی محمد کما بارکت علی ابراهیم انك حمید مجید"

یہی کامل درود ہے اور کافی ہے ذاکر کے لیے "اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد

واجمعت الامة علی وجوب تعظیمه وتوقیره وتوقیر آله واصحابه آمن سیر السلف

الصالح والائمة الماضین انه اذا ذکر النبی صلی الله علیه وسلم اخذهم الخضوع"

قارئین محترم!

صاحبِ کتاب ہذا نے امت کا اس بات پر اجماع نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ

کی تعظیم اور توقیر اور آپ ﷺ کی آل پاک اور اولاد پاک اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین کی تعظیم وتوقیر واجب ہے۔

فقیر یہ کہتا ہے کہ جب آپ ﷺ کے فروعی رشتوں کا یہ مقام ہے کہ ان کی تعظیم امت

پر واجب ہے تو پھر آپ ﷺ کے اصولی رشتے بھی یعنی والدین کریمین، اور آباؤ اجداد عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم اور توقیر اور ان پر درود پڑھنا بدرجہ اتم واجب اور فرض ہے۔

نوٹ: سلف صالحین اور گزشتہ زمانے کے ائمہ دین کی عظمتوں کو سلام ہو اور ان کے جذبوں کی عظمت کو سلام ہو جب بھی ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ان کی طبیعت خشوع، خضوع، سکینہ اور وقار سے بھر جاتی۔ چند ایک کا ذکر پاک ملاحظہ ہو۔

"والخشوع والسکینۃ والوقار

وکان جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اذا ذکر النبی ﷺ اصفر لونہ وکان مالک لایحدث الاعلی طھارۃ

وکان عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ اذا ذکر النبی ﷺ احمر لونہ و رجف لسانہ ھیبۃ لہ وکان عامر بن عبداللہ بن زبیر بن العوام اذا ذکر عندہ النبی ﷺ بکی حتی لا تبقی فی عینیہ دموع وکانوا اذ ذکر الحدیث لایرفع احد صوتہ وقال مالک حرمتہ میتا کحرمتہ حیا"

ترجمہ: حضرت جابر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے سامنے جب نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ہیبت وجلالِ نبوت سے ان کا رنگ پیلا زرد ہو جاتا۔

امام مالک کی شان یہ تھی کہ بغیر وضو کے وہ آپ ﷺ کا نام ہی نہیں لیتے تھے اور نہ آپ ﷺ کی حدیث بیان فرماتے تھے۔ اور حضرت عبدالرحمن بن قاسم بن محمد ابی بکر صدیق کے سامنے جب رسول اکرم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ہیبت وجلال نبوت سے ان کا رنگ سرخ ہو جاتا اور زبان کانپنے لگ جاتی۔

حضرت عامر بن عبد اللہ بن زبیر بن عوام کے سامنے جب حضور ﷺ کا نام لیا جاتا تو پھوٹ پھوٹ کر رو پڑتے اور اتنا روتے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو خشک ہو

جاتے۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم آپ کی حیات عظمت میں واجب تھی۔ عین ایسے ہی آپ کی عزت و تکریم اب بھی واجب ہے۔ آخر میں صاحب کتاب عظیم مفسر محقق احمد بن حسین بن علی بن الخطیب المتوفی ۵۱۰ھ اپنی کتاب مشہور زمانہ کتاب جو سیرت پر مشتمل ہے وسلیۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلوۃ والسلام الناشر دارالعرب الاسلامی بیروت لبنان ایک عظیم فیصلہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

"فصل

واجمع العلماء من اھل الفتوی ان من عاب النبی ﷺ والحق به نقصا فی نفسه او نسبه او دینه او خصلة من خصائله او عرض به او نسب له شیئاً علی طریق الازدراء والتقصیر لشانه فحکمه حکم الساب قتل"

ترجمہ: تمام اہلِ فتویٰ علماء کا اجماع ہے کہ جس نے بھی آپ ﷺ کی ذات پاک نسب پاک میں، دین میں اور سیرت و کردار میں کوئی عیب تلاش کیا یا کوئی نقص بیان کیا توہین کی نیت سے ادنیٰ سے ادنیٰ سی بھی گستاخی کی تو وہ واجب القتل ہے۔ واجب القتل ہے۔ واجب القتل ہے۔

"تاب نفعته التوبة فیما بینه وبین الله ولا یرتفع عنه القتل ویکون قتله حدا لا کفرا وما کان دون ذلك فالعقوبة وهی موکلة الی الحاکم وحکم سائر الانبیاء حکم نبینا صلی الله علیه وسلم وسب آل بیته واصحابه وازواجه وذریاته ﷺ وتنقیصهم حرام تجب فیه العقوبة الشدیدة ویحد قاذفهم

قال ﷺ من سب اصحابی فاجلدوه

وقال لا تسبوا اصحابی ومن سبهم فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل الله منهم صرفا ولا عدلا"

ترجمہ: بہر صورت یہ واجب القتل ہے۔ اگر اس نے توبہ بھی کی تو بھی واجب القتل ہے۔ رہا توبہ کا معاملہ وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے درمیان ہے۔ تاہم پھر بھی وہ بطور حد (شرعی سزا) کے واجب القتل ہے۔ قتل کا حکم اس سے کسی بھی صورت اٹھ نہیں سکتا۔ بہر حال یہ منتخب سزا حاکم وقت ہی دے ہے تمام انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کی گستاخی کا بھی یہی حکم ہے۔

آل پاک اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور ازواج مطہرات صلوۃ اللہ علیھم اور ذریت پاک صلوۃ اللہ وسلام علیھم اجمعین کو گالی دینا ان کی گستاخی کرنا اور ان کے نقائص بیان کرنا حرام ہے۔ اور اس میں سخت سزا دی جائے۔ کم از کم حد قذف یعنی بہتان کی حد یعنی اسی کوڑے لگائے جائیں۔

آپ ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا: جس نے میرے صحابہ کرام کو گالی دی اس کوڑے مارے جائیں۔ مزید فرمایا میرے صحابہ کرامؓ کو گالی نہ دو۔ جس نے انکو گالی دی اس پر اللہ کی لعنت ہو اور تمام فرشتوں کی لعنت ہو اور کائنات بھر کے تمام لوگوں کی لعنت ہو اور ان کی آخرت کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی کوئی نیکی قبول نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کے حق میں شفاعت قبول ہو گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ رحمت سے دھتکار دیے جائیں گے۔ العیاذ باللہ!

نوٹ: جب حضرت محمد ﷺ کی گستاخی قتل کو واجب کرتی ہے وہ گستاخی ذات کے اعتبار سے ہو یا نسب کے، بہر حال کسی بھی طرح گستاخی کرنے والا واجب القتل ہے۔ کتنا بد بخت ہے وہ انسان کس قدر ملعون ہے وہ انسان جو نبی اکرم ﷺ کے والدین کریمین سلام اللہ علیھما کو کفر کی گالی دے۔ یہ براہ راست رسول اللہ ﷺ کو گالی ہے۔

تو ایسے کمینے شخص کا تو بھیجا نکال دینا چاہیے۔ کیونکہ پیچھے گزر چکا ہے کہ امت کے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نسب مصطفیٰ ﷺ میں طعن کرنے سے یا عیب لگانے سے یا ان نفوس قدسیہ کی گستاخی کرنے سے انسان واجب القتل ہو جاتا ہے۔ ابوین مصطفیٰ کو کفر کی گالی دینے سے انسان خود کافر بھی ہو جاتا ہے اور واجب القتل بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں

آئینی طور پر اس جرم کو سنگین ترین جرم کہا گیا ہے۔ اور اس کی سزا ہمارے ملک میں بھی قتل ہے۔ مگر یہ اقدام عدالت اور حکومت وقت کی ذمہ داری ہے ایسا ہرگز نہیں کہ کوئی شخص کسی کو خود سے گستاخ رسول سمجھے اور قتل کر ڈالے۔ یہ کسی بھی صورت میں درست نہیں۔ تاہم یہ الگ بات ہے کہ ہماری حکومتیں کفر سے کچھ زیادہ ہی مرعوب نظر آتیں ہیں۔ وہ اس ملک کے بنے ہوئے آئین پر عمل درآمد سے کتراتی ہیں۔ جس کی وجہ سے کچھ لوگ حکومت کے اس رویے سے نالاں ہو کر قانون کی پرواہ کیے بغیر گستاخ کو قتل کر دیتے ہیں۔ میں ہر دو فریقوں سے گزارش کرتا ہوں کہ اعتدال کی راہ یہ ہے کہ حکومتیں اپنی آئینی ذمہ داریاں پوری کریں اور عوام اخلاقاً قانون کی پاسداری کریں۔ اسی میں سب کی بھلائی ہے۔ ایسا کسی صورت میں روا نہیں کہ حکومتیں گستاخی کرنے والوں کو باعزت بیرون ملک بھجوادیں اور شاتمان رسول ﷺ کو شہ ملتی رہے۔ نتیجہ یہ نکلے کہ لوگ اپنے جذبات ایمانی سے مغلوب ہو کر قانون کو ہاتھ میں لینا شروع کر دیں۔ اور اس طرح ملک بد امنی کا شکار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے اور ہمارے ملک کو عافیت اور استحکام نصیب فرمائے۔ ہر بد خواہ کی زد سے اس ملک کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین!

والدینِ مصطفیٰ ﷺ اہل بیتِ نبوت کا فطری وجودِ اوّل ہیں

قارئینِ محترم!

درج بالا عنوان اپنے مرتبے میں حساس بھی ہے، حسین بھی ہے اور عظیم بھی ہے۔ نجانے اہلِ علم اس گوشۂ عظمت کی طرف کیوں متوجہ نہ ہوپائے۔ تاہم فقیر، مسکین کو اللہ تعالیٰ کی ذات نے توفیق رحمت بخشی اور رحمت عالم ﷺ کی عنایتوں نے نواز دیا۔

محسن عالمین، مخدوم کائنات ابو محمد سیدنا حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب علیھم السلام اور محسنہ عالمین، مخدومہ کائنات ام محمد سیدتنا حضرت بی بی آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیھا کے

فیوض و برکات نے مجھے اس طرف متوجہ فرمایا: تو میں نے توفیق الٰہی سے قرآن مجید میں غور کیا تو قرآن مجید نے بہت ساری آیات بینات کی روشنی میں بیان فرمایا کہ والدین مصطفیٰ صلوۃ اللہ وسلامہ علیہما اہل بیت نبوت کا وجود اول ہیں۔

آیئے ہم پہلے قرآن کریم سے لفظ اہل کی تحقیق پیش کرتے ہیں۔ عمومی طور پر گھر میں رہنے والے تمام افراد کو لغتاً گھر والے یعنی اہل بیت کہا جاتا ہے۔ لفظ اہل کا معنی عموماً والا ہوتا ہے۔ اور پھر نسبت اسے خاص کرتی ہے۔ تو نسبت کے اعتبار سے دو چیزیں سامنے آتی ہیں۔

منسوب (یعنی جس کی نسبت کی جائے) اور جسکی طرف منسوب کی جائے منسوب الیہ کہا جاتا ہے۔ اب جس طرح کا منسوب الیہ ہو گا منسوب بھی اسی نسبت میں جانا جائے گا۔ اس کو عربی میں مضاف اور مضاف الیہ بھی کہا جاتا ہے۔ جس طرح اہل الکتاب یعنی کتاب والے۔ اہل الذکر یعنی ذکر والے۔ اہل المدینہ یعنی شہر والے۔ اہل القریٰ اور اہل النار یعنی آگ والے۔

اب ان کی قرآن مجید میں مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

"یَا اَهْلَ الْکِتَابِ" کئی مرتبہ قرآن میں آیا ہے۔ معنیٰ ہے اے کتاب والو۔

"فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ" ذکر والوں سے سوال کرو۔

"وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یَسْتَبْشِرُوْنَ" آیا ایک شخص مدینہ والوں سے۔ (الحجر:۶۷)

" وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا "

اگر بستی والے ایمان لاتے اور تقوی اختیار کرتے۔ (الاعراف:۹۶)

"اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ"

اے اللہ! اس شہر میں رہنے والوں کو پھلوں سے۔

"فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْٓ اَهْلِ مَدْیَنَ" (طحہ:۴۰)

اے موسی تم کئی سال مدین والوں میں رہے۔

"یٰاَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ فَارْجِعُوْا"

اے یثرب والو! تمہارا یہاں کوئی ٹھکانہ نہیں لوٹ جاؤ۔ (الاحزاب: ۱۳)

"وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَھْلِہٖ مِنْہُ"

مسجد حرام سے روکنا اور اللہ کے راستے سے روکنا بہت ہی بڑا کفر ہے اور مکہ میں رہنے والوں کو نکالنا اس سے بڑا کفر ہے۔ (البقرہ: ۲۱۷)

"فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَۃِ خَرَقَھَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَھَا لِتُغْرِقَ اَھْلَھَا"

یہاں تک کہ وہ دونوں کشتی میں سوار ہو گئے۔ کشتی کو خضر (علیہ السلام) نے پھاڑ دیا۔ موسی نے کہا اے خضر آپ کشتی والوں کو غرق کرنا چاہتے ہو؟ (الکھف: ۷۱)

قارئینِ محترم!

گیارہویں والے کی نسبت سے فقیر نے گیارہ آیتیں لفظ اہل کی تحقیق میں پیش کر دی ہیں۔ ان تمام آیتوں میں اہل سے مراد والا ہوتا ہے۔ اب آیئے اہلِ بیت کی تحقیق میں قرآن مجید سے مدد مانگتے ہیں۔

قرآن پاک میں اہلِ بیت سے مراد اہلِ خانہ ہوا کرتے ہیں۔ (یعنی گھر کے افراد) ہوتے ہیں۔

"اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَھْلِھَا "(النور: ۲۷)

اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو۔

جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں پہنچے اور کسی دائی کے دودھ کو منہ تک نہیں لگایا تو فرعونی پریشانی ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام کی بہن بولیں:

"ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰۤی اَھْلِ بَیْتٍ یَّکْفُلُوْنَہٗ لَکُمْ وَ ھُمْ لَہٗ نٰصِحُوْنَ "(القصص: ۱۲)

کہ میں تمہیں بتاتی ہوں ایک گھر والوں کے حوالے سے وہ اس کی خوب کفالت کریں گے اور خوب خیر خواہی کریں گے۔

یہاں تو نبی کی ماں کو اہلِ بیتِ نبوت کہا۔ بہر حال اہلِ بیت کا معنی عمومی طور پر گھر والے ہی ہوا کرتے ہیں۔ امام لغت راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل سے مراد گھر والے ہیں جو اُس گھر میں ساکن (ٹھہرے ہوئے) ہوں جو ایک گھر میں ہی رہتے ہوں۔ بیوی بھی، اہلِ بیت ہی میں شامل ہے۔ قرآن کریم کی نصوص اس بات پر بول رہی ہیں۔

ملاحظہ ہو:

" قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ " (ھود:۴۰)

ہم نے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کشتی میں سوار کرلو خود کو اور گھر والوں کو اور ہر چیز کے دو جوڑوں اور ایمان والوں کو۔

"وَ نَمِيْرُ اَهْلَنَا" (یوسف:۶۵)۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنے گھر والوں کے لیے غلہ لے جائیں۔ یہاں بھی اہل سے مراد تمام گھر والے ہیں "مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ" (یوسف:۸۸) "وَقَالَ يُوسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ" "وَ اْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ" (یوسف:۹۳) "وکانوا اباہ و زوجة ابيه واخوته كما اخبرعنهم الرب جل و علا بقوله "" فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ؗ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا"

(یوسف:۹۹-۱۰۰)

"فانت ترى كل هذه الشواهد القرآنية لم يدخل فى لفظ (اهل) فيها غير سكان بيت الرجل الذى يجمعهم و اياه ذلك البيت و لم يدخل الاقارب فى قط"

ترجمہ: ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی ہے اور یوسف علیہ السلام نے کہا تم اپنے

تمام گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔ ان کے اس گھر میں یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماں باپ بھی تھے بھائی بھی تھے۔ جس وقت وہ یوسف علیہ السلام کے پاس آئے اُن میں یوسف علیہ السلام کے ماں باپ بھی تھے۔

نوٹ: نبی کے والدین کریمین بھی اہلِ بیتِ نبوت ہوا کرتے ہیں بلکہ نبی کے گھر کے تمام افراد اہلِ بیتِ نبوت ہوا کرتے ہیں۔ قرآنی شواہد یہی بیان کر رہے ہیں۔

ازواجِ مطہرات اہلِ بیت نبوت کا فطری وجودِ ثانی ہیں۔

کسی بھی شخص کی بیوی اسکے اہلِ بیت کا فرد ہوا کرتی ہے۔اس کی دلیل پر لغت بھی گواہ ہے شرح بھی گواہ ہے اور عقل بھی گواہ ہے۔ اقتباس حاضرِ خدمت ہے۔

"اَلزَّوْجَةُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِ اَلرَّجُلِ بَلْ هِيَ اُوْلٰى عَضُوْفِيْهِ
فَاَهْلُ الرَّجُلِ زَوْجَتُهٗ بِدَلِيْلِ اللُّغَةِ وَالشَّرْعِ وَالْعُرْفِ وَالْعَقْلِ وَلَا دَلِيْلُ آخَرُ"

خانگی امور کے حوالے سے بیوی اہلِ بیت کا عضو اول ہے پس بندے کی اہلِ میں اسکی زوجہ شامل عظمت ہے۔ لغت کی دلیل کے ساتھ، شرع کی دلیل کے ساتھ اور عرف اور عقل کی دلیل کے ساتھ۔ دلیل لغت ملاحظہ فرمائیں۔

"دَلِيْلُ اللُّغَة

يَقُوْلُ الرَّاغِبُ الاَصْفَهَانِيْ وَعِبَقْرُ بِاَهْلِ الرَّجُلِ عَنِ امْرَاَتِهٖ وَتَاَهَلَ اِذَا تَزَوَّجَ مِنْهُ قَبْلَ اَهْلَكَ اللّٰهُ فِي الْجَنَّةِ اَيْ زَوْجَكَ فِيْهَا وَجَعَلَ لَكَ فِيْهَا اَهْلًا يَجْمَعُكَ وَاِيَّاهُمْ

وَفِيْ مُخْتَارِ الصَّحَاحِ يَقُوْلُ الرَّازِيْ اَهْلِ الرَّجُلِ تَزَوَّجَ وَ بَا بِهٖ دَخَلَ وَجَلَسَ وَ تَاَهَلَ مِثْلَهٗ هٰذَا دَلِيْلُ"

امامِ لغت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باھل الرجل سے اس کی بیوی

مراد ہے جس وقت وہ اس سے شادی کرے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اھلك الله فی الجنة یعنی تو اور تیری بیوی دونوں کو اللہ تعالیٰ جنت دے۔ یعنی تم دونون جنت میں جمع ہو جاؤ۔

اور مختار الصحاح میں بھی امام الرازی فرماتے ہیں کہ اہل سے مراد شرعیہ کے مطابق بیوی کا اہلِ بیت سے ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

"دلیل الشرع

تامل ھذہ الآیات

فلما قضی موسی الاجل وسار باھله القصص ٥ ولم یکن معه ساعتھا غیر زوجه

قالت یا ویلتی االد وانا وجوز وھذا بعلی شیخا وھذا اقول سارة زوجة ابراھیم علیه السلام فبما ذا اجابتھا الملائكة وتحت ای وصف ادخلتھا قالوا اتعجبین من امرالله رحمت الله وبرکاته علیکم اھل البیت انه حمید مجید (ھود ۷۳، ۷۲)

فلولا کونھا من اھل بیت ابراھیم علیه السلام لما رحمھا الله بھذا المعجزة ولا بارك علیھا فحملت یاسحق علیه السلام واذن فلا عجب

وقالت اخت موسی علیه السلام لفرعون ھل ادلکم علی اھل بیت یکفوله لکم وھم له ناصحون القصص فمن قصدت اولا باھل البیت الیست امھا اول المقصودین بھذا اللفظ لان کفلة الرضیع تتوجه اول ما تتوجه الی المرضع وھی ھنا ام موسی لذلك قال تعالیٰ فرددناہ الی امة کی تقر عینھا ولا تحزن (لقصص ۱۳)

حتی امراۃ العزیز خطبت زوجھا فقالت ما جزاء من اراد باھلك سوءا (یوسف ۲۵)

ای بزوجتك

وھذہ عدۃ آیات عن لوط علیه السلام وامراته یدخلھا الله تحت مسی "

دلیل شرعی:

جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی بیوی لیکر مدین سے واپس لوٹے تو یہاں اہل سے

مراد بیوی ہے کیونکہ اس وقت سفر میں جناب موسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی کے علاوہ ان کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب فرشتوں نے بیٹے کی بشارت دی تو یہ بشارت ان کی حضرت سارہ سلام اللہ علیہا بھی سن رہی تھیں۔ آپ سلام اللہ علیہا تعجب سے بولیں کہ بیٹا کیسے ہو سکتا ہے میں تو بوڑھی ہوں اور میرے شوہر ضعیف العمر ہیں۔

فرشتوں نے جواب میں کہا کہ تم اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر تعجب کرتی ہو اور اس کی رحمت وبرکات پر تعجب کرتی ہو۔ تم تو اہلِ بیت نبوت ہو یعنی تمہیں یہ باتیں نہیں کہنی چاہیے۔

اس آیت میں بھی نبی کی بیوی اہلِ بیت نبوت کا باب ہیں۔

حضرت موسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہن نے بھی کہا کہ میں تمہاری رہنمائی کرتی ہوں ایسے گھر والوں کی طرف جو بچوں کی کفالت میں بڑے خیر خواہ اور مشہور ہیں۔ اس آیت میں نبی کی ماں اہلِ بیت نبوت کا باب اول نظر آتیں ہیں۔

اور عزیز مصر کی عورت نے کہا کہ اس شخص کی کیا سزا ہے جو تیری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں نبی کی بیوی کو اھل بیت کہا گیا ہے۔

"الاھل فی کل المواضیع التی ورد فیھا انجاؤھم والا لما استثناھا منھم فانجینا ہ واھلہ الا امراتہ کانت من الغابرین (الاعراف ۸۳)

قالوا یا لوط انا رسل ربک لن یصلوا الیک فاسر باھلك بقطع من اللیل ولا یلتفت منکم احد الا امراتك (ھود ۸۱)

فانجیناہ واھلہ الا امراتہ قدرناھا من الغابرین (النمل ۵۷)

ترجمہ: ہم نے حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے گھر والوں کو نجات دی مگر نافرمان بیوی پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوئی (سورۃ اعراف:۸۳) فرشتے بولے! اے لوط! ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ آپ اپنے گھر والوں کو لیکر رات کے حصے میں نکل

جائیں۔ پس ہم نے لوط کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دی۔

مذکورہ بالا آیات بینات میں اہلِ بیت سے مراد ابتداءً ماں باپ لیے گئے ہیں۔ اور والدین بھی مراد عظمت ہیں۔ اور بیوی خانگی امور میں اہلِ بیت کا وجود اول ہیں اور اولاد پاک بھی اہلِ بیت کا باقاعدہ حصہ ہیں اور بہن بھائی بھی اہلِ بیت ہوا کرتے ہیں۔

اور وہ لوگ جو مسلسل گھر میں رہتے ہیں اور گھر کا حصہ جانے جاتے ہیں یہ بھی اہلِ بیت والوں کا حصہ ہوا کرتے ہیں۔

"فنجیناہ واھلہ اجمعین۝ الا عجوزا فی الغابرین (الشعراء:۱۷۱)

قال ان فیھا لوطا قالوا نحن اعلم بمن فیھا لننجینہ واھلہ الا امراتہ کانت من الغابرین (۱۵ العنکبوت ۳۲)

لا تخف ولا تحزن انا منجوک واھلک الا امراتک کانت من الغابرین (عنکبوت ۳۳)

فکرر الاستشناء مع ان لآیتین متقاربتان لا تنفصل بینھما الا آیۃ واحدۃ وفی سیاق واحد

وان لوطا لمن المرسلین اذ نجیناہ واھلہ اجمعین الا عجوزا فی الغابرین

ولا شک ان ھذا الاصرار علی استشناء امراۃ لوط فی کل مرۃ یذکر فیھا اھلہ لا داعی لہ لو کان العرب الذین نزل علیھم القرآن یستطیعون فیھم لفظ الاھل مجردا من الزوجۃ

دلیل العرف

واطلاق لفظ الاھل والمراد منہ الزوجۃ امر متعارف علیہ الی الیوم یقول الرجل مثلا جاءت معی اھلی یقصد زوجتہ والناس تفھم منہ ذلک

دلیل العقل

اذ کل رجل انما یبداء بیتہ بزوجتہ وکل عائلۃ تبداء باب وام او رجل وامراۃ ھی

زوجته اهنا یصح اطلاق لفظ الاهل علی الزوجة حتی قبل مجیئ الاولاد وحتی لولم

یکن عند الرجل اب او ام او اخوة فالزوجة اول شخص فی البیت یطلق علیه اسم

الاهل فهی اول اهل بیت الرجل او اهل البیت الذلك قیل للزوجة ربة البیت فهی

لیست اهله فحسب او من اهل بیته وانما هی ربة هذا البیت"

پس ہم نے نجات دی اس کو اور اسکے تمام گھر والوں کو مگر بڑھیا پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام عذاب کے فرشتوں سے کہا کہ تم جس بستی میں عذاب نازل کرنے جارہے ہو وہاں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرماہیں۔ فرشتے بولے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ وہاں کون ہے؟ ہم ضرور ضرور نجات دیں گے جناب لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور انکے گھر والوں کو مگر ان کی بیوی پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔ اس میں بیوی کے علاوہ دیگر تمام نفوس کو اہلِ بیت نبوت کہا گیاہے۔ فرشتوں نے لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ آپ ان سنگین حالات سے خوف زدہ نہ ہوں اور نہ ہی غم زدہ ہوں۔ بے شک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے۔ مگر آپ کی بیوی پیچھے رہ جانے والوں میں ہو گئی۔ (العنکبوت:۳۳) اور بے شک لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام رسولوں میں سے تھے۔ ہم نے ان کو اور ان تمام گھر والوں کو نجات دی۔ مگر ان کی عورت کو پیچھے دھکیل دیا۔

نوٹ: اس میں کوئی شک نہیں کہ حرف استثناء لگا کہ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی کو بار بار پیچھے پھینکا گیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیوی اہلِ بیت نہ تھی بلکہ اہلِ بیت تھیں۔ مگر نافرمان ہونے کی وجہ سے اور غدار ہونے کی وجہ سے اسکو اہلِ بیت نبوت سے نکالا گیا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بیوی اہلِ بیت نہ تھی ورنہ قرآن کی آیات میں ٹکراؤ پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ دیگر کئی آیات بینات سے ثابت ہو رہا ہے کہ بیوی اہلِ بیت سے ہوا کرتی ہے۔

دلیلِ عرف:

آج تک کائنات بھر میں لوگوں کا مشہور عرف یہ ہے کہ بیوی کو گھر والی ہی کہا جاتا ہے۔ جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ آیا ہوں۔ اس کا ارادہ اس سے اسکی بیوی ہوا کرتا ہے اور لوگ بھی اسکے اس کہنے سے یہی سمجھتے ہیں۔

دلیلِ عقل

عقلی دلیل یہ ہے کہ خاندانی زندگی میں جب کوئی شخص اپنے افراد خانہ کے اعتبار سے اپنے گھر والوں کا تصور قائم کرتا ہے تو گھر والوں میں ماں باپ بھی ہوں، اور اولاد بھی ہو، بہن بھائی بھی ہوں اور اس گھریلو تصور میں یہ تمام مذکورہ افراد متصور ہوتے ہیں۔

اگر ماں باپ اور بہن بھائی نہ ہوں تو افراد خانہ کا تصور ابتداء بیوی سے کیا جاتا ہے۔ پھر اولاد سے کیا جاتا ہے۔ اسی لیے بیوی کو ربۃ البیت بھی کہتے ہیں۔ اگر بیوی گھر سے متعلق نہ ہو تو اسے ربۃ البیت کیوں کہا جاتا ہے؟

لہٰذا مذکورہ تمام افراد اہلِ بیت ہی ہیں۔

"فالزوجة اذن اهل الرجل ومن اهل بيته فبای حق تخرج ازواج النبی ﷺ من بيته ويقال انهن لسن من اهله فموسی ازواجته من اهله وابراهيم زوجته من اهله وعمران زوجته من اهله وحتی لوط امراته من اهله بل حتی الوزير الفاسق امراته من اهله بل كل رجال الدنيا منذ خلقت والی ان تفنی زوجاتهم من اهل بيتهم الا رسول الله ﷺ الطاهر المطهر زوجاته الطاهرا ت امهات المومنين بنص القرآن لسن من اهله !!! بای لغة يتحدث القوم"

ترجمہ: حیرت اس بات پر ہے کہ کائنات بھر کے لوگوں کی بیویاں انکی اہلِ بیت کہلوائیں۔ مگر امام الانبیاء سیدنا حضرت محمد ﷺ کی ازواج مطہرات کو اہلِ بیت نبوت میں

شامل نہ کرنا یہ کہاں کا انصاف ہے۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ قرآن پاک کے مطابق جناب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ بھی اہلِ بیت نبوت ہوں جناب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ بھی اہلِ بیت نبوت ہوں حضرت عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ بھی اہلِ بیت نبوت ہوں اور کائنات بھر کے مردوں کی عورتیں ابتدائے کائنات سے لیکر قیامت تک تمام مردوں کی عورتیں ان کی اہلِ بیت ہوں مگر رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات صلوۃ اللہ علیھن اجمعین جن کو قرآن مجید نے اہلِ بیت نبوت کہا ہے ان نفوس قدسیہ کو اہل بیت نبوت نہ ماننا کائنات کی سب سے بڑی جہالت ہے۔لوگو! حرمِ نبوت کا حیاء کرو۔

قارئینِ محترم!

اس مسئلے میں اُمت محمدیہ دولخت ہے۔حالانکہ بات یہ ہے کہ حرم نبوت کے معاملے میں کسی کو کوئی حق نہیں کہ وہ حرم نبوی کے فیصلے کرے۔حرم نبوت ہمیشہ تقدس مآب تھا،ہے اور رہے گا۔حرم نبوت کے تقدس کا معاملہ کسی کے ماننے اور نہ ماننے پر موقوف نہیں۔جس طرح نفس نبوت کی عظمت ہے یعنی اس کو کوئی مانے تب بھی نبوت ہے اور اگر کوئی نہ مانے تب بھی نبوت نبوت ہے۔

ایسے ہی رحمت عالم ﷺ کی نسبتوں کی عظمتیں ہیں۔ان نسبتوں کی عظمتوں کو کوئی مانے یا نہ مانے بہر حال خدا تعالیٰ کے ہاں یہ عظیم نسبتیں ہیں۔قرآن پاک اس کا گواہ ہے رہا مخالفین کا اس بارے میں باتیں کرنا ان باتوں کی حقیقت بک بک کے سوا کچھ نہیں یہ باولے کتوں کی طرح بھونک ہے۔

نسبتِ رسول اللہ ﷺ کی عظمتوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مطلوب بھی ہیں مقصود بھی ہیں اور محبوب بھی ہیں۔

آیئے ہم ان عظمت والی نسبتوں میں جو سب سے اعلیٰ نسبت ہے۔ہم انکا ذکر خیر کرتے ہیں۔وہ نسبت جو وجود نبوی کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ اور افضل ہے اس کا نام ہے والدین

مصطفیٰ ﷺ۔ کائنات کی تمام فطری اکائیوں میں جب غور کیا جاتا ہے تو فطرت کے اعتبار سے انسان کو بزم ہستی میں جو سب سے پہلا وجود شفقت و محبت میسر آتا ہے وہ انسان کے والدین کا ہوا کرتا ہے۔

پھر انسان کئی سال انکی شفقتوں سے فیض یاب ہوتا ہے۔ حد بلوغت تک پہنچتا ہے۔ پھر محبت کا دوسرا وجود جو انسان کو میسر آتا ہے۔ وہ بیوی کا ہے اور تیسرا وجود جو محبت اور خدمت کے جذبوں سے لبریز ہوتا ہے وہ اولاد کا وجود ہے۔

پھر اسی تسلسل میں اولاد کی اولاد کا وجود ہے۔ لیکن ان چاروں محبتوں میں ایک واضح امتیاز ہے۔ وہ یہ ہے کہ بیوی بھی انسان کے لیے خادمہ ہوا کرتی ہے اور باکردار بیوی خاوند کی مخدومہ نہیں کہلاتی بلکہ خادمہ ہوتی ہے۔ بعد ازاں اولاد بھی خدمت کے جذبوں کی بنیاد پر خادم ہی کہلاتی ہے۔ اور اولاد کی اولاد بھی اسی خدمت کے تصور میں خادم ہی کہلا پائیں گے۔ جبکہ والدین کو کوئی بھی خادم کہنے کی جسارت نہیں کرتا بلکہ جب بھی ان کا ذکر خیر آتا ہے تو ان کی شان مخدومیت فوراً ذہن اور قلب وروح میں اتر جاتی ہے۔ کائنات کا کوئی بھی ذی شعور یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے والدین میرے خادم ہیں۔ بلکہ حیاء کے ضابطے کے مطابق یہ کہتا ہے کہ میں انکا خادم ہوں اور وہ میرے مخدوم ہیں۔ یہی فطرت ہے اس کے برعکس خلاف فطرت ہے۔

تاہم والدین اپنی شان مخدومیت میں اپنے بچوں کی خدمتوں کی تدریج میں ہر اعتبار سے مخدوم ہیں۔ لیکن قربان جائیں ان مخدوموں کی شان مخدومیت پر جو امام الانبیاء، تاجدار کائنات باعث تخلیق، کائنات مالک کائنات سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضور ﷺ کے بھی مخدوم ہیں۔ ہے کائنات میں کوئی پروازِ فکر رکھتا جو اس شانِ مخدومیت کا اندازہ کر سکے۔ یا احاطہ کر سکے۔

اللہ اکبر! یہ مخدومان نبوت ہیں۔ اس عنوان سے معنون ہیں محسن کائنات تاجدار عصمت شہسوار عفت دلربائے بزم ہستی قبلہ قدسیاں کعبۂ بے کساں مہبط نور یزداں مخزن شفیع

مجرماں مبداء سید مرسلاں مرکز محبت اہل ایمان والد حامل قرآن ابو محمد ابو احمد ابو قثم صاحب عطا سیدنا حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شان مخدومیت کا پہلا عنوان ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ یہ شان مخدومیت جس ذات والا صفات کے شایان شان ہے وہ ہیں محسنہء عالمین مخدومہ کائنات قبلہ عصمت کعبہ عفت مخزنہء نور رسالت مرتبہ شان مادریت معیار حیاء و قار وفا معراج استقامت سر چشمہ لطافت حسن شرافت پیکر خیر و برکت مرکز نور لم یزل مادر نبی بے مثل ام محمد سیدتنا حضرت آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیھما۔

قارئین محترم!

یہ ہیں وہ نفوس عظمت جو مخدومین محمد ﷺ ہیں۔ یہ اہل بیت نبوت کا فطری وجود اول ہیں۔ ان کو اہل بیت نبوت میں شامل نہ کرنے سے کاشانہء نبوت کا تقدس بے شک نامکمل ہے۔ افسوس! کہ امت مسلمہ نے ان نفوس قدسیہ سے بے اعتنائی کیوں برتی۔ جبکہ قرآن مجید نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین، طیبین طاھرین، معطرین، مطھرین، منزھین کو، اہل بیت نبوت کا وجود اول قرار دے رہا ہے۔ حوالے کے طور پر چند آیات بینات حاضر خدمت ہیں۔

نمبر:۱ جّد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات نے فرشتوں کے ذریعے نبی بیٹے اور نبی پوتے کی بشارت دی تو اس وقت جناب سیدہ سارہ سلام اللہ علیھا بھی حاضر خدمت تھیں۔

آپ سلام اللہ علیھا سے کہا گیا کہ اے سارہ سلام اللہ علیھا! تم ایک نبی کی ماں ہو اور ایک نبی کی دادی ہو۔ صورتِ حال یہ بنی اسے قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے:

"وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝"

(ھود:۷۱)

جنابِ سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا پاس ہی کھڑی تھیں خوش خبری ملنے پر ہنس پڑیں۔ بولیں یہ

کیسے ہو سکتا ہے میں بوڑھی اور بانجھ ہوں اور میرے شوہر ضعیف العمر ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ بی بی ہم تمہیں اپنی شانِ قدرت سے نبی کی ماں بھی بنائیں گے اور نبی کی دادی بھی۔

"قَالَتۡ يٰوَيۡلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوۡزٌ وَّهٰذَا بَعۡلِىۡ شَيۡخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ عَجِيۡبٌ"

(ھود:۷۲)

بی بی سارہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ تعجب ہے! کیا میں بچہ جنوں گی۔ میں بوڑھی ہوں اور میرے خاوند بھی ضعیف العمر ہیں۔ یہ بڑا ہی عجیب ہے کہ ہم بچہ جنیں گے۔ اس پر فرشتوں نے اللہ رب العزت کا پیغام سُنایا۔ فرشتے بولے بی بی آپ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر رحمت اور اس کی برکتوں پر جو اہلِ بیتِ نبوت پر ہونے والی ہیں یعنی آپ پُر اُمید ہونے والی ہیں اُس پر تعجب کر رہی ہو۔ جس کو قرآن پاک نے یوں بیان کیا:

" قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ "(ھود:۷۳)

فرشتے بولے اے بی بی سارہ سلام اللہ علیہا آپ اللہ کے فیصلے پر اُس کی رحمت پر اور برکتوں پر جو اہلِ بیت نبوت پر ہونے والی ہیں یعنی جو برکتیں آپ پر ہونے والی ہیں اُس پر تعجب کر رہی ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بڑی بزرگی والا ہے اور اُس کی تمام بزرگیاں حمد وثناء کے لائق ہیں۔

قارئینِ محترم! اس آیت کریمہ میں نبی کی ماں کو اہلِ بیت کہا گیا بلکہ اہلِ بیتِ نبوت کا وجودِ اوّل کہا گیا۔ حد یہ ہے کہ قرآن مجید نے تو نبی کی دادی کو بھی اہلِ بیتِ نبوت کہا ہے جس کی خود قرآن مجید گواہی دے چکا ہے۔

نمبر ۲: حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جب اُن کے بھائی غلہ لینے کے لیے گئے تو دورانِ گفتگو شناسائی ہو گئی تو غلہ ملنے کے بعد برادرانِ یوسف واپس لوٹنے لگے تو اس پر جنابِ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب تم دوبارہ آؤ تو گھر والوں کو یعنی اہلِ بیت

کو میرے پاس لے آنا۔ جس کو قرآن پاک نے یوں بیان کیا ہے: "وَاْتُوْنِیْ بِاَھْلِکُمْ اَجْمَعِیْنَ"

کہ تم جاؤ اور میرے پاس تمام گھر والوں کو لے آؤ۔ اس آیت میں والدین نبی اہلِ بیتِ نبوت کا وجود اوّل ہیں۔ قرینہ اس پر یہ ہے کہ جب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اُن کے بھائی آئے تو سب سے پہلے یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو تکریماً داخل محل سرائے رحمت کیا۔ قرآن مجید نے اسے یوں بیان کیا: "اٰوٰی اِلَیْہِ اَبَوَیْہِ" اور ایک آیت میں مزید اسی طرح اس عنوان کو بیان کیا "وَرَفَعَ اَبَوَیْہِ عَلَی الْعَرْشِ" یعنی ابتداءً انھوں نے اپنے ماں باپ کو کاشانۂ نبوت کے تختِ رحمت پر بٹھایا۔ گویا سابقہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین علیہم الصلوٰۃ والسلام اہلِ بیتِ نبوت کا وجودِ اوّل ہیں اور کاشانۂ نبوت کا حسن ہیں۔ قرآن مجید نے اس عظمت کو نص صریح سے بیان فرمایا ہے جس میں شک کرنا کفر ہے۔

بنابریں والدین پیکرِ رحمت کو اہلِ بیت نبوت نہ سمجھنا کفر ہے۔

نمبر ۳: جنابِ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کریمہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات نے وحی فرمائی یعنی الہام فرمایا کہ اِن کو دودھ پلاؤ اور اگر فرعونیوں کی طرف سے خطرہ بڑھ جائے تو ان کو دریا میں بہا دینا اور غم نہیں کرنا بے شک ہم جنابِ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی طرف لوٹا دیں گے اور ان کو شان والا رسول بنا کر آپ کو عطا کر دیں گے۔ اس پر حضرت اُمّ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا ہی کیا۔

پھر جنابِ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرعونیوں نے دریا سے اُٹھالیا اور گھر لے گئے چونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نوزائیدہ بچے تھے اس لیے دودھ کی ضرورت پڑی۔ دودھ پلانے والی عورتیں آئیں اُنھوں نے اپنا دودھ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ کو لگایا تو اس پر جلالتِ الٰہی نے فرمایا کہ اے میرے پیارے کلیم! ہم نے آپ کی نبوی فطرت پر غیر پاکیزہ

عورتوں کا دودھ حرام کر دیا ہے۔

ہمارا یہ فیصلہ پہلے سے ہی طے شدہ تھا۔ اس پر جناب موسیٰ علیہ السلام نے اُن عورتوں کے دودھ کو منہ تک نہیں لگایا۔ فرعونی پریشان ہو گئے۔ اب اس نوزائیدہ بچے کی پرورش کیسے ممکن ہو پائے گی۔ اس معمہ کو کیسے حل کیا جائے۔ کچھ دیر گزری ہی تھی کہ جنابِ موسیٰ علیہ السلام کی بہن چھپے چھپے وہاں پہنچی اور یہ سارا منظر دیکھا تو فرعونیوں سے کہا کہ گھبراؤ نہیں میں تمہاری ایسے گھر والوں کی طرف رہنمائی کرتی ہوں جو بچوں کی پرورش میں بڑے ہی خیر خواہ ہیں۔ قرآن مجید نے اسے یوں بیان کیا۔

"فَقَالَتۡ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰۤى اَهۡلِ بَيۡتٍ يَّكۡفُلُوۡنَهٗ لَـكُمۡ وَهُمۡ لَهٗ نٰصِحُوۡنَ" (قصص:۱۲)

قارئینِ محترم! یہاں بھی نبی کی ماں اہلِ بیتِ نبوت کا وجودِ اول ہیں۔ اقتضاءً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدِ گرامی بھی اہلِ بیتِ نبوت کا وجودِ اول ہیں گویا قرآن مجید کی آیاتِ بینات اور نصوصِ قطعیہ نے طے کر دیا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے والدینِ کریمین اہلِ بیتِ نبوت کا وجودِ اول ہوا کرتے ہیں۔ اس کا انکار کفر ہے۔ تو جن نفوسِ قدسیہ کی عظمت و تکریم کے لیے مذکورہ بالا قصص بیان ہوئے وہ بدرجہ اولیٰ اہلِ بیتِ نبوت کا وجودِ اول ہیں۔ اس پر قرآن مجید بھی گواہ ہے۔ شریعت بھی گواہ ہے عرف اور عادت بھی گواہ ہے اور عقل بھی گواہ ہے۔

اب اتنی بڑی تصدیق کے بعد کوئی شخص اس حقیقت کا انکار کرے تو وہ کائنات بھر کا بدترین بدبخت اور لعین ہے۔ جس طرح حرمِ نبوت کے دوسرے نفوسِ قدسیہ مثلاً ازواجِ مطہرات، صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیھن اور آل پاک، اولادِ پاک، عترتِ پاک اہلِ بیتِ نبوت میں شاملِ عظمت ہیں اور ان سے بھی کہیں زیادہ والدینِ مصطفیٰ ﷺ شاملِ عظمت ہیں۔

قرآن و سنت کی روشنی میں جتنا تقدس دیگر اہلِ بیت نبوت کو میسر ہے اُن سے کہیں زیادہ تقدس اور بزرگی حضور نبی کریم ﷺ کے پیارے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، معطّرین کو حاصل ہے۔

کیونکہ نسبتِ وجودِ نبوی کی بنا پر ازواجِ مطہرات اور اولادِ اطہار صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیھم اجمعین کے فضائل اور مناقب جو قرآن و حدیث میں بیان ہوئے یقیناً اُن کا حصہ اور مرتبہ ہیں اور نسبتیں فروعی ہیں۔ جب فروعی نسبتوں کا یہ مقام ہے تو اُصولی نسبتوں یعنی والدین کریمین کی عظمتوں کا کتنا بڑا عظیم الشان مرتبہ ہو گا۔ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا"

اب ہم آپ کو اہلِ بیت نبوت کے فضائل و مناقب میں وارد ہونے والے دلائل کا مشاہدہ کراتے ہیں۔ یہ سب دلائل جس طرح ازواجِ مطہرات اور اولادِ اطہار صلوٰۃ اللہ و سلامہٗ علیھم اجمعین کے لیے مؤثرِ عظمت ہیں اس سے کہیں زیادہ حضور سرکارِ کائنات ﷺ کے پیارے والدین کریمین صلوٰۃ اللہ و سلامہٗ علیھما اجمعین کی شان و عظمت میں مؤثر عظمت ہیں۔

اہل بیتِ نبوت کا مقام اور قرآن عظیم

قارئینِ محترم!

گزشتہ اوراق میں آپ نے اہلِ بیتِ نبوت کی بابت پڑھا کہ اہلِ بیتِ نبوت کے نفوسِ قُدسیہ میں والدین مصطفیٰ "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ وَالِدَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ" اہل بیتِ نبوتِ کا وجودِ اول ہیں۔ ازواجِ مطہرات اور آل پاک، اولادِ اطہار صلوٰۃ اللہ و سلامہٗ علیھم اجمعین سب شاملِ عظمت ہیں۔

ان کے درمیان میں کوئی تقسیم نہیں ہے نہ ہی ان کے درمیان میں باہمی تقابل اور مقابلہ ہے اور نہ ہی ان میں باہمی موازنہ ہے۔ ہر ایک طبقہ رحمت اپنی شان و عظمت میں بے مثل و بے مثال ہے، کائنات کے کسی فرد کو کوئی حق نہیں کہ وہ اپنے ہاتھ میں ترازو لے اور ان نفوسِ عظمت کو اپنے مخصوص وضعی، مسلکی بناوٹی عقیدوں میں تولتا پھرے۔

یہ حرمِ نبوت ہے، یہ مطافِ قدسیاں ہے، یہ مہبطِ وحی و سکینہ ہے۔ اس کاشانۂ رحمت میں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ یہاں سے عظمتوں اور برکتوں کی خیرات ملتی ہے۔ یہ جاجہاں پناہِ عالم ہے یہاں انوار و تجلیات الٰہیہ کی بارش ہوتی ہے، یہاں قرآنی آیات کا نزول ہوتا ہے، یہاں سے کائنات میں حکمت کے نور کی خیرات تقسیم کی جاتی ہے، یہاں پر عفت، عصمت، شرافت، دیانت، صداقت، امانت، صبر، استقامت، وفا، حیاء، وقار اور تقدس جیسے عظیم احساس اور خُلقی عظمتیں اپنے وجود کی خیرات مانگ رہی ہیں۔

یہاں پر بحث حرام ہے۔ یہاں تو قلب و روح کو نیاز مندی کے ساتھ حضورِ ناز میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس حرم میں تو جنابِ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام بے اجازت داخل نہیں ہوتے۔ وہ بدبخت ہیں جو لوگ جو اس عصمت مآب حرم میں جھانکتے ہیں، بے شرم ہیں وہ لوگ جو حرمِ نبوت کا حیاء نہیں رکھتے۔ کافر ہیں وہ لوگ جو اس کے تقدس کو پائمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس حرمِ عظمت کی حرمت کا تو خدا گواہ ہے، قرآن گواہ ہے، خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گواہ ہیں، صحابہ کرام علیہم الرضوان گواہ ہیں بلکہ علمِ نافع والے تمام اہلِ علم گواہ ہیں۔

اتنی شہادتوں کے باوجود اس غیر معمولی حرمت والے حرم کو معمولی سمجھنا اس سے بڑی بد دیانتی اور کیا ہو سکتی ہے۔ آیئے ہم آپ کو قرآن مجید کی آیاتِ بینات کی روشنی میں اس حرمِ عظمت کی حرمت بیان کرتے ہیں۔

حرمتِ حرمِ نبوی اور قرآن عظیم

قارئینِ محترم!

حرمِ نبوی کی حُرمت کی بابت قرآن عظیم یوں گویا ہو رہا ہے:

" یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ

اِنَّ ذٰلِكُمۡ كَانَ يُؤۡذِى النَّبِىَّ فَيَسۡتَحۡىٖ مِنۡكُمۡ‌ وَاللّٰهُ لَا يَسۡتَحۡىٖ مِنَ الۡحَـقِّ‌ؕ وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡـئَلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ‌ؕ ذٰ لِكُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ‌ؕ وَمَا كَانَ لَـكُمۡ اَنۡ تُؤۡذُوۡا رَسُوۡلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنۡ تَـنۡكِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ اَبَدًا‌ؕ اِنَّ ذٰ لِكُمۡ كَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمًا ۞ اِنۡ تُبۡدُوۡا شَيۡـئًا اَوۡ تُخۡفُوۡهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ۞"

(الاحزاب:۵۳،۵۴)

اے ایمان والو! بے اجازت حرمِ نبوت میں تم نہیں جاسکتے، ہاں اگر محبوب اجازت فرمائیں تو تم حرمِ شریف میں داخل ہو سکتے ہو۔ مگر احتیاط یہ رکھنا کہ تم کھانا پکنے کی راہ نہ تکتے رہو۔ جب محبوب ﷺ تمہیں دعوت پر بلائیں تو پھر آجاؤ۔ جب کھانا کھا چکو تو فوراً باہر آجاؤ۔ جب کھانا کھا چکو تو فوراً باہر نکل کر منتشر ہو جایا کرو۔ یہ حرمِ نبوت ہے اس حرم سرائے اقدس میں گپ شپ نہیں لگانی۔ تمہارا تادیر بیٹھنا میرے محبوب کو اذیت دیتا ہے لیکن میرا محبوب شرم وحیاء کی عظمت میں تمہیں اُٹھ جانے کو نہیں کہتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں جھجکتا اور یاد رکھو جب تم نے محبوب کے گھر والوں سے کسی چیز کا سوال کرنا ہو تو حجابِ عظمت کے پیچھے سے کرنا ہے۔ یعنی باہر سے کرنا ہے یہی تمہارے دلوں کی عظمت طہارت ہے اور اہلِ بیتِ نبوت والوں کے لیے بھی عظیم ترین طہارت ہے۔

تمہارے لیے کسی بھی صورت میں مناسب نہیں کہ تم رسول اللہ ﷺ کو اذیت دو اور تمہارے لیے قیامت تک یہ جائز نہیں کہ تم ازواجِ مطہرات صلوٰۃ اللہ و سلامہٗ علیھن اجمعین کے ساتھ نبی کے وصال کے بعد نکاح کر سکو۔ کیونکہ حرمِ نبوت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت عظیم ہے۔

حرمِ نبوت کی بابت اتنا خیال رکھو کہ ان نفوسِ قُدسیہ کی حرمت کے خلاف تمہارے من کی کائنات میں کبھی خیال اور وسوسہ تک نہ آنے پائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نظر رکھتا ہے اور ہر چیز کو جانتا ہے۔ اللہ اکبر۔ یہ کتنا عظیم مرتبہ ہے حرمِ نبوت کا۔

اسی تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

" یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵۹﴾ لَىٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَاۤ اِلَّا قَلِیْلًا ۛۚ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِیْنَ ۛۚ اَیْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ﴿۶۲﴾ "(الاحزاب:۶۱-۶۳)

اے محبوب (ﷺ) آپ اپنی ازواجِ مطہرات اور بناتِ کرام اور اہلِ ایمان کی پارسا عورتوں کو حکم فرماؤ کہ وہ اپنی اوڑھنیوں سے پردہ کریں اور اپنے وجودِ حرمت کو خوب ڈھانپ لیں تاکہ یہ پہچانی نہ جاسکیں۔

کیونکہ کمینے منافق بد بخت بے حیائی پر اُتر آئے ہیں۔ اسلیے آپ حفاظتی تدبیر فرمائیں۔ اگر اس کے باوجود بھی بے شرم و بے حیاء بے غیرت منافق باز نہ آئیں اور وہ لوگ جن کے دل گندے ہیں یہ مدینے میں جھوٹی افواہیں اڑاتے ہیں ہم آپ کو اجازت دیتے ہیں یہ جہاں کہیں بھی ملیں ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور انھیں مدینے میں بھی رہنے نہ دیا جائے۔ اے محبوب ﷺ جو آپ کے حرم کا حیا نہیں کرتا اس کا کوئی حیاء نہیں۔ وہ دل کا روگی ہے کمینہ ترین بد بخت ہے، ملعون ہے۔ اللہ اکبر۔

قارئینِ محترم! یہ حرمِ نبوت کی شان ہے حرمِ نبوت کے باسیوں پر بری نظر ڈالنے والا واجب القتل ہے۔ جو شخص نبی کی بیویوں اور بیٹیوں کی بابت بد نگاہی کا خیال رکھتا ہے قرآن کے فیصلے کے مطابق وہ ملعون ہے، لعنتی ہے اور واجب القتل ہے۔ اُس ملعون کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا واجب ہے۔ تو جو بد بخت نبی کی ماں اور ان کے باپ کو کفر کی گالی دے وہ کمینہ اس سے بھی زیادہ سزا کا مستحق ہے۔ آگے چلیے حرمِ نبوت کا مقام دیکھیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

" اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ ؕ لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ ؕ بَلۡ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ لِکُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡہُمۡ مَّا اکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ ۚ وَ الَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ مِنۡہُمۡ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۱﴾ لَوۡ لَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡہُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِہِمۡ خَیۡرًا ۙ وَّ قَالُوۡا ہٰذَاۤ اِفۡکٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۲﴾ لَوۡ لَا جَآءُوۡ عَلَیۡہِ بِاَرۡبَعَۃِ شُہَدَآءَ ۚ فَاِذۡ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِالشُّہَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنۡدَ اللّٰہِ ہُمُ الۡکٰذِبُوۡنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ لَمَسَّکُمۡ فِیۡ مَاۤ اَفَضۡتُمۡ فِیۡہِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿ۚۖ۱۴﴾ اِذۡ تَلَقَّوۡنَہٗ بِاَلۡسِنَتِکُمۡ وَ تَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاہِکُمۡ مَّا لَیۡسَ لَکُمۡ بِہٖ عِلۡمٌ وَّ تَحۡسَبُوۡنَہٗ ہَیِّنًا ٭ۖ وَّ ہُوَ عِنۡدَ اللّٰہِ عَظِیۡمٌ ﴿۱۵﴾ وَ لَوۡ لَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡہُ قُلۡتُمۡ مَّا یَکُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَکَلَّمَ بِہٰذَا ٭ۖ سُبۡحٰنَکَ ہٰذَا بُہۡتَانٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۶﴾ یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنۡ تَعُوۡدُوۡا لِمِثۡلِہٖۤ اَبَدًا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿ۚ۱۷﴾ وَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ وَ اَنَّ اللّٰہَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۲۰﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ ؕ وَ مَنۡ یَّتَّبِعۡ خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ فَاِنَّہٗ یَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنۡکُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۱﴾ "(النور: ۱۰۔۲۱)

نوٹ: درج بالا آیات بینات حرمِ نبوت کے تقدس کو بیان کر رہی ہیں۔ خصوصاً اُم المؤمنین حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا کی حُرمت میں نازل ہوئیں خصوصاً واقعہ اِفک کے بارے میں نازل ہوئیں۔ جب منافقین نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بابت بے ہودہ افواہیں پھیلائیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات نے جواباً آپ سلام اللہ علیہا کی عصمت کو بیان فرمایا۔ توجہ فرمائیں ترجمہ اور مفہوم حاضر خدمت ہے:

بے شک وہ لوگ جو حرمِ نبوت کے خلاف ایک بہت بڑا جھوٹا بہتان گھڑ کر لائے اے مسلمانو! اُن کی بابت تم بُرا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے خیر ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جنھوں

نے یہ طوفانِ بد تمیزی کھڑا کیا وہ اپنے کفر میں ننگے ہو گئے۔ یقیناً اُنھیں اس کی کڑی سزا ملے گی۔ جس نے جتنا حصہ ڈالا اس کو اُتنی ہی سزا ملے گی۔ (اے ایمان والو!) تمہارے لیے بہتر یہ اس لیے ہوا کہ پہلی صورت میں تمہارے لیے منافقین کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی اور دوسری صورت یہ ہوئی کہ تمہارے نبی ﷺ کے حرم شریف کی حُرمت کو خود خدائے ذوالجلال نے بیان فرمادیا ہے اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی عصمت کی اٹھارہ قطعی شہادتیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمادیں جس کمینے بد بخت نے سب سے بڑا حصہ ڈالا اس کو سب سے بڑا عذاب ملے گا۔

اے ایمان والو! حیرت کی بات یہ ہے کہ تم نے یہ بے حیائی والی بات سنتے ہی یہ کیوں نہ کہا کہ کھلا ہوا بہتان ہے، تمہارا ایمانی حق تھا بلکہ فرض تھا کہ تم سنتے ہی کہہ دیتے کہ یہ بات کائنات بھر کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ کمینہ سرشت لوگوں نے جب یہ بکواس بکی تو اُنھیں چاہیے تھا کہ اس بکواس پر چار گواہ بھی لاتے۔ پس وہ نہ لا سکے۔

بنابریں خدا تعالیٰ کے ہاں وہ کائنات کے بدترین جھوٹے ہیں (اے ایمان والو) اگر اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنا فضل و رحمت تم پر طے نہ کر چکا ہوتا تو تمہاری اس خاموشی پر یقیناً تمہیں بہت بڑا عذاب دیتا۔ (تمہاری خاموشی ہی اس بات کے پھیلنے کا باعث بنی اور ہاں جب تم آپس میں اس بات پر تبادلہ ٔخیال کرتے ہو، تبصرہ کرتے ہو تو کیا تم اسے معمولی سمجھتے ہو؟ حالانکہ تمہیں اس بات کی سنگینی کا علم نہیں یاد رکھو جسے تم آسان اور معمولی سمجھ بیٹھے ہو مجھے جلال و اُلوہیت کی قسم میرے نزدیک یہ سب سے بڑی بات ہے جرم کے اعتبار سے۔

یہ بات کائنات کا بدترین جرم ہے۔ (اے ایمان والو) تمہارا ایمانی فرض تھا جب تم نے اس بات کو سنا تو کبھی بھی اپنی زبان پر اس بات کو نہ لاتے بلکہ کہتے کہ ہمیں حق ہی نہیں یہ بات سننے اور کہنے کا بلکہ تم یہ کہتے اللہ تو پاک ہے یہ سب سے بڑا بہتان ہے۔ حرمِ نبوت پر اور ہاں (اے ایمان والو) اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ آئندہ قیامت تک اس بات کو نہ دوہرانا ہے اور نہ کہنا ہے اگر صاحبِ ایمان ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو تمہارے لیے کھول

کھول کر بیان کرتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔ یہ قانون اپنے علم کی وسعت کی بنا پر اور اپنی حکمت کی بنا پر نازل فرمایا ہے۔ بے شک وہ لوگ جن کی مذموم خواہش ہے کہ اس طرح کی بے حیائی کی باتیں ایمان والوں میں پھیل جائیں تو یقیناً ایسے کمینے اور بد بخت لوگوں کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے حالانکہ تم نہیں جانتے اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان اور اُس کی رحمت نہ ہوتی تو تم اس بات کا مزہ چکھ چکے ہوتے مگر بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رؤف بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔

اے ایمان والو! شیطانوں کی پیروی نہ کیا کرو شیطان تو تمہیں ہمیشہ بے حیائی اور بُری بات کا حکم دیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ تم پر اپنا فضل اور رحمت کرناطے نہ کر چکا ہوتا تو تم قیامت تک کبھی پاکیزہ نہ ہو سکتے۔

حرمِ نبوت کی گستاخی وہ گندگی کی دلدل ہے جس سے نکلنا ممکن ہی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی پاکیزگیوں کا نور عطا فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سمیع بھی ہے اور علیم بھی ہے۔

اے ایمان والو! کیا تم جانتے ہو

" اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ "(الاحزاب:٦)

اے ایمان والو! نبی اپنی حرمت کے اعتبار سے تم سے تمہاری جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں اور عظمتِ جان کے مالک ہیں اور اتنا تم اپنی جان کے قریب نہیں ہو جتنا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمہاری جان کے قریب ہیں اور اُن کی ازواج مطہرات صلوٰۃ اللہ و سلامہٗ علیھن اجمعین تمہاری عظیم الشان مائیں ہیں واہ! سبحان اللہ کیا شان ہے حرمِ نبوت کی آگے چلیے۔ حرمِ نبوت کا مرتبہ اور مقام ملاحظہ فرمائیے۔

"وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا "(الاحزاب:۳۱)

ترجمہ اور مفہوم: اے حرمِ نبوت میں رہنے والی پاکباز عصمت مآب نبی کی بیویو! آپ میں جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری میں آگے بڑھی اور نیکی کو اپنا لباس بنایا تو ہم آپ کو اجر و ثواب کی صورت میں بار بار اپنی رحمتوں سے نوازیں گے۔

اور ہم نے تمہارے لیے عزت و تکریم والا رزق تیار رکھا ہے۔ اے حرمِ نبوت میں بسنے والی نفوسِ قُدسیہ تم نسبتِ نبوت کی بنیاد پر بے مثل و بے مثال ہو۔ اگر تقویٰ تمہارا زیورِ حیات بنا رہا تو کوئی بدبخت دل کا روگی تمہاری طرف غلط خیال تک نہیں کر پائے گا۔ تم جب بات کرو تو پوری شانِ وجاہت کے ساتھ اور شانِ جلالت کے لہجے میں کرو اور اپنی ہی شان کے ساتھ کیا کرو اور حرمِ نبوت میں ہی رہا کرو۔

جاہلیت والی عورتوں کی طرح بے پردہ رہنا تمہارے شایانِ شان نہیں۔ تقویٰ اور طہارت ہی تمہارا حُسن ہے بس اپنے گھروں میں قیامِ نماز کا اہتمام فرماؤ اور سخاوت اور زکوٰۃ کو اس گھر کا حُسن بناؤ یہ حرمِ نبوت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اور دلجوئی ہی اللہ کی اطاعت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے طے فرما لیا ہے کہ تم سے ہر آلودگی کو دور رکھے اور اہلِ بیتِ نبوت کو پاکیزگیوں کے نور میں نہلا دے تاکہ یہ خود طہارت کا معیار بن جائیں۔ اور تمہارے گھروں

میں اللہ تعالیٰ کی حکمت بھری آیتوں کا جو نزول ہوتا ہے بس اللہ کی آیات کی تلاوت میں مگن رہا کرو۔ یہی تمہارا شخصی وقار ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ ہر باریکی کو جانتا ہے اور تمہارے وقار کی عظمت سے خبر دار ہے۔

قارئینِ محترم! یہ چند آیات بینات بطورِ نمونہ ہم نے آپ کے سامنے بطورِ حوالہ پیش کیں۔ آپ ان آیات بینات کو بار بار ذوقِ ایمانی سے پڑھیں تو یقیناً آپ کے قلب روح میں نور بھی آئے، سرور بھی آئے گا اور عظمتِ یقین کی معراج بھی نصیب ہو گی۔

ان آیات بینات کا براہِ راست طرزِ تخاطب اگرچہ ازواجِ مطہرات اور اولادِ اطہار صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین تاہم والدین مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اس عظمت میں شامل اوّل ہیں۔ کیونکہ یہ نفوسِ قُدسیہ حرمِ نبوت کا وجودِ اول ہیں بلکہ ان بیان کردہ آیات بینات میں جو عظمتیں میسر آئیں ان عظمتوں کے علاوہ اور بھی بہت زیادہ عظمتیں ان نفوسِ قُدسیہ کو میسر ہیں۔ اب ہم آپ کو حدیث شریف کی روشنی میں کاشانہ نبوت کا مرتبہ اور مقام بیان کرتے ہیں:

اہلِ بیتِ نبوت کے وجودِ اوّل کا مقام احادیث کی روشنی میں

قارئینِ محترم! اہلِ بیتِ نبوت کا وجودِ اول والدینِ مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اسی لیے اہلِ بیتِ نبوت میں ہم پہلے اُن نفوسِ قُدسیہ کو بیان کریں گے جو نفوسِ قُدسیہ حضور سرور کائنات ﷺ کے اُصولی (یعنی آبائی رشتے) ہیں یعنی آپ ﷺ کا خاندانی پس منظر ہیں۔

نوٹ: اس عنوانِ عظمت کی بابت اگرچہ بہت سارے اکابر علماء نے اپنی بساط کے مطابق کام کیا ہے مگر مجددِ زمانہ جناب علامہ عبد الرحمٰن امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جس اسلوب میں کام کیا ہے وہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد کام ہے وہ ایک نرالی عظمت

رکھتا ہے۔ شاید اسی لیے رحمتِ عالم ﷺ نے عالمِ بیداری میں اُنھیں اپنی زیارت سے مشرف فرمایا ہے۔

بنابریں ان کی اس تکریم کے حوالے سے ان کی کتاب خصائص کبریٰ کے اقتباس پیش کر رہا ہوں تاکہ اُن کی محبت و عظمتِ دیرینہ دوبارہ تازہ ہو جائے۔ یہ بات یاد رہے کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ محض ایک سیرت نگار ہی نہیں بلکہ بہت بڑے عظیم محدث بھی ہیں۔ انھوں نے اپنی تحقیق کے ساتھ ساتھ اس عنوان پر دیگر محدثین کرام کی کتب سے بہت سی احادیث اخذ کر کے اپنی کتاب میں جمع کی ہیں۔ لہٰذا میں اس عنوان میں اُنھیں اپنا مقتدیٰ یقین کر کے میں اُن کی روایت کردہ احادیث کا ذخیرہ پیش کر رہا ہوں

"اِنَّ اللہَ اصۡطفٰی من ولد ابراھیم اسماعیل وَاصطفی من ولد اسماعیل بنی کنانۃ وَاصطفی من بنی کنانۃ قُریشًا وَاصطفیٰ من قُریش بنی ھاشم وَاصۡطَفَانِیۡ من بنی ھاشم۔

و اٰخرج التِّرمِذِیُّ وحسنہ وَالۡبیۡھَقِیۡ و ابو نعیم عن عبّاس بن عبد المطلب قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ حین خلقنی جعلنی من خیر خلقہ ثم حین خلق القبائل جعلنی من خیرھم قبیلۃ وَ حین خلق الانفس جعلنی من خیر انفسھم ثم حین خلق البیوت جعلنی من خیر بیُوتھم فانا خَیرُھم بیتًا و خَیرھم نفسًا

و اٰخرج الۡبیۡھَقِیۡ وَ الطَّبرَنِیۡ وَ اَبُوۡ نعیم عَنۡ ابن عُمَرَ قَالَ رَسُوۡلُ اللہِ ﷺ اِنَّ اللہَ خَلَقَ الۡخَلۡقَ فَاخۡتَارَ مِنَ الۡخَلۡقِ بَنِیۡ آدَمَ وَاخۡتَارَ مِنۡ بَنِیۡ آدَمَ الۡعَرَبَ وَاخۡتَارَ مِنَ الۡعَرَبِ مُضر وَاخۡتَارَ مِن مُضر قُرَیۡشًا وَاخۡتَارَ مِنۡ قُرَیۡشِ بَنِیۡ ھَاشِمِ وَاخۡتَارَنِیۡ مِنۡ بَنِیۡ ھَاشِمِ فَاَنَا من خِیَارٍ اِلٰی خِیَار

و اٰخرج الۡبیۡھَقِیۡ وَ الطَّبرَنِیۡ وَ اَبُوۡ نعیم عَنۡ ابن عبَّاسٍ قَالَ رَسُوۡلُ اللہِ ﷺ اِنَّ اللہَ قَسَّمَ الۡخَلۡقَ قِسۡمَیۡنِ فَجَعَلَنِیۡ فِیۡ خَیۡرِھِمَا قِسۡمًا ثُمَّ جَعَلَ الۡقِسۡمَیۡنِ اَثۡلَاثًا فَجَعَلَنِیۡ فِیۡ

خَیْرِهَا ثُلُثًا ثُمَّ جَعَلَ الْاَثْلَاثَ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهَا قَبِیْلَةً ثُمَّ جَعَلَ الْقَبَائِلَ بُیُوْتًا

فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهَا بَیْتًا فَذٰلِکَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ

الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا ۔۔۔ الاٰیۃ

وَاَخْرَجَ الْبَیْهَقِیُّ وَابْنُ عَسَاکِرَ مِنْ طَرِیْقِ مَالِکٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ

ﷺ قَالَ مَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَیْنِ اِلَّا جَعَلَنِیَ اللّٰهُ فِیْ خَیْرِهِمَا فاخرجت من بین

اَبَوَیْ فلم یُصِبْنِیْ شَیْءٌ من عهد الجاهلیّة و خرجت من نِکَاحٍ و لم اخرج من سفاح

من لدن آدم حتّٰی انتهیتُ اِلٰی اَبِیْ وَ اُمِّیْ فَاَنَا خَیْرُکُمْ نَفْسًا وَ خَیْرُکُمْ اَبًا"

حدیث نمبر ۱: حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے شانِ مصطفائیت عطا فرمائی جنابِ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو، پھر آدم علیہ السلام کی اولاد سے جنابِ نوح علیہ السلام کو شانِ مصطفائیت کا اعزاز بخشا، جنابِ نوح علیہ السلام کی اولادِ پاک سے جناب ابراہیم علیہ السلام کو مرتبۂ مصطفائیت بخشا، جنابِ حضرت ابرہیم کی اولادِ پاک سے جنابِ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شانِ مصطفائیت بخشی، حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بنی کنانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ نعمت بخشی، بنی کنانہ سے نعمتِ مصطفائیت قریش کو بخشی گئی، قریش سے بنی ہاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت عنایت ہوئی اور پھر بنی ہاشم سے مجھے شانِ مصطفائیت بخشی گئی۔

حدیث نمبر ۲: امام ترمذی نے اس حدیث کو تخریج کیا ہے اور امام بیہقی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کی تحسین کی ہے اور امام ابونعیم علیہ الرحمہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے جب مجھے پیدا فرمایا تو اپنی مخلوق کے سب سے عظیم شان والے لوگوں میں رکھا پھر جب قبائل بنائے تو مجھے سب سے عظیم قبیلہ عطا فرمایا یعنی میرا قبیلہ شان و عظمت کے اعتبار

سے سب سے افضل و اعلیٰ تھا پھر جب نفوس کو یعنی ذاتوں اور وجودوں کو عظمت خلعت عطا فرمائی تو میری ذات اور میرے وجود کو تمام کائنات کے وجودوں سے افضل و اعلیٰ بنایا اور پھر جب گھروں کو بنایا تو میرا گھر کائنات بھر کے گھروں سے افضل و اعلیٰ بنایا (یعنی میرے اہل خانہ تمام کائنات کے گھر والوں سے افضل و اعلیٰ ہیں) معنی یہ ہوا کہ اہلِ بیتِ نبوت تمام کائنات کے لوگوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

حدیث نمبر ۳: اس حدیث کو امام بیہقی، امام طبرانی اور امام نعیم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والا صفات نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو قُرب و حضورِ صمدیت کے لیے اولادِ آدم کو پسند فرمایا اور اولادِ آدم سے عرب کو پسند فرمایا۔ پھر عرب سے اعلیٰ درجے کے لیے مضر کو پسند فرمایا مضر سے قریش کو پسند فرمایا پھر قریش سے بنی ہاشم کو قرب و حضورِ صمدیت کی عظمت کے لیے پسند فرمایا اور پھر بنی ہاشم سے قربِ حضورِ رحمت کے سب سے اعلیٰ و افضل درجے کے لیے مجھے پسند فرمایا۔ پس میں کائنات کے عظیم ترین شان و عظمت والے عظیم نفوسِ قُدسیہ سے چلا اور کائنات کے عظیم ترین نفوسِ قُدسیہ تک پہنچا اور وہ نفوسِ قُدسیہ میرے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، مُعطّرین ہیں۔ واہ سبحان اللہ! کیا شان ہے پیارے آقا کریم ﷺ کے پیارے والدین کریمین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی۔

حدیث نمبر ۴: امام بیہقی، امام طبرانی اور امام ابو نعیم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے ساری مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا تو مجھے اُن دونوں میں سے جو ہر اعتبار سب سے افضل و اعلیٰ تھا ہر اعتبار اُس میں رکھا یعنی جو قبیلہ دینی، اخلاقی، روحانی، شخصی، سماجی، تہذیبی اور تمدنی گویا ہر لحاظ سے افضل و اعلیٰ تھا مجھے اُس میں رکھا پھر اُن دو حصوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے افضل حصے میں رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن تین حصوں کو قبائل میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے عظیم ترین قبیلے میں رکھا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ

لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا"

اس آیت کو رحمت عالم ﷺ نے بطور دلیل بیان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے محبوب ﷺ ! ہم نے ہر زمانے میں اہلِ بیت نبوت کو پاکیزگیوں اور طہارتوں کی اعلیٰ معراج بخشی۔

حدیث نمبر ۵:۔ امام بیہقی اور ابن عساکر نے مالک کے طریق سے بیان کیا ہے۔ انھوں نے امام زہری کے حوالے سے لکھا ہے اور انھوں نے حضرت انس ؓ سے روایت کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات نے عظمت کی بنیاد پر جب لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے افضل و اعلیٰ طبقے میں رکھا۔ یہاں تک کہ میری پیاری اماں جان اور میرے پیارے والد گرامی کائنات کے عظیم ترین نفوس قدسیہ تھے، زمانہء جاہلیت کی کوئی چیز ان تک نہ پہنچ پائی اور نہ ہی انھوں نے مجھ تک پہنچنے دی۔ میری ساری نسل جناب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر حضرت عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک اور جناب حوّا علیہا الصلوٰۃ والسلام سے لیکر جناب محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمّ محمد بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا تک عظمتِ نکاح سے وابستہ رہے۔ جس طرح نکاحِ اسلام ہوتا ہے۔ یہ ایک روایت میں ہے کہ میں اپنی ذات اقدس کے اعتبار سے بھی سب سے افضل و اعلیٰ ہوں اور میرے والد گرامی بھی اس کائنات میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین کی دونوں نفوس عصمت پوری کائنات کی عظیم ترین جوڑی ہیں اور اپنی عظمتوں میں بے مثل و بے مثال ہیں۔

اخرجه البیهقی والطبرانی وابو نعیم بن محمد بن علی انَّ رسول الله ﷺ قال ان اختار فاختار العرب ثم اختار منهم کنانة ثم اختار منهم قریشًا ثم اختار منهم بنی هاشم ثم اختارنی من بنی هاشم

واخرج البیہقی والطبرانی فی الاوسط وابن عساکر عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ قال لی جبرئیل قلبت الارض مشارقها ومغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد ولم اجد بنی اب افضل من بنی هاشم"

نمبر:۶ حضرت محمد بن علی سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات نے زمانے بھر کے لوگوں سے اہل عرب کو عظمتوں کی بلندی بخشی اور ان سے قریش کو اور قریش سے بنی ھاشم کو اور بنی ھاشم سے مجھے شان مصطفائیت بخشی۔ امام بیہقی اور امام طبرانی نے اپنی اپنی اوسط میں اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر۷:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے جبرئیل نے آکر بیان کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا تو میں زمین پر اترا۔ میں نے زمین کی ساری کائنات کو الٹ پلٹ کر دیکھا میں نے سنگلاخ زمین کی تہوں میں اتر کر دیکھا اور نرم اور گداز زمینوں کے ذرے ذرے کو دیکھا مگر محمد ﷺ جیسا کائنات میں کوئی نہیں ہے۔ خاندان محمد جیسا عظیم خاندان بھی کوئی نہیں ہے۔ بنی ھاشم جیسا طبقہء انسانیت فضیلت کے اعتبار سے کائنات بھر میں کہیں نہیں دیکھا یعنی جس طرح محمد ﷺ کائنات بھر میں سب سے اعلیٰ وافضل ہیں۔

ایسے ہی انکا خاندان عظمیٰ بھی سب سے افضل واعلیٰ ہے۔ کائنات میں ان نفوس قدسیہ کی کوئی مثال نہیں۔ سبحان اللہ! کیا عظیم شہادت ہے کہ فرشتوں کے امام حضرت جبریل علیه الصلوٰۃ والسلام نے کس شان سے کائنات بھر کی عظمتوں کی چھان بین کی تو وہ خود بولے کہ سیدنا حضرت محمد ﷺ بھی اپنی شان وعظمت میں بے مثل ومثال ہیں اور خاندان مصطفیٰ ﷺ بھی اپنی شان وعظمت میں بے مثل ومثال ہیں۔

"واخرج ابن عساکر عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ما ولدتنی بغی قط

منذ خرجت من صلب آدم ولم تزل تنازعنی الامم کابراً عن کابر حتی خرجت من افضل حیین من العرب ھاشم وزھرة

واخرج ابن مردویه عن انس قال قرا رسول الله ﷺ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ بفتح الفاء وقال انا انفسکم نسبا وصھرا وحسبا لیس فی آباءِ من لدن آدم سفاح کلنا نکاح

واخرج ابن ابی عمر العدنی فی مسنده عن ابن عباس ان قریشاً کانت نورا بین یدی الله تعالیٰ قبل ان یخلق آدم باءلفی عام یسبح ذلك النور وتسبح الملائکة بتسبیحه فلما خلق الله آدم القی ذلك لنور فی صلبه قال رسول الله ﷺ فاهبطنی الله الی الارض فی صلب آدم وجعلنی فی صلب نوح وقذف بی فی صلب ابراهیم ثم لم یزل الله ینقلنی من الاصلاب الکریمة والارحام الطاهرة حتی اخرجنی من بین ابوی"

نمبر:۸ امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔جناب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر جناب عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک اور جناب حوّا صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھا سے لیکر محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا تک میرے خاندان عظمیٰ کے تمام نفوس قدسیہ عصمت مآب رہے اور عرب کے عظیم قبیلہ بنی ھاشم اور بنوزھرہ کے نفوس عظمت پوری کائنات میں افضل ترین نفوس قدسیہ تھے۔

نمبر:۹ امام ابن مردویہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ فا کی زبر کے ساتھ فرمایا میں نسب اور سسرالی رشتوں کے اعتبار سے سب سے نفیس ترین لوگوں سے ہوں۔یعنی میرے آباؤ اجداد بھی نفیس ترین لوگ تھے اور پاکیزگیوں کی اعلیٰ سے اعلیٰ

معراج پر تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سسرالی بھی نفیس ترین اور گھر والے بھی نفیس ترین دیئے ہیں۔ میری آبائی تاریخ میں کوئی غلط کار نہیں رہا سب کے سب رشتہ ءنکاح کی فضیلت میں رہے۔

حدیث نمبر ۱۰:۔ امام ابن ابی عمر العدنی نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے قریش نور کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے رہے یعنی حضور اقدس میں رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے اور ان کی تسبیح کی آواز کو سن کر نور کے فرشتے بھی خدا کی تسبیح بولتے تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا تو نور قریش کو جناب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین پر اتارے گئے تو مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت میں انکے ساتھ اتارااور پھر مجھے پشت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں رکھا گیا۔

بعد ازاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں ودیعت فرمایا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ مسلسل کریموں کی پشت سے یعنی کریم باپوں کی پشت سے اور پاک ماؤں کے پاک رحموں سے منتقل فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات نے میرے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّہین، معطّرین کے مقدس وجودوں سے ظہور پذیر فرمایا۔ واہ! سبحان اللہ کیا شان ہے آقا دو عالم ﷺ کی اور کتنی ہی عظیم شان ہے آپ کے خاندان عظمیٰ کی۔ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا"

" وَأخرج ابْن سعد وَابْن أبي شيبة فى المصنف عن محمد بن على بن حسين ان النبى ﷺ قال انما خرجت من نكاح ولم اخرج من سفاح اهل الْجَاهِلِيَّة شيء ولم اخرج الا من طهرة

وَأخرج ابْن سعد وَابْن عَساکِر عَن الْکَلْبِیّ قَالَ کتبت للنَّبِی صلی الله عَلَیْهِ وَسلم خَمْسمِائَة عَام فَمَا وجدت فِیهِنَّ سِفَاحًا وَلَا شَیْئًا مِمَّا کَانَ من أَمر الْجَاهِلِیَّة

واخرج الْعَدنِی فِی مُسْنده وَالطَّبَرَانِیّ فِی الْأَوْسَط وَأَبُو نعیم وَابْن عَساکِر عَن عَلیّ ابْن أبی طَالب أَن النَّبِی صلی الله عَلَیْهِ وَسلم قَالَ خرجت من نِکَاح وَلم أخرج من سفاح من لدن آدم إِلَی أَن ولدنی أبی وَأمی وَلم یُصبنی من سفاح الْجَاهِلِیَّة شَیْء

وَأخرج أَبُو نعیم من طرق عَن ابْن عَبَّاس قَالَ قَالَ رَسُول الله صلی الله عَلَیْهِ وَسلم لم یلتق ابوای قطّ علی سفاح لم یزل الله ینقلنی من الأصلاب الطّیبَة إِلَی الْأَرْحَام الطاهرة مُصَفًّی مُهَذَّبًا لَا تتشعَّبُ شُعْبَتَان إِلَّا کنتُ فِی خَیْرِهِمَا

وَأخرج ابْن سعد من طَرِیق الْکَلْبِیّ عَن أبی صَالح عَن ابْن عَبَّاس قَالَ قَالَ رَسُول الله صلی الله عَلَیْهِ وَسلم خیر الْعَرَب مُضر وَخیر مُضر بنوعبد منَاف وَخیر بَنِی عبد منَاف بنوهَاشم وَخیر بَنِی هَاشم بنوعبدُ الْمطلب وَالله مَا افترق فرقتان مُنْذُ خلق الله آدم إِلَّا کنت فِی خیرهما

وَأخرج الْبَزَّار وَالطَّبَرَانِیّ وَأَبُو نعیم من طَرِیق عِکْرِمَة عَن ابْن عَبَّاس فِی قَوْله تَعَالَی {وتقلبك فِی الساجدین} قَالَ مَا زَالَ النَّبِی صلی الله عَلَیْهِ وَسلم یَتَقَلَّبُ فِی أصلاب الانبیاء حَتَّی وَلدته أمه

وَأخرج البُخَارِیّ عَن ابی هُرَیْرَة ان رَسُول الله صلی الله عَلَیْهِ وَسلم قَالَ بعثت من خیر قُرُون بنی آدم قرنا فقرنا حَتَّی کنت من الْقرن الَّذِی کنت فِیهِ"

حدیث نمبر ۱۱:۔ امام ابن سعد نے اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت محمد بن علی بن حسین سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر جناب حضرت عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک عظمت نکاح سے

ظہور پذیر ہوا ہوں۔

مجھے جاہلیت کی کسی چیز نے نہیں چھوا میں جن پشتوں اور رحموں سے آیا ہوں وہ نفوس قدسیہ طہارتوں کی اعلیٰ معراج پر تھے۔

حدیث نمبر ۱۲:۔ امام ابن عساکر نے امام کلبی سے روایت کیا ہے کہ میں نے جستجو کی تو میرے مطالعہ میں رسول اللہ ﷺ کی پانچ سو نانیاں اور دادیاں آئیں۔ سب کو میں نے عفت مآب اور عصمت مآب پایا۔

حدیث نمبر ۱۳:۔ امام عدنی نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے اپنی اوسط میں اور ابو نعیم نے اپنی دلائل میں اور ابن عساکر نے اپنی مصنف میں حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں عظمت نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر اپنے پیارے والدین کریمین صلوٰۃ اللہ و سلامہٗ علیہم اجمعین تک اور ان تمام نفوس قدسیہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات نے جاہلیت کی ہر پلیدی سے بچایا۔

حدیث نمبر ۱۴:۔ امام ابو نعیم اپنے طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر میرے والد گرامی تک جب کسی جوڑے کا مرج البحرین ہوا تو عظمت نکاح میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات نے مجھے مسلسل پاک صلبوں سے پاک رحموں تک منتقل فرماتا رہا۔ میری ہر ماں اور ہر باپ مصفیٰ (پاکیزہ تر) اور مہذب (یعنی دینی عظمت) میں رہے۔ جب بھی کسی نفوس رحمت کا مرج البحرین ہوتا اور جب بھی کبھی دو قبیلوں میں امتیازی صورت بنتی تو سب سے افضل واعلیٰ قبیلہ مجھے عطا ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵:۔ امام ابن سعد نے قلبی کے طریق ابی صالح کی روایت سے لکھا کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام قبائل عرب سے افضل ترین قبیلہ مضر ہے اور افضل واعلیٰ مضر قبیلہ کے تمام طبقات سے طبقہ ء بنی

عبد مناف ہے اور بنی عبد مناف میں سے سب سے افضل و اعلیٰ بنو ھاشم ہیں۔ اور بنو ھاشم میں سے سب سے افضل و اعلیٰ بنو عبد المطلب ہیں۔ یعنی میرے پیارے والدین کرِیمین، طیِّبین، طاہرین، منزّھین، مُعطّرین ہیں۔ اللہ کی قسم! حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے لیکر اب تک یعنی میری ولادت تک مجھے سب سے عظیم ترین لوگوں میں رکھا گیا اور منتقل کیا گیا۔

جب بھی فضیلت کی بنیاد پر تقسیم کی گئی تو مجھے سب سے افضل و اعلیٰ طبقہ ءانسانیت میں رکھا گیا۔

امام بزّاز اور طبرانی اور ابو نعیم طریق عکرمہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں (وتقلبک فی الساجدین) یعنی اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو سجدہ کرنے والوں میں سے پیدا فرمایا ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظیم پشتوں سے تشریف لائے حتی کہ اپنے پیارے پیارے والدین کرِیمین، طیِّبین، طاہرین، منزّھین، مُعطّرین تک پہنچے اور بے مثال شان پائی۔

حدیث نمبر ۱۷:۔ مذکورہ بالا تمام احادیث کی مؤیّد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ھریرہؓ سے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ھریرہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اولاد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام صدیوں میں صدی در صدی یعنی ہر زمانے میں اس زمانے کے مقدس ترین اور عظیم ترین لوگوں سے پشت در پشت آیا ہوں۔ یہاں تک کہ اُس زمانے میں یعنی جس میں ہوں یہ کائنات بھر کے عظیم ترین نفوس قدسیہ ہیں۔ یعنی میرے ماں باپ اپنے عظیم ترین مرتبے میں بے مثل و مثال ہیں۔ اللہ اکبر کبیرا۔

قارئینِ محترم!

درج بالا احادیث طیبہ پر مشتمل جو ذخیرہ آپ نے ملاحظہ فرمایا یہ حضور سرور عالم احمد مجتبیٰ

سیدنا و مولانا حضرت محمد ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّہین، معطّرین کی تکریم اور آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کی عظمت میں بیان ہوا۔

یہ نفوسِ عظمت خصوصاً والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّہین، معطّرین اہلِ بیت نبوت کا وجود اول ہیں اب ہم فطری اعتبار سے اہلِ بیت نبوت کے وجود ثانی ازواج مطہرات امہات المومنین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھن اجمعین کے مناقب کو بیان کرتے ہیں۔

اہلِ بیتِ نبوت کے وجودِ ثانی امہات المومنین کا مقام حدیث کی روشنی میں

قارئین محترم!

حرم نبوت میں داخل ہونے والی ازواج مطہرات کو ہم مناقب کی صورت میں ترتیب وار بیان کرتے ہیں۔

"فصل فی مناقب ام المومنین خدیجة بنت خویلد رضی اللہ عنہا"

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مناقب کا بیان

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَی امْرَأَةٍ لِلنَّبِیِّ ﷺ مَا غِرْتُ عَلَی خَدِیْجَةَ رضی اللہ عنہا هَلَكَتْ قَبْلَ اَنْ يَّتَزَوَّجَنِیْ لِمَا كُنْتُ اَسْمَعُهٗ يَذْكُرُهَا وَاَمَرَهُ اللهُ اَنْ يُّبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِّنْ قَصَبٍ وَاِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِیْ فِیْ خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی پر اتنا رشک نہ کرتی جتنا حضرت خدیجہ پر، حالانکہ وہ میرے نکاح سے پہلے ہی وفات پا چکی تھیں۔ لیکن میں آپ ﷺ کو ان کا (کثرت سے) ذکر فرماتے ہوئے سنتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم فرمایا کہ خدیجہ کو موتیوں کے محل کی بشارت دے دیجیے اور جب آپ ﷺ کوئی بکری ذبح فرماتے تو آپ ﷺ ان کی سہیلیوں کو اتنا گوشت بھیجتے کہ جو انہیں کفایت کر جاتا۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

"عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اَتَی جِبْرِيْلُ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ هٰذِهٖ خَدِيْجَةُ قَدْ اَتَتْ مَعَهَا اِنَاءٌ فِيْهِ اِدَامٌ اَوْ طَعَامٌ اَوْ شَرَابٌ فَاِذَا هِیَ اَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَمِنِّیْ وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِی الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آکر عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ ﷺ! یہ خدیجہ ہیں جو ایک برتن لے کر آرہی ہیں جس میں سالن اور کھانے پینے کی چیزیں ہیں، جب یہ آپ کے پاس آئیں تو انہیں ان کے پروردگار کا اور میرا سلام کہیے اور انہیں جنت میں موتیوں کے محل کی بشارت دے دیجیے، جس میں نہ کوئی شور ہو گا اور نہ کوئی تکلیف ہو

گی۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

"عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَشَّرَ النَّبِيُّ ﷺ خَدِيْجَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ بِبَيْتٍ مِّنْ قَصَبٍ لَّا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔"

حضرت اسماعیل سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، آپ ﷺ نے انہیں (جنت میں) ایسے محل کی بشارت دی تھی کہ جو موتیوں سے بنا ہو گا اور اس میں شور و غل نہ ہو گا اور نہ کوئی تکلیف ہو گی۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

"عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خَيْرُ نِسَآئِهَا مَرْيَمُ وَ خَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اپنے زمانے کی سب سے بہترین عورت مریم ہیں اور اسی طرح اپنے زمانے کی بہترین عورت خدیجہ ہیں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ اسْتَاْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ اُخْتُ خَدِيْجَةَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيْجَةَ فَارْتَاعَ لِذٰلِكَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هَالَةَ قَالَتْ فَغِرْتُ فَقُلْتُ مَا تَذْكُرُ مِنْ عَجُوْزٍ مِنْ عَجَائِزِ قُرَيْشٍ، حَمْرَآءِ الشِّدْقَيْنِ، هَلَكَتْ فِي الدَّهْرِ قَدْ اَبْدَلَكَ اللهُ خَيْرًا مِّنْهَا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد (ہمارے گھر آئیں) اور انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ اسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اجازت طلب کرنا سمجھ کر کچھ لرزہ بر اندام سے ہو گئے۔ پھر فرمایا: خدایا! یہ تو ہالہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ مجھے رشک ہوا پس میں عرض گزار ہوئی۔ کہ آپ قریش کی ایک سرخ رخساروں والی بڑھیا کو اتنا یاد فرماتے رہتے ہیں۔ جنہیں فوت ہوئے بھی ایک زمانہ بیت گیا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کا نعم البدل عطا نہیں فرمادیا ہے؟ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ نِسَآءِ النَّبِیِّ ﷺ مَا غِرْتُ عَلٰی خَدِیْجَةَ رضی اللہ عنہا وَمَا رَاَیْتُهَا وَلٰكِنْ كَانَ النَّبِیُّ یُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ یُقَطِّعُهَا اَعْضَآءً ثُمَّ یَبْعَثُهَا فِیْ صَدَائِقِ خَدِیْجَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا رضی اللہ عنہا فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهٗ كَاَنَّهٗ لَمْ یَكُنْ فِی الدُّنْیَا امْرَاَةٌ اِلَّا خَدِیْجَةُ فَیَقُوْلُ اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَ لِیْ مِنْهَا وَلَدٌ۔

رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے حضور نبی اکرم ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ پر اتنا رشک نہیں آتا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہیں ہے لیکن حضور نبی اکرم ﷺ اکثر ان کا ذکر فرماتے رہتے تھے۔ جب آپ کوئی بکری ذبح فرماتے تو اس کے اعضاء کو علیحدہ علیحدہ کر کے انہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملنے والی سہیلیوں کے ہاں بھیجتے۔ کبھی میں اتنا عرض کر دیتی کہ دنیا میں کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا اور کوئی عورت نہیں ہے؟ تو آپ ﷺ فرماتے: ہاں وہ ایسی ہی یگانہ روزگار تھیں اور میری اولاد بھی ان سے ہے اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

""عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلٰی نِسَآءِ النَّبِیِّ ﷺ مَا غِرْتُ عَلٰی خَدِیْجَةَ رضی اللہ عنہا وَاِنِّیْ لَمْ اُدْرِكْهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ فَیَقُوْلُ اَرْسِلُوْا بِهَا اِلٰی اَصْدِقَآءِ خَدِیْجَةَ قَالَتْ فَاَغْضَبْتُهٗ یَوْمًا فَقُلْتُ خَدِیْجَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ قَدْ رُزِقْتُ حُبَّهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّابْنُ حِبَّانَ"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی پر رشک نہیں کرتی تھی سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

کے یعنی میں ان پر رشک کیا کرتی تھی اور میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب بھی بکری ذبح فرماتے تو آپ ﷺ فرماتے کہ اس کا گوشت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے ہاں بھیج دو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں ایک دن غصہ میں آگئی اور میں نے کہا: خدیجہ، خدیجہ ہی ہو رہی ہے۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی محبت مجھے عطا کی گئی ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ يَتَزَوَّجِ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى خَدِيْجَةَ رضی اللہ عنہا حَتّٰى مَاتَتْ"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں فرمائی یہاں تک کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

""عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى امْرَاَةٍ مِّنْ نِّسَآئِهٖ ﷺ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ رضی اللہ عنہا لِكَثْرَةِ ذِكْرِهٖ اِيَّاهَا وَمَا رَاَيْتُهَا قَطُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی پر اتنا رشک نہیں کیا جتنا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ ان کا کثرت سے ذکر فرمایا کرتے تھے۔ حالانکہ میں نے انہیں کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

""عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى امْرَاَةٍ مَّا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ رضی اللہ عنہا وَلَقَدْ هَلَكَتْ قَبْلَ اَنْ يَّتَزَوَّجَنِىْ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ لِمَا كُنْتُ اَسْمَعُهٗ يَذْكُرُهَا وَلَقَدْ اَمَرَهٗ رَبُّهٗ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُّبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِى الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ ثُمَّ يُهْدِيْهَا اِلٰى خَلَائِلِهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کسی عورت پر اس قدر رشک

نہیں کیا جس قدر کہ میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا میری شادی سے تین سال پہلے وفات پاچکی تھیں۔ میں یہ رشک اس وقت کیا کرتی تھی کہ جب آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے پروردگار نے حکم فرمایا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں خولدار موتیوں سے بنے ہوئے گھر کی خوشخبری دے دو اور آپ ﷺ جب بھی بکری ذبح فرماتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو گوشت ضرور بھیجا کرتے تھے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ حَسْبُكَ مِنْ نِّسَآءِ الْعَالَمِیْنَ مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَدِیْجَةُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَ اٰسِیَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔ وَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے (اتباع و اقتداء کرنے کے) لیے چار عورتیں کافی ہیں۔ مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ اور فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہن۔

اس حدیث کو امام ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَمَّا بَعَثَ اَهْلُ مَكَّةَ فِیْ فِدَاءِ اَسْرَاهُمْ بَعَثَتْ زَیْنَبُ رضی اللہ عنہا بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِیْ فِدَآءِ اَبِی الْعَاصِ بْنِ الرَّبِیْعِ بِمَالٍ، وَبَعَثَتْ فِیْهِ بِقِلَادَةٍ لَهَا كَانَتْ لِخَدِیْجَةَ رضی اللہ عنہا اَدْخَلَتْهَا بِهَا عَلٰی اَبِی الْعَاصِ قَالَتْ فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ رَقَّ لَهَا رِقَّةً شَدِیْدَةً وَقَالَ اِنْ رَاَیْتُمْ اَنْ تُطْلِقُوْا لَهَا اَسِیْرَهَا وَ تَرُدُّوْا عَلَیْهَا الَّذِیْ لَهَا، فَقَالُوْا نَعَمْ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَخَذَ عَلَیْهِ اَوْ وَعَدَهٗ اَنْ یُّخَلِّیَ سَبِیْلَ زَیْنَبَ اِلَیْهِ وَ

بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ وَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ كُوْنَا بِبَطْنِ يَاْجَجَ حَتّٰى تَمُرَّ بِكُمَا زَيْنَبُ فَتَصْحَبَاهَا حَتّٰى تَاْتِيَا بِهَا۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ اَحْمَدُ۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب مکہ مکرمہ والوں نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا تو حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے بھی (اپنے شوہر) ابو العاص بن ربیع کے فدیہ میں مال بھیجا جس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وہ ہار بھی تھا جو انہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے جہیز میں ملا تھا (جب ابو العاص سے ان کی شادی ہوئی تھی۔) جب حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھا تو فرطِ غم سے آپ ﷺ کا دل بھر آیا۔ اور آپ ﷺ پر بڑی رقت طاری ہو گئی۔ فرمایا: اگر تم مناسب سمجھو تو اس (حضرت زینب) کے قیدی کو چھوڑ دیا جائے اور اسکا مال بھی اسے واپس دے دیا جائے؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس (ابو العاص) سے عہد و پیمان لیا کہ زینب کو آنے سے نہیں روکے گا۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی کو بھیجا کہ تم یاجج کے مقام پر رہنا یہاں تک کہ زینب تمہارے پاس آ پہنچے۔ پس اسے ساتھ لے کر یہاں آ پہنچنا۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد اور احمد نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ جَآءَ جِبْرِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعِنْدَهٗ خَدِيْجَةُ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَ اِنَّ اللهَ يُقْرِئُ خَدِيْجَةَ السَّلَامُ فَقَالَتْ اِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ وَ عَلٰى جِبْرِيْلَ السَّلَامُ وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ۔ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ وَالْحَاكِمُ وَ قَالَ الْحَاكِمُ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے درآنحالیکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اس وقت آپ ﷺ کے پاس موجود تھیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا بے شک اللہ تعالیٰ

حضرت خدیجہ پر سلام بھیجتا ہے اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا بے شک اللہ تعالیٰ ہی السلام ہے اور جبریل پر بھی سلامتی ہو اور آپ پر بھی سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکات ہوں۔ اس حدیث کو امام نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ خُطُوْطٍ، قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَا فَقَالُوْا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفْضَلُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِیْجَةُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَّ اٰسِیَةُ بِنْتُ مُزَاحِمِ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَ مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُنَّ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَ قَالَ الْحَاكِمُ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحُ الْاَسْنَادِ"

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ نے زمین پر چار خطوط کھینچے اور دریافت فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جنت کی بہترین عورتیں ہیں جو کہ حضرت خدیجہ بنت خویلد، حضرت فاطمہ بنت محمد، حضرت آسیہ بنت مزاحم جو کہ فرعون کی بیوی ہے اور حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنھن ہیں۔

اس حدیث کو امام احمد، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

"عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ كَانَتْ خَدِیْجَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَوَّلَ مَنْ اٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ النِّسَآءِ۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَالْبَیْهِقِیُّ"

امام ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں سے سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ پر ایمان لائیں۔ اس حدیث کو امام حاکم اور بیہقی نے بیان کیا ہے۔

"عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ كَانَتْ خَدِيجَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَوَّلَ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَ صَدَّقَ بِرَسُوْلِهٖ ﷺ قَبْلَ أَنْ تُفْرَضَ الصَّلٰوةُ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ"

امام ابن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز فرض ہونے سے بھی پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلی خاتون تھیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اس کے رسول، حضور نبی کریم ﷺ (کے برحق ہونے) کی تصدیق کی۔ (حاکم، ابن ابی شیبہ)

"عَنْ رَبِيْعَةَ السَّعْدِيِّ قَالَ أَتَيْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَهُوَ فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ رضی اللہ عنہا سَابِقَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ إِلَى الْإِيْمَانِ بِاللهِ وَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ رَوَاهُ الْحَاكِمُ۔"

حضرت ربیعہ سعدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ یمانی کی خدمت میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو وہ فرمارہے تھے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تمام جہانوں کی عورتوں سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد (مصطفیٰ) ﷺ پر ایمان لائیں۔

اس حدیث کو امام حاکم نے بیان کیا ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا ذَكَرَ خَدِيجَةَ رضی اللہ عنہا أَثْنٰى عَلَيْهَا فَأَحْسَنَ الثَّنَاءَ قَالَتْ فَغِرْتُ يَوْمًا فَقُلْتُ مَا أَكْثَرَ مَا تَذْكُرُهَا حَمْرَاءَ الشِّدْقِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ بِهَا خَيْرًا مِّنْهَا قَالَ مَا أَبْدَلَنِي اللهُ خَيْرًا مِّنْهَا قَدْ آمَنَتْ بِي إِذْ كَفَرَ بِيَ النَّاسُ وَصَدَّقَتْنِي إِذْ كَذَّبَنِي النَّاسُ وَ وَاسَتْنِي بِمَالِهَا إِذْ حَرَمَنِي النَّاسُ وَ رَزَقَنِي اللهُ وَلَدَهَا إِذْ حَرَمَنِي أَوْلَادَ النِّسَاءِ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب کبھی بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے تو ان کی خوب تعریف فرماتے۔ آپ فرماتی ہیں کہ ایک دن میں غصہ میں آگئی اور میں نے کہا کہ آپ سرخ رخساروں والی کا تذکرہ بہت زیادہ کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر عورتیں اس کے نعم البدل کے طور پر

آپ کو عطا فرمائی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر نعم البدل عطا نہیں فرمایا وہ تو ایسی خاتون تھیں جو مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگ میرا انکار کر رہے تھے اور میری اس وقت تصدیق کی جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اور اپنے مال سے اس وقت میری ڈھارس بندھائی جب لوگ مجھے محروم کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے اولاد عطا فرمائی جب کہ دوسری عورتوں سے مجھے اولاد عطا نہیں کی۔ اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا ذَكَرَ خَدِيْجَةَ رضی اللہ عنہا لَمْ يَكُنْ يَسَامُ مِنْ ثَنَاءٍ عَلَيْهَا وَالْاِسْتِغْفَارِ لَهَا۔ فَذَكَرَهَا ذَاتَ يَوْمٍ وَاحْتَمَلَتْنِیْ الْغَيْرَةُ اِلٰی اَنْ قُلْتُ قَدْ عَوَّضَكَ اللهُ مِنْ كَبِيْرَةِ السِّنِّ قَالَتْ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ غَضِبَ غَضَبًا سَقَطَ فِیْ جِلْدِیْ فَقُلْتُ فِیْ نَفْسِیْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اِنْ اَذْهَبْتَ عَنِّیْ غَضَبَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لَمْ اَذْكُرْهَا بِسُوْءٍ فَلَمَّا رَاٰی رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الَّذِیْ لَقِيْتُ قَالَ كَيْفَ قُلْتِ وَاللهِ لَقَدْ اٰمَنَتْ بِیْ اِذْ كَفَرَ بِیَ النَّاسُ وَ صَدَّقَتْنِیْ اِذْ كَذَّبَنِیَ النَّاسُ وَ رُزِقَتْ مِنِّیَ الْوَلَدُ اِذْ حُرِمْتِيْهِ مِنِّیْ فَغَدَا بِهَا عَلَیَّ وَرَاحَ شَهْرًا۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ"

حضرت عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ فرماتے تھے تو ان کی تعریف اور ان کے لیے استغفار و دعائے مغفرت کرتے ہوئے تھکتے نہیں تھے۔ پس ایک دن آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ فرمایا تو مجھے غصہ آگیا یہاں تک کہ میں نے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بڑھیا کے عوض (حسین و جمیل) بیویاں عطا فرمائی ہیں۔ پس میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ شدید جلال میں آگئے، (یہ صورت حال دیکھ کر) میں نے اپنے دل میں کہا اے اللہ! اگر آج تو حضور نبی اکرم ﷺ کا

غصہ مجھ سے دور کر دے تو میں کبھی بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سخت الفاظ میں تذکرہ نہیں کروں گی۔ پس جب حضور نبی اکرم ﷺ نے میری یہ حالت دیکھی تو فرمایا تم ایسا کیسے کہہ سکتی ہو؟ حالانکہ خدا کی قسم وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگ میرا انکار کر رہے تھے اور میری اس وقت تصدیق کی جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اور میری اولاد بھی ان کے بطن سے پیدا ہوئی جب کہ تم اس سے محروم ہو، پس آپ ﷺ ایک ماہ تک اسی حالت (یعنی قدرے ناراضگی کی حالت میں) صبح و شام آتے رہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا اُتِیَ بِالشَّیْءِ یَقُوْلُ اذْهَبُوْا بِهٖ اِلٰی فُلَانَةٍ فَاِنَّهَا کَانَتْ صَدِیْقَةَ خَدِیْجَةَ اذْهَبُوْا بِهٖ اِلٰی بَیْتِ فُلَانَةٍ فَاِنَّهَا کَانَتْ تُحِبُّ خَدِیْجَةَ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ فِی الْاَدَبِ"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں کوئی شے پیش کی جاتی تو آپ ﷺ فرماتے اسے فلاں خاتون کے گھر لے جاؤ کیونکہ وہ خدیجہ کی سہیلی ہے، اسے فلاں خاتون کے گھر لے جاؤ کیونکہ وہ خدیجہ سے محبت رکھتی تھی۔ اس حدیث کو امام بخاری نے الادب المفرد میں بیان کیا ہے۔

"فَصْلٌ فِیْ مَنَاقِبِ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَةَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہا"

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مناقب کا بیان

"عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ اِنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَوْمًا یَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرِیْلُ یُقْرِئُكِ السَّلَامَ فَقُلْتُ وَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهٗ تَرٰی مَا لَا اَرٰی تُرِیْدُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے عائشہ یہ جبریل تمہیں سلام کہتے ہیں۔ میں نے جواب دیا ان پر بھی سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکات ہوں۔ لیکن آپ (یعنی رسول اللہ ﷺ) جو کچھ دیکھ سکتے ہیں وہ میں نہیں دیکھ سکتی۔ (کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام انہیں نظر آرہے تھے)۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ و اُرِیْتُكِ فِی الْمَنَامِ مَرَّتَیْنِ اَرٰی اَنَّكِ فِیْ سَرَقَةٍ مِّنْ حَرِیْرٍ وَ یُقَالُ هٰذِهِ امْرَاَتُكَ فَاَكْشِفُ عَنْهَا فَاِذَا هِیَ اَنْتِ فَاَقُوْلُ اِنْ یَّكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ یُمْضِهٖ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا میں نے خواب میں دو مرتبہ تمہیں دیکھا کہ تم ریشمی کپڑوں میں لپٹی ہوئی ہو اور مجھے کہا گیا کہ یہ آپ کی بیوی ہے سو پردہ ہٹا کر دیکھیے۔ جب میں نے دیکھا تو تم تھی۔ تو میں نے کہا اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ ایسا کر کے ہی رہے گا۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

"عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بَعَثَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَلٰی جَیْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ قَالَ فَاَتَیْتُهٗ فَقُلْتُ اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالًا فَسَكَتُّ مَخَافَةَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ فِیْ اٰخِرِهِمْ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ"

حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سریہ ذات السلاسل کے لیے حضرت عمرو بن العاص کو امیر لشکر مقرر فرمایا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ کو انسانوں میں سب سے پیارا کون ہے؟ فرمایا عائشہ۔ میں عرض

گزار ہو امر دوں میں سے: فرمایا اس کا والد۔ میں نے عرض کیا ان کے بعد کون ہے؟ فرمایا عمر، اس کے بعد آپ ﷺ نے چند دیگر حضرات کے نام لیے لیکن میں اس خیال سے خاموش ہو گیا کہ کہیں میرا نام آخر میں نہ آئے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَةً وَاِذَا کُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی قَالَتْ فَقُلْتُ وَمِنْ اَیْنَ تَعْرِفُ ذٰلِکَ فَقَالَ اَمَّا اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَةً فَاِنَّکِ تَقُوْلِیْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ ﷺ وَاِذَا کُنْتِ غَضْبٰی قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاهِیْمَ قَالَتْ قُلْتُ اَجَلْ وَاللهِ یَا رَسُوْلَ اللهِ مَا اَهْجُرُ اِلَّا اسْمَکَ متفق علیه"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا کہ میں بخوبی جان لیتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یہ بات آپ کس طرح معلوم کر لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو رب محمد کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ رب ابراہیم کی قسم! وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: خدا کی قسم! یا رسول اللہ اس وقت میں صرف آپ کا نام ہی چھوڑتی ہوں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّاسَ کَانُوْا یَتَحَرَّوْنَ بِهَدَایَاهُمْ یَوْمَ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا یَبْتَغُوْنَ بِهَا اَوْ یَبْتَغُوْنَ بِذٰلِکَ مَرْضَاةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ متفق علیه"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ لوگ اپنے تحائف حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لیے میرے (ساتھ آپ ﷺ کے مختص) کردہ دن کی تلاش میں رہتے تھے۔ اور اس عمل سے وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی رضا چاہتے تھے۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَیَتَعَذَّرُ فِیْ مَرَضِهٖ اَیْنَ اَنَا الْیَوْمَ

اَیْنَ اَنَا غَدًا اسْتِبْطَاءً لِیَوْمِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَلَمَّا کَانَ یَوْمِیْ قَبَضَهُ اللّٰهُ بَیْنَ سَحْرِیْ وَنَحْرِیْ وَدُفِنَ فِیْ بَیْتِیْ"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ (مرض وصال) میں (میری) باری طلب کرنے کے لیے پوچھتے کہ میں آج کہاں رہوں گا؟ کل میں کہاں رہوں گا؟ پھر جس دن میری باری تھی آپ ﷺ کا سرِ انور میری گود میں تھا کہ اللہ نے آپ کی روح مقدسہ قبض کرلی۔ اور میرے گھر میں ہی آپ ﷺ مدفون ہوئے۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَسْتُرُنِیْ بِرِدَائِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَی الْحَبَشَةِ یَلْعَبُوْنَ فِی الْمَسْجِدِ حَتّٰی اَکُوْنَ اَنَا الَّتِیْ اَسْاَمُ فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِیَةِ الْحَدِیْثَةِ السِّنِّ الْحَرِیْصَةِ عَلَی اللَّهْوِ متفق علیه"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ میرے کمرے کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے اور حبشی اپنے ہتھیاروں سے لیس مسجد میں کھیل رہے تھے حضور نبی اکرم ﷺ مجھے اپنی چادر میں چھپائے ہوئے تھے تاکہ میں ان کا کھیل دیکھتی رہوں آپ ﷺ میری وجہ سے کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ میرا جی بھر گیا اور میں خود وہاں سے چلی گئی۔ اب تم خود اندازہ کرلو کہ جو لڑکی کم سن اور کھیل کی شائق ہو وہ کب تک دیکھے گی۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

"عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ قَالَ اسْتَاْذَنَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَبْلَ مَوْتِهَا عَلٰی عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا وَهِیَ مَغْلُوْبَةٌ قَالَتْ اَخْشٰی اَنْ یُّثْنِیَ عَلَیَّ فَقِیْلَ ابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمِنْ وُجُوْهِ الْمُسْلِمِیْنَ قَالَتْ ائْذَنُوْا لَهٗ فَقَالَ کَیْفَ تَجِدِیْنَكِ قَالَتْ بِخَیْرٍ اِنِ اتَّقَیْتُ قَالَ فَاَنْتِ بِخَیْرٍ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی، زَوْجَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ، ﷺ وَلَمْ یَنْکِحْ بِکْرًا غَیْرَكِ وَنَزَلَ عُذْرُكِ مِنَ السَّمَاءِ، وَدَخَلَ ابْنُ الزُّبَیْرِ خِلَافَهٗ فَقَالَتْ دَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاَثْنٰی عَلَیَّ وَوَ

دِدتُ اَنِّی کُنتُ نَسیًا مَنسِیًا رواہ البخاری"

امام ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھا (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور انہوں نے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے اندر آنے کی اجازت مانگی جبکہ وہ اس وقت عالم نزع میں تھیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ یہ میری تعریف کریں گے۔ حاضرین نے کہا: یہ تو حضور نبی اکرم ﷺ کے چچازاد اور سرکردہ مسلمانوں میں سے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: اچھا انہیں اجازت دے دو۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھا نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ جواب دیا: اگر پرہیز گار ہوں تو بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ بہتر ہی رہے گا کیونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ اور آپ کے سوا انہوں نے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا اور آپ کی براءت آسمان سے نازل ہوئی تھی۔ ان کے بعد حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنھا اندر آئے۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھا آئے تھے۔ وہ میری تعریف کر رہے تھے۔ اور میں یہ چاہتی ہوں کہ کاش! میں گمنام ہوتی۔

اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ کَانَتْ عَائِشَۃُ ب لَا تُمْسِکُ شَیْئًا مِماً جَاءَ ھَا مِنْ رِزْقِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِلَّا تَصَدَّقَتْ بِہٖ رواہ البخاری"

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنھا بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کے پاس اللہ تعالٰی کے رزق میں سے جو بھی چیز آتی وہ اسے اپنے پاس نہ روکے رکھتیں بلکہ اسی وقت (کھڑے کھڑے) اس کا صدقہ فرما دیتیں۔

اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ اَنَسٍ اَنَّ جَارًا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَارِسِیًّا کَانَ طَیِّبَ الْمَرَقِ فَصَنَعَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ

ﷺ ثُمَّ جَاءَ يَدْعُوْهُ ، فَقَالَ وَهَذِهِ لِعَائِشَةَ فَقَالَ لَا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا ،

فَعَادَ يَدْعُوْهُ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَهَذِهِ قَالَ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا

، ثُمَّ عَادَ يَدْعُوْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَهَذِهِ قَالَ نَعَمْ فِي الثَّالِثَةِ فَقَامَ

يَتَدَافِعَانِ حَتَّى أَتَيَا مَنْزِلَهُ رواہ مسلم و احمد "

حضرت انس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ایک فارسی پڑوسی بہت اچھا سالن بناتا تھا، پس ایک دن اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے سالن بنایا، پھر آپ ﷺ کو دعوت دینے کے لیے حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اور یہ بھی یعنی عائشہ (بھی میرے ساتھ مدعو ہے یا نہیں) تو اس نے عرض کیا نہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا : نہیں، (میں نہیں جاؤں گا) اس شخص نے دوبارہ آپ ﷺ کو دعوت دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بھی (یعنی عائشہ بھی) تو اس آدمی نے عرض کیا کہ نہیں، تو آپ ﷺ نے پھر انکار فرمادیا۔ اس شخص نے سہ بارہ آپ ﷺ کو دعوت دی، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بھی ، اس شخص نے کہا: ہاں یہ بھی ، پھر دونوں (یعنی آپ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) ایک دوسرے کو تھامتے ہوئے اٹھے اور اس شخص کے گھر تشریف لے گئے۔

اس حدیث کو امام مسلم اور احمد نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ جِبْرِيْلَ جَاءَ بِصُوْرَتِهَا فِي حَرِيْرٍ خَضْرَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ

فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ رواہ الترمذی و ابن حبان"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام ریشم کے سبز کپڑے میں (لپٹی ہوئی) ان کی تصویر لے کر حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ ﷺ ! یہ دنیا و آخرت میں آپ کی زوجہ ہیں۔

اس حدیث کو امام ترمذی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ

حدیث حسن ہے۔

"عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ مَا اَشْکَلَ عَلَیْنَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ حَدِیْثُ قَطُّ فَسَاَلْنَا عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا رواه الترمذی

وَقَالَ اَبُوْ عِیْسٰی هٰذَا حَدِیْثُ حَسَنٌ صَحِیْحٌ"

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنھا بیان کرتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول اللہ ﷺ کے لیے جب کبھی کوئی حدیث مشکل ہو جاتی تو ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے اس کے بارے میں پوچھتے تو ان سے اس حدیث کا صحیح علم پالیتے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

"عَنْ مُوْسٰی بْنِ طَلْحَةَ قَالَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا رواه الترمذی والحاکم"

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے بڑھ کر کسی کو فصیح نہیں دیکھا۔

اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فِیْ روایة طویلة اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لِفَاطِمَةَ اِنَّهَا (ای عائشة) حِبَّةُ اَبِیْكِ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔۔۔۔۔۔ الحدیث رواه ابوداؤد"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا ایک طویل حدیث میں روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا سے فرمایا: رب کعبہ کی قسم! بے شک عائشہ تمہارے والد کو بہت زیادہ محبوب ہے۔ یہ حدیث ابو داؤد نے بیان کی ہے۔

"عَنْ ذَكْوَانَ حَاجِبِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّهُ جَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ یَسْتَاْذِنُ عَلٰی عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَقَالَتْ ائْذَنْ لَهُ اِنْ شِئْتَ قَالَ فَاَدْخَلْتُهُ فَلَمَّا جَلَسَ قَالَ اَبْشِرِیْ فَقَالَتْ اَیْضًا، فَقَالَ مَا بَیْنَكِ وَبَیْنَ اَنْ تَلْقٰی مُحَمَّدًا ﷺ وَالْاَحِبَّةَ اِلَّا اَنْ تَخْرُجَ

الرُّوْحُ مِنَ الْجَسَدِ ، کُنْتِ اَحَبَّ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحِبُّ اِلَّا طَيِّبًا وَسَقَطَتْ قِلَادَتُكِ لَيْلَةَ الْاَبْوَاءِ فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی يُصْبِحَ فِی الْمَنْزِلِ وَاَصْبَحَ النَّاسُ لَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (النساء۴۳،۴) فَكَانَ ذٰلِكَ فِیْ سَبَبِكِ ، وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ مِنَ الرُّخْصَةِ ، وَاَنْزَلَ اللّٰهُ بَرَاءَتَكِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ جَاءَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ، فَاَصْبَحَ لَيْسَ لِلّٰهِ مَسْجِدٌ اللّٰهِ يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهِ اِلَّا يُتْلٰی فِيْهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ دَعْنِیْ مِنْكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ ، وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنِّیْ كُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا رواہ احمد وابن حبان وابو یعلی"

حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے دربان تھے ، روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے ملنے کی اجازت طلب کرنے کے لیے تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو انہیں اجازت دے دو ، راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر میں انہیں اندر لے آیا پس جب وہ بیٹھ گئے تو عرض کرنے لگے: اے ام المومنین! آپ کو خوشخبری ہو ، آپ نے جواباً فرمایا: اور تمہیں بھی خوشخبری ہو ، پھر انہوں نے عرض کیا: آپ کی اور آپ کے محبوب حضور نبی کریم ﷺ کی ملاقات میں سوائے آپ کی روح کے قفس عنصری سے پرواز کرنے کے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ آپ حضور نبی اکرم ﷺ کو تمام ازواج مطہرات سے بڑھ کر تھیں جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ سوائے پاکیزہ چیز کے کسی کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور ابوا والی رات آپ کے گلے کا ہار گر گیا تو حضور نبی اکرم ﷺ صبح تک گھر نہ پہنچے اور جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صبح اس حال میں کی کہ ان کے پاس وضو کرنے کے لیے پانی نہیں تھا تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ (پس تیمم کرو پاکیزہ مٹی کے ساتھ) (النساء ۴۳،۴) اور یہ سارا آپ کے سبب ہوا اور یہ جو رخصت اللہ تعالیٰ نے

(تیمم کی شکل میں) نازل فرمائی (یہ بھی آپ کی بدولت نصیب ہوئی) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی براءت (یعنی بے گناہی) سات آسمانوں کے اوپر سے نازل فرمائی جسے حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر نازل ہوئے۔ پس اب اللہ تعالیٰ کی مساجد میں سے کوئی مسجد ایسی نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے جس میں اس (آیت براءت) کی دن رات تلاوت نہ ہوتی ہو۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا: اے ابن عباس! بس کرو میری تعریف نہ کرو۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ ءقدرت میں میری جان ہے! مجھے یہ پسند ہے کہ میں بھولی بسری چیز ہوتی (جسے کوئی نہ جانتا ہوتا)۔ اس حدیث کو امام احمد ابن حبان اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَعْرَفَةِ فَرَسٍ وَهُوَ يُكَلِّمُ رَجُلًا ،قُلْتُ رَأَيْتُكَ وَاضِعًا يَدَيْكَ عَلَى مَعْرَفَةِ فَرَسِ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَأَنْتَ تُكَلِّمُهُ ،قَالَ وَرَأَيْتِ قَالَتْ نَعَمْ ذَاكَ جِبْرِيْلُ علیه الصلوٰة والسلام وَ هُوَ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ قَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، جَزَاهُ اللهُ خَيْرًا مِنْ صَاحِبٍ وَدَخِيلٍ ،فَنِعْمَ الصَّاحِبُ وَنِعْمَ الدَّخِيلُ۔ رواه احمد"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا: آپ ﷺ نے گھوڑے کی گردن پر اپنا دست اقدس رکھا ہوا ہے اور ایک آدمی سے کلام فرمارہے ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے دحیہ کلبی کے گھوڑے کی گردن پر اپنا دست اقدس رکھا ہوا ہے اور ان سے کلام فرمارہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا واقعی تم نے یہ منظر دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور وہ تجھے سلام پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا اور ان پر بھی سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں اللہ تعالیٰ دوست اور مہمان کو جزائے خیر عطا فرمائے، پس کتنا ہی اچھا دوست (حضور نبی

اکرم ﷺ کی ذات اقدس) اور کتنا ہی اچھا مہمان (حضرت جبریل علیہ والسلام) ہیں۔
اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا رَاَيْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ طِيْبَ نَفْسٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، ادْعُ اللهَ لِيْ، فَقَالَ اَللّٰهُمَّ، اغْفِرْ لِعَائِشَةَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهَا وَمَا تَاَخَّرَ مَا اَسَرَّتْ وَمَا اَعْلَنَتْ فَضَحِكَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا حَتّٰى سَقَطَ رَاْسُهَا فِيْ حِجْرِهَا مِنَ الضِّحْكِ، قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَيَسُرُّكِ دُعَائِيْ فَقَالَتْ وَمَا لِيْ لَا يَسُرُّنِيْ دُعَاؤُكَ، فَقَالَ ﷺ وَاللهِ اِنَّهَا لَدُعَائِيْ لِاُمَّتِيْ فِيْ كُلِّ صَلَاةٍ۔ رواه ابن حبان والحاكم وابن ابی شیبۃ"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو خوشگوار حالت میں دیکھا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اللہ سے میرے حق میں دعا فرمائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! عائشہ کے اگلے پچھلے، ظاہری و باطنی، تمام گناہ معاف فرما یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اتنا ہنسیں کہ ان کا سر آپ ﷺ کی گود مبارک میں آپڑا (یعنی ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئیں) اس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میری دعا تمہیں اچھی لگی ہے؟ انھوں نے عرض کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کی دعا مجھے اچھی نہ لگے، پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک ہر نماز میں میری یہ دعا میری اُمت کے لیے خاص ہے۔ اس حدیث کو امام ابن حبان، حاکم اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَطَاءٍ قَالَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَفْقَهَ النَّاسِ وَ اَعْلَمَ النَّاسِ وَ اَحْسَنَ النَّاسِ رَاْيًا فِي الْعَامَّةِ رَوَاهُ الْحَاكِمِ"

حضرت عطا بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں سے بڑھ کر فقیہ اور تمام لوگوں سے بڑھ کر عالمہ اور تمام لوگوں سے بڑھ کر روزمرہ معاملات میں اچھی رائے رکھنے والی تھیں۔ اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عُرْوَةَ قَالَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا بِشِعْرٍ وَلَا فَرِیْضَةٍ وَّلَا اَعْلَمَ بِفِقْهٍ مِنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا رَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ"

حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر شعر، فرائض (میراث) اور فقہ کا عالم کسی اور کو نہیں دیکھا۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

"عَنِ الزُّهْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَوْ جُمِعَ عِلْمُ نِسَآءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فِیْهِنَّ اَزْوَاجُ النَّبِیِّ ﷺ کَانَ عِلْمُ عَائِشَةَ اَکْثَرَ مِنْ عِلْمِهِنَّ رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ"

امام زہری سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر جملہ ازواجِ مطہرات سمیت اس اُمت کی تمام عورتوں کے علم کو جمع کیا جائے تو عائشہ کا علم ان سب کے علم سے زیادہ ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

"عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ مُعَاوِیَةُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ مَا رَاَیْتُ خَطِیْبًا قَطُّ اَبْلَغَ وَلَا اَفْطَنَ مِنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ"

امام قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کسی بھی خطیب کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر بلاغت و فطانت والا نہیں دیکھا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے راویت کیا ہے۔

"عَنْ عُرْوَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ اَعْلَمَ بِالْقُرْاٰنِ وَلَا بِفَرِیْضَةٍ وَلَا بِحَلَالٍ وَلَا بِشِعْرٍ وَلَا بِحَدِیْثِ الْعَرَبِ وَلَا بِنَسَبٍ مِنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا رَوَاهُ اَبُوْنُعَیْمٍ"

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے لوگوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو قرآن، فرائض، حلال وحرام، عربوں کی روایات اور نسب کا عالم نہیں دیکھا۔ اس حدیث کو امام ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ اُمِّ ذَرَّةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ وَ کَانَتْ تَغْشٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ بَعَثَ ابْنُ

الزُّبَیرِ اِلَیھَا بِمَالٍ فِی غِرَارَتَینِ ثَمَانِینَ اَوْ مِائَۃَ اَلْفٍ فَدَعَتْ بِطَبَقٍ وَّھِیَ یَوْمَئِذٍ صَائِمَۃٌ فَجَلَسَتْ تَقْسِمُ بَیْنَ النَّاسِ فَاَمْسَتْ وَمَا عِنْدَھَا مِنْ ذٰلِکَ دِرْھَمٌ فَلَمَّا اَمْسَتْ قَالَتْ یَا جَارِیَۃُ، ھَلُمِّیْ فِطْرِیْ فَجَآءَتْھَا بِخُبْزٍ وَّ زَیْتٍ فَقَالَتْ لَھَا اُمُّ ذَرَّۃَ اَمَّا اسْتَطَعْتِ مِمَّا قَسَمْتِ الْیَوْمَ اَنْ تَشْتَرِیْ لَنَا لَحْمًا بِدِرْھَمٍ نَفْطُرُ عَلَیْہِ قَالَتْ لَا تُعَنِّفِیْنِیْ لَوْ کُنْتِ ذَکَّرْتِیْنِیْ لَفَعَلْتُ۔ رَوَاہُ اَبُوْ نُعَیْمٍ وَّ ابْنُ سَعْدٍ"

حضرت اُمِ ذرہ جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دو تھیلوں میں آپ کو اسی ہزار یا ایک لاکھ کی مالیت کا مال بھیجا۔ آپ نے (مال رکھنے کے لیے) ایک تھال منگوایا اور آپ اس دن روزے سے تھیں، آپ وہ مال لوگوں میں تقسیم کرنے کے لیے بیٹھ گئیں، پس شام تک اس مال میں سے آپ کے پاس ایک درہم بھی نہ بچا، جب شام ہو گئی تو آپ نے فرمایا: اے لڑکی! میرے افطار کے لیے کچھ لاؤ، وہ لڑکی ایک روٹی تھوڑا سا گھی لے کر حاضر ہوئی، پس ام ذرہ نے عرض کیا: کیا آپ نے جو مال آج تقسیم کیا ہے اس میں سے ہمارے لیے ایک درہم کا گوشت نہیں خرید سکتی تھیں جس سے آج ہم افطار کرتے! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اب مجھے اس لہجے میں شکایت نہ کرو۔ اگر اس وقت (جب مال تقسیم کر رہی تھی) تم نے مجھے یاد کرایا ہوتا تو شاید میں (تمہارے لیے) ایسا کر لیتی اس حدیث کو امام ابو نعیم اور ابن سعد نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَا رَاَیْتُ امْرَاَتَیْنِ اَجْوَدَ مِنْ عَائِشَۃَ وَ اَسْمَآءَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا وَ جُوْدُھُمَا مُخْتَلِفٌ اَمَّا عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا فَکَانَتْ تَجْمَعُ الشَّیْءَ اِلَی الشَّیْءِ حَتّٰی اِذَا کَانَ اجْتَمَعَ عِنْدَھَا قَسَمَتْ وَ اَمَّا اَسْمَآءُ فَکَانَتْ لَا تُمْسِکُ شَیْئًا لِغَدٍ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ فِی الْاَدَبِ"

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی

اللہ عنہما سے بڑھ کر سخاوت کرنے والی کوئی عورت نہیں دیکھی اور دونوں کی سخاوت میں کچھ فرق ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھوڑی تھوڑی اشیاء جمع فرماتی رہتی تھیں اور جب کافی ساری اشیاء آپ کے پاس جمع ہو جاتیں تو آپ انھیں (غرباء اور محتاجوں میں) تقسیم فرما دیتیں۔ جبکہ حضرت اسماء اپنے پاس کل کے لیے کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتی تھیں۔ اس حدیث کو امام بخاری نے الادب المفرد میں بیان کیا ہے۔

"عَنْ عَطَاءٍ قَالَ بَعَثَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِطَوْقٍ مِنْ ذَهَبٍ فِيْهِ جَوْهَرٌ قُوِّمَ بِمِائَةِ اَلْفٍ فَقَسَّمَتْهُ بَيْنَ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ رَوَاهُ هُنَادٌ"

حضرت عطاء سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سونے کا ایک ہار بھیجا جس میں ایک ایسا جوہر لگا ہوا تھا جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی، پس آپ نے وہ قیمتی ہار تمام امہات المؤمنین میں تقسیم فرما دیا۔ اس حدیث کو امام ہناد نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عُرْوَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَتْ تَسْرُدُ الصَّوْمَ وَعَنِ الْقَاسِمِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَتْ تَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا تُفْطِرُ اِلَّا يَوْمَ اَضْحٰى اَوْ يَوْمَ فِطْرٍ"

"وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اِذَا غَدَوْتُ اَبْدَاُ بِبَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَغَدَوْتُ يَوْمًا فَاِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُسَبِّحُ وَ تَقْرَاُ فَمَنَّ اللهُ عَلَيْنَا وَ وَقَانَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (الطور:۵۲:۲۷) "وَ تَدْعُوْ وَتَبْكِيْ وَ تُرَدِّدُهَا فَقُمْتُ حَتّٰى مَلَلْتُ الْقِيَامَ فَذَهَبْتُ اِلَى السُّوْقِ لِحَاجَتِيْ ثُمَّ رَجَعْتُ فَاِذَا هِيَ قَائِمَةٌ كَمَا هِيَ تُصَلِّيْ وَ تَبْكِيْ۔ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَ الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ الْجَوْزِيِّ وَاللَّفْظُ لَهٗ"

حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسلسل روزہ سے ہوتی تھیں اور امام قاسم روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسلسل روزہ سے ہوتی تھیں اور صرف عید الاضحیٰ اور عید الفطر کو افطار کرتی تھیں۔

انہی سے روایت ہے کہ میں صبح کو جب گھر سے روانہ ہوتا تو سب سے پہلے سلام کرنے کی غرض سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتا، پس ایک صبح میں آپ کے گھر گیا تو آپ حالت قیام میں تسبیح فرمار ہی تھیں اور یہ آیہ کریمہ پڑھ رہی تھیں پس اللہ نے ہم پر احسان فرمادیا اور ہمیں نارِ جہنم کے عذاب سے بچالیا۔ (الطور: ۵۲:۲۷) اور دعا کرتی اور روتی جارہی تھیں اور اس آیت کو بار بار دہرا رہی تھیں۔ پس میں (ان کی نماز سے فراغت کے انتظار میں) کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ میں کھڑا کھڑا تھک گیا اور اپنے کام کی غرض سے بازار چلا گیا۔ پھر میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ اسی حالت میں کھڑی نماز ادا کر رہی ہیں اور مسلسل روئے جارہی ہیں۔ اس حدیث کو امام عبد الرزاق و بیہقی اور ابن جوزی نے روایت کیا ہے یہ الفاظ ابن جوزی کے ہیں۔

"فَصْلٌ فِیْ مَنَاقِبِ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا"

اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مناقب کا بیان

"عَنْ قَیْسِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ طَلَّقَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا فَدَخَلَ عَلَیْهَا خَالَاهَا قُدَامَةُ وَعُثْمَانُ ابْنُ مَظْعُوْنٍ فَبَکَتْ وَقَالَتْ وَاللهِ مَا طَلَّقَنِیْ عَنْ شِبَعٍ وَّ جَآءَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ قَالَ لِیْ جِبْرِیْلُ علیه السلام رَاجِعْ حَفْصَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا فَاِنَّهَا صَوَّامَةٌ قَوَّامَةٌ وَاِنَّهَا زَوْجَتُكَ فِی الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْحَاکِمُ"

حضرت قیس بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کو طلاق دی تو ان کے ماموں قدامہ اور عثمان جو کہ مظعون کے بیٹے ہیں آپ کو ملنے آئے تو آپ رو پڑیں اور کہا: خدا کی قسم! حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے غصہ اور غضب کی وجہ سے طلاق نہیں دی، اسی دوران حضور نبی کریم ﷺ ادھر تشریف لائے اور فرمایا جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا ہے آپ حفصہ کی طرف رجوع کر لیں۔ بے شک وہ بہت زیادہ روزے رکھنے اور قیام کرنے والی ہیں اور بے شک وہ جنت میں بھی آپ

کی اہل یہ ہیں۔ اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَا حَفْصَۃُ، اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ آنِفًا فَقَالَ فَاِنَّھَا صَوَّامَۃٌ قَوَّامَۃٌ وَھِیَ زَوْجَتُکَ فِی الْجَنَّۃِ رواہ الطبرانی"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے حفصہ ! ابھی ابھی جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے پاس آئے تھے اور مجھے کہا: بے شک وہ (حضرت حفصہ) بہت زیادہ روزے دار اور قیام کرنے والی ہیں اور وہ جنت میں بھی آپ کی اہلیہ ہیں۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

"فَصْلٌ فِیْ مَنَاقِبِ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا"

ام المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب کا بیان

"عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَ اُنْبِئْتُ اَنَّ جِبْرِیْلَ علیہ الصلوٰۃ والسلام اَتَی النَّبِیَّ ﷺ وَعِنْدَہٗ اُمُّ سَلَمَۃَ رضی اللہ عنہا فَجَعَلَ یُحَدِّثُ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِاُمِّ سَلَمَۃَ مَنْ ھٰذَا اَوْ کَمَا قَالَ قَالَ قَالَتْ ھٰذَا دِحْیَۃُ قَالَتْ اُمُّ سَلَمَۃَ ایمُ اللّٰہِ! مَا حَسِبْتُہٗ اِلَّا اِیَّاہُ، حَتّٰی سَمِعْتُ خُطْبَۃَ نَبِیِّ اللّٰہِ ﷺ یُخْبِرُ عَنْ جِبْرِیْلَ اَوْ کَمَا قَالَ فَقُلْتُ لِاَبِیْ عُثْمَانَ مِمَّنْ سَمِعْتَ ھٰذَا قَالَ مِنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ متفق علیہ"

ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس موجود تھیں، پس وہ آپ ﷺ سے گفتگو کرتے رہے پھر چلے گئے، حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا: یہ کون تھے ؟ یا جو کچھ بھی آپ ﷺ نے فرمایا: انہوں نے جواب دیا کہ حضرت دحیہ تھے ، حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے انہیں دحیہ قلبی ہی سمجھا تھا۔ لیکن میں نے سنا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے دوران خطبہ بتایا کہ وہ حضرت جبریل علیہ

الصلوٰۃ والسلام تھے، یا جو کچھ بھی آپ ﷺ نے فرمایا: معمر کے والد بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو عثمان سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ کس سے سنا ہے۔ تو انہوں نے بتایا ہاں، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

"عَنْ اُمِّ سلمة رضی الله عنها اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَمَّا تَزَوَّجَ اُمِّ سلمة رضی الله عنها اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا وَقَالَ اِنَّهُ لَيْسَ بِكِ عَلٰى اَهْلِكِ هَوَانٌ، اِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ لَكِ وَاِنْ سَبَّعْتُ لِنِسَائِيْ رواہ مسلم"

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ ان سے نکاح کرنے کے بعد ان کے پاس تین دن رہے پھر فرمایا: تمہاری اہمیت اور چاہت اپنے شوہر کی نظروں میں ہر گز کم نہیں ہوئی، اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہارے پاس ایک ہفتہ قیام کر لوں اور (لیکن) اگر میں تمہارے پاس ایک ہفتہ رہا تو میں اپنی تمام ازواج کے پاس ایک ایک ہفتہ رہوں گا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رضی الله عنها اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا فِيْ بَيْتِهَا ذَاتَ يَوْمٍ فَجَاءَتِ الْخَادِمُ، فَقَالَتْ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ بِالسُّدَّةِ فَقَالَ تُنَحِّيْ لِيْ عَنْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَتَنَحَّتْ فِيْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ فَدَخَلَ عَلِيٌّ ،وَ فَاطِمَةُ، وَحَسَنٌ، وَحُسَيْنٌ فَوَضَعَهُمَا فِيْ حِجْرِهٖ وَاَخَذَ عَلِيًّا بِاِحْدٰى يَدَيْهِ فَضَمَّهُ اِلَيْهِ وَاَخَذَ فَاطِمَةَ بِالْيَدِ الْاُخْرٰى فَضَمَّهَا اِلَيْهِ وَ قَبَّلَهُمَا وَاَغْدَفَ عَلَيْهِمْ خَمِيْصَةً سَوْدَاءَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ ،اِلَيْكَ لَا اِلَى النَّارِ ،اَنَا ،وَاَهْلُ بَيْتِيْ ،قَالَتْ فَنَادَيْتُهُ ،فَقُلْتُ ،وَاَنَا ،يَا رَسُوْلَ اللهِ ،قَالَ وَاَنْتِ۔"

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ ایک دن ان کے پاس ان کے گھر تشریف فرما تھے پس خادم آیا اور عرض کیا: حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہا (گھر کی دہلیز پر کھڑے ہیں۔، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے میرے اہل بیت

کے راستے سے ہٹ جایا کرو۔ (یعنی انہیں بلا اجازت گھر میں آنے دیا کرو) پس وہ خادم گھر کے ایک کونے میں چلا گیا، پس حضرت علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کریمین رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسوں کو اپنی گود میں بٹھایا اور اپنا ایک دستِ مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رکھا اور دوسرا دستِ اقدس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر رکھا اور انہیں بھی اپنے ساتھ ملایا اور ان دونوں کو چوما اور پھر ان سب پر اپنی کالی کملی بچھادی۔ پھر فرمایا: اے اللہ! تیری طرف نہ کہ آگ کی طرف، میں اور میرے اہلِ بیت، حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے آپ ﷺ کو پکار کر عرض کیا: اور میں بھی یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں تم بھی۔

اس حدیث کو امام ابن شیبہ اور احمد نے روایت کیا ہے۔

"فَصْلٌ فِیْ مَنَاقِبِ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اُمِّ حَبِیْبَةَ بِنْتَ اَبِیْ سُفْیَانَ رضی اللہ عنہ"

ام المؤمنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مناقب کا بیان

"عَنْ اُمِّ سلمة رضی اللہ عنہا تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِيْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ بُنِيَ لَهُ بِهِنَّ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ قَالَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ رواہ مسلم وابن خزیمة"

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو مسلمان بندہ ہر روز اللہ تعالیٰ کے لیے بارہ رکعت نفل پڑھے گا اس کے لیے ان کے بدلہ میں جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے اس دن کے بعد کبھی بھی یہ بارہ رکعات ترک نہیں کیں۔

اس حدیث کو امام مسلم اور ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے۔

"عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ النَّجَاشِيَّ رضی اللہ عنہ زَوَّجَ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ اَبِيْ سُفْيَانَ رضی اللہ عنہ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَلٰى صَدَاقِ اَرْبَعِ آلَافِ دِرْهَمٍ، وَكَتَبَ بِذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ

ﷺ فَقَبِلَ رواہ ابوداؤد"

امام زہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شاہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضرت اُمِّ حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی شادی حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ چار ہزار درہم حق مہر پر کی اور اس کی خبر بذریعہ خط حضور نبی کریم ﷺ کو دی تو آپ ﷺ نے اسے قبول فرما لیا۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

"عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ لَمَّا قَدِمَ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ الْمَدِيْنَةَ جَاءَ اِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَهُوَ يُرِيْدُ غَزْوَ مَكَّةَ فَكَلَّمَهُ اَنْ يَزِيْدَ فِيْ هُدْنَةِ الْحُدَيْبِيَّةِ فَلَمْ يَقْبَلْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَامَ ،فَدَخَلَ عَلَى ابْنَتِهِ اُمِّ حَبِيْبَةَ رضی الله عنها فَلَمَّا قَالَ يَا بُنَيَّةُ، اَرَغِبْتِ، بِهٰذَا الْفِرَاشِ عَنِّيْ اَوْ بِيْ عَنْهُ، فَقَالَتْ بَلْ هُوَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَاَنْتَ امْرُؤٌ نَجِسٌ مُشْرِكٌ ،فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ ،لَقَدْ اَصَابَكِ بَعْدِيْ شَرٌّ" رواہ ابن سعد

امام زہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوسفیان بن حرب (قبول اسلام سے قبل) مدینہ منورہ آئے تو وہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ آپ ﷺ (مشرکین مکہ کی طرف سے معائدہ کی خلاف ورزی کرنے پر) مکہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ ابوسفیان نے حضور نبی کریم ﷺ سے صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں توسیع کے لیے گزارش کی لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے انکار فرما دیا، پس وہ کھڑے ہوئے اور اپنی بیٹی حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلے گئے۔ لیکن جب وہ حضور نبی کریم ﷺ کے بستر پر بیٹھنے کے لیے بڑھے تو ام المؤمنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ان کے بیٹھنے سے پہلے ہی وہ بستر لپیٹ دیا۔ انہوں نے کہا: اے میری بیٹی! کیا تو اس بستر کی وجہ سے مجھ سے نفرت کرتی ہے یا میری وجہ سے اس بستر سے؟ انہوں نے فرمایا: یہ حضور نبی کریم ﷺ کا (پاکیزہ نورانی) بستر ہے اور تم ایک نجس اور مشرک انسان ہو۔ (یہ سن کر) انہوں نے کہا: اے

میری بیٹی! البتہ میرے بعد تم شر میں مبتلا ہو گئی ہو۔ اس حدیث کو امام ابن سعد نے روایت کیا ہے۔

"فَصْلٌ فِیْ مُنَاقِبِ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ رضی اللہ عنہا"

ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ کے مناقب کا بیان

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَآئِهٖ، فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهٗ وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَاَةٍ مِّنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا غَيْرَ اَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ رضی اللہ عنہا وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَ لَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ تَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ رِضَا رَسُوْلِ اللهِ ﷺ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے کہ آپ کے ساتھ جانے کے لیے کس کے نام قرعہ نکلتا ہے اور آپ ﷺ نے ان کے درمیان ایک رات دن کی باری مقرر فرمائی ہوئی تھی، ماسوائے حضرت سودہ بنت زمعہ کہ انھوں نے اپنی باری ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دی ہوئی تھی اور اس سے ان کا مقصود حضور نبی کریم ﷺ کی رضامندی تھی۔ اس حدیث کو امام بخاری اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ امْرَاَةً اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اَكُوْنَ فِيْ مِسْلَاخِهَا مِنْ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ رضی اللہ عنہا مِنِ امْرَاَةٍ فِيْهَا حِدَّةٌ قَالَتْ فَلَمَّا كَبِرَتْ جَعَلَتْ يَوْمَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لِعَائِشَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِيْ مِنْكَ لِعَائِشَةَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ يَوْمَيْنِ يَوْمَهَا وَيَوْمَ سَوْدَةَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ النَّسَائِيُّ"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے ازواجِ مطہرات میں سب سے زیادہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا عزیز تھیں، میری تمنا تھی کہ کاش میں ان کے جسم

میں ہوتی، حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں تیزی تھی جب وہ بوڑھی ہو گئیں تو انھوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی اپنے ساتھ کی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے اپنی باری عائشہ کو دے دی ہے، پھر حضور نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ کے ہاں دو دن رہتے تھے، ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کا اور ایک دن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی باری کا۔ اس حدیث کو امام مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

"فَصْلٌ فِيْ مُنَاقِبِ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رضی اللہ عنہا"

ام المؤمنین حضرت زینت کے مناقب کا بیان

" عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ: ذُكِرَ تَزْوِيجُ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عِنْدَ أَنَسٍ، فَقَالَ: «مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَمَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَيْهَا، أَوْلَمَ بِشَاةٍ۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ"

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ذکر ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو کسی زوجہ مطہرہ کا ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ جیسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ ﷺ نے ان کا ولیمہ ایک بکری کے ساتھ کیا تھا۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

"عَنْ عِيسَى ابْنِ طَهْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ نَزَلَتْ اٰيَةُ الْحِجَابِ فِيْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رضی اللہ عنہا وَاَطْعَمَ عَلَيْهَا يَوْمَئِذٍ خُبْزًا وَ لَحْمًا وَّ كَانَتْ تَفْخَرُ عَلٰى نِسَآءِ النَّبِيِّ ﷺ وَ كَانَتْ تَقُوْلُ اِنَّ اللهَ اَنْكَحَنِيْ فِي السَّمَآءِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ"

امام عیسیٰ بن طہان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ پردے کی آیت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی

اور ان کے ولیمہ میں آپ ﷺ نے روٹی اور گوشت کھلایا اور یہ (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) حضور نبی کریم کی باقی ازواج مطہرات پر اظہارِ تفاخر کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آسمان پر کیا ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَتْ زَیْنَبُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا تَفْخَرُ عَلٰی اَزْوَاجِ النَّبِیِّ ﷺ تَقُوْلُ زَوَّجَکُنَّ اَهَالِیْکُنَّ وَ زَوَّجَنِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰتٍ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَالنَّسَائِیُّ"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات سے فخریہ فرمایا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا۔ اس حدیث کو امام بخاری اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَسْرَعُکُنَّ لَحَاقًا بِیْ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا قَالَتْ فَکُنَّ یَتَطَاوَلْنَ اَیَّتُهُنَّ اَطْوَلُ یَدًا قَالَتْ فَکَانَتْ اَطْوَلَنَا یَدًا زَیْنَبُ لِاَنَّهَا کَانَتْ تَعْمَلُ بِیَدِهَا وَ تَصَدَّقُ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ ابْنُ حِبَّانَ"

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا (میری وفات کے بعد) مجھے تم سب میں سے زیادہ جلد وہ بیوی ملے گی جس کے ہاتھ تم سب سے زیادہ لمبے ہوں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر ہم سب اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں کہ کس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں، لیکن سب سے زیادہ لمبے ہاتھ حضرت زینب بن جحش کے تھے کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں سے کام کیا کرتی تھیں اور زیادہ صدقہ و خیرات کیا کرتی تھیں۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فِیْ رِوَایَةٍ طَوِیْلَةٍ فَاَرْسَلَ اَزْوَاجُ النَّبِیِّ ﷺ زَیْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِیِّ ﷺ وَ هِیَ الَّتِیْ کَانَتْ تُسَامِیْنِیْ مِنْهُنَّ فِیْ

اَلْمَنْزِلَةِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَلَمْ اَرَ امْرَاَةً قَطُّ خَيْرًا فِي الدِّيْنِ مِنْ زَيْنَبَ وَاَتْقٰى لِلّٰهِ وَاَصْدَقَ حَدِيْثًا وَاَوْصَلَ لِلرَّحِمِ وَاَعْظَمَ صَدَقَةً وَاَشَدَّ ابْتِذَالًا لِنَفْسِهَا فِي الْعَمَلِ الَّذِيْ تَصَدَّقُ بِهٖ وَتَقَرَّبُ بِهٖ اِلَى اللهِ تَعَالٰى مَاعَدَا سَوْرَةً مِنْ حِدَّةٍ كَانَتْ فِيْهَا تُسْرِعُ مِنْهَا الْفَيْئَةَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک طویل حدیث بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات نے آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو آپ کے پاس بھیجا اور وہی حضور نبی کریم ﷺ کے نزدیک مرتبہ میں میرے برابر تھیں اور میں نے حضرت زینب سے زیادہ دیندار، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی، سچ بات کہنے والی، صلہ رحمی کرنے والی اور صدقہ و خیرات کرنے والی کوئی عورت نہیں دیکھی، اور نہ ان سے زیادہ تواضع کرنے والی کوئی عورت دیکھی ہے، اس عمل میں جس کے ذریعے وہ صدقہ کرتیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتیں تھیں البتہ وہ زبان کی تیز تھیں لیکن اس سے بھی وہ بہت جلد رجوع کرلیتی تھیں۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اِنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ اَوَّاهَةٌ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا الْاَوَّاهَةُ قَالَ الْخَاشِعَةُ رَوَاهُ اَبُوْنُعَيْمٍ وَّابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَالذَّهَبِيُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ۔"

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا بے شک زینب بنت جحش اواہہ ہے عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ اوّاہہ کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: خاشعہ (بہت زیادہ خشوع و خضوع کرنے والی) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی۔

اس حدیث کو امام ابو نعیم، ابن عبد البر اور ذہبی نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ ذہبی کے ہیں۔

"فَصلٌ فِی مُنَاقِبِ اُمِّ الْمُؤْمِنِینَ مَیمُوْنَةَ بِنتِ الْحَارِثِ رضی اللہ عنہا"

ام المؤمنین حضرت میمونہ کے مناقب کا بیان

"عَنِ ابنِ عبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الاخوات مُؤْمِناتٌ مَیمُوْنَةُ رَضِیَ اللهُ عنها زَوجُ النَّبِیِّ ﷺ وَ اُخْتُهَا اُمُّ الْفَضلِ بِنْتُ الْحَارِثِ وَ اُخْتُهَا سَلْمٰی بِنْتُ الْحَارِثِ امرَاَةُ حَمزَةَ وَ اَسمَآءُ بِنْتُ عَمِیْسٍ رَضِیَ اللهُ عَنهَا اُخْتُهُنَّ لِاُمِّهِنَّ۔ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ وَالْحَاكِمُ وَاللَّفْظُ لَهٗ وَالطَّبَرَانِیُّ وَ قَالَ الْحَاكِمُ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔"

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمام مؤمن عورتیں آپس میں بہنیں ہیں (پھر فرمایا) ام المؤمنین حضرت میمونہ، اس کی بہن اُم فضل بنت حارث اور اس کی بہن سلمہ بنت حارث جو حمزہ کی بیوی ہے اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہن ان کی اخیافی بہنیں ہیں۔

اس حدیث کو امام نسائی، حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے نیز الفاظ امام حاکم کے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

"فَصلٌ فِی مُنَاقِبِ اُمِّ الْمُؤْمِنِینَ جُوَیْرِیَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رضی اللہ عنہا"

ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے مناقب کا بیان

"عَن جُوَیْرِیَّةَ رَضِیَ اللهُ عَنهَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ مِنْ عِندِهَا بُکْرَةً حِیْنَ صَلَّی الصُّبحَ وَ هِیَ فِی مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰی وَ هِیَ جَالِسَةٌ فَقَالَ مَا زِلْتِ عَلَی الْحَالِ الَّتِی فَارَقْتُكِ عَلَیهَا قَالَتْ نَعَم قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ

كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَ رِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ مَاجَه وَالنَّسَائِيُّ"

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نمازِ فجر پڑھنے کے بعد علی الصبح ہی ان کے پاس سے چلے گئے اور وہ اس وقت اپنی نماز کی جگہ میں بیٹھی تھیں، پھر آپ ﷺ دن چڑھے تشریف لائے اور وہ وہیں بیٹھی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جسوقت سے میں تمہیں چھوڑ کر گیا ہوں تم اسی طرح بیٹھی ہو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا جی ہاں! حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے تمہارے بعد چار ایسے کلمات تین بار کہے ہیں کہ جو کچھ تم نے صبح سے اب تک پڑھا ہے اگر اس کا ان کلمات کے ساتھ وزن کرو تو ان کلمات کا وزن زیادہ ہو گا وہ کلمات یہ ہیں " سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَ رِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ " اللہ کی حمد اور تسبیح ہے، اس کی مخلوق کے عدد اور اس کی رضا اور اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی روشنائی کے برابر ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم ابن ماجہ اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ جُوَيْرِيَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اسْمُهَا بَرَّةُ فَحَوَّلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اسْمَهَا جُوَيْرِيَةَ وَ كَانَ يَكْرَهُ اَنْ يُقَالَ خَرَجَ عِنْدِ بَرَّةَ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ اَحْمَدُ"

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام پہلے برہ تھا آپ ﷺ نے ان کا نام تبدیل کر کے جویریہ رکھ دیا آپ ﷺ اسے ناپسند فرماتے تھے کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص برہ (نیکی) کے پاس سے نکل گیا۔

اس حدیث کو امام مسلم اور احمد نے روایت کیا ہے۔

"فَصْلٌ فِيْ مُنَاقِبِ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ اَخْطَبَ رضی اللہ عنہا"

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے مناقب کا بیان

"عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَعْتَقَ صَفِيَّةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا وَ جَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد فرمایا اور ان کی رہائی کو ان کا حق مہر بنایا۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

"عَنْ اَنَسٍ قَالَ بَلَغَ صَفِيَّةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ حَفْصَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ بِنْتُ يَهُوْدِيٍّ فَبَكَتْ فَدَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِیُّ ﷺ وَ هِیَ تَبْكِیْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ فَقَالَتْ، قَالَتْ لِیْ حَفْصَةُ اِنِّیْ بِنْتُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّكِ لَابْنَةُ نَبِیٍّ وَ اِنَّ عَمَّكِ لَنَبِیٌّ وَ اِنَّكِ لَتَحْتَ نَبِیٍّ فَفِيْمَ تَفْخَرُ عَلَيْكِ ثُمَّ قَالَ اِتَّقِی اللهَ يَا حَفْصَةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَحْمَدُ وَ قَالَ اَبُوْعِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے انھیں یہودی کی بیٹی کہا ہے۔ وہ رو پڑیں اتنے میں ان کے پاس حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ وہ رو رہی تھیں آپ ﷺ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا حفصہ نے مجھے یہودی کی بیٹی کہا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نبی (یعنی حضرت ہارون علیہ السلام) کی بیٹی ہو تمہارے چچا (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی) نبی ہیں اور نبی (محمد مصطفی ﷺ) کی بیوی ہو۔ پس وہ کس بات پر تم پر فخر کرتی ہیں پھر فرمایا اے حفصہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو (اور اس طرح کی باتیں نہ کیا کرو)۔ اس حدیث کو امام ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

"عَنْ صَفِيَّةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا بِنْتِ حُيَیٍّ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَ قَدْ بَلَغَنِیْ عَنْ حَفْصَةَ وَ عَائِشَةَ كَلَامٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ اَلَا قُلْتِ فَكَيْفَ تَكُوْنَانِ خَيْرًا

مِنِّیْ وَ زَوْجِیْ مُحَمَّدٌ وَ اَبِیْ هَارُوْنُ وَ عَمِّیْ مُوْسٰی عَلَیْهِمُ السَّلَامُ۔۔۔ الحدیث۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالْحَاكِمُ"

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے مجھے حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک بات پہنچی تھی میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ تم دونوں مجھ سے کیسے بہتر ہو سکتی ہو جبکہ میرے شوہر حضرت محمد ﷺ میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام اور میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

اسے امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ صَفِیَّةُ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا مِنَ الصَّفِیِّ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مالِ غنیمت کا وہ حصہ ہیں جنھیں آقا ﷺ نے اپنے لیے منتخب فرمایا۔

اسے امام ابوداؤد اور ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

اہلِ بیتِ نبوت کے وجودِ ثالث آلِ پاک کا مقام حدیث کی روشنی میں

قارئینِ محترم!

آلِ پاک / عترتِ پاک فطری اعتبار سے اہلِ بیتِ نبوت کا تیسرا وجود ہیں۔

گزارش ہے کہ اوّل دوم، سوم کی ترتیب کا ہر گز یہ معنیٰ نہیں کہ ہم اس ترتیب میں فضیلت

کے اعتبار سے کوئی تقابل کر رہے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ یہ تدریج محض فطری تسلسل کو بیان کرنے کے لیے ہوئی ہے۔

میں آپ کو حرمتِ رسول کا واسطہ دیتا ہوں عزتِ خدا کا واسطہ دیتا ہوں اور عظمتِ اہلِ بیتِ نبوت کا واسطہ دیتا ہوں اگر آپ سچے مسلمان ہیں تو آپ بھی براہِ کرم ان نفوسِ قُدسیہ میں تقابل کرنا حرام سمجھیں۔ اس پر کھڑی کی جانے والی جنگ حرام سمجھیں۔ کائنات میں کسی کو حق نہیں کہ وہ حرمِ نبوت کے فیصلے کرے اور اُن نفوسِ قُدسیہ کے درمیان کوئی ترازو قائم کرے۔ یہاں میں نے تین طرح کے نفوسِ عظمت کو بیان کیا ہے۔

نمبر ۱: والدینِ مُصطفیٰ "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ وَالِدَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَزۡوَاجِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ" اور

نمبر ۲: ازواجِ مطہرات صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھن اجمعین۔

نمبر ۳: آل پاک اور اولادِ اطہار صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھم اجمعین

حرمِ نبوت کے ان تینوں اعتبارات کو اپنے اپنے محل میں رہنے دیں۔ ماں باپ کا درجہ ماں باپ کے اعتبار سے یقین کریں اور بیویوں کا مقام ان کے اعتبار سے اپنے ایمان کا معاملہ بنائیں اور اولادِ اطہار کو ان کے مرتبۂ عظمت کی صورت میں یقین کریں۔ جب ہر ایک کی شناخت الگ ہے تو ہر ایک کی عظمت کا بے مثال مقام بھی اپنا ہے۔

قرآن کریم کے مطابق رسول اللہ "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ وَالِدَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَزۡوَاجِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ" کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، معطّرین اپنی شان وعظمت کے اعتبار سے بے مثل و بے مثال ہیں۔

حضور سرورِ کائنات "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ وَالِدَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَزۡوَاجِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ" کی ازواجِ مطہرات صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھن اجمعین کا مقام نسبتِ نبوی کے اعتبار سے بے مثل و بے مثال ہے اور آل پاک اولادِ اطہار کا مرتبہ اور مقام نسل رسول ہونے کی بنیاد پر بے مثل و بے مثال ہے۔ کائنات میں کسی کے پاس ایسا زاویہ ہے ہی نہیں جو ان نفوسِ قُدسیہ

کے مرتبہ اور مقام کا جغرافیہ بیان کر سکے۔ لہٰذا جو لوگ اس بحث میں الجھے ہوئے ہیں وہ انتہائی فضول ہیں، دین کے دشمن ہیں اور جاہل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تو ان نفوسِ قُدسیہ کی محبت اور احترام کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ وفا اور حیاء کا حکم دیا ہے۔ اُمت اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے احکام کی طرف دھیان دے۔ فرقہ پرست، فرقہ گر خود غرض مُلاں ازم پر تھوک دیں۔ اور ان ملعون ملاؤں سے شدید نفرت کریں کیونکہ روٹی کے علاوہ ان کا دین کوئی نہیں اور تقسیم اُمت کے علاوہ ان کا مشن کوئی نہیں۔ لہٰذا ان مکار ملاؤں سے دین کو چھین لیا جائے ہاں خود شناس خدا ترس اُمت کا درد رکھنے والے علماء کے قدم چومیں اور ان کی جوتیوں کو اپنے سر پر رکھیں اور اُن کی خدمت میں اپنی پوری صلاحیت صرف کر دیں۔

اب آیئے ہم حدیث کی روشنی میں دیے گئے عنوان کا مطالعہ کرتے ہیں:

"فَصْلٌ فِیْ وَصِیَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ بِاَھْلِ بَیْتِہٖ"

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی اپنے اہلِ بیت کے بارے میں وصیت کا بیان

"عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ عَیْبَتِیَ الَّتِیْ اٰوِیْ اِلَیْھَا اَھْلُ بَیْتِیْ وَ اِنَّ کَرِشِیَ الْاَنْصَارُ فَاعْفُوْا عَنْ مُسِیْئِھِمْ وَ اقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِھِمْ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَقَالَ اَبُوْعِیْسٰی ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ میرا جامہ دان پناہ گاہ جس سے میں آرام پاتا ہوں میرے اہلِ بیت ہیں اور میری جماعت انصار ہیں۔ ان کے بُروں کو معاف کردو اور ان کے نیکوکاروں کی (اچھائی کو) قبول کرو۔

اس حدیث کو امام ترمذی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

"عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيكُمْ خَلِيْفَتَيْنِ كِتَابَ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَوْ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ وَاِنَّهُمَا لَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ"

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک میں تم میں دو نائب چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جو کہ زمین و آسمان کے درمیان پھیلی ہوئی رسی (کی طرح) ہے اور میری عترت یعنی میرے اہلِ بیت اور یہ دونوں اس وقت تک ہرگز جدا نہیں ہوں گے جب تک یہ میرے پاس حوض کوثر پر نہیں پہنچ جاتے۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ افْتَتَحَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَكَّةَ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الطَّائِفِ فَحَاصَرَهُمْ ثَمَانِيَةً اَوْ سَبْعَةً ثُمَّ اَوْغَلَ غَدْوَةً اَوْ رَوْحَةً ثُمَّ نَزَلَ ثُمَّ هَجَرَ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ لَكُمْ فَرَطٌ وَ اِنِّيْ اُوْصِيكُمْ بِعِتْرَتِيْ خَيْرًا، وَ اِنَّ مَوْعِدَكُمْ الْحَوْضُ۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ"

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ فتح کیا پھر طائف کا رخ کیا اور اس کا آٹھ یا سات دن محاصرہ کیے رکھا پھر صبح یا شام کے وقت اس میں داخل ہو گئے پھر پڑاؤ کیا پھر ہجرت فرمائی اور فرمایا اے لوگو! بے شک میں

تمہارے لیے تم سے پہلے حوض پر موجود ہوں گا اور بے شک میں تمہیں اپنی عترت کے ساتھ نیکی کی وصیت کرتا ہوں اور بے شک تمہارا ٹھکانہ حوض ہو گا۔۔۔الحدیث

اس حدیث کو امام حکام نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

"عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا اِنِ اتَّبَعْتُمُوْهُمَا وَ هُمَا كِتَابُ اللهِ وَ اَهْلِ بَيْتِيْ عِتْرَتِيْ۔ ثُمَّ قَالَ اَتَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ الْحَاكِمُ صَحِيْحٌ"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جانے والا ہوں اور اگر تم ان کی اتباع کرو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ دو چیزیں کتاب اللہ اور میرے اہلِ بیت ہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو میں مومنین کی جانوں سے بڑھ کر انھیں عزیز ہوں آپ ﷺ نے ایسا تین مرتبہ فرمایا صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ﷺ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔

اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى) "(الشوریٰ:٢٣) "قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ قَالَ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ ابْنَاهُمَا۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ۔"

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت (فرمادیجیے میں اس تبلیغِ رسالت پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر (اپنی اور اللہ کی) قرابت و قربت سے محبت (چاہتا ہوں) (الشوریٰ:٢٣) نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کے قربت دار کون ہیں؟ جن کی محبت ہم پر واجب ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا علی، فاطمہ

اور ان کے دو بیٹے (حسن و حسین) اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ زَیْدِ ابْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ فِیْ رِوَایَةٍ طَوِیْلَةٍ، قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اُنْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِی الثَّقَلَیْنِ فَنَادٰی مُنَادٍ وَمَا الثَّقَلَانِ یَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ کِتَابُ اللهِ طَرَفٌ بِیَدِ اللهِ وَ طَرَفٌ بِاَیْدِیْکُمْ فَاسْتَمْسِکُوْا بِهٖ لَا تَضِلُّوْا وَالْاٰخَرُ عِتْرَتِیْ وَاِنَّ اللَّطِیْفَ الْخَبِیْرَ نَبَّاَنِیْ اَنَّهُمَا لَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ سَاَلْتُ رَبِّیْ ذٰلِكَ لَهُمَا فَلَا تَقَدَّمُوْهُمَا فَتَهْلِکُوْا وَلَا تَقْصُرُوْا عَنْهُمَا فَتَهْلِکُوْا، وَلَا تُعَلِّمُوْهُمْ فَاِنَّهُمْ اَعْلَمُ مِنْکُمْ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ فَقَالَ مَنْ کُنْتُ اَوْلٰی بِهٖ مِنْ نَفْسِهٖ فَعَلِیٌّ وَلِیُّهٗ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پس یہ دیکھو کہ تم وہ بھاری چیزوں میں مجھے کیسے باقی رکھتے ہو۔ پس ایک نداء دینے والے نے ندا دی کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ بھاری چیزیں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب جس کا ایک کنارہ اللہ کے ہاتھ میں اور دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھوں میں ہے پس اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے اور دوسری چیز میری عترت ہے اور بے شک اس لطیف خبیر رب تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں چیزیں کبھی بھی جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ یہ میرے پاس حوض پر حاضر ہوں گی اور ایسا ان کے لیے میں نے اپنے رب سے مانگا ہے۔ پس تم لوگ ان پر پیش قدمی نہ کرو کہ ہلاک ہو جاؤ اور نہ ہی ان سے پیچھے رہو کہ ہلاک ہو جاؤ اور نہ ان کو سکھاؤ کیونکہ یہ تم سے زیادہ جانتے ہیں پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: پس میں جس کی جان سے بڑھ کر اسے عزیز ہوں تو یہ علی اس کا مولیٰ ہے اے اللہ! جو علی کو دوست رکھتا ہے تو اسے اپنا دوست رکھ اور جو علی سے عداوت رکھتا ہے تو اس سے عداوت رکھ۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ مُصْعَبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ لَمَّا فَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَکَّۃَ انْصَرَفَ اِلَی الطَّائِفِ فَحَاصَرَ سَبْعَ عَشَرَۃَ اَوْ تِسْعَ عَشَرَۃَ ثُمَّ قَامَ خَطِیْبًا فَحَمِدَ اللّٰہَ وَ اَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اُوْصِیْکُمْ بِعِتْرَتِیْ خَیْرًا وَ اَنَّ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتُقِیْمُنَّ الصَّلٰوۃَ وَ لَتُؤْتُنَّ الزَّکٰوۃَ اَوْ لَاَبْعَثَنَّ اِلَیْکُمْ رَجُلًا مِنِّیْ اَوْ کَنَفْسِیْ یَضْرِبُ اَعْنَاقَکُمْ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ بِھٰذَا۔ رَوَاہُ الْبَزَّارُ"

حضرت مصعب بن عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے بعد طائف کی طرف روانہ ہوئے اور آپ ﷺ نے سترہ دن یا انیس دن طائف کا محاصرہ کیے رکھا پھر آپ ﷺ خطاب کے لیے کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا: میں اپنی عترت کے بارے میں تمہیں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اور بے شک تمہارا ٹھکانہ حوض کوثر ہو گا اور تم ضرور بالضرور نماز قائم کرو گے اور ضرور بالضرور زکوٰۃ ادا کرو گے یا میں تمہاری طرف ایک ایسے آدمی کو بھیجوں گا جو مجھ میں سے ہے یا میری طرح کا ہے اور جو تمہاری گردنیں مارے گا پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اُس آدمی سے میری مراد یہ (علی) ہے۔

اس حدیث کو امام بزاز نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ وَ شِیْعَتُكَ تَرِدُوْنَ عَلَیَّ الْحَوْضَ رُوَاءً مُرَوَّیِیْنَ مُبْیَضَّۃً وُّجُوْھُکُمْ وَ اِنَّ عَدُوَّكَ یَرِدُوْنَ عَلَیَّ ظُمَاءً مُقْبَحِیْنَ۔ رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ"

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی! تم اور تمہارے چاہنے والے (قیامت کے روز) میرے

پاس حوض کوثر پر چہرے کی شادابی کے ساتھ اور سیراب ہو کر آئیں گے اور ان کے چہرے (نور کی وجہ سے) سفید ہوں گے اور بے شک تمہارے دشمن (قیامت کے دن) حوض کوثر پر میرے پاس بد نما چہروں کے ساتھ اور سخت پیاس کی حالت میں آئیں گے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّمَا سَمَّیْتُ بِنْتِیْ فَاطِمَةَ اَنَّ اللهَ فَطَمَهَا وَ فَطَمَ مُحِبِّیْهَا عَنِ النَّارِ۔ رَوَاهُ الدَّیْلَمِیُّ"

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے چاہنے والے (غلاموں) کو آگ سے چھڑا (اور بچا) لیا ہے۔

اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

"عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ یَوْمٌ خَیْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ وَّ مَنْ مَاتَ عَلَیْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ رَوَاهُ الدَّیْلَمِیُّ"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اہلِ بیتِ مصطفیٰ ﷺ کی ایک دن کی محبت پورے سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جو اسی محبت پر فوت ہوا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ زَیْدِ ابْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا خَمْسٌ مَنْ اُوْتِیَهُنَّ لَمْ یَقْدِرْ عَلٰی تَرْكِ عَمَلِ الْاٰخِرَةِ زَوْجَةٌ صَالِحَةٌ وَ بَنُوْنَ اَبْرَارٌ وَ حَسَنُ مُخَالَطَةِ النَّاسِ وَ مَعِیْشَةٌ فِیْ بَلَدِهٖ وَ حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ رَوَاهُ الدَّیْلَمِیُّ"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کسی کو نصیب ہو جائیں تو وہ آخرت کے عمل کا تارک نہیں ہو سکتا (اور وہ پانچ چیزیں یہ ہیں) نیک

بیوی، نیک اولاد، لوگوں کے ساتھ حسنِ معاشرت، اپنے ملک میں روزگار اور آلِ محمد ﷺ کی محبت۔ اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

"عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ رَفعَهُ اَنَا شَجَرَةٌ وَ فَاطِمَةُ حَمْلُهَا وَعَلِیٌّ لِقَاحُهَا وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ ثَمَرُهَا وَالْمُحِبُّوْنَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَرَقُهَا هُمْ فِی الْجَنَّةِ حَقًّا حَقًّا۔ رَوَاهُ الدَّیْلَمِیُّ"

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں درخت ہوں اور فاطمہ اس کے پھل کی ابتدائی حالت ہے اور علی اس کے پھول کو منتقل کرنے والا ہے اور حسن اور حسین اس درخت کا پھل ہیں اور اہلِ بیت سے محبت کرنے والے اس درخت کے اوراق ہیں وہ یقیناً یقیناً جنت میں ہیں۔ اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ رَفَعَهُ اَرْبَعَةٌ اَنَا لَهُمْ شَفِیْعٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْمُکْرِمُ ذُرِّیَّتِیْ وَالْقَاضِیْ لَهُمْ حَوَائِجَهُمْ وَالسَّاعِیْ لَهُمْ فِیْ اُمُوْرِهِمْ عِنْدَ مَا اضْطُرُّوْا اِلَیْهِ وَالْمُحِبُّ بِقَلْبِهٖ وَلِسَانِهٖ۔ رَوَاهُ الْمُتَّقِیُّ الْهِنْدِیُّ"

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چار شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن جن کے لیے میں شفاعت کرنے والا ہوں گا (اور وہ یہ ہیں) میری اولاد کی عزت و تکریم کرنے والا، اور ان کی حاجات کو پورا کرنے والا اور ان کے معاملات کے لیے تگ و دو کرنے والا جب وہ مجبور ہو کر اس کے پاس آئیں اور دل و جان سے ان سے محبت کرنے والا۔ اس حدیث کو امام متقی ہندی نے روایت کیا ہے۔

"فَصْلٌ فِیْ مَشْرُوْعِیَّةِ الصَّلَاةِ عَلَیْهِمْ تَبَعًا لِلنَّبِیِّ ﷺ"

حضور ﷺ کی اتباع میں آپ ﷺ کے اہلِ بیت پر درود بھیجنے کا بیان

"عَنۡ اَبِیۡ حُمَیۡدِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ اَنَّهُمۡ قَالُوۡا یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ کَیۡفَ نُصَلِّیۡ عَلَیۡكَ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ قُوۡلُوۡا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزۡوَاجِهٖ وَ ذُرِّیَّتِهٖ کَمَا صَلَّیۡتَ عَلٰی آلِ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ بَارِكۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزۡوَاجِهٖ وَ ذُرِّیَّتِهٖ کَمَا بَارَکۡتَ عَلٰی اِبۡرٰهِیۡمَ اِنَّكَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیۡهِ"

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (یوں) کہو اے اللہ تو درود بھیج محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی ذریت طاہرہ پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر اور برکت عطا فرما محمد ﷺ کو اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کو اور آپ کی ذریت طاہرہ کو جیسا کہ تو نے برکت عطا کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بے شک تو تمام تعریفوں اور بزرگی کے لائق ہے۔

"عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنۡ سَرَّهٗ اَنۡ یَّکۡتَالَ بِالۡمِکۡیَالِ الۡاَوۡفٰی اِذَا صَلّٰی عَلَیۡنَا اَهۡلَ الۡبَیۡتِ فَلۡیَقُلۡ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ وَ اَزۡوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ ذُرِّیَّتِهٖ وَ اَهۡلِ بَیۡتِهٖ کَمَا صَلَّیۡتَ عَلٰی آلِ اِبۡرٰهِیۡمَ اِنَّكَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ رَوَاهُ الۡبَیۡهَقِیُّ"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جسے یہ خوشی حاصل کرنا ہو کہ اس کے نامۂ اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے تو جب وہ ہم اہلِ بیت پر درود بھیجے تو اسے چاہیے کہ یوں کہے: اے اللہ تو درود بھیج حضرت محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات امہات المؤمنین پر اور آپ ﷺ کی ذریتِ طاہرہ اور اہلِ بیت پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم پر بے شک تو بہت زیادہ تعریف کیا ہوا اور بزرگی والا رب ہے۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَاَحْسِنُوْا الصَّلٰوۃَ عَلَیْهِ فَاِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّ ذٰلِکَ یُعْرَضُ عَلَیْهِ قَالَ فَقَالُوْا لَهٗ فَعَلِّمْنَا قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَکَ وَ رَحْمَتَکَ وَ بَرَکَاتَکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ رَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَ قَائِدِ الْخَیْرِ وَ رَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَغْبِطُهٗ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه وَ اَبُوْ یَعْلٰی وَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالطَّبْرَانِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ وَقَالَ الْمُنْذِرِیُّ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه مَوْقُوْفًا بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں درود پاک کا نذرانہ پیش کرو تو نہایت خوب صورت انداز سے پیش کیا کرو کیونکہ شاید تم جانتے کہ یہ (ہدیہ درود) آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے تو بیان کیا کہ لوگوں ان سے عرض کیا تو آپ ہی ہمیں (کوئی خوبصورت طریقہ) سکھا دیں تو انھوں نے فرمایا اس طرح کہو: اے اللہ تو اپنے درود، رحمتیں اور (تمام) برکتیں تمام رسولوں کے سردار، پرہیز گاروں کے امام اور انبیاء کے خاتم (یعنی سب سے آخری نبی) تیرے (خاص) بندے (سچے) رسول تمام خیر اور بھلائیوں کے امام و قائد (یعنی تمام بھلائیاں جن کے نقش پا سے لیتی ہیں) اور رسول رحمت (وبرکت) کے لیے خاص فرما، اے اللہ! حضور نبی کریم ﷺ کو اس مقام محمود پر فائز فرما (جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور) جس پر تمام اولین و آخرین (تخلیق کائنات سے روزِ قیامت تک) کے تمام لوگ رشک کریں گے اے اللہ! تو درود بھیج حضور نبی کریم ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم پر اور اُن کی آل پر، بے شک تو تعریف کیا ہوا اور بزرگی والا ہے، اے اللہ! تو برکت عطا فرما حضور نبی

کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کو جیسا کہ تو نے برکت عطا فرمائی حضرت ابراہیم اور ان کی آل کو بے شک تو بہت زیادہ تعریف کیا ہوا اور بزرگی والا ہے۔

اسے امام ابن ماجہ، ابویعلیٰ، عبد الرزاق، طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور منذری نے فرمایا کہ اسے امام ابن ماجہ نے اسنادِ حسن کے ساتھ موقوفاً روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَقِیَنِیْ کَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ اَلَا اُهْدِیْ لَکَ هَدِیَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِیِّ ﷺ قُلْتُ بَلٰی، قَالَ فَاَهْدِهَا اِلَیَّ قَالَ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللهِ کَیْفَ الصَّلٰوةُ عَلَیْکُم اَهْلِ الْبَیْتِ قَالَ ﷺ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ رَوَاهُ الْحَاکِمُ وَالطَّبَرَانِیُّ"

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعب بن عجرہ ؓ مجھے ملے اور فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ (حدیث) ہدیہ نہ کروں جو میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنی ہے؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا کیوں نہیں (ضرور) وہ مجھے ہدیہ کریں تو انھوں نے فرمایا: ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے اہلِ بیت پر درود کیسے بھیجا جائے؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (یوں) کہو: یا اللہ! تو (بصورت رحمت) درود بھیج محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم پر اور اُن کی آل پر، بے شک تو تعریف کیا ہوا اور بزرگی والا ہے، اے اللہ! تو برکت عطا فرما حضور نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کو جیسا کہ تو نے برکت عطا فرمائی حضرت ابراہیم اور ان کی آل کو بے شک تو بہت زیادہ تعریف کیا ہوا اور بزرگی والا ہے۔

اس حدیث کو امام حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ خَرَجْتُ اَنَا اُرِيْدُ عَلِيًّا فَقِيْلَ لِىْ هُوَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَاَمَمْتُ اِلَيْهِمْ فَاَجِدُهُمْ فِىْ حَظِيْرَةٍ فَصَبَ رَسُوْلِ اللهِ، ﷺ وَعَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ حَسَنٌ وَّ حُسَيْنٌ رضی اللہ عنہم قَدْ جَمَعَهُمْ تَحْتَ ثَوْبٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ جَعَلْتَ صَلَوَاتِكَ وَ رِضْوَانَكَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ - رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ"

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں باہر نکلا تو مجھے کسی نے کہا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ہیں۔ پس میں نے (وہاں) ان (کے پاس جانے) کا ارادہ کیا (اور جب میں وہاں پہنچا) تو میں نے انھیں حضور نبی کریم ﷺ کی چادر مبارک کے اندر پایا اور حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم ان سب کو حضور نبی کریم ﷺ نے ایک کپڑے کے نیچے جمع کر رکھا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! بے شک تو نے اپنے درود اور اپنی رضا کو مجھ پر اور ان پر خاص کر دیا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

"فَصْلٌ فِىْ بِشَارَةِ النَّبِيِّ ﷺ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ وَ جَزَائِهِ ﷺ لِمَنْ اَحْسَنَ اِلَيْهِمْ"

حضور ﷺ کا اہلِ بیت کو جنت کی بشارت دینے اور ان سے حسن سلوک کرنیوالوں کو خود جزاء دینے کا بیان

"عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لِعَلِیٍّ اِنَّ اَوَّلَ اَرْبَعَةٍ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اَنَا وَ اَنْتَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَذَرَارِیْنَا خَلْفَ ظُهُوْرِنَا ، وَ شِیْعَتُنَا عَنْ اَیْمَانِنَا وَعَنْ شَمَائِلِنَا۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ"

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بے شک پہلے چار اشخاص جو جنت میں داخل ہوں گے وہ میں، تم، حسن، حسین ہوں گے اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہو گی (یعنی ہمارے بعد وہ داخل ہو گی) اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی (ان کے بعد جنت میں داخل ہوں گی) اور ہمارے چاہنے والے (ہمارے مدد گار) ہماری دائیں جانب اور بائیں جانب ہوں گے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

"فَصْلٌ فِیْ اَنَّهُمْ اَمَانٌ وَّ نَجَاةٌ لِاُمَّتِهٖ ﷺ"

حضور ﷺ کی اُمت کے لیے اہلِ بیتِ اطہار کا باعث امان اور باعث نجات ہونے کا بیان

"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یَقُوْلُ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَهٗ"

حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا حضور نبی کریم ﷺ فرما رہے تھے اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم انھیں پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ (ان میں سے ایک) اللہ تعالیٰ کی کتاب اور (دوسری چیز) میرے گھر والے ہیں۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور حسن قرار دیا ہے۔

"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فِیْ حَجَّتِهٖ یَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلٰی نَاقَتِهِ الْقُصْوَاءِ یَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ یَقُوْلُ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ۔ رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ وَالطَّبْرَانِیُّ"

حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو دورانِ حج عرفہ کے دن دیکھا کہ آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر خطاب فرما رہے تھے پس میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے اگر تم اسے مضبوطی سے تھام لو تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ چیز کتاب اللہ اور میری عترت اہلِ بیت ہیں۔ اس حدیث کو امام ترمذی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ مِنَ الْغَرَقِ وَاَهْلِ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِاُمَّتِیْ مِنَ الْاِخْتِلَافِ، فَاِذَا خَالَفَتْهَا قَبِیْلَةٌ مِنَ الْعَرَبِ اخْتَلَفُوْا فَصَارُوْا حِزْبَ اِبْلِیْسَ۔ رَوَاهُ الْحَاکِمُ۔ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ"

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ستارے اہلِ زمین کو غرق ہونے (یعنی گم ہونے اور بھٹکنے) سے بچانے والے ہیں میرے اہلِ بیت میری امت کو اختلاف سے بچانے والے ہیں اور جب کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو اس میں اختلاف پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ شیطان کی جماعت میں سے ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِیْ مَثَلُ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَ فِیْهَا نَجَا، وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُمْ غَرِقَ۔ وفی روایة عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ رَکِبَهَا سَلِمَ وَ مَنْ تَرَکَهَا غَرِقَ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِیُّ وَالْبَزَّارُ وَالْحَاکِمُ"

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے اہلِ بیت کی مثال حضرت نوح کی کشتی کی سی ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔

اور ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اس میں سوار ہوا وہ سلامتی پا گیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ غرق ہو گیا۔ اسے امام طبرانی، بزار اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِیْ مَثَلُ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَ فِیْهَا نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَمَنْ قَاتَلَنَا فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ فَکَاَنَّمَا قَاتَلَ مَعَ الدَّجَّالِ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِیُّ وَالْقُضَاعِیُّ"

حضرت ابوذر غفاری ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح کی کشتی کی سی ہے جو اس میں سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا اور آخری زمانہ میں جو ہمیں (اہل بیت کو) قتل کرے گا گویا وہ دجال کے ساتھ مل کر قتال کرنے والا ہے (یعنی وہ دجال کے ساتھیوں میں سے ہے)۔ اس حدیث کو امام طبرانی اور قضاعی نے بیان کیا ہے۔

"عَنْ عَلِیٍّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَهْلِ السَّمَآءِ فَاِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ ذَهَبَ اَهْلُ السَّمَآءِ وَ اَهْلُ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ فَاِذَا ذَهَبَ اَهْلُ بَیْتِیْ ذَهَبَ اَهْلُ الْاَرْضِ رَوَاهُ الدَّیْلَمِیُّ"

حضرت علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ستارے اہلِ آسمان کے لیے امان ہیں پس جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو اہلِ آسمان بھی ختم ہو جائیں گے اور میرے اہلِ بیت زمین والوں کے لیے امان ہیں پس جب میرے اہلِ بیت ختم ہو جائیں گے تو اہلِ زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔ اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَلَا اَنَا مِنْهُ بُغْضُ عَلِيٍّ وَ نَصْبُ اَهْلِ بَيْتِيْ وَ مَنْ قَالَ اَلْاِيْمَانُ كَلَامٌ۔ رَوَاهُ الدَّيْلَمِيُّ"

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں وہ جس میں پائی جائیں گی نہ وہ مجھ سے ہے اور نہ میں اس سے ہوں (اور وہ تین چیزیں یہ ہیں) علی سے بغض رکھنا، میرے اہل بیت سے دشمنی رکھنا اور یہ کہنا کہ ایمان (فقط) کلام کا نام ہے۔ اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

"فَصْلٌ فِيْ جَامِعِ مَنَاقِبِ اَهْلِ الْبَيْتِ وَالْقَرَابَةِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمْ"

حضور ﷺ کے اہلِ بیت اور اہلِ قرابت کے جامع مناقب کا بیان

"عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خَطِيْبًا بِمَاءٍ يُدْعٰى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَ الْمَدِيْنَةِ فَحَمِدَ اللهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ وَ وَعَظَ وَ ذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَاُجِيْبُ وَاَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا

کِتَابُ اللّٰہِ فِیہِ الْھُدٰی وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِکِتَابِ اللّٰہِ وَاسْتَمْسِکُوْا بِہٖ فَحَثَّ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَرَغَّبَ فِیْہِ ثُمَّ قَالَ وَاَھْلُ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَاَحْمَدُ"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور نبی کریم ﷺ ہمیں خطبہ دینے کے لیے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان اس تالاب پر کھڑے ہوئے جسے خُم کہا جاتا ہے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور وعظ و نصیحت کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں تو بس ایک انسان ہوں عنقریب میرے رب کا پیغام لانے والا فرشتہ (فرشتۂ اجل) میرے پاس آئے گا اور میں اسے لبیک کہوں گا۔ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اور ان میں سے پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو، پھر آپ نے کتاب اللہ تعالیٰ (کی تعلیمات پر عمل کرنے اور اس کی ترغیب دی پھر فرمایا: اور (دوسرے) میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں (کہ کہیں تم بھول کر بھی ان کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کر بیٹھنا)۔ اسے امام مسلم اور احمد نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ غَدَاۃً وَعَلَیْہِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ فَجَآءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فَاَدْخَلَہٗ ثُمَّ جَآءَ الْحُسَیْنُ فَدَخَلَ مَعَہٗ ثُمَّ جَآءَتْ فَاطِمَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا فَاَدْخَلَھَا ثُمَّ جَآءَ عَلِیٌّ فَاَدْخَلَہٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا" (الاحزاب:۳۳)

"رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَالْحَاکِمُ وَابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ صبح کے وقت ایک

اونی منقش چادر اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کے پاس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے انھیں اس چادر میں داخل کر لیا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بھی ان کے ہمراہ اس چادر میں داخل ہو گئے۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ ﷺ نے انھیں بھی اس چادر میں داخل کر لیا، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے تو آپ ﷺ نے انھیں بھی اس چادر میں لے لیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی (بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول ﷺ کے) اہلِ بیت تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک و نقص کی گرد تک) دور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے۔ اسے امام حاکم اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ (آل عمران:۶۱) دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِیًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَیْنًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ ،هٰؤُلَاءِ اَهْلِیْ، رواہ مسلم والترمذی وقال ابوعیسی ھذا حدیث حسن"

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی: آپ فرمادیں کہ آجاؤ ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو (ایک جگہ پر) بلا لیتے ہیں۔ (آل عمران ۳:۶۱) تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بلایا، پھر فرمایا: یا اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔

اسے امام مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

"عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِعَلِیٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ رضی اللہ عنہ اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ، وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ

رواہ الترمذی و ابن ماجہ"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم جس سے لڑو گے

میں بھی اس کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہوں اور جس سے تم صلح کرنے والے ہو میں بھی اس سے صلح کرنے والا ہوں۔

اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنِّیْ تَارِكٌ فِيْكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ ، اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْآخِرِ كِتَابُ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلُ بَيْتِیْ وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِيْهِمَا رواه الترمذی وحسنة والنسائی واحمد"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر میرے بعد تم نے انہیں مضبوطی سے تھامے رکھا تو ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی رسی (کی طرح) ہے اور میری عترت یعنی اہلِ بیت اور یہ دونوں ہر گز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے پس دیکھو کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو؟

اسے امام ترمذی اور نسائی اور احمد نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

"عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ رَبِيْبِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ عَلَى النَّبِیِّ ﷺ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب ۳۳:۳۳) فِیْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ رضی الله عنها فَدَعَا فَاطِمَةَ ، وَحَسَنًا ، وَحُسَيْنًا فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ وَعَلِیٌّ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَجَلَّلَهُ بِكِسَاءٍ ، ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ ، هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِیْ ، فَاَذْهِبْ قَالَ اَنْتِ عَلٰى مَكَانِكِ وَاَنْتِ عَلٰى خَيْرٍ

رواه الترمذی وقال ابو عیسٰی هذا حدیث حسن"

حضور نبی کریم ﷺ کے پروردہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ جب

اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حضور نبی کریم ﷺ پر یہ آیت مبارکہ

(ترجمہ) بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول اللہ ﷺ کے) اہلِ بیت تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک و نقص کی گرد تک) دور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے۔ (الاحزاب: ۳۳، ۳۳)

نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کو بلایا اور انہیں اپنی کملی میں ڈھانپ لیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے تھے، آپ ﷺ نے انہیں بھی اپنی کملی میں ڈھانپ لیا۔ پھر فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ پس ان سے ہر قسم کی آلودگی دور فرما اور انہیں خوب پاک و صاف کر دے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا نبی اللہ! میں بھی، ان کے ساتھ ہوں، فرمایا تم اپنے مقام پر رہو اور تم تو بہتر مقام پر فائز ہو۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

"عَنْ عَبدِ السَّلَامِ بْنِ اَبِی صَالِحِ اَبِی الصَّلْتِ الْھَرَوِیِّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ مُوْسَی الرِّضَا ،عَنْ اَبِیْهِ ،عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ،عَنْ اَبِیْهِ ،عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ، عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْاِیْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ ،قَالَ اَبُوْا الصَّلْتِ ،لَوْ قُرِیَ ھٰذَا الْاِسْنَادُ عَلٰی مَجْنُوْنٍ لَبَرَاَ

رواہ ابن ماجه والطبرانی والبیهقی"

امام عبد السلام بن ابی صالح ابو صلت ہروی، امام علی بن موسی رضا سے وہ اپنے والد (امام موسی الرضا) سے وہ امام جعفر بن محمد سے وہ اپنے والد (امام محمد) سے وہ امام علی بن حسین سے وہ اپنے والد (امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایمان دل سے پہچاننے، زبان سے اقرار کرنے اور ارکان (اسلام) پر عمل کرنے کا نام ہے۔ (امام ابن ماجہ کے شیخ) امام ابو صلت ہروی فرماتے ہیں: اگر اس حدیث مبارک کی یہ سند (عَنْ عَلِیِّ

بْنِ مُوسَى الرِّضَا ،عَنْ أَبِيهِ ،عَنْ جعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ،عَنْ أَبِيهِ ،عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی الله عنه) پڑھ کر کسی پاگل پر دم کی جائے تو وہ ضرور شفایاب ہو جائے گا۔ اسے امام ابن ماجہ، طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ قَالَ قَامَ كَعْبٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَخَذَ بِحُجْزَةِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَقَالَ أَدَّخِرُهَا عِنْدَكَ لِلشَّفَاعَةِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ،فَقَالَ الْعَبَّاسُ وَلِي الشَّفَاعَةُ قَالَ نَعَمْ إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ نَبِيٍّ يُسْلِمُ إِلَّا كَانَتْ لَهُ شَفَاعَةٌ ، رواہ احمد وابو نعیم"

حضرت عطیہ عوفی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑا اور عرض کرنے لگے: میں آپ کے اس دامن کو قیامت کے دن اپنے لیے ذریعہ شفاعت بناتا ہوں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میرے لیے شفاعت ہو گی؟ انہوں نے کہا: ہاں! حضور نبی کریم ﷺ کے اہل بیت میں سے جس کسی نے بھی اسلام قبول کیا ہے اسے حق شفاعت حاصل ہو گا۔

اسے امام احمد اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو امام حاکم، بزار، اور ابو نعیم نے روایت کیا اور امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

"عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ فَاطِمَةَ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا ،فَحَرَّمَ اللهُ ذُرِّيَّتَهَا عَلَى النَّارِ، رواه الحاكم والبزار وابو نعيم
وقال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک فاطمہ علیہا الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو آگ پر حرام کر دیا ہے۔

اسے امام حاکم، بزار اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے فرمایا: کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

"عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَعَدَنِی رَبِّی فِی اَھْلِ بَیْتِی مَنْ اَقَرَّ مِنْھُمْ بِالتَّوْحِیْدِ وَلِیَّ بِالْبَلَاغِ، اَنَّ لَا یُعَذِّ بَھُمْ، رواہ الحاکم وقال الحاکم ھذا حدیث صحیح الاسناد"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھ سے میرے اہلِ بیت کے بارے میں وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جو بھی میری توحید کا اقرار کرے گا اسے یہ بات پہنچادی جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دے گا۔

اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

"عَنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ حَنْطَبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ، خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِالْجُحْفَۃِ فَقَالَ، اَلَسْتُ اَوْلٰی بِاَنْفُسِکُمْ، قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ فَاِنِّی سَائِلُکُمْ عَنِ اثْنَیْنِ عَنِ الْقُرْاٰنِ وَعَنْ عِتْرَاتِی اَلَا وَلَا تَقَدَّمُوْا قُرَیْشًا فَتَضِلُّوْا وَلَا تَخْلُفُوْا عَنْھَا فَتَھْلِکُوْا وَلَا تُعَلِّمُوْھَا فَھُمْ اَعْلَمُ مِنْکُمْ قُوَّۃَ رَجُلَیْنِ مِنْ غَیْرِھِمْ، لَوْلَا اَنْ تَبْطَرَ قُرَیْشٌ لَاَخْبَرْتُھَا بِمَا لَھَا عِنْدَ اللّٰہِ خِیَارُ قُرَیْشٍ خِیَارُ النَّاسِ، رواہ ابو نعیم"

حضرت عبد اللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ جحفہ کے مقام پر ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: کیا میں تمہاری جانوں سے بڑھ کر تمہیں عزیز نہیں ہوں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: کیوں نہیں، یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا پس میں تم میں سے دو چیزوں کے بارے میں سوال کرنے والا ہوں۔ قرآن اور اپنی عترت اہلِ بیت کے بارے میں آگاہ ہو جاؤ کہ قریش پر پیش قدمی نہ کرو کہ تم گمراہ ہو جاؤ اور نہ انہیں سکھاؤ کہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں کہ ان میں ضرور انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے مقام و مرتبہ کے بارے میں بتاتا کہ قریش کے بہترین لوگ تمام لوگوں سے بہترین

ہیں۔

اسے امام ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهُ دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وَقَدْ بَسَطَ شَمْلَةً فَجَلَسَ عَلَیْهَا هُوَ وَفَاطِمَةُ وَعَلِیٌّ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ، ثُمَّ اَخَذَ النَّبِیُّ ﷺ بِمَجَامِعِهِ فَعَقَدَ عَلَیْهِمْ ثُمَّ قَالَ، اَللّٰهُمَّ، ارْضَ عَنْهُمْ كَمَا اَنَا عَنْهُمْ رَاضٍ، رواہ الطبرانی"

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ درآں حالیکہ آپ ﷺ نے چادر بچھائی ہوئی تھی۔ پس اس پر حضور نبی کریم ﷺ (بنفسِ نفیس)، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھ گئے پھر آپ ﷺ نے اس چادر کے کنارے پکڑے اور ان پر ڈال کر اس میں گرہ لگا دی۔ پھر فرمایا: اے اللہ! تو بھی ان سے راضی ہو جا، جس طرح میں ان سے راضی ہوں۔

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَهُ مِنْ اُمَّتِی اَهْلُ بَیْتِی ثُمَّ الْاَقْرَبُ مِنَ قُرَیْشٍ، ثُمَّ الْاَنْصَارُ، ثُمَّ مَنْ اَشْفَعُ لَهُ اُوْلُوا الْفَضْلِ، رواہ الطبرانی"

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنی اُمت میں سے سب سے پہلے جس کے لیے میں شفاعت کروں گا وہ میرے اہلِ بیت ہیں، پھر جو قریش میں سے میرے قریبی رشتہ دار ہیں، پھر انصار کی پھر ان کی جو یمن میں سے مجھ پر ایمان لائے اور میری اتباع کی، پھر تمام عرب کی، پھر عجم کی اور سب سے پہلے میں جن کی شفاعت کروں گا وہ اہلِ فضل ہوں گے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

محسنِ عالمین، مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہما السلام کا مختصر تعارف

قارئینِ محترم!

محسنِ عالمین، مخدوم کائنات ابو محمد سید نا و مولانا حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا تذکرہ ہی اس کتاب کا اصل حسن ہے۔ تاہم ہم چاہتے ہیں کہ قدرے ان کے ابتدائی حالات سے قبل کی ایک آدھی عظمت آپکو عرض کر دیں۔ تاکہ تمہیداً انکی شان وشوکت قلب وروح میں ایمان بن جائے، نظر وفکر کا نور بن جائے اور سانسوں کا سرور بن جائے۔

ہم اس باب میں ابتدا کرتے ہیں۔ رئیس العرب، کانِ سخا، پیکر جود وعطا، مخزن مہر ووفا، مہبط نور خدا، جدّ امام الانبیاء حضرت عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس خواب کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جو انھوں نے اپنی زندگی کے حسین لمحات میں دیکھا۔ پھر ان کے اس عظیم خواب نے تعبیر بن کر کائنات کی کایا پلٹ دی۔ بزم ہستی میں زندگی کا نور بھر دیا، کون ومکان کی وسعتوں کو سمیٹ کر اپنا آنگن بنالیا۔ عشق ومحبت کے تاجدار حضرت عبد الرحمن جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے اس کی یوں منظر کشی کی۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"بَاب رؤیا عبد المطلب

اخرج ابو نعیم من طریق ابی بکر بن عبد اللہ بن ابی الجہم عن ابیہ عن جدہ قال سمعت ابا طالب یحدث عن عبد المطلب قال بینا انا نائم فی الحجر رایت رؤیا ہالتنی ففزعت منہا فزعا شدیدا فاتیت کاھنۃ قریش فقلت لھا انی رایت اللیلۃ کان شجرۃ نبتت قد نال راسھا السماء و ضرب باغصانھا المشرق والمغرب وما رایت نورا اظہر منہا اعظم من نور الشمس سبعین ضعفا و رایت العرب والعجم ساجدین وھی تزداد کل ساعۃ عظما ونورا وارتفاعا ساعۃ تخفی وساعۃ تظہر"

ترجمہ: امام ابو نعیم اپنی طریق ابی بکر بن عبد اللہ بن ابی جہم سے وہ اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے بیان کیا کہ میں نے سنا، حضرت ابو طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے باپ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ جناب عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں سویا ہوا تھا مقام حجر میں تو مجھے ایک خواب آیا جس سے میں بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا اور

تعبیر پوچھنے کے لیے قریش کی کاھنہ کے پاس آیا اور میں نے اس سے اپنا خواب بیان کیا کہ میری پشت میں ایک درخت اگا ہے جو آسمان تک جا پہنچا ہے اور اس کی شاخوں نے مغرب اور مشرق کی وسعتوں کو ڈھانپ لیا ہے۔ اور ایک عظیم نور دیکھا جو ستر سورجوں سے بھی زیادہ دگنا چگنا تھا اور میں نے دیکھا مشرق اور مغرب اسکو سجدہ کر رہے ہیں اور عرب اور عجم اسکو سجدہ کر رہے ہیں اور وہ ہر لمحے بڑھتا ہی جا رہا ہے، پھیلتا ہی جا رہا ہے اور اپنی عظمتوں کے ساتھ ہر گھڑی بلند ہوتا جا رہا ہے اور کبھی پوشیدہ ہوتا ہے تو کبھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ پھر میں نے قریش کے ایک عظیم قبیلے کو دیکھا۔

" ورایت رهطا من قریش قد تعلقوا باغصانها ورایت قوما من قریش یریدون قطعها فاذا دنوا مِنهَا اخذهم شاب لم ار قط احسن منهُ وجهًا ولَا اَطیب منه ریحًا فیکسر اظهرهم ویقلع اعینهم فرفعت یدی لا تناول منها نصیبًا فلم انل فقلت لمن النصیب فقال النصیب هؤلاء الذین تعلقوا بها وسبقوك الیها فانتبهت مذعورا فزعا فرایت وجه الكاهنه قد تغیر ثم قالت صدقت رؤیاك لیخرجن من صلبك رجل یملك المشرق والمغرب ویدین له الناس ثم قال لابی طالب لعلك ان تکون هذٰا المولود فکان ابو طالب یحدث بهذا الحدیث والنبی ﷺ قد خرج ویقول كانت الشجرة والله ابا القاسم الامین فیقال له الا تومن به فیقول السبة والعار باب ما وقع فی حمله ﷺ من الآیات"

قریش کا ایک عظیم قبیلہ اس درخت کی شاخوں کے ساتھ معلق (لٹکا) ہوا ہے پھر میں نے دیکھا کہ قریش کی ایک قوم اس درخت کے قریب جاتی ہے تو ایک حسین و جمیل اپنے حسن میں بے مثل و بے مثال ایک طاقتور نوجوان ان کو زور بازو سے پکڑ لیتا ہے اور ان کی کمروں کو توڑ دیتا ہے ان کی آنکھوں کو نکال دیتا ہے پس میں نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے کہ میں بھی اس درخت سے اپنا حصہ لوں مگر میں پہنچ نہیں پاتا اور میں بول رہا ہوں یہ کس خوش نصیب

کا نصیب ہے تو نصیب خود بولا میں تو ان لوگوں کو میسر ہوں جن بلند بختوں نے اس درخت کی شاخوں کو پکڑا ہوا تھا اور اس کے ساتھ معلق ہو گئے تھے۔ پس اس معاملے میں میں بہت زیادہ خوف زدہ ہوا (اے بیٹے ابو طالب!) خواب سناتے وقت اچانک میری نظر کاھنہ کے چہرے پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا پھر وہ برملا بولی اے سردار قریش! تم سچے ہو تمہارا خواب سچا ہے۔

یقیناً آپ کی نسل پاک سے ایک عظیم آدمی بر آمد ہو گا وہ کائنات کے مشرق و مغرب کا مالک ہو گا اور کائنات کی خلق کثیر اسکی غلام ہو گی جناب عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب ابو طالب کو یہ خواب سنا رہے تھے۔ خواب سناتے ہی جناب ابو طالب سے کہنے لگے کہ شاید وہ مولود عظیم تم ہی ہو یہ خواب حضرت ابو طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام سنا رہے تھے کہ اچانک حضور سید عالم گھر سے نکل آئے تو حضور نبی کریم ﷺ کے چہرہ اقدس کی وجاہت کو دیکھ کر سیدنا ابو طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کھل اٹھے اور برملا کہنا شروع کر دیا کہ اے ابو القاسم! یقیناً وہ خواب تم ہی ہو۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ جو آپ بیان کر رہے ہیں اس پر ایمان بھی ہے تو ابو طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ گالی گلوچ اور شرمندہ کرنے کی وجہ سے میں خاموش ہوں۔ (ورنہ حق یہی ہے جو آپ بیان فرمارہے ہیں)

"اخرج الحاکم والبیھقی والطبرانی وابو نعیم من طریق ابی عون مولی المسور بن مخرمة عن المسور بن مخرمة عن ابن عباس عن ابیه قال قال عبد المطلب قدمنا الیمن فی رحلة الشتاء فنزلت علی حبر من الیھود فقال رجل من اھل الزبور یعنی الکتاب ممن الرجل قلت من قریش قال من ایھم قلت من بنی ھاشم قال اتاذن لی ان انظر الی بعضك قلت نعم ما لم یکن عورة قال ففتح احدی منخری فنظر فیه ثم نظر فی الاخری فقال اشھد ان فی احدی یدیك ملکا وفی الآخری

نبوۃ وفی ذلك وفی لفظ وانا نجد ذلك فی بنی زهرۃ فکیف ذاك قلت لا ادوی قال

هل لك من شاعة قلت وما الشاعة قال الزوجة قلت اما الیوم فلا قال فاذا

رجعت فتزوج منهم فرجع عبدالمطلب الی مکة فتزوج هالةبنت وهب بن عبد

مناف فولدت له حمزۃ وصفیة وتزوج ابنه عبدالله آمنة بنت وهب فولدت له

رسول الله ﷺ فقالت قریش فلج عبدالله علی ابیه"

امام حاکم اور امام بیہقی اور امام ابو نعیم نے اپنے اپنے طریق سے ابی عون مولی المسور بن مخرمة اور المسور بن مخرمة ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ خود حضرت عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ہم سردیوں کے موسم میں یمن سے واپس لوٹ رہے تھے کہ اچانک یہودی عالم کے پاس سے گزرے وہ عالم زبور کا عالم تھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے کہا کہ میں قریش سے ہوں۔ پھر اس نے پوچھا آپ قریش کی کس شاخ سے ہو؟ میں نے کہا کہ بنی ھاشم سے ہوں۔ وہ عالم فوراً کہنے لگا کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں آپ کے جسم کو کھول کر دیکھ لوں۔ میں نے کہا ہاں، دیکھ سکتے ہو مگر ستر کو نہیں دیکھ سکتے۔

اس نے میرے جسم کو کھولا اور میرے نتھنوں میں بار بار غور کرنے لگا اور پکار اٹھا کہا! اے مبارک شخص تیرے دونوں ہاتھ بڑی عظمت والے ہیں۔ آپ کے ایک ہاتھ میں سلطنت ہے اور دوسرے میں نبوت ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ عظمت بنو زھرہ میں بھی ہے۔ بتایئے اس کی اصل صورت کیا ہے؟ تو میں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔

اس یہودی عالم نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ اے سردار قریش! کیا آپکی شادی ہو چکی ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ابھی تک تو نہیں ہوئی۔ پھر عالم بولا! فوراً

لوٹ جاؤ اور وہاں جاکر کر لو، پس جناب عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ کی طرف لوٹے اور ہالہ بنت وھب بن عبد مناف سے شادی فرمائی۔

قارئین محترم!

اب ہم باقاعدہ محسن عالمین مخدوم کائنات سیدنا و مولانا ابو محمد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعارف نہایت مختصر انداز میں زیب قرطاس کرتے ہیں۔

قارئین محترم!

آپ پچھلے اوراق میں پڑھ آئے ہیں کہ والدات انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام صلوٰۃ اللہ و سلامہٗ علیھم اجمعین صاحب بشارات الٰہیہ ہوتی ہیں انوار و تجلیات الٰہیہ کا مہبط ہوئی ہیں۔ عین ایسے ہی انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد گرامی بھی صاحبان بشارات خداوندی ہوتے ہیں۔ جس کی قرآن مجید نے یوں شہادت دی "فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيۡمٍ "ہم نے حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک علم والے اور ایک حلیم بیٹے کی بشارت دی "وَ بَشَّرۡنٰهُ بِاِسۡحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ "اس میں بھی اقتضاء بشارت ہے سید خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو۔

"اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحۡيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوۡرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ"

جناب زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دی یہ عظمت والی بشارات ہیں جن کی کائنات میں کوئی مثال نہیں ملتی یہ بشارات ان بیٹوں کی ہیں جن کا مرتبہ ذات حق کے بعد کائنات میں سب سے بڑا ہے۔ مخلوق کو ان کے تابع فرمان رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کی غلامی ہی نجات کی ضمانت قرار دی گئی ہے۔ ان کی محبت ہی معیار ایمان قرار پائی ہے۔ ان سے الفت ہی معرفت خداوندی کا باعث ہے۔ ان کے حضور نیاز ہی طرز زندگی کا حسن ہے تاہم کائنات کے جس شخص کو ایسے بیٹے کی بشارت مل جائے تو اس کی عظمت کا کیا عالم ہو گا، اس کی خوشی کا کیا عالم ہو گا اس کی رفعتوں کا کیا عالم ہو گا۔ کیا ہی مبارک ہے وہ باپ جس کو امام الانبیاء سرور کون و مکاں راحت انس و جاں رحمۃ للعالمین سید المرسلین حضور نبی کریم ﷺ جیسا بے مثل و بے مثال بیٹا نصیب ہو تو اس کے نصیب پر تو نصیب بھی ناز کرتا

ہے۔اس باپ کی عظمت کا کون احاطہ کر سکتا ہے، "اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کَبِیۡرًا فَلِلّٰہِ الۡحَمۡدُ کَثِیۡرًا" اور جس باپ نے کائنات کے باسیوں کو ایسا بیٹا فراہم فرمایا ہے۔اس سے بڑا محسن عالم کون ہو سکتا ہے۔اس بزم ہستی کے افراد اگر ہزاروں جنم لیں ہر جنم میں ہزار ہا برس جئیں زندگی کے ہر سانس میں اس نفس رحمت کا ایسے کریم باپ کا شکریہ ادا کرنے چاہیں تو کبھی بھی ادا نہ کر پائیں گے۔ مگر افسوس اس ملاں ازم پر جو ابھی تک ان کے ایمان میں متزلزل نظر آتا ہے ہاں اہلِ حق کے قلب و روح کے آبگینوں میں ان کی محبتوں کا دیپ شروع سے ہی روشن ہے، اس صاحب بشارت جس کو کائنات میں سب سے عظیم بشارت میسر آئی اس ذات گرامی کا نام ابو محمد حضرت سیدنا عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے قرآن مجید نے ان کا ایک اور خاص مرتبہ بیان فرمایا ہے ان کی عظمت کی قسم بیان فرمائی ہے فرمایا:

لَاۤ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ ① وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ ② وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ

اے حبیب مجھے قسم ہے اس شہر عظیم کی عظمت کی جس میں آپ کے قیام نے رونق بخشی جس کی گلیوں نے آپ کی تلیوں کو چوما اور قسم ہے اس عظمت والی ذات کی جس کو آپ کے باپ ہونے کا شرف ملا جو آپ کے والد گرامی ہیں جن کے نام نامی سے آپ کی ولادت پکاری جائے گی، جناب ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہما علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قسم اس ذات اقدس کی عزت کی جس کو ایسے کریم باپ کے بیٹے ہونے کا ماحول ملا جن کی عفت و عصمت کا شہرہ چاردانگ عالم میں سورج سے بھی زیادہ روشن ہے جو اصحاب الیمین میں سب سے بہترین ہیں اور پھر "اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَةِ" ان میں سے بہتر ترہیں اور ان میں جو السابقون السابقون ہیں ان میں سے خیر السابقین ہیں ان میں سے سب سے بہتر تر ہیں، "اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ" ہیں ان میں سے جو متقی تر ہیں اور پھر ان سے جو بلند و بالا "اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡهِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ" ہیں ان سے عظیم ترہیں "وَیُطَهِّرَکُمۡ تَطۡهِیۡرًا" ہیں ان سے عظیم ترہیں اور جو "قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡهِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِی الۡقُرۡبٰی" ہیں ان

سے قریب تر ہیں "اِنَّ اللہ اصطفیٰ آدَمَ وَنُوحًا وَّ آلَ اِبرٰھِیمَ " کے مصطفاوں سے مصطفیٰ تر ہیں اور جو "وَاجتَبَینٰھُم "میں مجتبیٰ تر ہیں انہیں کا نام نامی اسم گرامی ابو محمد سیدنا جناب عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے یہ وہ ذات ہیں جن کی زبان اقدس کے ایک لفظی اشارہ پر امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ووالدیہ وآلہ وسلم اپنی نبوی نماز قربان کرنے پر تلے ہوئے نظر آتے ہیں تفصیل گزر چکی ہے اب اس ستودہ صفات کا تذکرہ زیب قرطاس کیا جاتا ہے۔

جناب عبد اللہ کی پاکدامنی وشرافت

"وَاَخرَجَ اَبُو نُعَیم الخرائطی وابن عساکر مِن طریق عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قَالَ لَمَّا خَرَجَ عَبدُ المُطَّلِب بِابنِہٖ لِزَوجِہٖ مَرَّبِہٖ عَلٰی کَاھِنَۃٍ مِّنق اَھلِ تَبَالَۃَ یَھُودِیَّۃٍ قَد قَرَءَتِ الکُتُبَ یُقَالُ لَھَا فَاطِمَۃُ بِنتُ مُرَّ الخَشعَمِیَّۃُ فَرَءَتُ نُورَ النُّبُوَّۃِ فِی وَجہِ عَبدِاللہِ فَقَالَتُ یَا فَتیٰ ھَل لَّکَ اَن تَقَمَ عَلَیَّ الآنَ وَاُعطِیکَ مِائَۃً من الاِبِلِ فَقَالَ عَبدُاللہِ

اَمَّا الحَرَامُ فَالمَمَاتُ دُونَہٗ وَالحِلُّ لَاحِلُّ فَاستَبِینَہٗ

فَکَیفَ لِی الاَمرُالَّذِی تَبغِینَہٗ یَحمِی الکَرِیمُ عِرضَہٗ وَدِینَہٗ"

(خصائص الکبری صفحہ ۶۹ البدایہ والنہایہ صفحہ ۲/۳۰۴)

ابو نعیم خرائطی اور ابن عساکر نے عطاء سے اور وہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب عبد المطلب بیٹے (عبد اللہ) کی شادی کے لیے نکلے تو بتالہ کی ایک یہودی کاہن عورت کے پاس سے گزر ہوا، یہ عورت کتب سابقہ کی عالمہ تھی۔ اور اس کا نام فاطمہ خشعمیہ تھا پس اس نے جناب عبد اللہ کی پیشانی میں نور نبوت کو جلوہ گر دیکھا تو کہا اے جوان کیا تم مجھ سے تعلقات قائم کروگے اس بدلہ میں تمہیں سو اونٹ دوں گی، جناب عبد اللہ نے کہا! (ترجمہ اشعار) فعل حرام کا ارتکاب کرنے سے تو مر جانا بہتر ہے، حلال کو

بے شک میں پسند کرتا ہوں مگر اس کے لیے اعلان (نکاح) ضروری ہے پس برے کام کی طرف تو خواہاں ہے میں اس کا ارتکاب نہیں کر سکتا، کیونکہ عزت والے انسان کو لازمی ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔

جناب عبد اللہ کا نام پاک قدرت کی ہدایت پر رکھا گیا

"قِیْلَ خَرَجَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَمَعَهٗ وَلَدَهٗ عَبْدُاللهِ وَکَانَ اَحْسَنَ رَجُلٍ فِیْ قُرَیْشٍ خُلْقًا وَخَلْقًا وَکَانَ نُوْرُ النَّبِیِّ ﷺ بَیِّنًا فِیْ وَجْهِهٖ ۔۔۔۔وَفِیْ رِوَایَةٍ اَنَّهٗ کَانَ اَکْمَلَ بَنِیْ اَبِیْهِ وَاَحْسَنَهُمْ وَاَعَنَّهُمْ وَاَحَبَّهُمْ اِلٰی قُرَیْشٍ وَقَدْ هَدَی اللهُ تَعَالٰی وَالِدَهٗ فَسَمَّاهُ بِاَحَبِّ الْاَسْمَآءِ اِلَی اللهِ تَعَالٰی عَبْدُاللهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ"

(السیرۃ الحلبیہ صفحہ ۳۱،۳۲ جلد اول مطبوعہ بیروت)

بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبد المطلب گھر سے نکلے تو ان کے ساتھ آپ کے فرزند ارجمند جناب عبد اللہ بھی تھے جو خاندان قریش میں سے سب سے زیادہ حسن و جمال والے اور سب سے اچھے اخلاق والے تھے اور آخر الزمان حضور نبی کریم ﷺ کا نور مبارک ان کی پیشانی میں جلوہ گر تھا اور ایک روایت میں ہے کہ جناب عبد المطلب کے بیٹوں میں سے جناب عبد اللہ کامل ترین، حسین ترین، سب سے زیادہ پاکدامن اور خاندان قریش کے نزدیک محبوب ترین شخصیت والے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ نام رکھنے کی حضرت عبد المطلب کو ہدایت فرمائی تھی کیونکہ ان کا نام نامی وہ نام ہے جو ازروئے حدیث شریف اللہ تعالیٰ کو تمام ناموں سے زیادہ محبوب ہے، یعنی عبد اللہ اور عبد الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

کمالات و برکات جناب عبد اللہ رضی اللہ عنہ

ذکر ولادۃ عبداللہ قَالَ اَصْحَابُ السیر والتواریخ کَانَتْ وِلَادَةُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ

الْمُطَّلَبِ لِاَرْبَعٍ وَّعِشْرِیْنَ سَنَةً مَضَتْ مِنْ مَلِكِ كِسْرٰی نُوْشِیْرَوَانْ وَ كَانَ یَوْمَ وُلِدَ عَبْدِ اللهِ عَلِیْمًا بِمَوْلِدِهٖ جَمِیْعَ اَحْبَارِ الشَّامِ وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ كَانَتْ عِنْدَهُمْ جَبَّةُ صُوْفٍ بَیْضَاءَ وَ كَانَتِ الْجُبَّةُ مَغْمُوْسَةً فِیْ دَمِ یَحْیٰی بْنِ زَكَرِیَّا وَ كَانُوْا قَدْ وَجَدُوْا فِیْ كُتُبِهِمْ اذا رايتم الجبة البيضاء والدم يقطر منها فاعلموا ان ابا محمد المصطفى قد ولد تلك الليلة وقدموا باجمعهم الى الحرم وارادوان يقتالوا يعبدالله فصوف الله شرهم عنه ورجعوا الى بلادهم ولم يكن يقدم عليهم احد من الحرم الاسالوه عن عبدالله انما ذالك النور لمحمد عليه الصلوٰة والسلام قال فخرج عبدالله اجمل قريش فشغفت به كل نساء قريش وكدن ان تذهل عقولهن فلقى عبدالله فى زمنه من النساء مالقى يوسف فى امنه من امراة العزيز وكان عبدالله يخبر اباه مما يرى من العجائب يقول يا ابت انى اذا اخرجت الى بطحاء مكة وصرت على جبل ثبير خرج من ظهرى نوران اخذا احدهما شرق الارض والآخر غربها ثم ان ذينك النورين ليستدران حتى يصير اكالسحابة ثم تنفرج لهما السماء فيدخلان فيها ثم يخرجان ثم يرجعان الى فى لمحة واحدة وانى لا جلس فى الموضع فاسمع فيه من تحتى سلام عليك ايها المستودع ظهره نور محمد ﷺ وانى لا جلس فى الموضع اليابس او تحت الشجرة اليابسة فتخضر وتلقى على اغصانها فاذا قمت وتركتها عادت الى ما الله من ظهرك المستودع المكرم فانا قد وعدنا ذالك وانى رايت قبلك رؤيا كلها تدل على انه يخرج من ظهرك اكرم العالمين"

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ بیروت)

جناب عبد اللہ کی ولادت کا ذکر

سیرت و تاریخ کے ائمہ کہتے ہیں کہ جب جناب عبد اللہ کی پیدائش ہوئی تو اس وقت شاہ

فارس کسریٰ نوشیرواں کی حکومت کے چوبیس سال گزر چکے تھے اور جب آپ کی ولادت ہوئی تو شام کے تمام اہلِ علم نے اس کو جان لیا تھا، اور یہ اس لیے کہ ان کے ہاں ایک سفید جُبہ صوف تھا، اور وہ جُبہ حضرت یحیٰ بن زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون (شہادت) سے آلودہ تھا، اور انہوں نے اپنی کتابوں میں اس بات کو پایا تھا کہ جب تم اس سفید جبہ سے تازہ خون ٹپکتا دیکھو تو جان لو کہ حضرت محمد ﷺ کے والد گرامی کی ولادت اسی رات ہو گئی ہے، وہ یہودی علماء مل کر حرم مکہ کی طرف آئے اور انہوں نے جناب عبد اللہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے شر کو آپ سے دور کر دیا اور وہ اپنے شہروں کو لوٹے جب بھی ان کے پاس کوئی شخص سرزمین مکہ سے آتا تو اس سے جناب عبد اللہ کے متعلق ضرور سوال کرتے اور پھر کہتے کہ قریش میں چمکنے والا نور ہم سے بچ نکلا، وہ علماء یہ بھی کہتے تھے کہ یہ نور جو عبد اللہ کی پیشانی میں چمکتا ہے یہ نور تو نور محمدی ہے۔ پس جب حضرت عبد اللہ جوان ہوئے تو قریش میں سب سے بڑھ کر صاحب جمال تھے، قریش کی سب عورتوں نے اپنے اپنے دل میں آپ کا خیال جمالیا، اور قریب تھا کہ اس چاہت میں ان کی عقلیں زائل ہو جاتیں، جس طرح حضرت یوسف کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے زبردست اشتہاء واشتیاق کا معاملہ پیش آیا تھا۔ اسی طرح جناب عبد اللہ کو نساء مکہ کی طرف سے اشتہاء واشتیاق کا معاملہ پیش آیا۔ (لیکن آپ جناب سیدنا حضرت عبد اللہ ہر طرح سے محفوظ رہے) اور آپ جو عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرتے، اپنے والد گرامی سے کہتے کہ ابا جان میں جب مکہ کی بطحا وادی کی طرف نکلتا ہوں اور جبل ثبیر پر چڑھتا ہوں تو میری پشت سے دو نور نکلتے ہیں ایک مشرق کی طرف جاتا ہے اور دوسرا مغرب کی طرف جاتا ہے۔ پھر وہ دونوں نور گھوم کر بادل کی طرح ہو جاتے ہیں، پھر ان کے لیے آسمان کھل جاتا ہے پس وہ نور آسمان میں داخل ہوتے ہیں پھر اس سے نکلتے ہیں اور پھر میری طرف آن واحد میں لوٹ آتے ہیں۔ (کوئی کہتا ہے) اے وہ (خوش نصیب شخص) جس کی پشت میں نور محمدی ودیعت رکھا گیا ہے تجھ پر سلام ہو اور میں جس خشک جگہ میں یا سوکھے

ہوئے درخت کے نیچے بیٹھتا ہوں تو وہ درخت سبز ہو جاتا ہے اور اس کی شاخیں مجھ پر جھک جاتی ہیں یہ سن کر جناب عبد المطلب فرماتے ہیں اے بیٹا! تجھے بشارت ہو بیشک میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس ودیعت رکھے گئے عزت والے کو تیری پشت سے ظاہر فرمائے گا کیونکہ اس سعادت کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور میں نے تجھ سے پہلے ہی ایسے (مبارک) خواب دیکھے ہیں۔ جو سب کے سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ تیری پشت سے سب جہانوں سے زیادہ عزت والے کا ظہور ہو گا۔ سبحان اللہ! کیسی عظیم و بے مثال عظمتیں ہیں سیدنا عبد اللہ پاک کی اور کیسی بلند پایہ برکات و تجلیات کا ظہور ہے۔

ہے نور افشاں واہ یہ نسبت نورانی
یہ فضل ہے اللہ کا اور رحمت یزدانی!
سردار رسولوں کا ہے ابن عبد اللہ کا
یہ شان ہے حقانی، یہ شرف ہے لاثانی
کرے ناز نہ کیونکر وہ جسے نور سے نسبت ہو
کہوں رشک قمر اس کو، وہ جبیں ہے تو برہانی
جو قلب سے نہ مانے، نسبت کی بہاروں کو
نہ حدیث کو جانے ہے نہ وہ عالم قرآنی

جناب عبد اللہ کے نام قرعہ نکلتا ہے

جناب عبد المطلب کی نذر کا واقعہ تقریباً تمام کتب سیرت و تاریخ میں موجود ہے، اور دور حاضر کی مقبول عام سیرت طیبہ کی کتاب،، ضیاء النبی،، سے اقتباس ملاحظہ ہو، حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جناب عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق رقم طراز ہیں:

دنیا کا کوئی باپ آپ سے زیادہ بخت اور بلند اقبال نہیں ہے، آپ اس عظیم ہستی کے باپ ہیں

جو باعث تکوین کائنات ہے، اولین و آخرین انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں جس کے فیض سے فیضیاب ہیں جو شفیع المذنبین ہے جو فلک نبوت و رسالت کا آفتاب عالم تاب ہے جس کے طلوع ہونے کے بعد ہدایت کی روشنی اتنی فراواں ہو گئی کہ اس کے بعد کسی دوسرے نور ہدایت کی ضرورت ہی نہ رہی جس نے اپنی شبانہ روز محنت سے انسان کا ٹوٹا ہوا رشتہ اپنے رب سے جوڑ دیا، جس نے دل لوٹ لینے والی معصوم اداؤں سے اور دل لبھانے والی اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی سچی محبت کا چراغ روشن کیا۔

جس نے اپنی نگاہِ کرم سے جاں بلب انسانیت کو حیات جاوداں سے بہرہ ور کیا، ایسی بے مثال و بے نظیر ہستی کے باپ کا نام عبد اللہ ہے، آپ حضرت عبد المطلب کے سب سے چھوٹے اور سب سے لاڈلے بیٹے تھے آپ کے والد نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں دس بیٹے عطا کرے اور وہ سب جوان اور صحت مند ہو کر ان کی تقویت کا باعث بنے تو وہ ان میں سے ایک بیٹے کو راہ خدا میں قربان کریں گے۔

جب سب سے چھوٹے بیٹے عبد اللہ کی عمر اٹھارہ بیس سال ہو گئی تو اب انہیں اپنی نذر ایفاء کرنے کا خیال آیا، آپ نے اپنے فرزندوں کو اپنے پاس طلب کیا انہیں بتایا کہ انہوں نے جو نذر مانی تھی اس کو پورا کرنے کا وقت اب آگیا ہے سب بیٹوں نے بڑی سعادت مندی کا اظہار کرتے ہوئے سر جھکا دیئے اور بصد ادب عرض کیا کہ اے ہمارے پدر بزرگوار! آپ اپنی نذر پوری کیجئے، ہم میں سے جس کو آپ قربانی کے لیے نامزد کریں گے وہ اس پر فخر کرے گا۔ اور اپنے سر کا نذرانہ بصد مسرت پیش کرے گا، طے پایا کہ بیت اللہ شریف کے فال نکالنے والے سے فال نکلوائی جائے، جس کے نام قرعہ نکلے اس کو بلا پس و پیش راہ خدا میں قربان کر دیا جائے۔

سب مل کر بیت اللہ شریف کے پاس جمع ہوئے فال نکالنے والے کو بلایا گیا، صورت حال سے آگاہ کیا گیا، فال کے تیر نکال کر لے آیا، وہ فال نکالنے کے لیے تیاری کرنے لگا کسی ایک بچے کے نام قرعہ ضرور نکلے گا۔

آپ کے سارے بچے شکل و صورت اور سیرت و کردار کے لحاظ سے چندے آفتاب و چندے ماہتاب تھے، کسی ایک کے گلے پر چھری ضرور پھیری جائے گی لیکن عبد المطلب پہاڑ کی چٹان بنے کھڑے ہیں، ان کے ارادے میں کسی لچک کا دور دور تک نشان نہیں اپنے رب سے انھوں نے جو وعدہ کیا تھا اس کو ہر قیمت پر پورا کریں گے۔

اپنے پختہ عزم کا اظہار وہ اس رجز سے کر رہے ہیں:

"عَاهَدْتُهُ أَنَا مُوفٍ عَهْدَهُ
وَاللهِ لَا يُحْمَدُ شَيْءٌ حَمْدَهُ
إِذَا كَانَ مَوْلَايَ وَأَنَا عَبْدَهُ
نَذَرْتُ نَذْرًا لَا أُحِبُّ رَدَّهُ
وَلَا أُحِبُّ أَنْ أَعِيشَ بَعْدَهُ"

میں نے اپنے رب سے عہد کیا ہے اور میں اپنے عہد کو پورا کروں گا، بخدا کسی چیز کی ایسی حمد نہیں کی جاتی جس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد کی جاتی ہے۔

جب وہ میرا مولا ہے اور میں اسی کا بندہ ہوں اور اس کے لیے میں نے نذر مانی ہے، اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس نذر کو مسترد کردوں، پھر مجھے زندہ رہنے کی کوئی خواہش نہیں۔

فال نکالنے والے نے فال نکالی، قرعہ فال حضرت عبد اللہ کے نام نکلا، یہ درست ہے کہ عبد اللہ بہت حسین ہیں بوڑھے باپ کے یہ سب سے چھوٹے بیٹے ہیں، اور سب بھائیوں سے زیادہ انہیں محبوب ہیں لیکن یہاں معاملہ عبد اور اس کے اللہ کا ہے، اس میں کوئی پیاری سے پیاری چیز بھی حائل نہیں ہو سکتی اگر اس کے خالق نے قربانی کے لیے عبد اللہ کو پسند فرمایا ہے تو عبد اللہ کو اس کی رضا کے لیے ضرور قربانی دیا جائے گا۔

چھری لائی جاتی ہے، عبد اللہ کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کے لیے حضرت عبد المطلب آستین چڑھا رہے ہیں، اس کی اطلاع بجلی کی سرعت کے ساتھ مکہ کے ہر گھر میں گونجنے لگتی

ہے قریش کے روسا یہ سن کر اپنی مجلسوں سے دوڑے چلے آتے ہیں، مکہ کے ہر فرد پر سناٹا طاری ہے، مکہ کے سردار کہتے ہیں کہ، اے عبد المطلب ایسا ہر گز نہیں ہو گا، چاند سے زیادہ من موہنے چہرے والا، پھول سے زیادہ نازک بدن والا، عبد اللہ، ان کے سامنے ذبح کر دیا جائے گا، ایسا ہر گز نہیں ہو گا وہ ایسا ہر گز نہیں ہونے دیں گے، عبد المطلب فرماتے ہیں یہ میرا اور میرے پروردگار کا معاملہ ہے، اس میں دخل دینے والے تم کون ہو، بوڑھے باپ کے عزم کو دیکھ کر سارے سردار منت سماجت پر اتر آتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اے ہمارے سردار! اگر بیٹوں کو ذبح کرنے کی رسم کا آغاز تمہارے جیسی ہستی نے کر دیا تو پھر اس رسم کو بند کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں رہے گا، اپنی قوم کے نونہالوں پر رحم کرو، اس رسم کے نتائج بڑے ہولناک ہوں گے، طویل کشمکش کے بعد یہ طے پایا کہ حجاز کی عرافہ کے پاس جاتے ہیں وہ جو فیصلہ کرے اس کو سب تسلیم کریں گے، چنانچہ سب مل کر یثرب پہنچتے ہیں، وہاں اس عرافہ کے بارے میں دریافت کرتے ہیں پتہ چلتا ہے کہ وہ خیبر میں سکونت پذیر ہے وہاں جاتے ہیں اس کو اپنے آنے کے مقصد سے آگاہ کرتے ہیں وہ کہتی ہے کہ مجھے ایک دن کی مہلت دو، میرا تابعی آئے گا میں اس سے پوچھ کر بتادوں گی، دوسرے روز پھر اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں، وہ کہتی ہے میرا تابعی آیا تھا میں نے تمہارے سوال کے بارے میں اس سے پوچھا تھا، اس نے اس کا حل مجھے بتایا ہے پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمہارے ہاں مقتول کی دیت کیا ہے؟ انھوں نے بتایا، دس اونٹ، اس نے کہا تم اپنے وطن واپس چلے جاؤ، ایک طرف دس اونٹ کھڑے کر دینا اور دوسری طرف عبد اللہ کو پھر فال نکالنا اگر قرعہ اونٹوں کے نام نکلا تو ان کو ذبح کر دینا، تمہاری نذر پوری ہو جائے گی اور اگر قرعہ عبد اللہ کے نام نکلا تو پھر دس اونٹ بڑھاتے جانا اور قرعہ نکالتے جانا یہاں تک کہ قرعہ عبد اللہ کے بجائے اونٹوں کے نام نکلے جتنے اونٹوں پر قرعہ نکلے گا ان کو ذبح کر دینا یوں تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔

سارا کارواں عرافہ کے اس فیصلہ کو سُن کر واپس آگیا اور اس کے کہنے کے مطابق قرعہ اندازی شروع کر دی، دس اونٹوں کے وقت بھی قرعہ عبد اللہ کے نام نکلا، دس دس اونٹ

بڑھاتے گئے لیکن ہر بار قرعہ حضرت عبد اللہ کے نام ہی نکلتا رہا، یہاں تک کہ اونٹوں کی تعداد سو(۱۰۰) تک پہنچ گئی، اس وقت قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ حضرت عبد المطلب کو بتایا آپ نے فرمایا تین بار قرعہ اندازی کرو اگر تینوں بار اونٹوں کے نام قرعہ نکلا تو تسلیم کروں گا ورنہ نہیں۔ عالمِ انسانیت کی خوش قسمتی تھی کہ تینوں بار اونٹوں کے نام قرعہ نکلا، چنانچہ وہ سو اونٹ ذبح کر دیے گئے اور اذن عام دے دیا گیا کہ ان کے گوشت کو جو چاہے جتنا چاہے لے جائے، کسی کو روکا نہ جائے یہاں تک کہ کسی گوشت خور پرندے اور درندے کو بھی ان کا گوشت کھانے سے منع نہ کیا جائے۔

حضرت عبد المطلب جب نذر ایفاء کرنے کی آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزر گئے اور سو اونٹوں کے عوض حضرت عبد اللہ کی جان بچ گئی تو ان کی مسرت و شادمانی کا اندازہ لگانا ہمارے لیے ممکن نہیں۔

(ضیاء النبی صفحہ ۴۵۷ تا ۴۵۹، جلد اول، سیرت الحلبیہ صفحہ ۳۶، ۳۶، جلد اول؛ زرقانی علی المواھب، جلد اول، صفحہ ۹۴۔۹۶؛ طبقات ابنِ سعد جلد اول، صحہ ۱۸۲۔۱۸۳؛ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اول، صفحہ ۹۹۸۔۱۰۱؛ البدایہ والنہایہ جلد ۲، صفحہ ۳۰۶۔۳۰۷۔)

قارئینِ محترم! یہ ہیں والدِ گرامی تاجدارِ ختم نبوت کے جن کا بیٹا ہونے پر ہمارے رسول کریم ﷺ بطورِ فخر فرمایا کرتے تھے

"اَنَا ابْنُ الذَّبِیْحَیْنِ اَیْ عَبْدِ اللّٰہِ وَ اِسْمَاعِیْلَ" میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں، یعنی حضرت عبد اللہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا۔

ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں یہ ذکر چل نکلا کہ ذبیح اللہ، حضرت اسمعیل تھے یا حضرت اسحاق، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے ایسے شخص کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا ہے جو خبر والا ہے۔ (تو سنو) ایک دفعہ ہم بارگاہ نبوی میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور شکایت کی کہ زمین خشک ہو گئی ہے، اور کہنے لگا یا رسول اللہ میں شہروں کو خشک چھوڑ کر آیا ہوں، مال ہلاک ہو گئے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جو آپکو عطا

فرمایا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی عنایت فرمائیں، اے ذبیحین کے بیٹے! یہ لفظ سن کر سرکار دو عالم ﷺ مسکرا دیئے اور اس پر انکار نہ فرمایا: لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا پھر وہ ذبیح کون ہیں؟ فرمایا: حضرت عبد اللہ اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام:

یہ عجائبات و کمالات قدرت ہیں تاکہ جن سے اعلیٰ عظمتوں کا ظہور ہونا ہو ان کی زندگیوں میں بڑے بڑے محیر العقول واقعات کو داخل کیا جاتا ہے۔ بڑے سے بڑے امتحان سے گزارا جاتا ہے تاکہ اس طرح سے یہ خالق و مخلوق کے ہاں سے درجہ محبوبیت بھی پائیں اور ہر طرف انکے شُہرے اور چرچے بھی ہو جائیں۔ جس طرح حضرت اسماعیل کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک دنبہ کی قربانی قبول فرمائی تھی اس طرح حضرت عبد اللہ کے بدلہ میں سو اونٹ منظور ہوئے۔

دونوں کو خود قربان ہونے سے بچانے میں حکمت یہ تھی کہ پیشانی میں نور مصطفیٰ ﷺ جلوہ افروز تھا تو ثابت ہوا کہ جس طرح حضرت اسماعیل بارگاہ خداوندی میں مقرب و محبوب ہیں ان کے بدلہ میں دنبہ کی قربانی بھی اللہ تعالیٰ نے پسند فرمائی اور بعد والوں میں سے سُنت کے طور پر جاری وساری رکھا۔ ایسے ہی محبوب رب العالمین رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین کے والد پاک بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہیں اور ان کے فدیہ و بدلہ میں اونٹوں کی قربانی بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوئی ہے، ورنہ اگر جناب عبد المطلب کی یہ قربانی غلط ہو گی تو پھر اس کو بطور دیت جاری وساری رکھنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، لہٰذا آقا و مولا حضور نبی کریم ﷺ کے والد گرامی اللہ کے مقبول ہیں، مومن ہیں، عبد صالح ہیں اور قدرت کا انتخاب ہیں۔

وہ انتخاب خالق ہے اور خلق کا راج دلارا ہے۔ عفت، عزت، عظمت کے فلک کا روشن تارا ہے دونوں جہاں میں ان کا ہم سریا ہم پلہ کوئی بھی نہیں ہے، سرور دیں کے والد ہیں عبد اللہ نام پیارا ہے۔ واہ سبحان اللہ یہ کیا قربانیاں ہیں پہلی قربانی انسانیت کی اُخروی نجات کا باعث

بنی اور دوسری قربانی دنیا میں بقائے انسانیت کا باعث ہے ان دونوں قربانیوں کا فیضان قیامت تک جاری ہے اور عشق الٰہی کا عظیم اُسوہ ہیں اور خدا تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہیں۔ الحمد للہ۔

محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات سیدتنا اُمِّ محمد حضرت آمنہ بنتِ وَھب علیھما السلام کی عظمتوں کے مختصر احوال

قارئینِ محترم!

اس وقت کس ذات ستودہ صفات کا تذکرہ زیر قرطاس ہے کروڑوں بار قلم وصفحات ذہن اور زبان فکر ودانش شعور وفراست نگاہ آگہی نور کی بارشوں سے دھل جائیں مشک وگلاب سے معطر ہو جائیں تب بھی انکے تقدس کا تذکرہ کہیں بلند وبالا ہے۔ان کی عفت وعصمت کی شان بلند وبالا ہے ان کے صبر واستقامت بلند وبالا ہیں الفاظ وسخن کی مجال ہی نہیں کہ اس نفس رحمت بلکہ مصدر رحمۃ للعالمین کی عفت وشرافت کو بیان کر سکیں۔جس کے گھر کا قدسی طواف کریں حُوران جنت جھاڑو دیں، غلمان جنت پانی بھریں، جن کو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سلام کرنے آئے اور بشارت دینے آئے، جن کی خدمت کے لیے حضرت حوّا علیہا الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوں حضرت آسیہ حاضر ہوں اور حُوران جنت حاضر خدمت ہوں ان کے پیمانہ عظمت کو بیان کرنے کی ہمت کہاں ہو کس کو ہو۔میرے حواس دم بخود ہیں، قلم کانپ رہی ہے قلب وروح پر ان کی عظمت کے نور کا غلبہ ہے الفاظ وبیاں جواب دے چکے ہیں، مذہبی افکار وروایات معطل ہو چکے ہیں سیرت نگاری کا فن پس منظر میں جا چکا ہے۔تاریخی نشیب وفراز بے حیثیت ہو چکے ہیں۔کس کو جرأت کلام ہے کہ یہاں دم مار سکے بس اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کے کلام حق نے ہی حوصلہ بخشا ہے۔راہنمائی فرمائی ہے۔امید بندھائی ہے کیونکہ میں خود کچھ کہنے کا خود کو مجاز ہی نہیں سمجھتا کہاں میرے الفاظ وبیاں کی خامی اور کہاں ان کی شان لاثانی کہاں میرے خیالوں کی کثافت اور کہاں ان کے قربتوں کی لطافتِ خدا کی قسم بندہ ناچیز جرات نہیں کر پا رہا کہ کیا لکھے کیسے لکھے مگر ان کی شان کریمی امادہ عقیدت کر رہی ہے ان کے مشفقانہ رویوں کی عظمت میری ڈھارس بندھا رہی ہے۔میں اب بھی خود کو اس کا مجاز نہیں سمجھتا اسی لیے میں نے اس عنوان کو نبھانے کے لیے امام العاشقین کشتۂ عشق رسول عظیم محدث امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب خصائص کبریٰ کے اقتباسات ہی پیش کروں گا اور اس میں بیان کردہ احادیث کی روایات کو ہی بیان کروں گا۔

نوٹ: بیان کردہ روایات کو اسی ترتیب کے ساتھ بیان کروں گا جس طرح امام موصوف نے بیان کیا ہے۔ زیر نظر روایت پر مختصر سا تبصرہ ہو گا جس سے آپ کو محسنۂ عالمین سلام اللہ علیہا کی شان و عظمت کا خود اندازہ ہو جائے گا۔

"أخرج الْبَيْهَقِيّ وَأَبُو نعيم عَن حسان بن ثَابت قَالَ إِنِّي لغلام يفعة ابْن سبع سِنِين أَوْ ثَمَان أَعقل مَا رَأَيْت وَسمعت إِذا يَهُودِيّ بِيَثْرِب يصرخ ذَات غَدَاة على أطمه يَا معشر يهود فَاجْتمعُوا إِلَيْهِ وَأَنا اسْمَع قَالُوا وَيلك مَالك قَالَ طلع نجم أَحْمد الَّذِي ولد بِهِ فِي هَذِه اللَّيْلَة

وَأخرج الْبَيْهَقِيّ وَالطَّبَرَانِيّ وَأَبُو نعيم وَابْن عَسَاكِر عَن عُثْمَان بن أبي الْعَاصِ قَالَ حَدَّثتنِي امي انها شهِدت وِلَادَة آمِنَة أم رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لَيْلَة وَلدته قَالَت فَمَا شَيْء أنظر إِلَيْهِ فِي الْبَيْت إِلَّا نور وَإِنِّي لأنظر الى النُّجُوم تدنو حَتَّى أَنِّي لأقول ليقعن عَليّ فَلَمَّا وضعت خرج مِنْهَا نور أَضَاء لَهُ الْبَيْت وَالدَّار حَتَّى جعلت لَا أرى إِلَّا نورا

وَأخرج احْمَد وَالْبَزَّار وَالطَّبَرَانِيّ وَالْحَاكِم وَالْبَيْهَقِيّ وَأَبُو نعيم عَن الْعِرْبَاض بن سَارِيَة أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ إِنِّي عبد الله وَخَاتم النَّبِيين وان آدم لَمُنْجَدِل فِي طينته وَسَأُخْبِرُكُمْ عَن ذَلِك دَعْوَة أبي ابراهيم وَبِشَارَة عِيسَى ورؤيا امي الَّتِي رَأَتْ وَكَذَلِكَ امهات النَّبِيين يرين وَأَن ام رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم رَأَتْ حِين وَضعته نورا أَضَاءَت لَهُ قُصُور الشَّام

وَأخرج ابْن سعد وَاحْمَدُ وَالطَّبَرَانِيّ وَالْبَيْهَقِيّ وابو نعيم عَن ابي أُمَامَة قَالَ قيل يَا رَسُول الله مَا كَانَ بدؤ امرك قَالَ دَعْوَة ابي ابراهيم وبشرى عِيسَى وَرَأَتْ امي حِين حملت انه خرج مِنْهَا نور أَضَاءَت بِهِ قُصُور الشَّام

واخرج الحَاکِم وَصححہُ وَالبیہقِیّ عَن خَالِد بن معدان عَن اصحاب رَسُول اللہ

صلی اللہ عَلَیہِ وَسلم انھم قَالُوا یَا رَسُول اللہ اُخبُرنَا عَن نَفسك فَقَالَ دَعوَۃ ابی

ابراھیم وبشرٰی عیسی ابن مریم و رؤیا اُمی التی رأت فی منامھا"

روایت نمبر ا:۔ امام بیہقی ، امام ابو نعیم نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی،وہ فرماتے ہیں کہ میں سات یا آٹھ سال کا تھاجو بھی سنتا تھا سمجھ لیتا تھا۔اچانک ایک یہودی چیختا ہوا آیا اور یہودیوں کو جمع کیا اور کہنے لگا کہ یہودیت برباد ہوگئی ہے کیونکہ نبی حضرت محمد ﷺ کا ظہور عظمت اس رات ہو چکا ہے۔

تبصرہ: قارئینِ محترم!

سید عالم ﷺ کی تشریف آوری کا سب سے زیادہ دکھ یہودیت اور شیطانیت کو ہوا اور کاشانہء نبوت کے تقدس مآب نفوس قدسیہ کی عظمتوں کے خلاف آج بھی یہودی فطرت کے لوگ اور شیطان صفت درندے نبرد آزما ہیں۔

رحمت عالم ﷺ کے عظیم مقامات اور آپ ﷺ کے خاندان عظمی کی عظیم عظمتیں انہیں برداشت نہیں،اسی وجہ سے وہ اپنے گندے عقیدوں میں ان کو اہمیت نہیں دیتے ،جس نے بھی صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر یقین رکھا اور رسول دوعالم ﷺ کی رسالت پر یقین رکھا وہ مقام نبوت اور مقام خاندان نبوت کا ہر لحاظ سے احترام کرتے ہیں بلکہ اسے اپنے ایمان کی عظمت سمجھتے ہیں۔

امام بیہقی ابو نعیم اور ابن عساکر حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ مجھے میری ماں نے بیان فرمایا: فرماتی ہیں کہ میں شب ولادت مصطفی ﷺ محسنہ عالمین مخدومہ کائنات ام محمد حضرت آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیھما کے حضور عظمت میں حاضر خدمت تھی۔جب ولادت باسعادت کا نورانی مبارک وقت قریب آیا تو اچانک میں نے دیکھا کہ ساری کائنات نور عظمت سے بھر گئی ہے۔جدھر دیکھتی ہوں نور ہی نور تھا حتی کہ اس بیت حرمت کی کاشانہء رحمت کی ہر شے کو نور نے ڈھانپ لیا تھا۔

اچانک میں نے نگاہ اوپر اٹھائی کہ یہ کیا ہو رہا ہے تو آسمان کے نورانی ستارے اپنے مداروں کو چھوڑ کر کاشانہ ء نبوت کا طواف کر رہے ہیں۔ میں حیرت سے کہہ رہی تھی کہیں یہ ستارے ہم پر گر نہ جائیں۔ جب ظہورِ قدسی ہوا تو محسنہ عالمین کے وجود اقدس سے ایک عظیم نور ظہور پذیر ہوا یعنی رحمت عالم ﷺ تشریف لائے تو کائنات نور سے بھر گئی میں جدھر دیکھتی ہوں نور ہی نور کے جلوے نظر آئے۔

قارئینِ محترم! یہ کیا حسین منظر ہے جس کی تابانیوں نے بزم ہستی کو نور کی چادر میں لپیٹ لیا تھا۔ کیا وہ شان والی ماں تھی جو اتنے عظیم نور کا مخزن بنی رہیں۔ کیا وہ نور عظیم تھا جو عالمینی وسعتوں کے باوجود بھی کس ادب محبت کے ساتھ اپنی والدہ کریمہ کے شکم اطہر میں نو ماہ تک سمائے رہے۔

اس تصور عظمت کا جغرافیہ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کائنات کی کوئی حقیقت بین نگاہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔

امام احمد بزاز امام حاکم امام بیہقی امام طبرانی ابو نعیم نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہا سے بیان فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں اور خاتم النبیین ہوں اور میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جس وقت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خمیر میں گوندھے جا رہے تھے۔ عنقریب میں تمہیں اپنی ذات مبارک کی بابت تمہیں ایک عظیم خبر دوں گا۔ یعنی اپنا میلاد بیان کروں گا بے شک میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہوں جو انھوں نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں میری بابت کی تھی۔ قرآن مجید نے اسے یوں بیان فرمایا ہے

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ" (اے اللہ! اپنا شان والا رسول مبعوث فرما) اور میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت ہوں جو انھوں نے اپنا زمانہ اقدس میں لوگوں کو جمع کر کے دی تھی۔ جسے قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا: "وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ" فرمایا: میں تمہیں بشارت دیتا ہوں میرے بعد جو شان والے رسول تشریف

لانے والے ہیں ان کا نام نامی اسم گرامی حضرت احمد ﷺ ہو گا۔

اور میں اپنی عظیم ماں کا وہ خواب ہوں جو انھوں نے اپنی عظمتوں کے ساتھ میری ولادت سے پہلے دیکھا تھا اور ایسا ہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مائیں دیکھا کرتی تھیں۔ اور بے شک رسول اللہ ﷺ کی اُم کریمہ نے جب آپ ﷺ کو جنم دیا تھا اس وقت انھوں نے ایک ایسا عظیم نور دیکھا تھا جسکی برکتوں سے شام کے محلات نظر آ گئے واہ! سبحان اللہ! کیا خوبصورت منظر ہے اور کیا ہی عظیم منظر نامہ ہے۔

تبصرہ: قارئینِ محترم! درج بالا حدیث میں چند امور بیان ہوئے ہیں جو انتہائی قابل غور ہیں۔

نمبر ۱:۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں اپنی شان عبدیت کو بیان فرمایا ہے یہ اتنی بلند و بالا شان ہے کہ کائنات کی ساری شانیں اس شان عبدیت کے فیضان سے ظہور میں آئیں۔

نمبر ۲:۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جس وقت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خمیر میں گوندھے جا رہے تھے یہ شان بھی آپ ﷺ کی ایک عظیم انفرادی شان ہے اور جس ماں کو اس شان والا بیٹا ملے اس ماں کی شان کا عالم کیا ہو گا۔

نمبر ۳:۔ حضور سرور عالم ﷺ کی ذات اقدس نے خود کو دعائے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کہا اور قرآن مجید نے اس دعا کے جو مرتبے بیان فرمائے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ کائنات کے اندر حُسن زندگی اور حُسن بندگی کا جتنا نور ہے وہ اسی دعائے عظمت کا فیضان ہے علم، حکمت، تعلیم کتاب، تزکیہ نفس، حُسن اخلاق کا نور اور دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اسی دعا کی ضمنی عظمت ہیں۔

نمبر ۴:۔ رسول دو عالم ﷺ نے خود کو بشارتِ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا جس کو قرآن پاک نے یوں بیان فرمایا: " وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ " میں بشارت ہی دینے آیا ہوں میرے بعد جو تشریف لانے والی بے مثل و بے مثال ذات مبارک ہے ان کا نام نامی اسم گرامی احمد ﷺ ہے۔

نمبر۵:۔ رسول دو عالم ﷺ نے خود کو اپنی عظیم ماں کا عظیم خواب قرار دیا ہے۔ اور اس عظمت کی جہت کو تصور نور میں بیان فرمایا یعنی میری عظیم ماں نے میری ولادت باسعادت کے وقت اس عظیم نور کو دیکھا جسکی ضو افشانیوں سے کائنات چمک اٹھی حتی کہ شام کے محلات بھی پوشیدہ نہ رہے۔

قارئین محترم!

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ کریمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس وقت محسنہ ٔعالمین کے آنگن مبارک میں نور کے جلوے دیکھے جسکی روشنیوں سے کائنات کو معمور کر دیا گیا۔ مذکورہ بالا پانچ امور میں حضور نبی کریم ﷺ کے کلام کا اعجاز نظر آتا ہے۔ ہزاروں سال پر محیط اپنی مسافت عظمت کو چند لفظوں میں بیان کر دیا ہے اور ایک خاص ربط بیان فرمایا ہے کہ میری عظمت وجود آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے بھی مسلّم اور متحقق تھی اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود مبارک کو میں نے رونق بخشی اور اس رونق کے دنیا میں ظہور پذیر ہونے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام دعائیں فرماتے رہے اور حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام بشارتیں دیتے رہے۔ سلام اس ماں کی عظمت کو جس کے پیکر عصمت سے اس نبوی پیکر کا ظہور ہوا۔ جو کائنات میں رونق محفل بنے دین کا معیار بنے خدا کا اعتبار بنے بلکہ خدا کے یار بنے۔ جس کے لیے بزم ہستی کو بنایا گیا سجایا ٹھہرایا گیا جسکی مسکراہٹ کے نور نے قلب و روح میں اتر کر اجڑے ہوئے دل کے دیار کو نور توحید کی رونق بخشی۔

خدا کی محبت کے نور سے دل کی بستیوں کو آباد کیا عالم برزخ کی گہرائیوں میں چاہت والوں کے ایمانی نور نے اس کائنات کو بزم جنت بنایا اور عالم قیامت کی اندھیر نگری کو رُخ رحمت پر ابھرنے والے ہالہ نور سے منور فرما دیا، مقام محمود پر جلوہ افروز ہو کے پوری اُمت کو بخشوا دیا اسی عظیم ذات مبارک کی اماں کریمہ کا نام محسنہ ءعالمین، مخدومہ کائنات ام محمد سیدتنا جناب بی بی آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیہما ٹھہرا۔

جن کی تکریم کی خاطر ان کے کاشانہ رحمت کو بقعہ نور بنایا گیا۔ستاروں کی کہکشاؤں کو حکم طواف دیا گیا، فرشتوں کو نور کی برسات کا حکم ملا۔ انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام نے مبارکبادیں اور خوشخبریاں دے رہے تھے۔خود خلاقِ کائنات نے فرمایا اے عظیم نفس عصمت آپ سید المرسلین کی ماں بننے والی ہیں۔ آپ کو مبارک ہو، مبارک ہو، مبارک ہو۔

امام ابن سعد اور احمد اور طبرانی اور بیہقی اور امام ابو نعیم نے ابی امامہ سے بیان کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ آپ اپنا میلاد بیان فرمائیں تو آپ ﷺ نے اپنے معجزانہ کلام میں یوں بیان فرمایا کہ میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہوں او حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت ہوں اور اپنی عظیم ماں کا وہ خواب ہوں جو بصورت امید مشاہدہ فرمایا گیا اور انکے نوری وجود مبارک سے میرا پیکر نور ظہور پذیر ہوا جسکی برکت سے بزم ہستی جگمگا اٹھی۔ یہاں تک کے شام کے محلات بھی پوشیدہ نہ رہ سکے۔

امام حاکم نے تخریج کی ہے اور امام بیہقی نے اس کی تصحیح کی ہے اور انھوں نے خالد بن معدان سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ ہمیں خبر دیجئے کہ آپ کی دنیا میں تشریف آوری کیسے ہوئی۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں دعائے ابراہیم ہوں، بشارت عیسیٰ ہوں، اور میں اپنی مبارک ماں کا عظیم خواب ہوں جو انھوں نے حالت امید میں دیکھا تھا۔ گویا ان کے وجود اقدس سے نور نکل رہا ہے جس سے ارض بصری کے در و دیوار نظر آئے۔

قارئینِ محترم !ان احادیث مبارکہ میں بطور خاص بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنا میلاد تفصیل کیساتھ بیان فرمایا ہے اور صحابہ کرام علیھم الرضوان نے شوق سے سنا ہے بلکہ خود تقاضا کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ میلاد النبی ﷺ بیان کرنا آپ ﷺ کی سنت ہے اور اس سے روکنا جاہلوں کی بدعت ہے مزید تفصیلات کے لیے فقیر کی کتاب تفریح الاذکیا فی فرضیت ذکر مصطفی ﷺ کا مطالعہ کریں۔ جس میں ساڑھے اٹھارہ سو آیات

بینات کی روشنی میں فرضیت ذکر مصطفیٰ ﷺ کا قول کیا گیا ہے۔ تسلی کے لیے مطالعہ فرمائیں۔

"رات امی حین حملت کانه خرج منها نور اضاءت له بصری من ارض الشام

قلت قَوْله حِين حملت هِيَ رُؤْيا نوم وَقعت فِي الْحمل وَأما لَيْلَة الْوِلَادَة فرأت ذَلِك رُؤْيَة عين كما روى ابن اسحاق كَانَت آمِنَة تحدث انها اتيت حِين حملت فَقيل لَهَا انك قد حملت بِسَيِّد هَذِه الْأمة وَآيَة ذَلِك ان يخرج مَعَه نور يمْلَأ قُصُور بصرى من ارْض الشَّام فاذا وَقع فَسَمِّيهِ مُحَمَّدًا

وَأخرج ابْن سعد وَابْن عَسَاكِر عَن ابْن عَبَّاس ان آمِنَة قَالَت لقد علقت بِهِ فَمَا وجدت لَهُ مشقة حَتَّى وَضعته فَلَمَّا فصل منى خرج مَعَه نور أَضَاء لَهُ مَا بَين الْمشرق إِلَى الْمغرب ثمَّ وَقع على الأَرْض مُعْتَمدًا على يَدَيْهِ ثمَّ اخذ قَبْضَة من تُرَاب فقبضها وَرفع رَأسه إِلَى السَّمَاء

واخرج ابْن سعد من طَرِيق ثَوْر بن يزِيد عَن ابى الْعَجْفَاء عَن النَّبِى صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ رَأَتْ امى حِين وَضعتنِى سَطَعَ مِنْهَا نور أَضَاءَت لَهُ قُصُور بصرى

وَأخرج ابو نعيم عَن عَطاء بن يسَار عَن ام سَلمَة عَن آمِنَة قَالَت لقد رَأَيْت لَيْلَة وَضعته نورا اضاءت لَهُ قُصُور الشَّام حَتَّى رَأَيْتهَا

وَأخرج ابو نعيم عَن بُرَيْدَة عَن مرضعته من بنى سعد ان آمِنَة قَالَت رَأَيْت كَأَنَّهُ خرج من فَرجي شهَاب أَضَاء لَهُ الأَرْض حَتَّى رَأَيْت قُصُور الشَّام

وَأخرج ابْن سعد أَنا عَمْرو بن عَاصِم الْكلابِي حَدثنَا همام بن يحيى عَن اسحاق بن عبد الله ان ام رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَت لما وَلدته خرج من فَرجي نور أَضَاء لَهُ قُصُور الشَّام فولدته نظيفا مَا بِهِ قذر وَوَقع إِلَى الأَرْض وَهُوَ جَالس على

الأَرض بِيدِهِ وَقالَ أنبأَنا معاذ العَنبري ثنَا ابن عون عَن ابن القبطِيَّة فِي مولد رَسُول الله صلى الله عَلَيهِ وَسلم قالَ قالت أُمهٔ رَأَيت كَأن شهابا خرج مني أَضَاءَت لهُ الأَرض"

امام ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کو اپنے انداز میں عین ایسے ہی بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ محسنہ ٔعالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا خود ارشاد فرماتی ہیں کہ جب میں رحمتِ عالم ﷺ کے وجودِ رحمت سے امید سے ہوئی تو مجھے بارگاہ قدس سے آواز آئی اے خوش خصال بی بی! اے عصمت مآب بی بی تم اس امت کے سردار کی عظیم ماں بننے والی ہو اور تمہیں مبارک ہو، مبارک ہو، مبارک ہو۔ اور تم کائنات بھر میں عظمتوں کی علامت ہو۔ جس وجودِ رحمت نے آپ کے وجودِ اقدس سے تشریف لانا ہے اُس کے ساتھ اتنا نور ظہور پذیر ہو گا کہ شام کی زمین اُس نور مبارک کی رعنائیوں سے بھر جائے گی (کیونکہ صاحبِ نور نے تشریف لانا ہے)

جب وہ تشریف لا چکیں تو اُس نورِ نظر بیٹے کا نامِ نامی اسمِ گرامی محمد مصطفیٰ ﷺ رکھنا اس روایت کو ایک خاص انداز میں امام ابن سعد اور امام ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ محسنہ ٔعالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا خود فرماتی ہیں کہ جب مجھے سید المرسلین، خاتم النبیین کے نورِ اقدس سے نوازا گیا تو اُن کا اعجاز یہ تھا کہ مجھے پورا اُمیدِ عظمت کا دورانیہ محسوس ہی نہیں ہوا، نہ کبھی مشقت محسوس ہوئی اور نہ کبھی گھبراہٹ ہوئی۔ اور جب آپ ﷺ میرے وجودِ اقدس سے دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کے ساتھ ایک ایسا نور مبارک ظہور پذیر ہوا جس نے مشرق اور مغرب کی ساری حقیقتوں کو ڈھانپ لیا یعنی پوری کائنات کو ڈھانپ لیا۔

پھر جب آپ ﷺ تشریف لائے تو اپنے دونوں دست مبارک زمین پر رکھ کر اپنی مٹھی میں مٹی لی اور اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اُٹھالیا اور ایک روایت امام ابن سعد نے اپنے طریق ثور بن یزید سے روایت کیا۔ انھوں نے ابی العجفاء سے روایت کیا اور انھوں نے خود

رسولِ دو عالم ﷺ سے روایت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب میری ماں نے مجھے جنم دیا تو اُن کی تکریم کے لیے ایک چمکنے والے نور نے کائنات کو ڈھانپ لیا۔

امام ابن ابو نعیم نے عطا بن یسار سے اور اُنھوں نے ام سلمٰی سے اور اُنھوں نے محسنہ ٔعالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا سے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا۔ امام ابن سعد نے عمرو بن عاصم انکلابی سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بیان فرمایا ھمام بن یحیٰ اور اُنھوں نے اسحاق بن عبد اللہ سے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ کی پیاری والدہ فرماتی ہیں جب رسول دو عالم ﷺ میرے وجودِ اقدس سے تشریف لائے تو اُن کے نور کی برکت سے شام کے محلات نور سے بھر گئے۔ پھر اچانک میں نے آپ ﷺ کے وجودِ اقدس کو دیکھا تو ان کے وجودِ اقدس پر کسی قسم کی کوئی آلودگی نہ تھی۔ آپ ﷺ کا وجودِ عظمت بالکل مصفیٰ اور پاکیزہ تھا وہ تشریف لاتے ہی اپنے ہاتھوں کے بل بیٹھ گئے۔ گویا وہ چمک دار ستارے تھے جس کے نور نے روئے زمین کو حسن سے بھر دیا۔

"واخرج عَن مُوسَى بن عُبَيْدَة عَن أَخِيه قَالَ لما ولد رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَوَقع إِلَى الأَرْض وَقع على يَدَيْهِ رَافعا رَأسه إِلَى السَّمَاء وَقبض قَبْضَة من التُّرَاب بِيَدِهِ فَبلغ ذَلِك رجلا من لَهب فَقَالَ لصَاحب الْخَبَر لَئِن صدق هَذَا الفأل ليغلبن هَذَا الْمَوْلُود أهل الأَرْض

وَأخرج ابو نعيم عَن عبد الرَّحْمَن بن عَوْف عَن امهِ الشِّفَاء بنت عَمْرو بنت عَوْف قَالَت لما ولدت آمِنَة رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَقع على يَدي فَاسْتهلّ فَسمِعت قَائِلا يَقُول رَحِمك الله ورحمك رَبك قَالَت الشِّفَاء فاضاء لي مَا بَين الْمشرق وَالْمغْرب حَتَّى نظرت الى بعض قُصُور الرّوم قَالَت ثمَّ ألبسته وأضجعته فَلم انشب ان غشيتني ظلمَة ورعب وقشعريرة عَن يَمِيني فَسمِعت قَائِلا يَقُول أَيْن

ذهبت بِهِ قَالَ الی الْمغرب واسفر ذٰلِك عنی ثمّ عاودنی الرعب والظلمة والقشعريرة عَن يسارى فسمعت قَائِلا يَقُول أَيْن ذهبت بِهِ قَالَ الى الْمشرق قَالَت فلم يزل الحَدِيث منى على بَال حَتَّى ابتعثه الله فكنت فِي أول النَّاس إسلاما

وَأخرج ابو نعيم عَن عَمْرو بن قُتَيْبَة قَالَ سَمِعت أبي وَكَانَ من أوعية الْعلم قَالَ لما حضرت ولادة آمِنَة قَالَ الله لملائكته افتحوا ابواب السَّمَاء كلهَا وأبواب الْجنان كلهَا وامر الله الْمَلَائِكَة بالحضور فنزلت تبشر بَعْضهَا بَعْضًا وتطاولت جبال الدُّنْيَا وَارْتَفَعت الْبحار وتباشر أَهلهَا فَلم يبْق ملك إِلَّا حضر وَأخذ الشَّيْطَان فغلّ سبعين غلا وَأُلْقِي منكوسا فِي لجة الْبَحْر الخضراء وغلت الشَّيَاطِين والمردة وألبست الشَّمْس يَوْمئِذٍ نورا عَظِيما وأقيم على رَأسهَا سَبْعُونَ الف حوراء فِي الْهَوَاء ينتظرون ولادة مُحَمَّد صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَكَانَ قد أذن الله تِلْكَ السّنة لنساء الدُّنْيَا أَن يحملن ذُكُورا كَرَامَة لمُحَمد صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وان لَا تبقى شَجَرَة إِلَّا حملت وَلَا خوف إِلَّا عَاد أمنا فَلَمَّا ولد النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم امْتَلَأت الدُّنْيَا كلهَا نورا وتباشرت الْمَلَائِكَة وَضرب فِي كل سَمَاء عَمُود من زبرجد وعمود من ياقوت قد استنار بِهِ فَهِيَ مَعْرُوفَة فِي السَّمَاء قد رَآهَا رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لَيْلَة الْإِسْرَاء قيل هَذَا"

ترجمہ: حضرت حسان بن عطیہ سے بھی انہی الفاظ میں روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو اپنی ہتھیلیوں اور گھٹنوں کے بل آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے (گویا حسنِ سرمدیت میں کامل استغراق تھا۔)

حضرت موسیٰ بن عبیدہ اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو انھوں نے اپنے ہاتھوں پر اعتماد کیا ہوا تھا اور سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔ یہ عظیم خبر جب لہب کے قبیلے کے ایک شخص تک پہنچی تو اُس نے خبر دینے والے سے

کہا یہ مولود (یہ نوزائیدہ بچہ روئے کائنات کا مالک ہو گا۔ اس کا دین پوری روئے زمین پر پھیلے گا۔ امام بو نعیم حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنی والدہ کریمہ شفا بنتِ عمرو سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ جب محسنہ ٔعالمین، مخدومہ ٔ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کے ہاں رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو میں بھی اُن کے حضور اقدس میں حاضر خدمت تھی۔ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنی زبان اقدس سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ سلام اللہ علیہا پر رحم فرمائے۔ میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ کا رب آپ پر رحم فرمائے۔

حضرت شفا فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ خدا کی کائنات کے سارے مشرق اور مغرب نور سے بھر گئے ہیں حتیٰ کے روم کے محلات بھی پوشیدہ نہ رہ سکے۔ فرماتی ہیں پھر میں نے آپ ﷺ کو لباس مبارک پہنا دیا اور لٹا دیا پھر مجھ پر ایک رُعب طاری ہو گیا اور میں کانپنے لگی پھر مجھے اپنے دائیں طرف سے آواز آئی کہ آپ ﷺ کو کہاں لے جایا جا رہا ہے تو کہنے والے نے کہا مغرب کی طرف اور یوں ہی دوبارہ مجھے رعب نے اور کپکپاہٹ نے ڈھانپ لیا تو میں نے آواز سنی کہ آپ ﷺ کو کہاں لے جایا جا رہا ہے تو کہنے والے نے کہا مشرق کی طرف۔ وہ فرماتی ہیں میں اس منظر سے مسلسل حیران رہی کہ یہ کیسی عظمت ہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی بعثت کا اعلان کر دیا ہے (چالیس سال پہلے کا پرانا منظر میری آنکھوں کے سامنے تھا) بنا بریں میں نے تمام لوگوں سے پہلے اسلام قبول کر لیا۔ امام ابو نعیم امر بن قتیبہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا۔ میرا باپ علم کا ایک خزانہ تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ محسنہ ٔ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کے بطنِ عصمت سے آغوشِ عظمت میں تشریف لانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے نوری فرشتوں سے فرمایا اے فرشتو! محبوب تشریف لا رہے ہیں اُن کی عزت و تکریم میں آسمانوں کے تمام دروازے کھول دو اور جنتوں کے تمام دروازے بھی کھول دو۔ پھر اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا

اے فرشتو! حاضر حضورِ عظمت ہو جاؤ۔ تمام فرشتے ایک دوسرے کو اس امر عظیم کی مبارک بادیں دے رہے تھے۔ دنیا کے پہاڑ جھوم اُٹھے، سمندر جوش مارنے لگ گئے۔ سمندر میں رہنے والی مخلوق خوشیاں منانے لگی۔ کوئی فرشتہ ایسانہ رہاجو حاضر حضورِ عظمت نہیں ہوا۔ شیطان کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا اور سمندر کی اندھیری گہرائیوں میں اُلٹالٹا دیا گیا اور دیگر مردود شیاطین کو بھی باندھ دیا گیا اور اس دن سورج کو ایک عظیم لباس پہنایا گیا اور خلائے کائنات میں ستر ہزار حوریں سورج کے ارد گرد کھڑی ہو گئیں۔ اور تمام کائنات رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ باسعادت کا انتظار کرنے لگی۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والاصفات نے کائنات کی تمام عورتوں کو بیٹوں کی نعمت سے نوازا۔ یہ محض محض رسول اللہ ﷺ کی عزت و تکریم کی خاطر تھا۔ اور تمام کائنات کے درختوں کو اُمید بہار سے بھر دیا۔ ہر خوف امن میں بدل گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو خدا کی ساری کائنات نور سے بھر گئی۔

فرشتے بشارتیں دینے لگ گئے اور تمام آسمانوں کو زبرجد اور یاقوت کے ستونوں سے سجادیا گیا اور یہ سجاوٹ حضور اکرم ﷺ کے معراج تک قائم رہی اور شبِ معراج آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ اے محبوبِ ﷺ دیکھئے یہ ساری سجاوٹ اور روشنیاں آپ کی عزت و تکریم کی خاطر آپ کی ولادتِ باسعادت کی رات ترتیب دی گئیں اور یہ سارا اہتمام آپ کے مرتبۂ عظمت کی بنیاد پر تھا۔

"ما ضرب لك استبشارا بولادتك وقد انبت الله ولد على شاطى نهر الكوثر سبعين الف شجرة من المسك الاذفر جعلت ثمارها بخور اهل الجنة وكل اهل السموات يدعون الله بالسلامة ونكست الاصنام كلها واما اللات والعزى فانهما خرجا من خزانتهما وهما يقولان ويح قريش جاءهم الامين جاءهم الصديق لا تعلم قريش ما ذا اصابها واما البيت فاياما سمعوا من جوفه صوتا وهو يقول الآن يرد على نورى

الآن یجئنی زواری الآن اطہر من انجاس الجاهلیة ایتها العزی هلکت ولم تسکن زلزلة البیت ثلاثة ایام ولیا لیهن وهذا اول علامة رات قریش من مولد رسول الله ﷺ

واخرج ابونعیم عن ابن عباس قال کان من دلالات حمل رسول الله ﷺ ان کل دابة کانت لقریش نطقت تلک اللیلة وقبلت حمل برسول الله ﷺ ورب الکعبة وهو امان الدنیا وسارج اهلها ولم تبق کاهنة فی قریش ولا فی قبیله من قبائل العرب الا حجبت عن صاحبتها وانتزع علم الکهنة منها ولم یبق سریر ملک من ملوک الدنیا الا اصبح منکوسا والملک مخرسا لا ینطق یومه ذلک ومرت وحش المشرق الی وحش المغرب بالبشارات وکذلک اهل البحار یبشر بعضهم بعضًا له فی کل شهر من شهوره نداء فی الارض ونداء فی السماء ان ابشروا فقد آن لابی القاسم ان یخرج الی الارض میمونا مبارکًا

قال وبقی فی بطن امه تسعة اشهر کملا لا تشکو وجعا ولا ریحا ولا مغصا ولا ما یعرض للنساء ذوات الحمل وهلک ابوه عبدالله وهو فی بطن امه فقالت الملائکة الهنا وسیدنا بقی نبیک هذا یتیما فقال الله انا له ولی وحافظ ونصیر وتبرکوا بمولده فمولده میمون مبارک وفتح الله لمولده ابواب السماء وجنانة فکانت آمنة تحدث عن نفسها وتقول آتانی آت حین مربی من حمله ستة اشهر فرکزنی برجله فی المنام وقال لی یا آمنة انک قد حملت بخیر العالمین طرا فاذا ولدتیه فسمیه محمدًا فکانت تحدث عن نفاسها وتقول لقد اخذنی ما یاخذ النساء ولم یعلم بی احد من القوم "

ترجمہ: اے محبوب ﷺ ! یہ سب کچھ آپ کی ولادت باسعادت کی خوشیوں کے لیے

اہتمام قدرت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے عالم بالا میں نہر کوثر کے کناروں پر ستر ہزار کستوری کے درخت لگائے اور اذفر کے خوشبودار درخت لگائے اور ان کے پھلوں کو اہل جنت کے لیے بڑھوتری عطا فرمائی۔

تمام آسمانوں کی مخلوق رسول اللہ ﷺ کے لیے سلامتیاں مانگ رہی تھی کہ اے اللہ! اپنی اور ہماری طرف سے بھی رسول اللہ ﷺ کو سلامتیوں کا نور عطا فرما۔ رسول اللہ ﷺ کے تشریف فرما ہونے کی ہیبت یہ تھی کہ بت اوندھے منہ گر گئے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

بہر حال لات اور عزّیٰ اپنے مخزن سے بھاگ نکلیں اور یہ کہہ رہی تھیں اے قریش! تم پر افسوس ہو منصہ، شہود پر محمد ﷺ اپنی سچائی کی نوری شعاعوں کے ساتھ طلوع ہو چکے ہیں اور حُسن امانت سے کائنات کو منور کرنے کے لیے ظہور عظمت فرما چکے ہیں۔

اے قریش! تمہیں معلوم نہیں کہ تمہیں کیا پہنچنے والا ہے۔ تمہارے اقتدار کی نحوست ختم ہونیوالی ہے اور دین کا اجالا ہونے والا ہے۔

قارئینِ محترم!

آپ ﷺ کی تشریف آوری پر کعبہ جھوم کر بول اٹھا اور اہل مکہ نے اس آواز کو سنا کعبۃ اللہ برملا کہہ رہا تھا اب مجھ کو میرا نور لوٹا دیا گیا ہے۔ اب کائنات بھر سے اہلِ ایمان میری زیارت کو آئیں گے اور جاہلیت کی نجاست سے مجھے پاک پائیں گے۔ اور مجھ میں جمال خداوندی کے جلوؤں سے فیض یاب ہونگے۔

عزّیٰ اپنی نحوست میں ہلاک اور برباد ہو گئی۔ کعبۃ اللہ نے جب خود کو نجاستوں سے پاک محسوس کیا تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی خوشی میں وجد میں آگیا، جھوم اٹھا اور مسلسل تین دن اور تین راتوں تک کعبہ جھومتا رہا اللہ اکبر کبیرًا! اور قریش یہ منظر دیکھتے رہے۔ واہ!

کیا شان ہے میلاد مصطفی ﷺ کی اور واہ! کیا شان ہے اس عظیم ماں کی جس کے نور نظر سید المرسلین، خاتم النبین، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین امام الانبیاء سیدنا و مرشدنا حضرت محمد مصطفی ﷺ علیہ التحیۃ والثنا ﷺ ہیں اس عظیم ماں کی عظمت کا کائنات بھر میں کوئی اندازہ ہی نہیں لگا سکتا۔ اللہ اکبر!

امام ابو نعیم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب رحمت عالم ﷺ اپنی پیاری اماں کریمہ کے بطن اطہر میں جلوہ افروز ہوئے تو قریش کے تمام چوپائے اور جانور اس رات رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کی برکت سے باشعور انسانوں کی طرح بولی بولنے لگے۔ اور برملا کہنے لگے کہ رب کعبہ کی قسم! کائنات بھر کو امان دینے والے تشریف لا رہے ہیں۔ اپنے حسن تاباں سے بزم ہستی کو زینت بخشنے والے تشریف لا رہے ہیں۔ جن کی ضوافشانیوں سے بزم عالم نور سے بھر جائیگی۔ اور نور اس قدر بلند و بالا ہو گا، عظمت والا ہو گا جس کی تاب قریش اور قبائل عرب کی کوئی کاہنہ نہیں لا سکے گی۔ اس سے اس کا علم سلب کر لیا جائے گا۔ اور اسکا ہم زاد پردہ نور میں چھپ جائے گا۔ اور دنیا بھر کے شہنشاہوں کی گردنیں جھک جائیں گی۔ اور زبانیں گونگی ہو جائیں گی۔ تو اس دن کوئی حاکم وقت نہیں بول پائے گا۔ مشرق و مغرب کے درند چرند ایک دوسرے کو مبارکیں دیں گے۔ اور ایسے ہی سمندر کی مچھلیاں اور دیگر مخلوقات ایک دوسرے کو گلے لگ کر مبارکباد دیں گی۔ ہر ماہ میں زمین بھی ندا دیتی رہی اور آسمان بھی ندا دیتا رہا کہ کائنات کے باسیو! تمہیں خوشخبری ہو، تمہیں مبارک ہو کہ جلد ہی ابو القاسم زمین پر تشریف لانے والے ہیں۔ اور اپنے وجود اقدس کی برکتوں سے کائنات کو برکتوں اور رحمتوں سے معمور کرنے والے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ اپنی ماں کے بطن اطہر میں نو ماہ مکمل تشریف فرما رہے۔ مگر عظمت کی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کی پیاری اماں کریمہ کو نہ کبھی درد کی شکایت ہوئی اور نہ ہی کبھی تکلیف ہوئی جو عورتوں کو دوران امید ہوا کرتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ اپنی اُم عظیمہ کے شکم اطہر ہی میں تھے کہ محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب علیہما السلام آغوش رحمت الٰہی میں جا پہنچے۔ تو اس پر فرشتے بول اٹھے کہ اے پروردگا عالم! اب اس صورت میں تو تیرا محبوب نبی ﷺ یتیم ہو گیا ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو! تم نہ گھبراؤ میں خود اپنے محبوب نبی ﷺ پر اپنی نور کی چادر تان دوں گا اور میں انکی کفالت کروں گا اور انکی حفاظت کروں گا اور انکی مدد کروں گا۔

بس تم محبوب ﷺ کے میلاد مبارک کی برکتیں حاصل کرو۔ کیونکہ انکا میلاد مبارک کائنات کو عظمتوں اور برکتوں سے بھر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس نے آپ ﷺ کے میلاد مبارک کی خوشی میں آسمان سے رحمت کے دروازے کھول دیئے اور جنتوں کے دروازے بھی کھول دیئے۔

محسنہ عالمین، مخدومہ کائنات ام محمد سیدتنا حضرت بی بی آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیھا فرماتی ہیں کہ میں خواب استراحت میں تھی تو مجھے کسی نے بیدار کیا اور کہا کہ اے آمنہ سلام اللہ علیک! بے شک آپ خیر عالمین سے نوازی گئیں اور جب حضور نبی کریم ﷺ تشریف لے آئیں تو ان کا نام نامی اسم گرامی اپنی زبان اقدس سے محمد ﷺ رکھنا۔

محسنہ عالمین، مخدومہ کائنات ام محمد سیدتنا حضرت بی بی آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیھما فرماتی ہیں کہ میرے نور نظر کے وجود اقدس کی لطافت اس قدر عظیم تھی کہ مجھے احساس تک نہیں ہوا کہ میں حالت نفاس میں ہوں کہ نہیں یعنی آپ ﷺ کے جنم دینے سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ واہ! سبحان اللہ! کیا شان ہے میلاد مصطفی ﷺ کی۔ کیا عظمت و اعجاز ہے اس عظیم ماں کا اور اس عظیم بیٹے کا۔

" فسمعت وجبة شديدة وامرا عظيما فهالني ذلك فرايت كان جناح طير ابيض قد مسح فوادي فذهب عني كل رعب وكل وجع كنت اجد ثم التفت فاذا انا بشربة بيضاء لبنا وكنت عطشى فتناولتها فشربتها فاضاء مني نور عال ثم رايت نسوة

كالنخل الطوال كانهن من بنا ت عبد مناف يحد قن بى فبينا انا اعجب واذا
بدیباج ابیض قد مد بين السماء والارض واذا بقائل يقول خذوه من اعين
الناس قالت ورايت رجالا قد وقفوا فى الهواء بايديهم اباريق فضة ورايت قطعة
من الطير قد اقبلت حتى غطت حجرى مناقيرها من الزمرد واجنحتها من
اليواقيت فكشف الله عن بصرى وابصرت تلك الساعة مشارق الارض ومغربها
ورايت ثلاثة اعلام مضروبات علما فى المشرق وعلما فى المغرب وعلما على ظهر
الكعبة فاخذنى المخاض فولدت محمدًا ﷺ فلما خرج من بطنى نظرت اليه
فاذا انا به ساجدا قد رفع اصبعيه كالمضرع المبتهل ثم رايت سحابة بيضاء قد
اقبلت من السماء حتى غشية فغيب عن وجهى وسمعت مناديا ينادى طوفوا
بمحمد شرق الارض وغربها وادخلوه البحار ليعرفوه باسمه ونعته وصورته
ويعلمون انه سمى فيها الماحى لا يبقى شىء من الشرك الا محى فى زمنه ثم تجلت
عنه فى السرع وقت فاذا انا به مدرج فى ثوب صوف ابيض وتحته حريرة خضراء وقد
قبض على ثلاثة مفاتيح من اللؤلؤ الرطب واذا قائل يقول قبض محمد على
مفاتيح النصرة ومفاتيح الريح ومفاتيح النبوة ثم اقبلت سحابة اخرى يسمع
منها صهيل الخيل وخفقان الاجنحة حتى غشية فغيب عن عينى فسمعت مناديا
ينادى طوفوا بمحمد المشرق والمغرب وعلى مواليد النبيين واعرضوه على كل
روحانى من الجن والانس والطير والسباع واعطوه صفاء آدم ورقة نوح وخلة
ابراهيم ولسان اسماعيل وبشرى يعقوب وجمال يوسف وصوت داؤد وصبر ايوب
وزهد يحيى وكرم عيسى واعمروه فى اخلاق الانبياء ثم تجلت عنه فاذا انا به قد
قبض على حريرة خضراء مطوية واذا قائل يقول بخ بخ قبض محمد ﷺ كلها لم

یبق خلق من اهلها الا دخل فی قبضة واذا انا بثلاثة نفر فی ید احدهم ابریق من

فضة وفی ید الثانی طست من زمرد اخضر وفی ید الثالث حریرة بیضاء فنشرها

فاخرج منها خاتما تحارا بصار الناظرین دونه فغسله من ذلک لابریق سبع

مرات ثم ختم بین کتفیه بالخاتم ولفه فی الحریرة ثم حمله فادخله بین اجنحته

ساعة ثم رده الی"

ترجمہ: محسنہء عالمین، مخدومہء کائنات ام محمد سیدہ طیبہ طاہرہ سیدتنا حضرت آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں۔ حسن اتفاق یہ ہے کہ جب میرے لخت جگر، نور نظر سید الاولین والآخرین کا ظہور قدسی ہونے لگا تو گھر میں اکیلی ہی تھیں اور کوئی نہ تھا۔ اچانک ایک زوردار آواز آئی اور وہ اتنی عظیم آواز تھی کہ میں سرشار عظمت ہو گئی۔ پس میں نے دیکھا کہ پرندے اپنے سفید نوری پروں کے ساتھ آئے اور انھوں نے مجھے نور کے جھرمٹ میں ڈھانپ لیا اور کچھ پر میرے دل پر مس ہوئے جس سے مجھ سے رُعب جاتا رہا اور ہر قسم کی تکلیف کافور ہو گئی۔ اچانک میری آنکھ کھلی تو میرے حضور عظمت میں دودھ کا سفید ترین مشروب پیش کیا گیا چونکہ مجھے پیاس لگی تھی۔ تو میں نے وہ مشروب نوش فرمالیا۔ وہ دودھ پیتے ہی میرے وجود عصمت سے نور کے جلوے بلند ہوئے پھر میں نے دراز قد کی عورتیں دیکھیں میں نے محسوس کیا گویا کہ وہ عبد مناف کی بیٹیاں ہیں اور وہ میرے قریب تر آگئیں میں بہت متعجب ہوئی۔

پس اچانک زمین و آسمان کے درمیان سفید ریشم کی چادر تان دی گئی اور اس وقت کوئی آواز دے رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ میرے محبوب کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپالو پہلے ہم حسن رحمت کا نظارہ کریں گے۔ اللہ اکبر!

محسنہء عالمین، مخدومہء کائنات ام محمد سیدہ طیبہ طاہرہ سیدتنا حضرت آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس نورانی ماحول میں نوری لوگ دیکھے جو ہوا میں ٹھہرے

ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کٹورے ہیں اور ایک نوری پرندوں کا غول دیکھا وہ میری طرف آیا اور میرے حجرے مبارک کو زمرد کی چونچوں کے ساتھ اور یاقوت کے پروں کے ساتھ میرے آنگن کو ڈھانپ لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے اس وقت میری آنکھوں کو نور بصیرت سے بھر دیا اور اپنے دست قدرت سے میری آنکھوں کو کھولا تو میں نے تمام کائناتوں کے تمام مشرق و مغرب دیکھ لیے اللہ اکبر!

پھر میری آنکھوں کے سامنے تین جھنڈے نصب کیے گئے۔ ایک جھنڈا مشرق میں اور ایک جھنڈا مغرب میں اور ایک جھنڈا کعبۃ اللہ پر۔ پھر مجھے بچہ جننے کی کیفیات نے ڈھانپ لیا پھر صبح نور کے اجالے کی پوہ پھوٹتے ہی سیدنا و مولانا و مرشدنا حضرت محمد مصطفی ﷺ کا ظہور قدسی ہوا۔

پھر فرماتی ہیں کہ میری ممتا نے بے قرار ہو کر آپ ﷺ کو دیکھا وہ سجدہ ریز ہیں اور اپنی انگلی مبارک آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں اور اپنے رب کے حضور عجز و نیاز میں مصروف محبت ہیں۔ پھر میں نے نور کا سفید بادل دیکھا جس نے آپ ﷺ کو ڈھانپ لیا۔ پس آپ ﷺ میری نظروں سے پوشیدہ ہو گئے اور میں نے ایک ندا سنی منادی کہہ رہا ہے کہ میرے محمد ﷺ کو کائنات بھر کی سیر کراؤ۔ سمندروں کی تہوں کی سیر کراؤ۔ اور آسمانوں کی بلندیوں کی سیر کراؤ۔ تاکہ کائنات بھر کے باسی ان کے اسم مبارک کی عظمت کو اور مرتبہ و مقام کی عظمت کو اور حسن صورت کو پہچان لیں۔ اور یہ جان لیں کہ اس کائنات میں ان کا ایک نام مبارک ماحی بھی ہے۔ (یعنی کفر مٹانے والا) ان کی عظمت سے کائنات بھر کے شرک کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اور آپ ﷺ کے حسن تاباں کی برکت سے کائنات منور ہو جائے اور میں اس وقت سفید اون میں ملبوس تھی اور سیدنا محمد ﷺ کے نیچے سبز ریشم کا بچھونا تھا میں دیکھ رہی تھی کہ میرے لخت جگر نے تین چابیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور اس وقت کوئی کہہ رہا تھا کہ کیا عظیم شان ہے حضرت محمد ﷺ کی کہ انہوں نے پیدا ہوتے ہی نصرت کی چابیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور فضائے کائنات کی ہواؤں پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور

نبوت کی چابیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ گویا ساری کائنات ان کے زیر نگیں ہو گئی۔

پھر دوسرے نوری بادل آئے ان سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز آئی اور پروں کے پھڑ کنے کی آواز آئی۔ یہاں تک کہ حضور نبی کریم ﷺ کو میری آنکھوں سے پوشیدہ کر لیا گیا۔ پس میں نے ایک آواز سنی کوئی منادی ندا کر رہا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کو لے چلو اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولادت گاہوں کی سیر کراؤ۔ اور کائنات بھر کے روحانیوں اور جنات اور انسانوں کے سامنے پیش کرو اور تمام درند، چرند پرند کے سامنے آپ ﷺ کو پیش کرو تا کہ کائنات بھر کے باسیوں کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت نصیب ہو۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق عالیہ سے معمور کیا جائے یعنی ان کے تمام مرتبوں کو ان میں منتقل کیا جائے۔ صفاء آدم اور رقت نوح اور "خُلَّۃِ" ابراہیم اور لسان اسماعیل اور بشارت یعقوب اور جمال یوسف اور صوت (آواز) داؤد اور صبر ایوب اور زھد یحیٰ اور کرم عیسی یعنی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق عالیہ ان میں منتقل کر دیئے جائیں۔

محسنہ ءعالمین، مخدومہ ءکائنات، ام محمد سیدتنا حضرت آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ پھر وہ بادل چھٹ گیا تو میں نے اچانک دیکھا کہ میرے لاڈلے بیٹے نے سبز رنگ کا ریشم جو لپٹا ہوا تھا پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور اس وقت کوئی زور دار آواز میں کہہ رہا ہے کہ مبارک ہو، مبارک ہو، کہ سیدنا و مولانا و مرشدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے پوری کائنات پر قبضہ کر لیا ہے۔

کائنات کی کوئی شے ایسی نہیں بچی جو کہ آپ ﷺ کے قبضہ ء رحمت میں نہ ہو۔ اچانک میں نے دیکھا کہ تین شخص ہیں جو بڑے روحانی اور نورانی ہیں۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کی صراحی ہے اور دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت (تھال) ہے۔ اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم ہے۔ اس شخص نے اس سفید ریشم میں سے ایک انگوٹھی نکالی جسکی نورانی خوبصورتی کا عالم یہ ہے کہ اسکو دیکھنے والے کی آنکھیں چندھیا جائیں یعنی تاب نہ لا

سکیں۔اس شخص ثالث نے اس انگوٹھی کو سات مرتبہ اس صراحی میں دھویا پھر میرے لخت جگر کے دونوں کندھوں کے درمیان اس سے مہر کر دیا۔اور پھر آپ ﷺ کو ریشم میں لپیٹ دیا پھر اٹھایا پھر کچھ وقت کے لیے اپنی بانہوں میں لیکر لوری دی۔پھر اسکے بعد میرے لخت جگر،نور نظر کو میری گودی میں لوٹا دیا گیا۔سبحان اللہ!کیا شان ہے اس عظیم بیٹے کی اور واہ سبحان اللہ!کیا شان ہے اس عظیم ماں کی جس نے اتنی عظمت والے کو بیٹے کو جنم دیا ہے۔

"واخرج ابو نعیم بسند ضعیف عن العباس قال لما ولد اخی عبد اللہ وھو اصغرنا کان فی وجھه نور یظھر کنور الشمس فقال ابوہ ان لھذا الغلام لشانا فرایت فی منامی انه خرج من منخرہ طائر ابیض فطار فبلغ الشرق والمغرب ثم رجع حتی سقط علی الکعبة فسجدت له قریش کلھا ثم طار بین السماء والارض فاتیت کاھنة بنی مخزوم فقالت لی لئن صدقت رؤیاك لیخرجن من صلبه ولد یصیرا اھل المشرق والمغرب له تبعا فلما ولدت آمنة قلت لھا ما الذی رایت فی ولا دتك قالت لما جاءنی الطلق واشتد بی الامر سمعت واجبة وکلاما لا یشبه کلام الآدمیین ورایت علما من سندس علی قضیب من یاقوت قد ضرب ما بین السماء والارض ورایت نورا ساطعا من راسه حتی بلغ السماء ورایت قصور الشامات کلھا شعلة نار ورایت قربی سربا من القطاء قد سجدت له ونشرت اجنحتھا ورایت تابعه سعیرة الاسدیة قد مرت وھی تقول ما لقی الاصنام والکھان من ولدك ھذا ھلکت سعیرة والویل للاصنام ورایت شابا من اتم الناس طولا واشدھم بیاضا فاخذ المولود منی فتفل فی فیه ومعه طاس من ذھب فشق بطنه شقا ثم اخرج قلبه فشقه شقا فاخرج منه نکته سوداء فرمی بھا ثم اخرج صرة من حریر ابیض ففتحھا فاذا فیھا شیء کالذریرة البیضاء فحشاہ ثم اخرج صرة من حریر ابیض ففتحھا فاذا

فیھا خاتم فضرب علی کفتہ کالبیضۃ والبسہ قمیصا فھذا ما رایت"

امام ابو نعیم اپنی سند کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے بھائی حضرت عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تو وہ ہم میں سب سے چھوٹے تھے لیکن انکی شان یہ تھی کہ ان کے چہرے اقدس سے نور کی شعاعیں جلوہ افروز ہوتی تھیں اور وہ نور سورج سے بھی کہیں زیادہ روشن ہوتا تھا اور ہمارے والد گرامی جناب حضرت عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میرا یہ بیٹا کائنات میں سب سے بڑی شان والا ہے۔

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے اس بیٹے کے وجود اقدس سے ایک سفید پرندہ نکلتا ہے اور اڑتا ہے اور اپنی اڑان میں کائنات کے مشرق اور مغرب کو سمیٹ لیتا ہے۔ پھر واپس لوٹتا ہے اور کعبۃ اللہ کی چھت پر آکر ٹھہر جاتا ہے۔ اور تمام قریش اس کے آگے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں وہ پرندہ پھر آسمان اور زمین کو قبضۂ رحمت میں لے لیتا ہے۔ میں نے یہ خواب بنی مخزوم کی ایک کاھنہ سے بیان کیا وہ برملا بول اٹھی کہ آپ کی پشت رحمت سے ایک عظیم بیٹا پیدا ہو گا۔ اور کائنات بھر کے سارے مشرق اور مغرب اس کے تابع ہونگے۔ محسنہ ءعالمین، مخدومہ کائنات ام محمد سیدہ طیبہ طاھرہ سیدتنا حضرت آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیہا کے ہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو میں نے آپ سلام اللہ علیھا سے کہا کہ آپ نے کوئی منظر بھی دیکھا ہے تو آپ سلام اللہ علیھا نے فرمایا کہ ہاں بوقت ولادت میں نے کوئی کلام سنی ہے جو آدمیوں کی کلام کی طرح نہیں ہے۔ میں نے جھنڈے دیکھے ہیں سندس ریشم کے جو یاقوت کے بانسوں پر لگے ہوئے ہیں۔ اور ان کو زمین و آسمان کے درمیان خلائے کائنات میں گاڑا گیا ہے۔ اور میں نے آپ ﷺ کے سر مبارک سے ایک نور پھیلتا ہوا دیکھا ہے یہاں تک کہ اس عظیم نور نے خلائے آسمان کو ڈھانپ لیا ہے۔ اور کائنات بھر کی تمام عظمتیں ان کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ اور میں نے ایک عورت دیکھی جس کا نام "سعیرۃ الاءسدیۃ" ہے وہ گزرتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ

اے خوش خصال آمنہ سلام اللہ علیھا! تیرے بیٹے کی ہیبت سے بت برباد ہو گئے اور کاہن بھی برباد ہو گئے۔ پھر آپ سلام اللہ علیھا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو دراز قد اور سفید رنگت کا انتہائی خوبصورت نوجوان تھا۔ اس نے مجھ سے میرے لختِ جگر کو لے لیا اور ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور سونے کے آلے سے ان کا پیٹ چاک کیا پھر پیٹ میں سے سیاہ رنگ کی کوئی چیز نکال کر پھینک دی اور پھر ایک سفید کپڑے کی گرہ کھولی اور اس میں سے ایک انگوٹھی نکالی جس سے میرے بیٹے کے کندھوں مبارک پر مہر لگا دی۔ وہ مہر انڈے کی شکل کی تھی۔ پھر میرے لختِ جگر کو ایک قمیض پہنایا گیا میں نے یہ منظر دیکھا ہے۔

حافظ ابوزکریا یحیی بن عائد حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی بابت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ محسنہء عالمین، مخدومہ کائنات، ام محمد سیدتنا حضرت آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ شب ولادت کے عجائبات اپنی چشم دید کیفیات کو بیان فرماتی ہیں کہ مجھے تعجب اس وقت ہوا جب تین شخص میرے سامنے آئے اور وہ خوبصورتی میں اس قدر حسین تھے کہ لگ یوں رہا تھا کہ سورج ان کے چہروں سے طلوع کر رہا ہے۔

ایک شخص کے ہاتھ میں چاندی کی صراحی تھی اور وہ صراحی کستوری کی خوشبو سے بھری ہوئی تھی۔ اور دوسرے شخص کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت (تھال) تھا اس کے چاروں کونوں پر سفید موتی رکھے ہوئے تھے اور کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ اے محبوب خدا! یہ دنیا ہے کائنات ہے اس کا مشرق ہے، مغرب ہے، اور اس کا برّ و بحر ہے یعنی سمندر اور اسکی تہیں ہیں۔ آپ کائنات کے جس حصہ پر چاہیں قبضہ فرمالیں۔ آپ سلام اللہ علیھا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی نظر آپ ﷺ کی طرف گھمائی کہ دیکھوں آپ ﷺ کائنات کے کس حصے پر قبضہ فرماتے ہیں۔ پس میں نے اچانک دیکھا آپ ﷺ نے اس طشت کے وسط یعنی درمیان میں قبضہ فرمالیا۔ پھر میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ نے تو کعبۃ اللہ پر قبضہ کر لیا ہے۔

رب کعبہ کی قسم! کعبۃ اللہ کو آپ ﷺ کا قبلہ بنایا گیا ہے اور جائے سکونت بنایا گیا ہے۔ اور آپ ﷺ کی عزت و تکریم میں کعبۃ اللہ کو برکتوں سے بھر دیا گیا ہے۔ اور میں نے تیسرے شخص کے ہاتھ میں لپیٹا ہوا سفید ریشم دیکھا۔ اس شخص نے اس سفید ریشم کو کھولا اور اس میں سے ایک انگوٹھی نکالی جسکی خوبصورتی کا عالم یہ تھا کہ کوئی آنکھ اس پر ٹھہر نہ پاتی۔ پھر وہ شخص میرے پاس آیا اور طشت والے نے اس انگوٹھی کو اس صراحی میں سات مرتبہ دھویا اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے کندھوں مبارک کے درمیان مہر کر دیا پھر اس انگوٹھی کو ریشم میں لپیٹ لیا اور مسک اذفر کے دھاگے سے باندھ دیا پھر آپ ﷺ کو اپنی بانہوں میں اٹھالیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ وہ نوری فرشتے رضوان تھے اور خازن جنت تھے اور انھوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے کان مبارک میں کوئی بات کہی جسکو میں نہ سمجھ سکی۔ اور انھوں نے کہا کہ اے محمد ﷺ! آپ کو بشارت ہو کہ آپ کے سینہء عظمت میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام علوم کو رکھ دیا گیا ہے۔ بلکہ آپ کا علم ان سب سے زیادہ ہے۔ اور آپ کا قلب مبارک سب سے زیادہ صاحب شجاعت ہے۔ اور آپ کو نصرت کی چابیاں عطا کر دی گئیں۔

آپ کے وجود اقدس کو شان جلالت عطاء فرمائی گئی۔ جس کے رُعب سے ہر دل کانپ اٹھے گا اور جس نے آپ کو دیکھا وہ بھی آپ کی شان جلالت سے خوف زدہ ہو جائے گا۔ اور جس نے نہیں دیکھا وہ بھی آپ کی شان جلالت سے خوف زدہ ہو جائے گا۔ واہ! سبحان اللہ! اللہ اکبر!

امام ابن سعد، امام حاکم، امام بیہقی اور امام ابو نعیم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک یہودی تاجر رہتا تھا جب شب ولادت آئی جس میں رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ تو اس یہودی نے قریش کی ایک مجلس میں پوچھا کہ اے قریش!

کیا آج رات تمہارے ہاں کسی بچے کی پیدائش ہوئی ہے؟ انھوں نے کہا واللہ ہم تو نہیں جانتے۔یہودی بولا جو میں کہہ رہاہوں اسے غور سے سنو آج رات نبی آخر الزمان ﷺ پیدا ہو چکے ہیں۔ جو اس امت کے آخری نبی ہیں۔ اور انکی نشانی یہ ہے کہ اس کے دونوں کندھوں مبارک کے درمیان بالوں کا ایک گچھا ابھرا ہوا ہے۔

ساری قوم اس بات پر متعجب ہوئی اور اپنے گھروں کو لوٹے۔ ہر ایک نے اپنے اہل خانہ سے اس بارے میں پوچھا تو انھیں بتایا گیا کہ ہاں آج رات عبد اللہ بن عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اور انھوں نے اس کا نام محمد ﷺ رکھا ہے۔ قریش نے جا کر اس یہودی کو خبر دی یہودی فوراً بولا کہ مجھے ساتھ لے چلو تاکہ میں خود دیکھوں۔ قریش یہودی کو ساتھ لیکر محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کے در اقدس پر حاضر عظمت ہوئے اور عرض کی کہ حضور ہمیں اپنا بیٹا دکھایئے تو مائی صاحبہ سلام اللہ علیھما نے جب انہیں اپنا بیٹا دکھایا تو انہوں نے آپ کی کمر مبارک کو کھول کر دیکھا تو واقعی وہ مہر نبوت لگی ہوئی تھی۔ جس کو دیکھتے ہی یہودی غش کھا کر گر گیا اور بے ہوش گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو قریش نے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا واللہ بنی اسرائیل سے نبوت کی عظمت کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اے قوم قریش! کیا تم اس بات پر خوش ہو؟

خدا کی قسم! یقیناً اب تم غالب رہوگے۔ کائنات میں اب قریش کا ہی رعب اور دبدبہ رہے گا۔ اویہ نبی مشرق اور مغرب کے مالک ہونگے۔

امام بیہقی اور امام ابن عساکر نے ابی الحاکم التنوخی سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ قریش میں رواج تھا جب انکے ہاں رات کو کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اسے صبح تک قریش کی عورتوں کے سپرد کیا جاتا اور وہ عورتیں اس بچے کو کسی ٹوکری یا برتن کے نیچے رکھ دیتیں اور صبح کے وقت نکال لیتیں۔ جب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو جناب عبد المطلب نے حسب روایت آپ ﷺ کو ان عورتوں کو دے دیا۔ ان عورتوں نے آپ ﷺ کو

ٹوکری یا برتن کے نیچے چھپادیا۔ صبح نکالنے کے لیے آئیں تو دیکھا کہ وہ ٹوکری یا برتن دولخت ہوکے آپ ﷺ سے ہٹا پڑا ہے۔ وہ عورتیں آپ ﷺ کے قریب آئیں تو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی کھلی آنکھوں کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اور ٹکٹکی لگا کر دیکھ رہے ہیں۔

نوٹ:

قارئینِ محترم! ایک جملہ کہنے کو دل کر آیا ہے۔ کہ آسمان کو تکنا آپ ﷺ کے لیے کوئی وجہ عظمت نہیں تھی بلکہ اس وقت آپ کا دیکھنا حسن صمدیت میں محو نظارہ ہونا تھا۔ آگے چلیے۔

قریش کی عورتیں جناب عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں اور سارا ماجرا کہہ سنایا اور پھر بولیں ہم نے زندگی بھر ایسا کبھی نہیں دیکھا۔ جو آج دیکھا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ ٹوکری خود بخود دولخت ہے اور یہ بچہ اپنی کھلی آنکھوں کے ساتھ آسمان کی طرف محو نظارہ ہے۔

حضرت عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام جواباً بولے۔ مجھے امید ہے کہ میرا یہ بیٹا ساری بھلائیاں جمع کرے گا۔ جب ساتواں دن ہوا تو عقیقہ کی صورت میں آپ ﷺ کی طرف سے جانور ذبح کیے گئے۔ اور تمام قریش کی دعوت کی گئی جب لوگ کھانا کھا چکے تو پوچھا اے عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام! اس کا نام کیا رکھا ہے؟ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہم نے اس کا نام محمد ﷺ رکھا ہے۔

قریش بولے کہ ان کا نام اپنے آباؤ اجداد کے نام پر کیوں نہیں رکھا؟ تو جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام بولے میں نے ان کا نام محمد ﷺ اس لیے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اسکی حمد اور تعریف کرے، اور اللہ کی مخلوق زمینوں میں اسکی حمد اور تعریف کرے۔

امام ابو نعیم اور امام ابن عساکر نے اپنے طریق المسیب بن شریک سے اور وہ محمد بن شریک سے اور وہ عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ شام

کے علاقہ مرائظہران میں تھے۔اور اہلِ شام کے ایک راہب سے ملاقات ہوئی اسکو عیصی کے نام سے بلایا جاتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اسکو بہت زیادہ علم عطا فرمایا ہوا تھا۔اور وہ اپنی عبادت خانہ میں ہمہ وقت رہتا تھا۔ حسن اتفاق ہے کہ وہ مکہ میں آیا اور لوگوں سے ملاقات کرتا اور کہتا کہ اے اہلِ مکہ! تم میں ایک ذات اقدس تشریف فرما ہونیوالے ہیں۔انکی شان یہ ہو گی کہ وہ پورے عرب کو دین کے نور سے بھر دیں گے۔اور کائنات عجم کے مالک ہونگے۔اور اسی زمانے میں ایسا ہو گا۔

جس نے ان کو پایا اور انکی غلامی اختیار کی اسکو دونوں جہانوں میں بلندیاں ملیں گی۔اور جس نے ان کو پایا اور مخالفت کی وہ مرتبہ ءانسانیت سے بھی گر جائے گا۔اور خدا کی قسم! میں نے تو انکی طلب میں کائنات کا چپہ چپہ چھان مارا ہے۔مشکل سے مشکل وادیوں سے بھی گزرا ہوں، کٹھن سے کٹھن راستوں سے بھی گزرا ہوں اور مکہ میں پیدا ہونیوالے ہر بچے کی بابت پوچھتا رہا حتی کہ وہ خوش نما صبح آئی جس میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حسن اتفاق ہے کہ حضرت عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گھر سے نکلے تو انکی ملاقات اس راہب عیصی سے ہوئی اس نے پکار کر کہا کہ یہ شخص کون ہیں؟ تو جواب میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں عبد المطلب ہوں وہ راہب آپکی تکریم میں آپ پر جھک گیا اور کہا اے نفسِ محترم! آپ پیدا ہونیوالے کے دادا ابو ہیں تو سینے میں آپکو انکی عظمت بتاتا ہوں وہ پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن ہی اعلان نبوت فرمائیں گے۔اور پیر ہی کے دن وہ حضور صمدیت میں حاضر ہونگے۔اس رات نشانی کے طور پر وہ ستارہ طلوع ہو چکا ہے۔وہ اپنی کامل عمر مبارک پائیں گے۔اور ستر سال سے کم تک ہوں گے اور ان کی عمر مبارک قریباً تریسٹھ سال ہو گی۔

"وأخرج ابْن أبي حَاتِم فِي تَفْسِيرِهٖ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ لما ولد النَّبِي ﷺ اشرقت الارض نورًا وَّ قَالَ اِبْلِيْسُ لقد ولد اللَّيْلَةَ ولد يفسد علينا امرنا فقال لَهٗ جُنُوْدُهٗ

فَلَوْ ذهبت الیه فخبلته فَلَمَّا دنا من النّبِی ﷺ بعث اللہ جبریل فرکضہ رکضۃ

فَوَقع بعدن و اخرج الزبیر بن بکار و ابن عَسَاکِر عَن مَعْرُوْف بن خَرَّبُوذ قَالَ کَانَ

ابلیس یخرق السَّمٰوٰت السَّبع فلما ولد عیسی حضب من ثلاث سموات فکَانَ یصل

اِلیی اربع فَلَمَّا ولد رسول اللہ ﷺ حجب من السبع قَالَ و ولد یَوْمِ الاثْنَیْنِ

حین طلع الفجر"

امام ابن حاتم اپنی تفسیر میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو روئے کائنات آپ ﷺ کے حُسن بے مثال سے چمک اٹھی ابلیس کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے چیخ ماری اور کہا کہ آج رات ہمارا سارا نظام اُن کی ہیبت سے (یعنی پیدا ہونے والے مولود کی ہیبت سے) تباہ و برباد ہو گیا ہے شیطان کے لشکریوں نے کہا پھر چلو اس کی طرف اور اس کو نرغے میں لے لو شیطان اور اس کے چیلے آئے۔ جب دہلیز محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے جنابِ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا فرمایا جاؤ جبریل یہ کمینہ میرے محبوب ﷺ کو ہاتھ نہ لگا پائے اس کو اپنے نوری پاؤں سے ایسی ٹھوکر مارو کہ یہ عدن کے اندھیرے کنوئیں میں جا گرے واہ! سبحان اللہ کیا شان ہے آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کی عظمت کی اور کیا شان ہے آپ ﷺ کی پیاری اماں کریمہ کی کہ شیطان اس نفس عصمت کے آنگن مبارک میں آ ہی نہیں سکتا۔ کیا شان عصمت ہے اس کاشانۂ نبوت کی۔ امام زبیر بن بکا اور امام ابنِ عساکر معروف بن خربوذ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تو ان کے نور کی عظمت سے شیطان اندھا ہو گیا اور آسمان کی قوتوں کو عبور نہ کر سکا اور جب رسول دو عالم ﷺ پیر کے دن تشریف فرما ہوئے تو خود آسمان ہی حجاب بن گئے۔ ابلیس کی ساری قوتیں ختم ہو گئیں۔

مناقب و فضائلِ والدینِ مصطفیٰ اور قرآنِ حکیم

"صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ وَالِدَیہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ"

قارئینِ محترم! اس سے قبل اس عنوان کے اعتبار سے کوئی مربوط ذخیرۂ علم مجھے میسر نہیں آسکا جس میں والدینِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے کسی نے باب المناقب والدینِ مصطفیٰ ﷺ قائم کیا ہو۔ ہاں ازواجِ مطہرات صلوٰۃ اللہ علیھن اور آل اطہار سلام اللہ علیہم کی بابت محدثین نے اپنی اپنی مصنفات میں مناقب کے عنوان پر ابواب قائم کیے ہیں۔

جب میں نے ذخیرۂ علم میں غور کیا اور اِس کی گہرائیوں میں اُترا تو مجھے بحمد اللہ تعالیٰ بے شمار مناقب میسر آئے جو حضور ﷺ کے پیارے والدَین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، مُعطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی عظمتوں کو بیان کر رہے ہیں۔

اس وقت مسکین کے سامنے 500 کے لگ بھگ تفاسیر ہیں جو مختلف ادوار اور زمانوں کی لکھی ہوئی ہیں اور اپنے اپنے دور کی مسلّم تفاسیر ہیں ان تفاسیر کی ورق گردانی کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ نسبتِ نبوی کی بنیاد پر جہاں دیگر قرابتوں کا تصورِ عظمت فضائل اور مناقب کے اعتبار سے اثاثۂ علم کی زینت ہے ایسے ہی بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ پیارے والدین مصطفیٰ ﷺ جو حضور دو عالم ﷺ کا قرب اول ہیں ان کے مناقب بھی ذخیرۂ علم کا اثاثۂ

زینت ہیں۔ ان کے مناقب کے بغیر اثاثۂ علم نامکمل ہے۔ اور مسکین نے لاکھوں احادیث میں غور کیا تو اُن سے بھی بے شمار روایات ایسی میسر آئیں جو براہِ راست والدین مصطفیٰ ﷺ کے فضائل اور مناقب کو بیان فرما رہی ہیں۔ بنابریں فقیر مسکین نے طے کیا اگر ماسبق اہلِ علم نے ایسا نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں۔ توفیق الٰہی کی برکت سے یہ خدمت مَن مسکین خود سرانجام دیتا ہے لیکن اس سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ میں بڑوں کی تنقیص کر رہا ہوں بلکہ میں تو بڑوں کے ذخائرِ علم سے ہی خوشہ چینی کر رہا ہوں، استفادہ کر رہا ہوں اور اکتساب فیض کر رہا ہوں۔ تو آیئے پہلے ہم قرآن کریم سے آیاتِ بینات کی روشنی میں مناقبِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ پر گفتگو کرتے ہیں اور تفسیری اثاثے سے چند ایک تفاسیر کا حوالہ پیش کرتے ہیں جو مسلّم ہیں۔

اگر تمام تفاسیر کو نقل کیا جائے تو کئی مجلدات پر یہ کتاب پھیل جائے گی مگر یہاں "خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ" کے تحت اس کتاب میں گفتگو کی جائے گی ملاحظہ فرمائیں:

تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر المولف ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم دمشقی، الناشر دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان کا اقتباس حاضرِ خدمت ہے یادرہے کہ یہ تفسیر تمام مکاتب فکر کے ہاں مسلّم ہے۔

نوٹ: تمام تفسیری اقتباسات کا مفہوم اور مفسرین کی آراء کو من وعن نقل کیا جائے گا تاہم احتیاطاً اصل ماخذ کا رابطہ بھی ضروری ہے تاکہ علمی تسلی ہو جائے۔

"وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی حِکَایَةٌ لِدُعَاءِ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۸﴾

قَالَ ابْنُ جَرِیْرٍ: یَعْنِیَانِ بِذٰلِکَ، وَاجْعَلْنَا مُسْتَسْلِمِیْنَ لِأَمْرِکَ، خَاضِعِیْنَ لِطَاعَتِکَ، لَا نُشْرِکُ مَعَکَ فِی الطَّاعَةِ أَحَدًا سِوَاکَ، وَلَا فِی الْعِبَادَةِ غَیْرَکَ.

وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ رَجَاءِ بْنِ حَيَّانَ الْحِصْنِي الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا مَعْقِلُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ: {وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ} قَالَ: مُخْلِصَيْنِ لَكَ، {وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ} قَالَ: مُخْلِصَةً.

وَقَالَ أَيْضًا: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنَا الْمُقَدَّمِيُّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ سَلَّامِ بْنِ أَبِي مُطِيعٍ فِي هَذِهِ الْآيَةِ {وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ} قَالَ: كَانَا مُسْلِمَيْنِ، وَلَكِنَّهُمَا سَأَلَاهُ الثَّبَاتَ.

وَقَالَ عِكْرِمَةُ: {رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ} قَالَ اللهُ: قَدْ فَعَلْتُ. {وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ} قَالَ اللهُ: قَدْ فَعَلْتُ.

وَقَالَ السُّدِّيُّ: {وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ} يَعْنِيَانِ الْعَرَبَ.

قَالَ ابْنُ جَرِيرٍ: وَالصَّوَابُ أَنَّهُ يَعُمُّ الْعَرَبَ وَغَيْرَهُمْ؛ لِأَنَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ بَنِي إِسْرَائِيلَ، وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى: {وَمِنْ قَوْمِ مُوسَى أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ} [الْأَعْرَافِ: 159]

قُلْتُ: وَهَذَا الَّذِي قَالَهُ ابْنُ جَرِيرٍ لَا يَنْفِيهِ السُّدِّيُّ؛ فَإِنَّ تَخْصِيصَهُمْ بِذَلِكَ لَا يَنْفِي مَنْ عَدَاهُمْ، وَالسِّيَاقُ إِنَّمَا هُوَ فِي الْعَرَبِ؛ وَلِهَذَا قَالَ بَعْدَهُ: {رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ} الْآيَةَ، وَالْمُرَادُ بِذَلِكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ بُعِثَ فِيهِمْ كَمَا قَالَ تَعَالَى: {هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ} [الْجُمُعَةِ: 2]"

ترجمہ و مفہوم: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان جو اُنھوں نے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت حکایۃً قرآن پاک کی (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۸) میں بیان فرمایا ہے:

"رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾"

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بارگاہِ عظمت میں گردن جھکانے والا بنا اور اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسا طبقۂ انسانیت پیدا فرما جو تیرے حضور سراپا نیاز رہے اور ہمیں ارکانِ حج کی تعلیم فرما اور ہم پر اپنی رحمت سے رجوع فرما۔ بے شک تو رحم فرمانے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔

امام ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ سے مراد یہ بیان کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارے وجود بھی تیرے امر کے سامنے جھکے رہیں اور ہمارے قلوب بھی تیری محبت سے سرشار ہو کر تیری فرمانبرداری میں جھکے رہیں۔ ہم تجھ سے اتنا پیار کریں کہ کسی کو بھی تیرا شریک نہ ٹھہرائیں نہ تیری اطاعت میں کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ تیری عبادت میں بس ہم تجھ سے ہی پیار کریں۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمیں اسماعیل نے رجاء میں حبان سے خبر دی اور اُنھیں خبر دی معقل بن عبید اللہ نے عبد الکریم سے "وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ" کا معنی "مُخْلِصَيْنِ لَكَ" ہے یعنی ہم تیرے لیے خالص ہو جائیں۔

اے اللہ! ہمارے مَن میں تیرے پیار کے علاوہ کوئی احساس نہ رہے اور خیال میں تیری بندگی کے علاوہ کوئی فکر نہ رہے، زبان پر تیرے ذکر کے علاوہ کوئی لفظ نہ آنے پائے اور یہ شانیں ہماری اولاد میں سے بھی ایک طبقۂ انسانیت کو عطا فرما وہ بھی تیرے حضور مخلص رہیں، سراپا نیاز رہیں۔

اور ایسے ہی ہمیں خبر دی علی بن حسین نے اور ہمیں خبر دی مقدمی نے اور ہمیں خبر دی سعید بن امر نے سلام بن ابی مطیع سے اس آیت کریمہ کے بارے میں:

وہ اس آیت سے مراد لیتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیل

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دعا میں اسلام پر مزید ثابت قدمی کی دعا کی ہے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی کہ اے اللہ ہمیں سلامتی کے نور میں ڈھانپ لے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے میرے محبوب بندو ہم نے تمہیں اپنی سلامتیوں کے حسن کے نور میں ڈھانپ لیا۔

پھر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے کہا اے اللہ! ہماری اولاد میں بھی ایسا ایسا طبقۂ انسانیت ہو جس کو تو اپنی سلامتیوں کے نور میں ڈھانپ لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تحقیق ہم نے تمہاری اولاد میں سے ایک طبقۂ انسانیت کو سلامتیوں کے حُسن کے نور میں ڈھانپ لیا ہے۔ پھر اُنھوں نے کہا "رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا" اے اللہ! ان میں شان والا رسول بھیج۔ واہ کیا شان ہے ان نفوسِ رحمت کی دُعا کی اور اللہ تعالیٰ کی قبولیت کی۔

نوٹ: قارئینِ محترم! تمام مفسرین کرام نے "وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ" سے حضور نبی کریم ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کو مراد لیا ہے اور منصوص حقیقت بھی یہی ہے تو اس اعتبار سے والدینِ مصطفیٰ ﷺ اس خاندانِ عظمیٰ کی عظمتوں کے امین بھی ہیں اور انتہاء بھی تاہم اگر کہیں لفظ امت سے اشکال پیدا ہو جیسا کہ اگلی آیت کریمہ میں بعثت کا ذکر موجود ہے تو اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہاں امت مسلمہ مراد ہے تو اس وہم کا ازالہ اس صورت میں زیادہ ممکن ہے کہ ان ہر دو صورتوں میں تطبیق دی جائے یعنی مطابقت پیدا کی جائے تو تطبیق اور مطابقت کی صورت یہ ہے کہ ان ہر دو صورتوں میں کوئی منافات یعنی دوری نہیں۔

خِلقی اعتبار سے آپ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریّت سے ہیں اور تشریعی اعتبار سے آپ ﷺ اُمتِ مسلمہ کے لیے تشریف لائے تاہم اس آیت مذکور میں رحمتِ عالم ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کی عموماً اور والدینِ مصطفیٰ ﷺ کی خصوصاً بہت بڑی مدح اور منقبت بیان فرمائی کیونکہ یہ مطلعین پیکرِ نبوت ہونے کا شرف عالمِ شہادت میں محسنہ

عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا اور محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلسل اپنے حسن سلامتی کے نور میں ڈھانپے رکھا اور ڈھانپے ہوئے ہے۔ لہٰذا یہ آیت کریمہ براہِ راست اپنی عظمت کے پورے تسلسل کے ساتھ منقبت ہے خاندانِ مصطفیٰ ﷺ کی اور خصوصاً والدین مصطفیٰ ﷺ کی۔

زمانۂ جدید اور قدیم کا حسین امتزاج تفسیر المراغی المؤلف احمد بن مصطفیٰ المراغی المتوفی ۱۳۷۱ھ اپنی مایہ ناز تفسیر میں اسی آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں " رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ " اے ہمارے رب ہمارے آئینہ قلب کو اس قدر خالص وصاف کر دے کہ اس میں صرف تیرے ہی حسن عظمت کے جلوے نظر آئیں اور کچھ نظر نہ آئے۔

قلب وروح کی توجہ کا قبلہ صرف تیری ہی ذاتِ والاصفات ہو اور تیرا ہی جمالِ بے مثال ہو۔ ہم تیرے علاوہ کسی سے بھی مدد نہ مانگیں ہمارے ہر احساس فطرت تیری رضاؤں کے نور میں ڈھل جائے خواہشِ نفس اور طبعی شہوت کو اس طرح کچل دے کہ ان کا نشان تک نہ رہے۔ روح کے سازوں میں تیرے پیار کا نغمہ ہو اور دل کی دھڑکنوں میں تیری یادوں کے زمزمے ہوں۔ خیال کے آبگینوں میں تیرے حسن کی صبح نور ہو، فکر کی پرواز میں عالم بالا کی منزلیں ہوں، جستجو میں تیرا حضورِ اقدس ہو اور کچھ نہ ہو۔

" وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ " اے اللہ! ہماری اولاد میں بھی ایک جماعت ایسی ہو جس کے خلوص کا قبلہ تیری ذات اقدس ہو وہ تیرے حضور مسلسل سر بسجود رہیں۔ تیرا اسلام ان کی فطرت ہو، تیرا پیار ان کا خمیر ہو، تیری عظمت ان کا ضمیر ہو، تیری غلامی ان کی شان ہو، تیری بندگی اُن کی معراج ہو۔

وہ تیری یاد میں آہیں بھریں وہ تیرے پیار میں سانس لیں وہ تیری اطاعت میں حرکت کریں وہ مسلسل تیرے حضور عظمت میں جھکے رہیں، ان کے پاس اس طرزِ نیاز کو یوں قبول فرما کہ اُنہی میں سے ختمِ نبوت کا سہرا سجائے تیرا محبوب تشریف لے آئے۔

صاحب تفسیر المراغی فرماتے ہیں "و قد أجاب الله دعاء هما و جعل فی ذریتهما الامة الاسلامیة و بعث فیها خاتم النبیین"

قارئینِ محترم! خد کشیدہ الفاظ بار بار پڑھیں اور جھوم جائیں ان کا ترجمہ حاضرِ خدمت ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا کہ ان نفوسِ قدسیہ کی اولاد پاک میں ایک طبقۂ انسانیت مسلسل اسلام کے نور میں نہائے رہا اور سلامتیوں کے آنگن میں بسا رہا، سجدہ ریزیوں کی کیفیت میں سرشار رہا۔ توحید کے جلووں سے مخمور معمور رہا، ان عظمتوں کے جھرمٹ میں محبوبِ خدا خاتم النبیین "صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ وَالِدَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ" کا تاج پہنے ہوئے تشریف لائے اور زیرِ لب تبسم فرماتے ہوئے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے یہ اعلان فرمایا

"اَنَا دَعْوَةُ اِبْرٰهِيْمَ علیہ السلام" کہ صحابہ میں ہی دعائے ابراہیم ہوں جو اُنھوں نے حضورِ صمدیت میں مانگی تھی جسے فوراً قبول کیا گیا اور میں اُس دعا کا اثر ہوں۔

قارئینِ محترم! "لِيَسْتَمِرَّ الْاِسْلَامُ لَكَ" کا جملہ ہزار بار پڑھیں اور لطف اندوز ہوں۔ یہ جملہ بر ملا اعلان کر رہا ہے کہ اسلام خاندانِ نبوت میں مسلسل فیضان پذیر رہا ایک لمحہ کے لیے بھی اس خاندانِ عظمیٰ سے اسلام دور نہیں رہا اور والدینِ مصطفیٰ ﷺ اس خاندانِ عظمیٰ کی انتہاء اور معراج ہیں جن کے نفوسِ عصمت سے "صَاحِبُ التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ وَالْبُرَاقِ وَالْعَلَمِ" حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے۔

نوٹ: کیے گئے ترجمے کا تفسیری اقتباس تفسیر المراغی کے حوالے سے حاضرِ خدمت ہے۔

"﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ﴾ أی ربنا واجعلنا مخلصین لك فی الاعتقاد بألا نتوجه بقلبنا إلا إلیك، ولا نستعین بأحد إلا بك، وفی العمل بألا نقصد بعملنا إلا مرضاتك لا اتباع الهوی ولا إرضاء الشهوة.

﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ﴾ أى واجعل من ذريتنا جماعة مخلصة لك، ليستمر الإسلام لك بقوة الأمة وتعاون الجماعة، وقد أجاب الله دعاءهما وجعل فى ذريتهما الأمة الإسلامية وبعث فيها خاتم النبيين.

ومما سلف تعلم أن المراد بالإسلام الانقياد والخضوع لخالق السموات والأرض، وليس المراد منه الأمة الإسلامية خاصة حتى يكون كل من يولد فيها ويلقب بهذا اللقب ينطبق عليه اسم الإسلام الذى نطق به القرآن ويكون من الذين تنالهم دعوة إبراهيم صلوات الله عليه.

﴿وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا﴾ أى عرّفنا مواضع نسكنا أى أفعال الحج كالمواقيت التى يكون منها الإحرام، وموضع الوقوف بعرفة، وموضع الطواف إلى نحو ذلك من أفعاله وأقواله.

اب اسی تسلسل کو علامہ حقی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں یوں بیان فرماتے ہیں تفسیری اقتباس حاضرِ خدمت ہے:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۖ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٨﴾

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ اى مخلصين لك فالمراد بالمسلم من يجعل نفسه وذاته خالصا لله تعالى بان يجعل التذلل والتعظيم الواقع منه للسان والأركان والجنان خالصا له تعالى ولا يعظم معه تعالى غيره ويعتقد بأن ذاته وصفاته وأفعاله خالصة له تعالى خلقا وملكا لا مدخل فى شىء منها لاحد سواه او المعنى واجعلنا مستسلمين لك منقادين بالرضى بكل ما قدرت وبترك المنازعة فى أحكامك فان الإسلام إذا وصل باللام الجارة يكون بمعنى الاستسلام والانقياد

والرضى بالقضاء فان قلت لا شك انهما كانا مخلصين ومستسلمين فى زمان
صدور هذا الدعاء منهما قلت المراد طلب الزيادة فى الإخلاص والإذعان او
الثبات عليه فهذا تعليم منهما الناس الدعاء للتثبيت على الايمان فانهما لما
سألا ذلك مع امنهما من زواله عنهما فكيف غيرهما مع خوفه وسألا ايضا الثبات
على الانقياد فاجيبا الى ذلك حتى اسلم ابراهيم للالقاء فى النار وإسماعيل للامر
بالذبح وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ اى واجعل بعض ذريتنا جماعة مخلصة لك
بالعبادة والطاعة وانما خص الذرية بالدعاء مع ان الأنسب بحال اصحاب الهمم
لا سيما الأنبياء ان لا يخصوا ذريتهم بالدعاء لكنهما خصاهم لوجهين الاول كونهم
أحق بالشفقة كما فى قوله تعالى قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ ناراً فدعوا لاولادهما ليكثر
ثوابهما بهم وفى الحديث (ما من رجل من المسلمين يخلف من بعده ذرية
يعبدون الله تعالى الا جعل الله له مثل أجورهم ما عبد الله منهم عابد حتى تقوم
الساعة) والثانى انه وان كان تخصيصا صورة الا انه تعميم معنى لان صلاح أولاد
الأنبياء سبب وطريق لصلاح العامة فكأنهما قالا وأصلح عامة عبادك بإصلاح
بعض ذريتنا وخصا البعض من ذريتهما لما علما ان من ذريتهما محسن وظالم
لنفسه مبين وطريق علمها بذلك امر ان تنصيص الله تعالى بذلك بقوله لَا يَنَالُ
عَهْدِي الظَّالِمِينَ والاستدلال بان حكمة الله تعالى تقتضى ان لا يخلوا لعالم عن
أفاضل واوساط وارذال فالافاضل هم اهل الله الذين هم أخلصوا أنفسهم لله
بالإقبال الكلى عليه والاوساط هم اهل الآخرة الذين يجتنبون المنكرات
ويواظبون على الطاعات رغبة فى نيل المثوبات والأرذال هم اهل الدنيا الذين
يعلمون ظاهرا من الحياة الدنيا وهم عن الآخرة هم غافلون جل هنتهم عمارة

الدنيا وتهيئة أسبابها وقد قيل عمارة الدنيا بثلاثة أشياء أحدها الزراعة

والغرس والثانى الحماية والحرب والثالث جلب الأشياء من مصر الى مصر ومن

أكب على هذه الأشياء ونسى الموت والبعث والحساب وسعى لعمارة الدنيا سعيا

بليغا ودقق فى اعمال فكره تدقيقا عجيبا فهو منوغل فى الجهل والحماقة ولهذا

قيل لولا الحمقى لخربت الدنيا: وفى المثنوى"

ترجمہ ومفہوم: علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں" رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ "معنی یہ ہے کہ اے اللہ! ہم تیرے لیے خالص ہیں تیری چاہت کا نور ہماری فطرت ہے، تیری عظمت ہمارا ایمان ہے، تیری شفقت ہماری چاہت ہے، تیرا احسان ہماری ضرورت ہے اور یہاں مسلم سے مراد یہ ہے کہ مسلم وہ ہوتا ہے جو خود کو اپنی ذات اور جان کے اعتبار سے خلوصِ دل سے اللہ کے سپرد کردے اور خود اس کے حضورِ اقدس میں اس طرح مٹ جائے کہ خود خود میں نہ رہے یعنی ذاتِ حق میں کامل استغراق حاصل ہو جائے ہر احساس فطرت میں اس کی تعظیم و عظمت کے جلوے اُتر جائیں زبان اور اعصاب اور زندگی کی ہر حقیقت اس کے سامنے مٹ جائے محض اللہ تعالیٰ کی عظمت کی بلندی رہے اور کچھ نہ رہے اُس کے غیر کی کوئی حقیقت یا عظمت سامنے اور باقی نہ رہے بس مسلمان کا اپنی ذات وصفات اور افعال کو اس کے سامنے پست سے پست تر سمجھے بلکہ خود کو بے حقیقت سمجھے لاشیء سمجھے اُس کے حضورِ عظمت میں ایسا مٹ جائے کہ اُس کے سوا ہر حقیقت کو فنا سمجھے بلکہ خود کو بھی فنا سمجھے یا اس آیت کے حصے کا یہ معنی ہے کہ اے اللہ تیری رضا کے سامنے ہم نے اپنی ہر عظمت اور حقیقت کو توڑ دیا ہے اور ہر خواہش کو توڑ دیا ہے اور تیرے احکام کو بلاچوں وچراں تسلیم کیا ہے یہاں اسلام کا معنی جب الف لام جارہ کے ساتھ آئے تو معنی بنے گا کامل فرمانبرداری اور رضا بالقضاء یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر آزمائش پر راضی رہنا۔

کیا شانِ تسلیم و رضا تھی جنابِ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کہ خدا کی قضاء نے تقاضا کیا نارِ نمرود میں جانے کا تو بقول اقبال

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل محوِ تماشا ہے لبِ بام ابھی

جے سوہنا میرے دُکھ وچ راضی
تے میں سُکھ نُوں چولہے پاواں

اگر قضائے الٰہی تقاضا کرے کہ جواں بیٹے کے نازک گلے پر چھری چلا دینا ہے تو بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے لِٹا دیا جاتا ہے۔ بہر حال رضا بالقضا ہی اسلام کا اصل معنٰی ہے۔ اگر سوال کیا جائے کہ یہ عظمتیں تو ابتداءً دونوں نبیوں یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو حاصل تھیں دُعا کے وقت بھی اور دُعا سے پہلے بھی تو پھر اُنھوں نے یہ دعا کیوں کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے:

جو لذت اور سرشاریاں اُنھیں پہلے میسر تھیں اس میں مزید اضافہ کا اُنھوں نے سوال کیا اور ثابت قدمی کا سوال کیا اور اس میں تعلیم یہ دی کہ ایمان پر ثابت قدم رہنا ہی ایمان کی عظمت ہے۔ اسی لیے تو جناب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تقاضائے محبت میں نارِ نمرود میں اُتر گئے اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نازک گلے پر چھری چلا دی۔

"وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ" کی تفسیر میں صاحب تفسیر فرماتے ہیں کہ اُن دونوں نفوسِ قُدسیہ نے ذوقِ فراواں سے مخمور ہو کر بے ساختہ دُعا کی کہ اے اللہ! یہ لذتِ آشنائی قیامت تک ہمارے خاندانِ مبارک میں، اولادِ پاک میں جاری و ساری رہے وہ تیرے پیار میں خالص رہیں تیری عبادت میں سرمست رہیں، تیری اطاعت میں مستعد اور فرمانبردار رہیں، یہاں ایک سوال ہے وہ یہ ہے کہ دونوں نبی ہیں اور ذمہ دار ہیں دعا میں اپنی اولادِ پاک ہی کو کیوں خاص کیا؟

جواب: اس کا یہ ہے کہ اولاد زیادہ حق دار ہوتی ہے شفقت کی۔ دوسری وجہ ہے کہ اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اولادِ پاک سنور جائے تو باقی لوگوں کا سنورنا آسان ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ خود کو بھی بچاؤ اور اپنی اولاد کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ (القرآن)

اس لیے اُنھوں نے اپنی اولاد کے لیے دُعا مانگی۔ ایک تو شفقتِ پدری کا فریضہ ادا ہوا اور دوسرا اُن کی اولادِ پاک کی نیکیوں کا ثواب بھی اُنھیں ملے اور کثرتِ حسنات بھی اُن نفوسِ قُدسیہ کو میسر آئیں۔

حدیث اس منظر نامے کی گواہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان نے بھی اپنے پیچھے نیک اولاد چھوڑی جتنی نیکیاں اور عبادات نیک اولاد کرے گی اور جتنا اجر اُن کو اس پر ملے گا اُتنا اجر ہی اُن کے والدین کو ملے گا حتیٰ کہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

استدلال:

واہ کیا شان ہے اُس ماں باپ کی جن کا ثواب کثرت کیساتھ قیامت تک جاری و ساری رہے گا کتنا ذخیرہ ہو گا!

اور کیا ہی بے مثال و شان و عظمت ہے محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا اور کیا ہی بے مثال شان ہے محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کہ جن کے پیچھے اولادِ عظمت وہ ہو جن کو قرآن رحمت للعالمین کہے، شفیع المذنبین خاتم النبیین کہے جن کے نفسِ کرم نے کائنات کے باسیوں کو حسنات کے نور میں ڈھانپ لیا ہو، جس کی کثرت حسنات قیامت تک جاری و ساری رہیں ہر نیکو کار کی نیکیاں اُن کے دامنِ رحمت میں ڈالی جائیں۔ اللہ اکبر۔ کائنات میں کوئی ہے اعداد و شمار کا ہندسہ جو اس کثرت ثواب کا احاطہ کر سکے۔ ہے کائنات

میں کوئی ایسا پیمانہ جو امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک چھوٹی سی نیکی کا بھی احاطہ کر سکے نہیں نہیں ممکن ہی نہیں۔ جو سراپا حسنات ہوں اور خلق عظیم کے مالک ہوں جب اُن کی عظیم سے عظیم تر لا تعداد نیکیوں کا ثواب احاطے کے لیے خدا کی کائنات میں کوئی پیمانہ ہی نہیں بتائیے اُن پر کتنا ثواب کتنے گنا کے اعتبار سے ہو گا۔

ہے کوئی ریاضی دان یا جغرافیہ دان جو یہ بیان کر پائے۔ اللہ اللہ، یہ بات ممکن ہی نہیں۔ جب اتنا کثیر ثواب اللہ تعالیٰ سمیٹ کر محسنہ ُعالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جھولی مبارک میں ڈالے گا تو بتائیے ان نفوسِ قُدسیہ کی خوشی کا عالم کیا ہو گا؟ یہاں تو بلندیاں اور درجات بھی دم بخود نظر آتی ہیں۔

یہاں تو خود محیط اور دائرے سمٹے نظر آتے ہیں یہاں تو کون و مکان کی وسعتوں کو بھی پسینہ آرہا ہے یہاں کراما کاتبین کے صفحات ختم ہو چکے ہیں اور میزان عمل بھی تبسم کناں ہے۔ حسن جنت نے خود کو حیاء سے مستور کر لیا ہے۔ حورانِ جنت، غلمانِ جنت فرشتگانِ جنت، انگشت بدنداں ہیں۔ بس ایک ہی ذات ہے جو اس عظمت کا احاطہ کر سکتی ہے وہ ان سب دائروں سے محیطوں سے محاطوں سے بلند و بالا ہو کر فرما رہا ہے "وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ" لوگو! یہ نفوسِ قُدسیہ ان مرتبوں سے بلند ہیں اتنے بلند ہیں اتنے بلند ہیں یہ قرب و حضورِ صمدیت کے باسی ہیں۔ اسی لیے یہ میرے حضورِ عظمت کی طرف محوِ سفر ہیں۔

یہ کائناتی مسافتوں سے بلند و بالا ہیں۔ بس یہ تو "اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ" کی منزل کے اعلیٰ مقام والے ہیں۔ بس ان نفوسِ قُدسیہ کی عظمتوں پر ایمان لے آؤ۔ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ كَثِيْرًا"

مذکورہ تفسیر کا بقیہ حصہ ملاحظہ فرمائیں:

گزشتہ سے پیوستہ تسلسل یہ تھا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل سلام اللہ علیہما کی دعا میں اولاد کی تخصیص پر جو سوال ہوا تھا اس کا پہلا جواب حقِ شفقت تھا۔

دوسرا جواب یہ تھا کہ صورتاً وہ تخصیص تھی اور معنیً تعمیم ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کا اصلاح پذیر ہونا دیگر لوگوں کی اصلاح کا سبب ہے۔ گویا اُن دونوں نفوسِ رحمت کا مقصد یہ تھا کہ خاصوں کی اصلاح عاموں کی اصلاح کا باعث ہے اس لیے انھوں نے اس دعا میں خاصوں کا تذکرہ کیا۔ اور اس خصوصیت کی ایک اور وجہ بھی ہے وہ یہ کہ ان کو قدرتِ الٰہی کی طرف سے یہ علم تھا کہ ان کی کچھ اولادِ پاک نیکوکار ہو گی اور کچھ غیر نیک یعنی ظالم ہوں گے۔

جس کو قرآنِ پاک نے "لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ" کی صورت میں اُس وقت بیان فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے ان نفوسِ قُدسیہ کو امامتِ عامہ کا اعزاز بخشا تو اس میں اُنھوں نے اس بابت اپنی اولادِ پاک کا ذکر کیا کہ اُن کو یہ بھی اعزاز ملے۔

جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں آپ کی نیک اولاد کو منصبِ امامت دیا جائے گا مگر ظالم اس منصب سے محروم رہیں گے۔ اس آیت سے ایک استدلال ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ کائنات فضیلت والے لوگوں اور درمیانے درجے کے لوگوں اور سب سے گھٹیا لوگوں سے خالی نہ رہے۔

بہر حال جو صاحب فضل لوگ ہیں وہ اللہ والے ہیں اُنھوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے خالص کر لیا ہے یہ وہ بلند نصیب لوگ ہیں جن پر نصیب بھی ناز کرتا ہے یہ قرب و حضورِ صمدیّت والے لوگ ہیں اور جو درمیانے لوگ ہیں اُن کو آخرت کی عظمت ملے گی وہ آخرت والے ہیں وہ وہ ہیں جو ہر بُری بات سے بچتے رہے اور ہر نیکی اُن کا شعار رہا اُن کی رغبت نے اُن کی فطرت کو نیک بنائے رکھا۔

بہر حال جو تیسرے درجے کے لوگ ہیں وہ سب سے کمینے لوگ ہیں جو صرف دنیاوی زندگی کو ہی ترجیح دیتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں۔ اُن کا دھیان محض دنیا کی تعمیر ہے یعنی دنیا بنانا ہے اور اس کے اسباب مہیا کرنا ہے اور جو دنیوی اسباب میں مگن رہتا ہے اور موت کو بھول جاتا ہے وہ سب سے بڑا احمق ہے۔

قارئینِ محترم! مذکورہ بالا بیان میں تفسیری اعتبار سے استدلال کے طور پر کائنات کے باسیوں کے تین درجے بیان ہوئے۔

اُن میں سب سے پہلا درجہ اصحاب فضل و احسان کا ہے وہی لوگ مقصودِ کائنات ہیں وہی لوگ بارگاہِ خداوندی کے مقبول ترین ہیں اُنھیں کے نفسِ کرم سے رونقِ کائنات ہے اُنھیں کی پاک سانسوں کی برکت سے کائنات میں نیکیوں کی فضا قائم ہے اُنہی کی آہِ نیم شبی سے خدا کے عذاب ٹلتے ہیں۔ اُنہی کی برکتوں سے کائنات کے باسیوں کو روزی ملتی ہے یہ وہی نفوسِ قُدسیہ ہیں جو خدا کی محبتوں کے امین اور مبلغ ہیں اور بے مثال شانوں کے مالک ہیں اگر ان نفوسِ رحمت کو تاریخ کے پسِ منظر میں تلاش کیا جائے اور وحی الٰہی کی یقینی دلیلوں میں تلاش کیا جائے تو یقین کے منظر نامے پر جو لوگ ظاہر ہوتے ہیں وہ خاندانِ نبوت کے ہی لوگ ہیں اور اولادِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور ان تمام نفوسِ قُدسیہ کی عظمتوں کے حقیقی امین حضور سرورِ کائنات ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، معطّرین صلوٰۃ اللہ علیہما ہیں۔

اُنہی کے لیے شانِ مصطفائیت کا اعزاز ہے جس کی گواہی قرآن مجید یوں دیتا ہے۔ اسی عنوان کو تیسری صدی ہجری کے عظیم مفسر امام ابن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ھ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر القرآن العظیم، الناشر مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز المملکۃ السعودیۃ میں یوں رقم طراز ہیں:

"قَوْلُهُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ثنا الْمُقَدَّمِيُّ ثنا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ سَلامِ بْنِ أَبِي مُطِيعٍ هَذِهِ الآيَةُ: وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ قَالَ: كَانَا مُسْلِمَيْنِ وَلَكِنَّهُمَا سَأَلاهُ الثَّبَاتَ

حَدَّثَنَا عِصَامُ بْنُ رَوَّادٍ ثنا آدَمُ عَنْ وَرْقَاءَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ قَالَ: سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُولُ: قَالَ إِبْرَاهِيمُ: تَجْعَلُنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ قَالَ اللَّهُ: نَعَمْ.

حَدَّثَنَا أَبِي ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ رَجَاءِ بْنِ حَيَّانَ الْحِصْنِيُّ الْقُرَشِيُّ ثنا معقل ابن عُبَيْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ: وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ قَالَ: مُخْلِصَيْنِ لَكَ.

قَوْلُهُ: وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ

حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ ثنا عَمْرُو بْنُ حَمَّادٍ ثنا أَسْبَاطٌ عَنِ السُّدِّيِّ: وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ يَعْنِيَانِ الْعَرَبَ.

حَدَّثَنَا عِصَامُ بْنُ رَوَّادٍ ثنا آدَمُ عَنْ وَرْقَاءَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ قَالَ: قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ فَقَالَ اللهُ: نَعَمْ.

حَدَّثَنَا أَبِي ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ رَجَاءِ بْنِ حَيَّانَ الْقُرَشِيُّ ثنا مَعْقِلُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ: وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ قَالَ: مُخْلِصَةً."

ترجمہ و مفہوم: "قَوْلُهُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ" کی آیت کی تفسیر میں پوری تفصیلی سند کے ساتھ سلام بن ابی مطیع کی روایت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ "قَوْلُهُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ" کا معنی یہ ہے کہ اللہ ہمیں اپنے حضور عظمت میں جھکنے والا بنا یہاں اس بات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ پہلے جھکنے والے نہ تھے بلکہ وہ تو عظیم ترین بندے تھے یقیناً وہ اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہی تھے مگر یہاں سوال صرف اس عظمت پر تھا کہ یا اللہ ہمیں اپنے حضورِ اقدس میں بندگی پر ثابت قدمی نصیب فرما۔

حضرت عکرمہ مولا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں آپ کو ثابت قدمی عطا کی گئی اور معقل ابن عبید اللہ رضی اللہ عنہ عبد الکریم سے روایت کرتے ہیں "وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ" کا معنی مخلصین یعنی اے اللہ! ہمیں اپنے پیار میں خالص کر دے تیری چاہتوں کے علاوہ مَن میں نہ کوئی ارمان ہے نہ کوئی احساس رہے۔

"قَوْلُهُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَّكَ" صاحبِ تفسیر حضرت عکرمہ سے روایت کرتے

ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اور بیٹے کی ذات کی بابت اپنی دعا کی قبولیت کے بارے میں خوش خبری سنی تو طبیعت جوشِ رحمت میں بول اُٹھی کہ اے پروردگارِ عالم! تیری رحمتوں کا یہ جوش دیکھ کر ایک اور درخواست یاد آگئی ہے کہ جس طرح تو نے ہمیں اپنی محبت میں شرفِ قبولیت بخشا ہم دونوں کو اسی طرح ہماری اولادِ پاک کو بھی اپنی محبت کے دامنِ رحمت میں سمیٹ لے۔ وہ تاحیات تیرے ہی پیارے میں خالص رہیں اور تیرے ہی حضورِ عظمت سراپا نیاز رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "نَعَمْ" ہاں ابراہیم تیرے رب کی عظمت نے طے کرلیا ہے ایسا ہی ہوگا آپ کی اولادِ بھی تاحیات زیورِ بندگی سے مزین رہے گی اور خالص اور مخلص رہے گی۔ اللہ اکبر۔ کیا شان ہے خاندانِ رحمت کی کہ ان نفوسِ رحمت کی فطری اور عُنصری تقویم سے قبل ہی ان نفوسِ رحمت کو عظیم مرتبوں سے مالامال فرمادیا گیا ہے اور قرب و حضورِ صمدیّت میں اعلیٰ مقام عطا فرمادیا گیا ہے۔

حدیث بھی اس کی گواہ ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل میرے خاندانِ عظمیٰ کے نفوسِ قُدسیہ اللہ تعالیٰ کے حضورِ عظمت میں حاضرِ خدمت رہے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان فرماتے رہے اور ان نفوسِ قُدسیہ کی تسبیح پر فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان فرماتے رہے۔

ایک علمی نکتہ

قارئینِ محترم! یہاں مسلمین کا لفظ صیغہ کے اعتبار سے تثنیہ مذکر کا صیغہ ہے یعنی اس سے دُعا کرنے والے دو نفوسِ عظمت ہیں یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل سلام اللہ علیہما

-

اس آیت کریمہ میں یہی نفوسِ قُدسیہ مراد ہیں کیونکہ اس آیتِ کریمہ کے پس منظر کی جو آیت ہے اس میں " وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ

مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۷﴾"

ترجمہ: محبوب یاد کرو اُس وقت کو جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل سلام اللہ علیہما بیت اللہ کو تعمیر کرنے کے بعد یہ دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! ہماری طرف سے خدمت کو قبول فرما۔ اب اس نصِ قطعی نے طے کر دیا ہے۔ "اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ" سے قطعی اور یقینی جو نفوسِ قُدسیہ مراد ہیں وہ یقیناً حضور نبی کریم ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کے نفوسِ قُدسیہ ہیں اور ان نفوسِ قُدسیہ میں خصوصیت کے ساتھ جو مقصود کلام ہیں وہ حضور نبی کریم ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّہین، مُعطّرین علیہما ہیں۔ کیونکہ وہ اس عالم شہادت میں مطلعینِ پیکرِ نبوت ہیں اور پورے خاندان کے قرآنی اعزازات کی وہ انتہاء ہیں۔ یہ کتنی بڑی منقبت و فضیلت ہے۔ محسنہ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا اور محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام کی۔

آگے چلیے دنیائے تفسیر کے عظیم سرخیل مفسر امام ناصر الدین، ابو سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ اپنی مشہور زمانہ تفسیر بیضاوی میں یوں رقم طراز ہیں:

"رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ مخلصين لك، من أسلم وجهه، أو مستسلمين من أسلم إذا استسلم وانقاد، والمراد طلب الزيادة فى الإخلاص والإذعان، أو الثبات عليه. وقرئ «مُسْلِمِینَ» على أن المراد أنفسهما وهاجر. أو أن التثنية من مراتب الجمع. وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ أى واجعل بعض ذريتنا، وإنما خصا الذرية بالدعاء لأنهم أحق بالشفقة، ولأنهم إذا صلحوا صلح بهم الأتباع، وخصا بعضهم لما أعلما أن فى ذريتهما ظلمة، وعلما أن الحكمة الإلهية لا تقتضى الاتفاق على الإخلاص والإقبال الكلى على الله تعالى، فإنه مما يشوش المعاش، ولذلك قيل: لولا الحمقى لخربت الدنيا، وقيل: أراد بالأمة أمة محمد صلّى الله عليه

وسلّم، ويجوز أن تكون من للتبيين كقوله تعالى: وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ قدم على المبين وفصل به بين العاطف والمعطوف كما في قوله تعالى: خَلَقَ سَبْعَ سَماواتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ. وَأَرِنا من رأى بمعنى أبصر، أو عرف، ولذلك لم يتجاوز مفعولين مَناسِكَنا متعبداتنا في الحج، أو مذابحنا. والنسك في الأصل غاية العبادة، وشاع في الحج لما فيه من الكلفة والبعد عن العادة. وقرأ ابن كثير والسوسى عن أبي عمرو"

ترجمہ و مفہوم: " رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ "کا معنی "مُخْلِصَیْنِ لَکَ" ہے یعنی اے اللہ! ہمارے مَن کی دنیا میں صرف تیرے حُسن کے جلوے ہوں تیرے پیار کے جذبے ہوں، تیری چاہت کے ولولے ہوں۔

قرآن پاک نے اسے یوں بیان کیا کہ سب سے حسین دین تو اُس کا ہے جس نے خود کو خدا کی رضا میں اور اس کے حسن کے جلوؤں میں گم کر دیا ہے۔ (القرآن: سورۃ النساء) یا "مُسْلِمَیْنِ" سے مراد "مُسْتَسْلِمَیْنِ" ہے جس کا معنی اطاعت و فرمانبرداری ہے اور مراد یہاں اخلاص اور یقین اور ثابت قدمی میں زیادہ کی طلب ہے یعنی اے اللہ! ہمیں اپنی غلامی میں اس قدر عظیم توفیق دے کہ ہم اخلاص کی اعلیٰ معراج پر پہنچیں اور یقین کے عرشِ عظیم پر پہنچیں اور ثابت قدمی کی انتہاء تک پہنچیں اور ایک قراءت میں مسلمین یہاں ان دونوں کی مراد کائنات سے کٹ کر خدا کا ہونا ہے یا یہاں تثنیہ جمع کے مرتبہ میں ہے اور " وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ "یعنی ہماری اولاد کا بعض یعنی کچھ حصہ (جو خاندانِ نبوت پر مشتمل ہے) یہاں یہ بات یاد رہے کہ یہاں ان دونوں نفوسِ قُدسیہ نے اپنی دعا میں اولاد کو خاص کیا ہے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ وہ حق شفقت میں قریب تر تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اولاد اصلاح پذیر ہے تو اُن کے ذریعے سے دوسروں کی اصلاح آسان ہے یہاں من تبعیضیہ ہے یعنی کل اولاد کا کچھ حصہ (جو خاندانِ نبوت پر مشتمل ہے) وجہ اس کی یہ ہے

کہ یہ دونوں پیغمبر علیہما السلام جانتے تھے کہ ان کی بعض اولاد غیر صالح بھی ہو گی اس لیے اُن نفوسِ قُدسیہ نے خصوصیت کے ساتھ دعا میں خاندانِ نبوت کا ذکر کیا پوری اولاد کا نہیں۔

اور یہ بھی جانتے تھے کہ کائنات میں اخلاص اور اقبال کا پورے جہان میں یکسانیت کے ساتھ کائنات کے تمام باسیوں کے لیے یکساں ہونا حکمت الٰہی کے تقاضوں کے خلاف ہے اس لیے کہا گیا ہے کہ غیر صالح لوگ نہ ہوں تو صالحیت کی شناخت آسان نہیں۔

گویا اس پورے اقتباس میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل سلام اللہ علیہما کی عظیم منقبت ہے اور اُن کے ساتھ ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کے خاندانِ عظمٰی کی بھی اور خصوصاً والدین کریمین کی عظیم الشان منقبت اور فضیلت ہے۔

اور اسی تسلسل کو مزید جاری رکھتے ہوئے تفسیر الحدیث مرتب حسب ترتیب النزول المولف دروزہ محمد عزت دار احیاء الکتب العربیہ قاہرہ مصر، اپنی عظیم الشان تفسیر جو تحقیق کا علمی شاہکار ہے میں یوں بیان فرماتے ہیں:

" أما كلمة ذُرِّيَّتِنا الواردة فى الآية [128] فقد قال الطبرى وغيره إنها عنت العرب، وروح الآية التى وردت فيها الكلمة تلهم صواب ذلك. ومما يؤيده أيضا اشتراك إسماعيل فى الدعوة لأن إسماعيل هو الذى ينتسب إليه العدنانيون ثم القرشيون من العرب على ما ذكرناه قبل.

ولقد أورد الطبرى حديثا فى سياق الجملة جاء فيه: «إنّ نفرا من أصحاب رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قالوا: يا رسول الله أخبرنا عن نفسك. قال: نعم أنا دعوة أبى إبراهيم وبشرى عيسى عليهما السلام» . والحديث لم يرد فى الصحاح وإن كان القرآن يؤيد فحواه فى الجملة التى نحن فى صددها وفى آية سورة الصف [6] على أننا نقول مع ذلك إن النبى صلّى الله عليه وسلّم يعلم من دون ريب أن رسالته

من مقتضيات حكمة الله الأزلية قبل إبراهيم ودعوته. وإنه يتبادر لنا من حكاية دعاء إبراهيم وإسماعيل في هذه الآية وفي الحديث إذا صح أن القصد من ذلك بالإضافة إلى واجب الإيمان بما أخبر به القرآن من كلام إبراهيم في صدد ذريته توكيد الصلة بين النبي صلّى الله عليه وسلّم والأرومات التي انحدر منها وبين إبراهيم وإسماعيل (عليهما السلام) . وهناك حديث نبوي صحيح رواه مسلم والترمذي عن واثلة بن الأسقع عن النبي صلّى الله عليه وسلّم قال:

«إنّ الله اصطفى كنانة من ولد إسماعيل واصطفى قريشا من كنانة واصطفى من قريش بني هاشم واصطفاني من بني هاشم» . "

ترجمہ و مفہوم: یہاں اس آیتِ کریمہ میں جو لفظ ذریتنا وارد ہوا ہے اس میں امام الطبری اور دیگر آئمہ نے اس سے عرب مراد لیے ہیں خصوصاً خاندانِ نبوت کے لوگ مراد ہیں۔ امام الطبری نے اس کی تائید میں ایک حدیث بھی بیان کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی یا نبی اللہ ﷺ آج آپ ہمیں اپنی ذات مبارک کی بابت بیان فرمایئے تو جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیان کرتا ہوں کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ عظیم دعا ہوں جو اُنھوں نے تعمیرِ کعبہ کے دوران خدا تعالیٰ سے کی تھی اور میں بشارتِ عیسیٰ ہوں۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنی خاندانی عظمت کو بیان فرمایا جس کے الفاظ یوں ہیں

«إنّ الله اصطفى كنانة من ولد إسماعيل واصطفى قريشا من كنانة واصطفى من قريش بني هاشم واصطفاني من بني هاشم»

بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے میرے خاندانی تسلسل میں اولادِ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کنانہ کو شانِ مصطفائیت بخشی اور کنانہ سے قریش کو شانِ مصطفائیت بخشی اور قریش سے بنی ہاشم کو شانِ مصطفائیت بخشی اور بنی ہاشم سے مجھے محمد مصطفیٰ ﷺ بنایا۔

قارئین محترم!

اس پورے تسلسل میں حضور نبی کریم ﷺ کا پورا خاندان عظمیٰ مصطفاؤں کا ہے اور حضور سید عالم ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، معطّرین صلوٰۃ اللہ علیہما ان تمام مصطفاؤں کی انتہاء ہیں۔ سبحان اللہ! کیا شان و عظمت ہے ان نفوسِ قُدسیہ کی اور اس آیت کریمہ میں کیا عظیم الشان منقبت ہے حضور نبی کریم ﷺ کے والدین مصطفیٰ ﷺ کی۔ "اللهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ كَثِيرًا"

اسی تسلسل کو دنیائے تفسیر کے ایک اور مفسر اپنی تفسیر المنار، المؤلف محمد رشید بن علی رضا المتوفی ۱۳۵۴ھ نهضة المصرية العامة الكتب میں ایک انوکھی تفصیل کے ساتھ یوں رقم طراز ہیں:

" دَعَا هَذَانِ النَّبِيَّانِ الْعَظِيمَانِ لِأَنْفُسِهِمَا بِحَقِيقَةِ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ دَعَوَا بِذَلِكَ لِذُرِّيَّتِهِمَا فَقَالَا: (وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ) أَيْ وَاجْعَلْ مِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ كَإِسْلَامِنَا لِيَسْتَمِرَّ الْإِسْلَامُ لَكَ بِقُوَّةِ الْأُمَّةِ وَتَعَاوُنِ الْجَمَاعَةِ.

قَالَ الْأُسْتَاذُ الْإِمَامُ: أَضَافَا الذُّرِّيَّةَ إِلَى ضَمِيرِ الِاثْنَيْنِ لِلدَّلَالَةِ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ الذُّرِّيَّةُ الَّتِي تُنْسَبُ إِلَيْهِمَا مَعًا وَهِيَ مَا يَكُونُ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، اللَّفْظُ ظَاهِرٌ فِي هَذَا الْمَعْنَى وَيُرَجِّحُهُ الْحَالُ وَالْمَحَلُّ الَّذِي كَانَا فِيهِ، وَعَزْمُ إِبْرَاهِيمَ عَلَى أَنْ يَدَعَ إِسْمَاعِيلَ فِي بِلَادِ الْعَرَبِ دَاعِيًا إِلَى تَوْحِيدِ اللهِ، وَإِسْلَامِ الْقَلْبِ إِلَيْهِ، وَيَرْجِعَ هُوَ إِلَى بِلَادِ الشَّامِ، وَكَذَلِكَ الدُّعَاءُ لِهَذِهِ الذُّرِّيَّةِ بِأَنْ يَبْعَثَ اللهُ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ كَمَا سَيَأْتِي.

وَقَدِ اسْتَجَابَ اللهُ - تَعَالَى - دُعَاءَ إِبْرَاهِيمَ وَوَلَدِهِ - عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، وَجَعَلَ فِي ذُرِّيَّتِهِمَا أُمَّةَ الْإِسْلَامِ، وَبَعَثَ فِيهَا مِنْهَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَإِلَى هَذَا الدُّعَاءِ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهِ فِي سُورَةِ الْحَجِّ: (مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ) (22: 78) وَعُلِمَ مِمَّا تَقَدَّمَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْإِسْلَامِ مَعْنَاهُ الَّذِي

شرحناه، فمن قام به هذا المعنی فهو المسلم فی عرف القرآن، ولیس المراد به اسم فی حکم الجامد یطلق علی أمة مخصوصة حتی یکون کل من یولد فیها أو یقبل لقبها مسلما ذلک الإسلام الذی نطق به القرآن، ویکون من الذین تنالهم دعوة إبراهیم -علیه الصلاة والسلام-، وقد جری إبراهیم وولده علی سنة الفطرة فی هذا الدعاء أیضا، فخصاه ببعض الذریة؛ لأنه قد یکون منها من لا یتناول الإسلام."

ترجمہ و مفہوم: صاحبِ تفسیر فرماتے ہیں کہ دو عظیم انبیاء علیہما السلام نے اسلام پر ثابت قدمی کے لیے اپنی ذات کے لیے دعا مانگی پھر وہی دعا اپنی اولاد کے لیے بھی مانگی اور کہا کہ اے پروردگار "وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ "یعنی اے ہمارے رب ہماری اولاد میں سے بھی کچھ لوگ ایسے ہوں جن کو ہماری طرح عظمتِ اسلام ملے اور وہ مسلسل تاحیات اسلام پر رہیں اور تیرے حضورِ عظمت میں ادب و نیاز سے جھکے رہیں جماعت کے تعاون اور اُمت کی قوت کے ساتھ۔

الاستاذ الامام نے فرمایا کہ ذریت کی جو ضمیر ہے اس کی اضافت یعنی نسبت تثنیہ مذکر کی طرف ہے اور مراد اس سے ان دو پیغمبروں یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل سلام اللہ علیہما کی اولاد ہے (یعنی حضور نبی کریم ﷺ کا خاندانِ نبوت) اور یہی اس کے ظاہری معنی ہیں اور اسی کو دونوں اعتبار سے ترجیح ہے یعنی حال اور محل ہونے کے اعتبار سے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارادہ حضرت اسماعیل کو مکہ میں چھوڑنے کا یہ تھا کہ وہ توحیدِ باری تعالیٰ کے اور اسلام کے داعی بنیں اور اللہ تعالیٰ کے حضورِ عظمت میں جھکے رہیں جبکہ وہ خود شام کے شہروں کی طرف لوٹ گئے۔ اس دعا میں خاص بات یہ تھی کہ اے اللہ تعالیٰ کا شان والا رسول ان نفوسِ رحمت میں سے ہی تشریف لائے۔ جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کو قبول فرمایا اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کو قبول فرمایا اور اسلام کو ان کی اولادِ پاک میں مسلسل

رکھا اور اُنہی کی اولادِ عصمت میں سے ہی سیدنا محمد "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ وَالِدَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ" خاتم النبیین بن کر تشریف فرما ہوئے۔

اور اسی دعا کی عظمت کو قبولیت کی بناء پر قرآن کریم میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: " مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ "(۲۲:۷۸)

فرمایا اسلام تمہارے باپ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس نے پہلے ہی تمہارا نام مسلمان رکھا۔ معلوم ہوا کہ اسلام ایک عظیم اور قدیم دین ہے ہم نے اس کا معنی جو اپنی شرح میں بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص اس معنی میں کھڑا ہے وہی قرآن کے عرف میں مسلمان ہے یعنی ملتِ ابراہیم ہی اصل دین اسلام ہے یہاں یہ مراد نہیں کہ یہ حکم میں اسم جامد ہے جو مطلقاً امتِ مخصوصہ پر دلالت کرے یہاں تک کہ ہر پیدا ہونے والا اس میں اس اسلام کا لقب پائے جس کو قرآنِ کریم نے بیان کیا ہے اور وہ ان لوگوں سے ہو جائے جن کو دعائے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پہنچی ہے۔

گویا دعائے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جس امت کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ہے اُس سے کاملاً حضور سرورِ کائنات ﷺ کا خاندانِ عظمٰی ہی مراد ہے اور یہ دعا یقیناً قبول ہوئی ہے۔ حضورِ دو عالم ﷺ کا تمام خاندان مبارک مسلسل اسلام کے نور سے معمور رہا اور ذریّت کے بعض حصے کو نص کی صورت میں اس لیے بیان کیا کہ اُنھیں علم تھا کہ کچھ لوگ اسلام نہیں لائیں گے۔ اس لیے بعض کو اپنی دعا میں خاص کر لیا اور جن کو اپنی دعا میں خاص کیا وہی نفوسِ قُدسیہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بالائی خاندانِ مبارک ہے اور اسلام ان کی فطرت رہا وہ مسلسل اسلام پر رہے۔ اس کی ایک اور شہادت پیش کی جا رہی ہے جس کو کائناتِ تفسیر کی ایک عظیم شخصیت جو قدیم و جدید زمانے کی حسین امتزاج ہے ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ الزحیلی اپنی تفسیر المنیر میں یوں بیان فرماتے ہیں:

" وفی أثناء إقامة البناء یدعو إبراهیم وإسماعیل قائلین: ربنا إنك أنت السمیع لدعائنا، العلیم بنیاتنا فی جمیع أعمالنا، ربنا واجعلنا منقادین لك، ومخلصین فی الاعتقاد فلا نتوجه إلا إلیك، ولا نستعین بأحد إلا بك، وفی العمل بألا نقصد بعملنا إلا مرضاتك. ربنا واجعل من ذریتنا جماعة مخلصة لك، منقادة لأوامرك، لیستمر الإسلام دائما فی الأجیال. ربنا بصرنا وعرفنا أمور عبادتنا ومواضع نسكنا، أی أعمال الحج، كمواقیت الإحرام، وموضع الوقوف بعرفة، وموضع الطواف والسعی، واقبل توبتنا، إنك أنت التواب الرحیم، أی كثیر التوبة علی عبادك بقبولها منهم، الرحیم بالتائبین لإنجائهم من العذاب. وهذا منهما إرشاد لذریتهم، وطلب للتثبت والدوام علی الطاعة، لا أنهما كان لهما ذنب، لأن الأنبیاء معصومون، ولیبینوا للناس بعد معرفة المناسك وبناء البیت أن ذلك الموقف وتلك المواضع، مكان التطهر من الذنوب وطلب التوبة."

تعمیر کعبہ کے دوران حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل سلام اللہ علیہما یہ دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! تو ہماری دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے اور ہمارے تمام اعمال میں ہماری نیتوں کو جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنے حضور عظمت میں جھکنے والا بنا کہ ہم مسلسل تیرے حضورِ اقدس جھکے رہیں اور ہمارے اعتقاد اور یقین میں اس قدر اخلاص کا نور بھر دے کہ ہم تیرے سوا کسی کو تکنا گوارا نہ کریں اور تیری ذات کے علاوہ کہیں بھی ہاتھ نہ پھیلائیں اور ہماری زندگی کا ہر مقصد صرف تیری رضا ہو۔ صرف تیری رضا ہو۔ اے ہمارے رب ہماری اولاد میں بھی ایک ایسی جماعت پیدا فرما جو تیرے پیار میں مخلص رہے ان کے من کی کائنات میں تیرے حسن کے جلوے رہیں اور تن کی کائنات میں تیری اطاعت کی عظمت رہے تاکہ وہ مسلسل اور دائمی طور پر اپنی تمام عمروں میں اسلام پر قائم و دائم رہیں۔

اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے بتا اور حج کے طریقے بتا بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا ہے اور ان دونوں بزرگوں کا اپنی اولاد کے لیے دعا مانگنا ان کے لیے ثابت قدمی اور دائمی اطاعت کے طور پر تھا۔

قارئینِ محترم! یہاں تک مناقب و فضائل والدینِ مصطفیٰ ﷺ پر اس آیت کریمہ میں جزوی گفتگو ہوئی۔ جس کو آپ نے تفسیری حوالہ جات سے معلوم کیا۔ اب ہم اسی تسلسل کو ایک دوسری آیتِ کریمہ کی روشنی میں بیان کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

" لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ﱘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۲۹﴾ "(توبہ:۱۲۸)

ترجمہ: اور البتہ تحقیق تمہارے پاس عظیم الشان رسول تشریف لے آئے جو کائنات میں تم میں سے نفیس ترین اور پاکیزہ ترین لوگوں میں سے تشریف لائے (یعنی خاندانِ نبوت کے تمام لوگ کائنات میں سب سے نفیس تھے۔ لہٰذا نسلی اعتبار سے رسول اللہ ﷺ اُن نفوسِ رحمت سے تشریف لائے اور دوسرا اعتبار یہ ہے کہ وہ انسانوں کے لیے انسانوں میں سے تشریف لائے اور ان کی شان یہ ہے کہ) ان کے ماننے والوں کا مشقت میں پڑنا ان پر بہت زیادہ گراں گزرتا ہے اور وہ ایمان والوں پر بہت زیادہ رحم فرمانے والے ہیں۔

قارئینِ محترم! اس آیت کریمہ کی تفصیل سے پہلے ایک چھوٹی سی تمہید ملاحظہ فرمائیں:

یہ آیت کریمہ کفار کی دو باتوں کا جواب ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کفار بہت بے ہودہ اعتراض کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ کی باتیں ہمیں سمجھ نہیں آتیں اور نہ ہی ان کی شخصیت ہمیں سمجھ آتی ہے کیونکہ جب یہ بات کرتے ہیں کہ تو ہمارے اور ان کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے نہ یہ دکھائی دیتے اور نہ سنائی دیتے ہیں۔

ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ظالمو! جب دنیاوی معاملات میں اور راہ و رسم زندگی میں ان کے ساتھ میل جول بھی رکھتے ہو اور لین دین بھی کرتے ہو پھر تمہیں سمجھ

بھی آتے ہیں اور دکھائی بھی دیتے ہیں اور جب یہ دین کی بات کریں تمہیں ان کا سب کچھ مافوق الفطرت نظر آتا ہے۔

یہ کیسا کمینہ پن ہے، حالانکہ سیدنا محمد ﷺ انسانوں کے لیے نسل انسانی سے تشریف لائے ہیں نہ یہ جنات سے ہیں نہ ملائکہ سے ہیں یہ تو محض نسلِ انسانی سے ہیں لہٰذا تمہارا ان کے خلاف اُلجھنا محض ایک مکاری ہے اور دین سے بھاگنے کا ایک جھوٹا بہانہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں اسی بات کو بیان کیا گیا ہے۔

کفار دوسرا اعتراض اپنی ہٹ دھرمی کی بنیاد پر حضور نبی کریم ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کے خلاف زبان درازی کیا کرتے تھے اور گھٹیا الفاظ بولتے تھے جس سے اُن کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کو ان سے دور رکھا جائے۔

لہٰذا اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات نے انھیں جواب دیا کہ تم جو باتیں خاندانِ نبوت کے خلاف کرتے ہو یہ محض تمہاری بکواس ہے در اصل حقیقت یہ ہے کہ میرے محبوب ﷺ کا خاندانِ عظمیٰ عظیم ترین نفاستوں کا مالک ہے، بزرگیوں کا مالک ہے، عظمتوں کا مالک ہے، عصمتوں کا مالک ہے، رفعتوں کا مالک ہے، وجاہتوں کا مالک ہے اور اپنی شانوں میں اتنا بے مثل و بے مثال ہے کہ میں خدا ہو کر خود ان نفوسِ قُدسیہ کی مدح سرائی کرتا ہوں۔ گویا یہ آیتِ کریمہ کفار کے بیہودہ اعتراضوں کا جواب ہے اور حضور نبی کریم ﷺ ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ بالعموم اور والدینِ مصطفیٰ ﷺ بالخصوص کے لیے اس آیت کریمہ میں ان کے عظیم الشان مرتبوں کی عظیم فضیلت اور منقبت بیان فرمائی گئی ہے۔ جس کی جزوی تفصیلات ہم آپ کو معتبر ترین تفاسیر کی روشنی میں پیش کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

وقوله عزوجل لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ، الاية مخاطبةٌ للعرب فى قول الجمهور، وهذا على جهة تعديدِ النعمة عليهِمْ اِذْ جَآءَهُمْ بِلِسَانِهِمْ وَ بما يفهمونه منَ الاَغراض و الفصاحة، و شَرُفُوْا به غَابِرَ الدهرِ و قوله مِنْ اَنْفُسِكُمْ يقتضى مدحًا لنسبه ﷺ و انه من صميم العَرَبِ و شَرَفِهَا وَ قرأ عبدالله بن قُسَيْطِ المكىُّ مِنْ اَنْفَسِكُمْ، بفتح الفاء من النفاسة و رويت عن النبى ﷺ و قوله مَا عَنِتُّمْ معناه عَنَتُكُمْ ف (ما) مصدرية والعَنَت المشقّة و هى هنا لفظةٌ عامّة اى عزيزعليه ما شقّ عليكم مِن قتلٍ و اسارٍ و امتحان بحسب الحَقِّ و اعتقاد كم ايضاً معه، حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ"

ترجمہ و مفہوم: اللہ تعالیٰ کا یہ قول " لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ "کے براہِ راست مخاطب جمہور علماء کے قول کے مطابق اہلِ عرب ہیں اور اس جہت سے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ اُن کی مقامی زبان عربی میں دین کی تبلیغ فرماتے ہیں جس کو وہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں اور اسی کے ساتھ وہ آنے والے زمانے میں مشرف کیے گئے۔

نوٹ: مذکورہ بالا بیان ان کے پہلے سوال کا جواب تھا اگر حضور نبی کریم ﷺ کسی اور زبان میں تشریف لاتے تو یہ بہانہ بنا کر انکار کر دیتے کہ ہمیں سمجھ نہیں آتا۔

اور اس آیت کریمہ کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب مبارک کی مدح (تعریف) میں نازل ہوئی اور قرآن پاک نے بیان کیا کہ نسبِ نبوی اپنی شرافت اور بزرگی کے اعتبار سے پورے عرب میں سب سے افضل و اعلیٰ ہے یہ کفار کے دوسرے سوال کا جواب ہے جو حضور سرورِ کائنات ﷺ کے نسب میں توہین آمیز باتیں کرتے تھے۔

امام عبد اللہ بن قسیط المکی نے " مِنْ اَنْفَسِكُمْ "یعنی ف کی فتح کے ساتھ قراءت یعنی زبر کے ساتھ کی ہے جس کا معنی بنتا ہے کامل نفاست اب اس صورت میں آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہو

گا کہ اے نسبِ نبوی میں ناروا باتیں کرنے والو! تم جھوٹے ہو اللہ سچا ہے جس نے اپنے کلام قدرت سے اپنے محبوب ﷺ کے نسب مبارک کی مدح سرائی فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ اے لوگو! میرا شان والا رسول ان نفوسِ رحمت سے تشریف لایا جو کائنات بھر میں سب سے نفیس ترین اور عظیم ترین نفوسِ قُدسیہ تھے۔

ایک علمی نکتہ

"اَنۡفُسُ" اسم تفضیل "اَفۡعَلُ" کے وزن پر ہے اور اسم تفضیل کا معنی کسی کو کسی پر وصفِ مشترک میں فضیلت دینا ہے۔ اب چونکہ نفاست کائنات کے باسیوں میں وصفِ مشترک ہے لہٰذا اس وصف میں قرآن کریم کی آیت کے مطابق خاندانِ نبوت کو پوری کائنات میں تمام نفیس لوگوں پر فضیلت بخشی گئی۔

اب آیت کا معنی یہ ہوا کہ شان والے رسول دوعالم ﷺ کا خاندانِ عظمیٰ پوری کائنات کے نفیس ترین لوگوں سے بھی اس قدر نفیس ترین اور عظیم ترین ہے کہ اس سے آگے نفاست اور عظمت کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے یعنی ان نفوس قدسیہ سے آگے نفاست متصور ہی نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہی نہیں۔ اللہ اکبر۔ کیا عظیم الشان منقبت ہے رحمتِ دوعالم ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کی اور والدینِ مصطفیٰ ﷺ تو اِن تمام نفیس ترین لوگوں کی انتہاء ہیں۔ ان کی نفاست و عظمت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے ان کے مرتبہ اور نفاست کو صرف اللہ اور اُس کا رسول ﷺ ہی جانتے ہیں۔ "اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کَبِیۡرًا فَلِلّٰہِ الۡحَمۡدُ کَثِیۡرًا"

(الجوائر الحسان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر ثعالبی المؤلف ابو زید عبد الرحمٰن، احیاء التراث بیروت، الثعابی ۸۷۵ھ، اسی تسلسل میں دورِ جدید کے عظیم مفسر علامہ سید محمد طنطاوی اپنی مایہ ناز تفسیر الوسیط طنطاوی میں یوں بیان فرماتے ہیں:

" لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِىَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَهُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۱۲۹﴾

وجمهور المفسرين على ان الخطاب فی قوله سبحانهٗ لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ للعرب فهو كقوله هُوَ الَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ۔ یا معشر العرب۔ رسول كريم مِنۡ اَنۡفُسِكُمۡ ای جنسكم و من نسبكم فهو عربی مثلكم فمن الواجب عليكم ان تؤمنوا به و تطيعوه۔

فالمقصود من هذه الجملة الكريمة ترغيب العرب فی الايمان بالنبی ﷺ و فی طاعته و تاييده فان شرفهم قد تم بشرفه و عزهم عزه و فخرهم بفخره، و هم فی الوقت نفسه قد شهدوا له فی صباه بالصدق و الامانة و العفاف و طهارة النسب و الاخلاق الحميدة۔

ترجمہ و مفہوم: جمہور مفسرین نے اس آیت میں عرب کو ہی مخاطب سمجھا ہے قرآن مجید نے اس کا حوالہ بھی بیان کیا ہے " هُوَ الَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ " اللہ وہ ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں شان والا رسول بھیجا یعنی "لَقَدۡ جَآءَكُمۡ" کا معنی اے قومِ عرب یہ رسول کریم تم میں سے یعنی تمہاری جنس یعنی نسل انسانی سے ہیں (مافوق الفطرت نہیں) اور وہ تمہاری طرح عربی ہیں۔ اب تم پر واجب ہے کہ تم ایمان بھی لاؤ اور ان کی اطاعت بھی کرو در اصل اس جملہ کریمہ سے اہلِ عرب کو ایمان کی ترغیب دینا ہے کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان بھی لائیں اور ان کی اطاعت بھی کریں اور ان کی تائید بھی کریں۔

بے شک اہلِ عرب کا جو شرف اور کمال ہے یہ حضور نبی کریم ﷺ کی بزرگی کی وجہ سے ہے اور حج کے وسیلۂ عظمت کی وجہ سے ہے اُن کی عزت اور فخر سرکارِ دو عالم ﷺ کے وقار اور عزت کی وجہ سے ہے اور اُنھوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کی

صداقت، امانت، عفت، عصمت اور طہارتِ نسب اور اخلاقِ حمیدہ کا مطالعہ حضورِ سرور کائنات ﷺ کے بچپنے سے ہی کر رہے تھے اور ان کی ذات حضور ﷺ کے تمام مرتبوں پر خود عینی شاہد ہے انھیں اس بابت کوئی شک نہیں مگر پھر بھی ہٹ دھرم ہیں۔

علامہ طنطاوی علیہ الرحمہ مزید علامہ قرطبی کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں اقتباس حاضرِ خدمت ہے:

"قَالَ الْقرطبیُّ قَوْلُهُ تَعَالَیٰ: مِنْ أَنْفُسِكُمْ يَقْتَضِي مَدْحًا لِنَسَبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ مِنْ صَمِيمِ الْعَرَبِ وَخَالِصِهَا. وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: (إِنَّ اللهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ) . وَرُوِيَ عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: (إِنِّي مِنْ نِكَاحٍ وَلَسْتُ مِنْ سِفَاحٍ) وقال الزجاج ان الخطاب فی الاية الكريمة لجميع البشر لعموم بعثته ﷺ و معنی كونه ﷺ من انفسكم انه من جنس البشر۔

و يبدو لنا ان الرای الاول ارجع لأن الآية الكريمة ليست مسوقة لاثبات رسالته ﷺ و عمومها و انما هی مسوقة لبيان منته و فضله، سبحانه علی العرب حيث ارسل خاتم انبيائه منهم فمن الواجب عليهم ان يؤمنوا به لانه ليس غريبا عنهم، و اذا لم يؤمنوا به تكون الحجة عليهم الزم و العقوبة لهم اعظم۔ "

ترجمہ و مفہوم:۔ علامہ قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "مِنْ اَنْفُسِكُمْ" کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب "صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ وَالِدَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ" کے خاندانِ عظمیٰ کی اور نسب مبارک کی اپنے کلامِ قدرت سے تعریف اور توصیف بیان فرماتا ہے اور مدح سرائی فرماتا ہے اور اس نے طے فرمالیا ہے کہ خاندانِ عظمیٰ کے تمام نفوسِ قدسیہ تمام عرب میں اپنی عظمتوں اور فضیلتوں کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ اور

بالا رہے۔ اور خدا کی محبت میں خالص ہو جاتے ہیں۔ علامہ قرطبی نے اس ضمن میں ایک حدیث بھی بیان فرمائی ہے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے کنانہ کو شانِ مصطفائیت بخشی اور کنانہ سے قریش کو شانِ مصطفائیت بخشی اور قریش سے بنی ہاشم کو شانِ مصطفائیت بخشی یعنی قرب و حضورِ صمدیّت بخشا اور بنی ہاشم سے مجھے مصطفائیت بخشی۔

پھر فرمایا جب بھی میرے خاندان کے نفوسِ قُدسیہ کا مرج البحرین ہوا تو مرتبۂ نکاح کی عظمت میں ہوا بغیر نکاح کی نحوست کو میری تکریم میں خدا تعالیٰ نے میرے خاندانِ عظمیٰ سے دور رکھا۔

امام زجاج فرماتے ہیں کہ بے شک اس آیت کریمہ میں تمام انسانیت کو خطاب ہے۔ اس لیے آپ ﷺ تمام انسانیت کے لیے تشریف لائے اور بشریت کی جنس سے تشریف لا کر مرتبۂ بشریت کو عظمتِ معراج بخشی اس سارے بیان میں واضح ترین حکمت یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ نبوت اور رسالت کے ثبوت کے لیے نہیں آئی بلکہ یہ فقط اس لیے لائی گئی کہ رب تعالیٰ عرب والوں پر اپنا فضل اور احسان جتلائے اس حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے ان میں امام الانبیاء سیدنا و مولانا و مرشدنا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے۔

اب ان پر واجب ہے کہ اُن کی ذاتِ اقدس پر ایمان لائیں اور یہ بہانہ نہ بنائیں کہ محمد ﷺ اجنبی ہیں حالانکہ وہ جانی پہچانی حقیقت ہیں اور اگر وہ ایمان نہ لائیں تو ان پر یہ آیت حجت ہو گی اور اُن کے لیے بہت بڑا عذاب اور سزا ہو گی۔

قارئینِ محترم!

"یَقْتَضِیْ مَدْحًا لِنَسَبِ النَّبِیِّ ﷺ" گویا اس آیت کریمہ میں خاندانِ نبوت اور بالعموم والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ وَالِدَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ" کی بالخصوص بہت بڑی مدح سرائی اور فضیلت اور عظیم الشان منقبت بیان

فرمائی گئی۔(التفسیر الوسیط طنطاوی سید محمد طنطاوی)

اسی تسلسل کو تمام مسالک کے مسلّم مفسر علامہ ابن کثیر یوں بیان فرماتے ہیں

"" لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ (128) فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (129)

ولا یریدونه بل هم فی شغل عنهُ ونُفورٍ مِنهُ فَلِهٰذا صاروا إلی ما صاروا إلیه.

[سورة التوبة (9): الآيات 128 الی 129]

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ (128) فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

يَقُولُ تَعَالَى مُمْتَنًّا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ أَيْ مِنْ جِنْسِهِمْ وَعَلَى لُغَتِهِمْ كَمَا قَالَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ [الْبَقَرَةِ: 129] وَقَالَ تَعَالَى: لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ [آلِ عِمْرَانَ: 164] وَقَالَ تَعَالَى: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَيْ مِنْكُمْ وَبِلُغَتِكُمْ كَمَا قَالَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِلنَّجَاشِيِّ وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ لِرَسُولِ كِسْرَى: إِنَّ اللهَ بَعَثَ فِينَا رَسُولًا مِنَّا نَعْرِفُ نَسَبَهُ وَصِفَتَهُ وَمُدْخَلَهُ وَمُخْرَجَهُ وَصِدْقَهُ وَأَمَانَتَهُ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَقَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ قَالَ: لَمْ يُصِبْهُ شَيْءٌ مِنْ وِلَادَةِ الْجَاهِلِيَّةِ وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ أَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ»

وَقَدْ وُصِلَ هٰذَا مِنْ وَجْهٍ آخَرَ كَمَا قَالَ الْحَافِظُ أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

الرَّامَهُرْمُزِيُّ فِي كِتَابِهِ الْفَاصِلِ بَيْنَ الرَّاوِي وَالْوَاعِي: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ يُوسُفُ بْنُ هَارُونَ بْنِ زِيَادٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى أَبِي لَحَدَّثَنِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ أَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ آدَمَ إِلَى أَنْ وَلَدَنِي أَبِي وَأُمِّي لَمْ يمسني من سفاح الجاهلية شيء» ."

ترجمہ و مفہوم:۔ اللہ تعالیٰ مؤمنین پر احسان کو جتلاتے ہوئے یہ فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! میں نے شان والا رسول معظم بھیجا ہے ان کی جنس اور ان کی زبان مبارک پر جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی تھی کہ اے اللہ! ان میں شان والا رسول بھیج جو ان میں سے ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا ایمان والوں پر جب اُس نے اُن میں شان والا رسول بھیجا جو اُنہی میں سے تھا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تحقیق تمہارے پاس شان والے رسول تشریف لائے جو تم میں سے ہیں یعنی تمہاری زبان میں تشریف لائے۔ انھیں اجنبی مت سمجھو کیونکہ تم اُن کے نسب مبارک کی شرافت و عظمت اور فضیلت جانتے ہو۔ اب اس صورت میں یہ کیسے اجنبی ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ تم نے شاہِ حبشہ نجاشی کے دربار میں خود سے اقرار کیا ہے کہ سیدنا حضرت محمد ﷺ نسب کے اعتبار سے سب سے عظیم ہیں۔ صاحبِ تفسیر نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے جس میں پورے خاندانِ نبوت کی نسبی عظمت کو بیان فرمایا گیا ہے۔

حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم بیان فرماتے ہیں کہ خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جناب حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام تک اور جنابِ حوّا علیہا السلام سے لیکر محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا تک تمام نفوسِ قُدسیہ طہارت اور پاکیزگیوں کی اعلیٰ ترین معراج پر تھے۔ اُن نفوسِ قُدسیہ نے

اس خاندانی اور نسبی تسلسل میں مجھ تک جاہلیت کی کوئی چیز نہیں پہنچنے دی۔اس پورے نسبی تسلسل میں کسی جاہلیت کے اثر نے اُن تک راہ نہیں پائی۔

یعنی وہ نفوسِ قُدسیہ اپنے عقیدے اور یقین میں عقیدے اور یقین کی عظمت کا معیار رہے اور اپنے اخلاق وکردار کی عظمت میں اعلیٰ ترین اخلاق وکردار کا معیار رہے۔

واہ سبحان اللہ کیا خوب صورت ترین منقبت ہے۔ جو خود رسالت پناہِ عالم ﷺ نے اپنی نبوی زبان میں بیان فرمائی۔

(تفسیر القرآن العظیم ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر ۷۷۴ھ دار لکتب العلمیہ بیروت) اسی تفسیر کو صاحبِ تفسیر مظہری نے یوں بیان کیا:

" لَقَدْ جاءَکُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ ای من جنسکم عربی مثلکم من بنی اسمعیل علیه السلام تعرفون نسبه وحسبه قال ابن عباس لیس من العرب قبیلة الا وقد ولدت النبی صلّی اللہ علیه وسلم وله فیهم نسب قال جعفر بن محمد الصادق لم یصبه شیء من ولادة الجاهلیة من زمان آدم علیه السلام روی البغوی بسنده عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلم ما ولدنی من سفاح الجاهلیة شیء ما ولدنی الانکاح کنکاح الإسلام وقرأ ابن عباس والزهری وابن محیصن من أنفسکم بفتح الفاء ای ای من أشرفکم وأفضلکم عَزِيزٌ شدید شاق عَلَيْهِ ما عَنِتُّمْ قیل ما زایدة معناه عنتکم ای دخول المشقة والمضرة علیکم وقال القتیبی ما اعنتکم وضرکم وقال ابن عباس ما ضللتم وقال الضحاك والکلبی أثمتم فما موصولة حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ ای علی ایمانکم وصلاح شانکم بِالْمُؤْمِنِينَ منکم "

ترجمہ و مفہوم: تحقیق تمہارے پاس شان والے معظم رسول تشریف لائے جو تم میں سے ہیں یعنی تمہاری طرح عربی ہیں اور بنی اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے ہیں تم اُن کے حسب ونسب کی عظمت کو خوب جانتے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرب قریش کے تمام قبائل سے حضور نبی کریم ﷺ کا نسبی تعلق ہے۔

امام جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدِ عصمت تک جاہلیت کی کسی چیز نے ان نفوسِ قُدسیہ کو نہیں چھوا۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خود فرمایا کہ میرے سارے نسبِ عظمت میں مسلسل اسلامی نکاح کی عظمت جاری وساری رہی۔

حضرت ابن عباس اور امام زہری اور امام ابن محیص رضی اللہ عنہم نے "اَنْفُسِکُمْ" کو "ف" کی فتح کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تاجدارِ کائنات ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کو پوری کائنات میں سب سے زیادہ فضیلت اور بزرگی بخشی ہے بلکہ یہ نفوسِ قُدسیہ بزرگیوں کے معیار ہیں۔ واہ سبحان اللہ۔

تفسیر کی کائنات میں ایک منفرد نام علامہ محمد بن جریر الطبری ۳۱۰ھ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر الطبری میں یوں بیان فرماتے ہیں:

" لَقَدْ جاءَکُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِکُمْ عَزِیزٌ عَلَیْهِ ما عَنِتُّمْ حَرِیصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِینَ رَؤُفٌ رَحِیمٌ (128)

"وبنحو الذی قلنا فی ذلک قال اهل التاویل

ذکر من قال ذلک

حدثنا ابن وکیع قال حدثنا ابن عیینة عن جعفر بن محمد عن ابیه فی قوله لَقَدْ جاءَکُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِکُمْ عَزِیزٌ عَلَیْهِ ما عَنِتُّمْ قال لم یصبه شیء من شرکٍ فی ولادته الجاهلیة قال و قال النبی ﷺ انی خرجت من نکاحٍ و لم اخرج من سفاح۔ "" لَقَدْ جاءَکُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِکُمْ عَزِیزٌ عَلَیْهِ ما عَنِتُّمْ " کے تحت بیان فرماتے ہیں کہ رسول دوعالم ﷺ کے نسب مبارک کی شان یہ ہے کہ پوری نسل عصمت میں کبھی

بھی شرک کی کوئی آلودگی نہیں آئی اور نہ ہی کبھی دورِ جاہلیت کی کوئی غیر اخلاقی آلودگی اُن نفوسِ قُدسیہ کو چھو سکی اللہ اکبر۔ کیا مقام ہے خاندانِ نبوت کی شانِ نفاست کا۔

اور اسی تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے امام ابو محمد الحسین بن مسعود بغوی المتوفی ۵۱۰ھ نے اپنی معقول زمانہ تفسیر معالم التنزیل المعروف تفسیر بغوی میں یوں بیان فرماتے ہیں:

" قَوْلُهُ تَعَالَى: {لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ} تَعْرِفُونَ نَسَبَهُ وَحَسَبَهُ، قَالَ السُّدِّيُّ: مِنَ الْعَرَبِ، مِنْ بَنِي إِسْمَاعِيلَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَيْسَ مِنَ الْعَرَبِ قَبِيلٌ إِلَّا وَقَدْ وَلَدَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَهُ فِيهِمْ نَسَبٌ.

وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّادِقُ: لَمْ يُصِبْهُ شَيْءٌ مِنْ وِلَادِ الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ زَمَانِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الشُّرَيْحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الثَّعْلَبِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حَامِدٍ، حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنِي الْمَدَنِيُّ -يَعْنِي: أَبَا مَعْشَرٍ- عَنْ أَبِي الْحُوَيْرِثِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا وَلَدَنِي مِنْ سِفَاحِ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ شَيْءٌ، مَا وَلَدَنِي إِلَّا نِكَاحٌ كَنِكَاحِ الْإِسْلَامِ.

وَقَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالزُّهْرِيُّ وَابْنُ مُحَيْصِنٍ (مَنْ أَنْفَسِكُمْ) بِفَتْحِ الْفَاءِ، أَيْ: مِنْ أَشْرَفِكُمْ وَأَفْضَلِكُمْ. {عَزِيزٌ عَلَيْهِ} شَدِيدٌ عَلَيْهِ، {مَا عَنِتُّمْ} قِيلَ مَا صِلَةٌ أَيْ: عَنَتُكُمْ، وَهُوَ دُخُولُ الْمَشَقَّةِ وَالْمَضَرَّةِ "

وہ فرماتے ہیں کہ زیرِ نظر آیت " {لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ} " سے مراد ہی نسبِ نبوی کی عظمت کو بیان کرنا ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عرب قریش کے تمام قبائل میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کا نسب مبارک موجود ہے۔ امام جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسالت پناہِ عالم ﷺ کا نسب مبارک پاکیزگیوں کی اعلیٰ معراج

پر تھا۔

خود رسول دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے نسب مبارک کی تمام عظمتوں میں اسلام کا نور جاری وساری رہا اور میں ہر دور میں نکاحِ اسلام سے عالمِ شہادت کی طرف محوِ خرام رہا۔

حضرت ابن عباس اور زہری اور ابن محیص "اَنْفَسِکُمْ" کو "ف" کی فتح کے ساتھ پڑھا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسالت پناہ عالم ﷺ کا نسب عظمت فضیلتوں کی انتہاء پر ہے اور بزرگیوں کی اعلیٰ معراج پر ہے۔

واہ! سبحان اللہ کیا خوب منقبت ہے خاندانِ نبوت کی اور بالخصوص سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّہین، مُعطّرین صلوٰۃ اللہ علیہما کی۔

""لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾"

""لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾"

"ثم ختم الله سبحانه هذه السورة بما يهون عنده بعض ما اشتملت عليه من التكاليف الشاقة فقال موبخا (لقد جاء كم) يا معشر العرب والخطاب لهم عند جمهور المفسرين و قال الزجاج هي خطاب لجميع العالم اى لقد جاء كم رسول ارسله الله اليكم له شأن عظيم (من انفسكم) اى من جنسكم فى كونه عربياً قرشياً مثلكم تعرفون نسبه و حسبه و انه من ولد اسماعيل لا من العجم ولا من الجن ولا من الملك و قرئ انفس افعل تفضيل من النفاسة والمراد الشرف اى اشرفكم

و افضلكم و سيأتى تخريجه (عزيز عليه ما عنتم) ما مصدرية والعنت التعب لهم

المشقة علیهم ولقاء المکروه بعذاب الدنیا بالسیف و نحوه او بعذاب الاخرة بالنار او بمجموعها والمعنی شاق علیه عنتکم لکونه من جنسکم و مبعوثاً لهدایتکم (حریص) شحیح (علیکم) بان تدخلوا النار او حریص علی ایمانکم و هدایتکم والاوّل اولیٰ وبه قال الفراء۔

(بالمؤمنین رؤف رحیم) ق تقدم بیان معناهما ای هذا الرسول بالمؤمنین الطائعین منکم ایها العرب او الناس رؤف رحیم، فسماه الله رؤفا"

ترجمہ و مفہوم:۔

"" لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٞ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ عَزِيزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيصٌ عَلَيۡكُم بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ رَءُوفٞ رَّحِيمٞ ﴿١٢٨﴾ " یہاں اللہ تعالیٰ نے اہلِ عرب کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے اور یہ معنی جمہور مفسرین کے نزدیک ہے زجاج کے نزدیک کائنات کے تمام باسیوں کو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تمہارے پاس عظیم الشان رسول بھیجا ہے۔ جو تمہاری جنس سے ہے عربی اور قریشی ہونے میں اور تم اُن کے حسب و نسب کی عظمتوں اور فضیلتوں کو خوب جانتے ہو اور وہ اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے ہیں وہ عجم سے نہیں تا کہ تم بہانہ بناؤ کہ ہمیں عجمی کی سمجھ نہیں آئی اور نہ وہ جنات سے ہیں تا کہ تم یہ بہانہ بناؤ کہ ہمیں نظر نہیں آتے اور نہ ہی وہ فرشتوں سے ہیں تا کہ تم یہ بہانہ بناؤ کہ ہمیں اسوہ کے لیے پیکرِ محسوس کی ضرورت ہے گویا تمہارا ہر بے ہودہ سوال بے وقت اور غلط ہے لہٰذا بہانے نہ بناؤ اور ان کی غلامی اختیار کرو۔

اور ایک قرات میں "اَنۡفَسُ اَفۡعَلُ" کے وزن پر اسمِ تفضیل ہے جس کا معنی ہے کمالِ نفاست۔ گویا تمہارے پاس وہ شان والے رسول تشریف لائے جو اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اور اپنی نسبی عظمت کے اعتبار سے بھی نفیس ترین ہیں اور عظیم ترین ہیں۔ واہ! سبحان اللہ کیا خوب صورت منقبت بیان فرمائی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی اور آپ ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّہین، معطّرین صلوٰۃ اللہ علیہما کی۔ اللہ

اکبر۔

اسی تسلسل کو علامہ اسماعیل حقی بن مصطفیٰ استانبولی الحنفی ۱۱۲۷ھ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر روح البیان میں یوں اپنی ایمانی عظمت کا اظہار فرماتے ہیں:

" وقرئ من أنفسكم بفتح الفاء اى من أشرفكم وأفضلكم من النفاسة وبالفارسية [عزيز شدن] وشيء نفيس اى خطير وذلك لان محمدا صلى الله عليه وسلم ابن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصى بن كلاب وفى كلاب يجتمع نسب أبيه وامه لان امه آمنة بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة بن كلاب وبنوا هاشم أفضل القبائل الى إسماعيل عليه السلام من جهة الخصال الحميدة وكلاب بن مرة بن كعب بن لؤى بن غالب بن فهر واجمع النسابون على ان قريشا انما تفرقت عن فهر فهو جماع قريش وانما سمى فهر قريشا لانه كان يقرش اى يفتش عن حاجة المحتاج فيسدها بماله وكان بنوه يقرشون اهل الموسم عن حوائجهم فيرفدونهم فسموا بذلك قريشا والرفادة طعام الحاج ايام الموسم حتى يتفرقوا فان قريشا كانت على زمن قصى تخرج من أموالها فى كل موسم شيأ فتدفعه الى قصى فيصنع به طعاما للحاج يأكل منه من لم يكن له سعة ولا زاد حتى قام بها ولده عبد مناف ثم بعد عبد مناف ولده هاشم ثم بعد هاشم ولده عبد المطلب ثم ولده ابو طالب وقيل ولده العباس ثم استمر ذلك الى زمنه صلى الله عليه وسلم وزمن الخلفاء بعده ثم استمر ذلك فى الخلفاء الى ان انقرضت الخلافة من بغداد ثم من مصر وعن انس بن مالك رضى الله عنه (حب قريش ايمان وبغضهم كفر) وفى الحديث (عالم قريش يملأ طباق الأرض علما) وعن الامام احمد رحمه الله هذا العالم هو الشافعى لانه لم ينتشر فى طباق الأرض من

علم علماء قریش من الصحابة وغیرهم "

ترجمہ و مفہوم: "اَنفُسکم "ایک قرات فتح کے ساتھ کے ہے جس کا معنی کمالِ فضیلت اور کمالِ شرافت ہے اور یہ معنی معراجِ نفاست کے اعتبار سے ہے اور فارسی کے اندر اس کا معنی ہے عزیز شدن اور اُردو میں محبوب ترین ہوتا ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ بنا کہ تمہارے پاس وہ شان والے رسول تشریف لائے جو اپنی ذات مبارک کے اعتبار سے اور خاندانی اعتبار سے سب سے زیادہ اشرف ہیں (بزرگ ہیں) افضل و اعلیٰ ہیں، نفیس ترین ہیں اور محبوب ترین ہیں اور بے مثل و بے مثال ہیں۔

کیا ہی شان والی یہ نسبی لڑی ہے جو سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ سے شروع ہوئی۔ ترتیبِ نسب یوں ہے۔ محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبدِ مناف بن قُصی بن کلاب۔ حضرت کلاب علیہ السلام میں حضور سرورِ کائنات ﷺ اپنی پیاری اماں کریمہ اور اپنے پیارے باپ کریم کے لحاظ سے جمع ہو جاتے ہیں۔ سلسلہ اس کا یہ ہے آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب اور بنوہاشم کا قبیلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تک اپنے اوصاف حمیدہ اور خصائل حمیدہ اور دینی عظمتوں کے اعتبار سے تمام قبائل سے افضل ترین قبیلہ ہے۔ کلاب اور کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر تمام ماہرین نسب نے اجماع کیا ہے کہ قریش کے تمام متفرق قبائل کو حضرت فہر علیہ السلام نے جمع کیا۔ اس سے ان کا نام قریش پڑ گیا بطور لقب اس لیے کہ آپ علیہ السلام لوگوں کی حاجت روائی کے لیے اپنے تمام قبائل کے طبقات سے فنڈز جمع کر کے لوگوں کی مشکلات میں اپنے مال سے مدد فرماتے تھے۔ اس لیے ان کا نام مشکل کشائی میں مشہور ہو گیا، حاجت روائی میں مشہور ہو گیا۔

حاجیوں کو کھانا کھلانا، اُن کی دیکھ بھال کرنا خاطر تواضع کرنا یہ اس خاندانِ عظمیٰ کا طرۂ امتیاز ہے۔ واہ! سبحان اللہ کیا شانِ سخاوت ہے اس خاندانِ عظمیٰ کی۔ یہاں تک کہ اس سخاوت کا تسلسل حضرت قُصی علیہ السلام کے زمانے تک جاری وساری رہا۔

اس قبیلے کے تمام لوگ اپنے اپنے مالوں کا حصہ نکال کر جمع کر کے حضرت قصی علیہ السلام کو پیش کرتے اور وہ حاجیوں کے لیے کھانے کا انتظام فرماتے اور یہ سخاوت مسلسل جاری رہی۔ پھر قصی علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت عبد مناف علیہ السلام کو اس کارِ خیر کا اپنا قائم مقام بنایا اور ان کے بعد حضرت ہاشم علیہ السلام کو منصب سخاوت عطا ہوا اور اُن کے بعد یہ ذمہ داری حضرت عبد المطلب علیہ السلام کے سپردِ رحمت ہوئی۔ پھر اُن کے بعد یہ خدمت حضرت ابو طالب سر انجام دیتے رہے اور ایک قول کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ فریضۂ عظمت سر انجام دیتے رہے اور یہ عظیم کام اپنے تسلسل کے ساتھ زمانۂ نبوت تک جاری و ساری رہا۔ اور پھر آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین یہ خدمت سر انجام دیتے رہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کی عظمت میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قریش کی محبت (یعنی میرے خاندانِ عظمیٰ کی محبت) ایمان ہے بلکہ معراج ایمان ہے اور نفوسِ قُدسیہ سے بغض رکھنا بد ترین کفر ہے اور ایک حدیث میں یہ بھی بیان فرمایا کہ قریش کا ایک عالم (یعنی میرے خاندانِ عظمیٰ کا ایک عالم) اپنے علم کے خزانے کا اگر منہ کھول دے تو روئے زمین کے تمام طبقات تحت الثریٰ تک اُس کے علم کے نور سے بھر جائے یعنی پوری کائنات ایک قریشی عالم کے علم کے نور سے منور ہو جائے۔ اللہ اکبر۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ عالم حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ اس لیے کہ جملہ قریش صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے علوم کے یہ امین ہیں اور دیگر صحابہ کے علم کے امین ہیں اور انہی کے علم نے زمین کی تہوں کو اپنے علم سے بھر دیا ہے۔

" ما انتشر من علم الامام الشافعی ویجتمع نسبه مع نسب رسول الله صلی الله علیه وسلم فی عبد مناف وهو الجد التاسع للشافعی رحمه الله وفی الحدیث (انه

أنفسكم نسبا وصهرا وحسبا ليس فى آبائى من لدن آدم سفاح كلها نكاح وذلك لانه لا يجيىء من الزنى ولى فكيف نبى والاشارة فيه الى نفاسة جوهره فى اصل الخلقة لانه أول جوهر خلقه الله تعالى وعن ابى هريرة انه عليه السلام سأل جبريل عليه السلام فقال (يا جبريل كم عمرك من السنين) فقال يا رسول الله لست اعلم غير ان فى الحجاب الرابع نجما يطلع فى كل سبعين الف سنة مرة رأيته اثنين وسبعين الف مرة فقال عليه السلام (يا جبريل وعزة ربى انا ذلك الكوكب) ولما خلق الله آدم جعل نور حبيبه فى ظهره فكان يلمع فى جبينه ثم انتقل الى ولده شيث الذى هو وصيه والثالث من ولده وكانت حواء تلد ذكرا وأنثى معا ولم تلد ولدا منفردا الا شيث كرامة لهذا النور ثم انتقل الى واحد بعد واحد من أولاده الى ان وصل الى عبد المطلب ثم الى ابنه عبد الله ثم الى آمنة وكان عليه السلام علة غائية لوجود كل كون فوجوده الشريف وعنصره اللطيف أفضل الموجودات الكونية وروحه المطهر أمثل الأرواح القدسية وقبيلته أفضل القبائل ولسانه خير الالسنة وكتابه خير الكتب الإلهية وآله وأصحابه خير الآل وخير الاصحاب وزمان ولادته خير الأزمان وروضته المنورة أعلى الأماكن مطلقا والماء الذى نبع من أصابعه الشريفة أفضل المياه مطلقا "

ترجمہ و مفہوم: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وہ نفس محترم ہیں جن کا نسبی سلسلہء نسب حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کیساتھ جاکر حضرت عبد مناف کے ساتھ نویں پشت عظمت میں مل جاتا ہے۔(کیا خوش بخت امام ہیں جو خون رسالت سے نسبی تعلق رکھتے ہیں)۔

اور ایک حدیث میں یوں آیا "انه انفسكم نسبًا و صهرًا وحسبًا ليس فى آبائى من

لدن آدم سفاح کلھا نکاح "حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں حسب ونسب کے اعتبار سے اور سسرالی رشتوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ نفیس ترین ہوں اور عظیم ترین ہوں۔ یعنی میرے آباؤ اجداد نفیس ترین بھی ہیں اور عظیم ترین ہیں۔ میں جناب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر اپنے والد گرامی تک فطرت کی پاکیزگیوں میں آیا ہوں بصورت نکاح آیا ہوں۔ غیر اخلاقی رویوں سے میری ساری آبائی نسل محفوظ اور مصؤن رہی۔ نفاست اور لطافت میری نسلی فطرت رہی میرا جوہر عصمت لطائف کی روشنیوں میں محوِ خرام رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں میری حفاظت اور صیانت فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رحمتِ عالم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال کرتے ہوئے فرمایا اے جبریل تمہاری عمر کتنی ہے؟ یعنی کتنے سال کے ہو گئے ہو تو انھوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں کہ میں کتنے سال کا ہو گیا ہوں ہاں ایک چھوٹا سا اندازہ عرض کرتا ہوں۔ چوتھے حجابِ نور میں ایک ستارہ ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ طلوع ہوا کرتا تھا اور میں نے اُسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔

آپ ﷺ خود اس کا اندازہ لگالیں کہ میں کتنے سال کا ہو گیا ہوں۔ اس پر حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ارشا فرمایا اے جبریل! اللہ رب العزت کے عظمت و جلال کی قسم! وہ ستارہ میں ہی تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والاصفات نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اپنے حبیب ﷺ کے نور کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا۔ پھر وہ نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی جبینِ عظمت میں چمکتا رہا۔ پھر قدرتِ الٰہی سے میں شیث علیہ السلام کی پشت عظمت میں منتقل ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام اُن کو وصیت فرمار ہے تھے کہ یہ پاکیزہ ترین عصمت مآب جوہرِ عظمت ہے اس نور مبارک کو پاکیزہ ترین نفوسِ عظمت میں منتقل کرنا۔

پیدائش انسانی کا یہ طرز تھا کہ ایک حمل سے حضرت حوّا علیہا السلام کے بطنِ اطہر سے ایک

بیٹی اور ایک بیٹا اکٹھے پیدا ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے میری تکریم کی خاطر طرزِ تخلیق کو بدلا اور حضرت شیث علیہ السلام کو اکیلا پیدا فرمایا۔ پھر یہ تسلسل جناب عبد المطلب علیہ السلام تک یونہی جاری و ساری رہا۔ پھر یہ نور مبارک محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام میں منتقل ہوا اور اُن سے محسنہ ُعالمین، مخدومہ ُکائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کے بطنِ اطہر میں منتقل ہوا۔

صاحبِ تفسیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضورِ دو عالم ﷺ کا وجودِ اقدس علتِ غائی ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیکرِ لطافت تمام موجودات سے افضل و اعلیٰ ہے اور آپ ﷺ کی روحِ رحمت تمام قدسی روحوں سے بھی افضل و اعلیٰ ہے اور آپ کا قبیلہ مبارک تمام کائنات کے قبائل سے افضل و اعلیٰ ہے۔ آپ کی زبانِ اقدس ساری زبانوں سے افضل و اعلیٰ ہے اور آپ ﷺ کی کتابِ مقدس تمام کتابوں سے افضل و اعلیٰ ہے اور آپ ﷺ کے اصحابِ ُکرام علیہم الرضوان اور آلِ پاک تمام کائنات کے اصحاب اور آل سے افضل و اعلیٰ ہیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ُولادتِ باسعادت سارے زمانوں سے افضل و اعلیٰ ہے اور آپ ﷺ کا مدینہ منورہ میں روضہ ُاقدس ساری کائنات کے اعلیٰ مقامات سے حتی کہ عرش عظیم سے بھی افضل و اعلیٰ ہے اور آپ کی مبارک انگلیوں سے بہنے والا پانی کا چشمہ ساری کائنات کے پانیوں سے مطلقاً افضل و اعلیٰ ہے تو پھر راقم الحروف صداقت علی فریدی گج وج کے کہہ رہا ہے کہ میرے نبی کے ماں باپ ساری کائنات کے ماں باپ سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا"

اس باب میں ایک انوکھا اور نرالہ اضافہ صاحب تفسیر البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید ۱۲۲۴ھ قاہرہ، نے یوں فرمایا اور حقیقت کو کھول کر رکھ دیا۔ ملاحظہ ہو:

"[سورة التوبة(9): الآيات 128 الى 129]

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ(128) فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

قلت: «عزيز» : صفة «لرسول» ، و «ما عنتم» : فاعله، و «ما» : مصدرية، أى: عزيز عليه عَنَتُكُم، أو عزيز: خبر مقدم، و «ما عنتم» مبتدأ، والعنت: المشقة والتعب.

يقول الحق جلّ جلاله، مخاطباً العرب، أو قريش، أو جميع بنى آدم: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ محمد صلى الله عليه وسلّم، أى: من قبيلتكم، بحيث تعرفون حسبه وصدقه وأمانته، وتفهمون خطابه، أو من جنسكم من البشر. وقرأ ابن نشيط: بفتح الفاء، أى من اشرافكم. قال صلّى الله عليه وسلّم: «إِنَّ اللهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، واصْطَفَى قُرَيْشاً مِنْ كِنَانَةَ، واصْطَفَى بَنِى هَاشِم مِنْ قُرَيْشٍ، واصْطَفَانِى مِنْ بَنِى هَاشِم، فأنا مُصْطَفٰى من مُصْطَفَيْن» ."

ترجمہ و مفہوم: زیر بحث آیتِ کریمہ اللہ جل شانہ نے اپنے کلامِ حق میں عرب، قریش یا تمام بنی آدم کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہارے پاس وہ شان والے معظم رسول تشریف لائے ہیں جو کسی بھی طرح تمہارے لیے اجنبی نہیں کیونکہ وہ تمہارے قبیلے سے تشریف لائے۔ تم اُن کے حسب و نسب کی عظمت اور فضیلت کو جانتے ہو اُن کی صداقت اور امانت کی شان و عظمت کو خوب جانتے ہو۔ وہ تم سے تمہاری ہی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں اور تم اُس گفتگو کو خوب سمجھتے ہو (اب تمہارا راہِ فرار اختیار کرنا اور اجنبیت کا بہانہ بنانا بالکل فضول ہے۔ اب ان کی اطاعت کے سوا اور کوئی چارہ نہیں) قارئینِ محترم! امامِ قراءت ابن نشیط نے "اَنْفَسِکُمْ" کو "ف" کی فتح کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی اور مفاد یہ ہے کہ خاندانِ نبوت کے نفوسِ قُدسیہ کائنات کی تمام بزرگیوں کے مالک ہیں۔

رسالت پناہِ دو عالم ﷺ نے اس عظمت کو خود یوں بیان فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی ذاتِ

اقدس نے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولادِ پاک میں سے سب سے زیادہ بزرگیاں جنابِ حضرت کنانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائیں اور اُنھیں شانِ مصطفائیت کا تاج پہنایا اور اُن کی اولاد سے قریش کو یہ عظمت بخشی کہ انھیں مصطفیٰ بنایا اور قریش سے بنی ہاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج مصطفائیت بخشی اور بنی ہاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے شانِ مصطفائیت عطا فرمائی۔ پس میں مصطفیٰ ہوں اور پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، مُعطّرین صلوٰۃ اللہ علیہما اُن مصطفاؤں کی شان ہیں یعنی میں اُن مصطفاؤں سے مصطفیٰ ہوں۔

قارئینِ محترم! اس اقتباس کے آخری جملے پر بار بار غور کریں "اَنَا مُصْطَفٰی مِنْ مُصْطَفَیْنَ" یعنی میں دو مصطفاؤں سے محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں یعنی شانِ مصطفائیت کا تاج میرے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، مُعطّرین کے مبارک سروں پر بھی سجایا گیا۔ اب بات بالکل واضح ہو گئی کہ خاندانِ نبوت کا سارا خاندانی تسلسل مصطفاؤں کا خاندان ہے۔

اسی لیے قرآن کریم نے ان کی عظمت و صداقت کی گواہی دیتے ہوئے فرمایا اے محبوب ﷺ حمدِ باری تعالیٰ فرماؤ "وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ" اور "وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی" کہو کہ اللہ خدا ہو کر اپنے مصطفاؤں کو سلامِ محبت بھی فرماتا ہے اور سلام رحمت بھی فرماتا ہے۔ واہ! سبحان اللہ کیا خوبصورت منقبت ہے خاندانِ نبوت کی بالخصوص والدینِ کریمین مصطفیٰ ﷺ کی۔

اب آخر میں ہم خاتم الحفاظ امام المحدثین سید العاشقین امام المفسرین امام عبد الرحمٰن بن ابی بکر المعروف جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ۹۱۱ھ اپنی نادرِ زمانہ تفسیر الدر المنثور دار الفکر بیروت میں اس آیت مذکور کے ضمن میں بیان ہونے والے دلائل کو موصوف مفسر پوری دیانتداری کے ساتھ اور پوری سندوں کے ساتھ بیان فرمار ہے ہیں۔ اب ہم اس آیت کے ضمن میں اُن کا بیان کردہ مکمل مواد آپ کے پیشِ نظر لائے ہیں۔ مگر یہاں تمام اسناد کو بیان

کرنے سے کتاب کی ضخامت بلاوجہ بڑھے گی۔ لہٰذا ہم صرف اصل مأخذ اور قریبی راوی کو بیان کریں گے اور جو شخص سندوں کا شوق پورا کرنا چاہے وہ اصل متن کی طرف رجوع کرے اور کتاب ہذا کے عربی اقتباس کو دیکھے۔

نوٹ: قارئینِ محترم ! زیرِ بحث آیت کریمہ میں زیادہ دو مضمون مراد لیے جا رہے ہیں (۱) آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عرب سے ہونا جنسِ بشریت سے ہونا۔ (۲) ف کے فتح زبر کی صورت میں نسب مبارک کا نفیس تر ہونا افضل ترین ہونا پاکیزہ ترین ہونا وغیرہ یہ دونوں مضمون صور تاً ذرا مختلف نظر آتے ہیں مگر حقیقتاً ایک ہی عظمت کے دو آئینے ہونے کی وجہ مطابقت اور تطبیق یہ ہے کہ آپ ﷺ طبعاً فطرتاً نفاستوں کا شاہکارِ عظمت ہیں اس لیے قرآن پاک نے ان کو نفیس ترین نفوسِ قُدسیہ کے پشتوں اور رِحموں سے تشریف لانے والا شمار کیا ہے اور تشریعاً جن لوگوں کو دعوتِ حق پہچانا تھی انہی کے معاشرے میں تشریف لائے اور انہی کی زبان میں تشریف لائے تاکہ قرآن فہمی ان کے لیے آسان ہو بنابریں ان ہر دو بظاہر مختلف صورتوں میں کوئی منافات دوری نہیں بلکہ مطابقت ہے وجہ مطابقت آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہے آپ عرب بھی ہیں نفیس بھی ہیں۔

" لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ (128) فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (129)

أخرج عبد بن حميد والْحَارث بن أبي أُسَامَة فِي مُسْنده وَابْن الْمُنْذر وَابْن مردوية وَأَبُو نعيم فِي دَلَائِل النبوّة وَابْن عَسَاكِر عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله {لقد جَاءَكُم رَسُول من أنفسكُم} قَالَ: لَيْسَ من الْعَرَب قَبيلَة إِلَّا وَقد ولدت النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم مضريها وربيعيها ويمانيها

وَأخرج عبد الرَّزَّاق فِي المُصَنّف وَابْن جرير وَابْن أبي حَاتِم وَالْبَيْهَقِيّ فِي سنَنه وَأَبُو الشَّيْخ عَن جَعْفَر بن مُحَمَّد عَن أَبِيه فِي قَوْله {لقد جَاءَكُم رَسُول من أَنفسكُم} قَالَ: لم يُصبهُ شَيْء من ولادَة الْجَاهِلِيَّة وَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم خرجت من نِكَاح وَلم أخرج من سفاح

وَأخرج ابْن سعد عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله {لقد جَاءَكُم رَسُول من أَنفسكُم} قَالَ: قد ولدتموه يَا معشر الْعَرَب

وَأخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن أنس قَالَ: قَرَأَ رَسُول الله {لقد جَاءَكُم رَسُول من أَنفسكُم} فَقَالَ عَليّ بن أبي طَالب رَضِي الله عَنهُ: يَا رَسُول الله مَا معنى {أَنفسكُم} فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَنا أَنفسكُم نسبا وصهرا وحسبا لَيْسَ فيَّ وَلَا فِي آبَائِي من لدن آدم سفاح كلهَا نِكَاح

وَأخرج الْحَاكِم عَن ابْن عَبَّاس أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَرَأَ {لقد جَاءَكُم رَسُول من أَنفسكُم} يَعْنِي من أعظمكم قدرا

وَأخرج ابْن سعد وَابْن عَسَاكِر عَن ابْن عَبَّاس قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم خرجت من لدن آدم من نِكَاح غير سفاح

وَأخرج الطَّبَرَانِيّ عَن ابْن عَبَّاس قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم مَا ولدني من سفاح الْجَاهِلِيَّة شَيْء وَمَا ولدني إِلَّا نِكَاح كَنِكَاح الإِسلام

وَأخرج ابْن سعد وَابْن عَسَاكِر عَن عَائِشَة قَالَت: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم خرجت من نِكَاح غير سفاح "

ترجمہ و مفہوم: تحقیق تمہارے پاس شان والے رسول تشریف لائے جو تم میں سب سے زیادہ نفیس اور قدر والے ہیں اپنے خاندانی اعتبار سے بھی اور اپنے ذاتی اعتبار سے بھی وہ تمہاری بھلائی کے لیے بہت ہی زیادہ خواہش مند ہیں تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت گراں

گزرتا ہے اور وہ ایمان والوں پر انتہائی مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں حضرت عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ عرب کے تمام قبائل سے رسولِ رحمت ﷺ کا ولادت باسعادت کے اعتبار سے تعلق ہے خواہ وہ قبیلہ مضر ہو یا ربیعہ ہو یا یمانی ہو اُس کو ابن عساکر نے اپنی مصنف میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوہ میں اور ابی اُسامہ نے اپنی مسند میں بیان کیا۔

امام عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور بیہقی نے اپنی اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور ابو شیخ نے جعفر بن محمد سے اور اُنھوں نے اپنے باپ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا معنیٰ یہ لیا ہے کہ رسول دو عالم ﷺ کی فطری نفاست پر اور آپ کے خاندانِ عظمیٰ کی طہارت اور عفت پر یہ قرآن کریم کی مسلّم شہادت ہے کہ دورِ جاہلیت کی کوئی شے ان نفوسِ قُدسیہ تک راہ نہ پا سکی۔ یہ نفوسِ قُدسیہ اپنی فطری عصمت میں خدا تعالیٰ کی حفاظت میں رہے۔

خود رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی طرف میرا خرامِ ناز صرف اور صرف نکاح ہی کے پاکیزہ عمل سے رُو پذیر ہوا اور ابن سعد ابن عباس سے روایت فرماتے ہیں کہ عرب قوم کو بتانا یہ مقصود تھا کہ رسالت پناہِ عالم ﷺ عربوں میں ہی تشریف لائے اور عربی خاندانوں ہی سے تشریف لائے ہیں کوئی اجنبی نہیں ہیں یہ تم خود جانتے ہو۔

امام ابن مردویہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسولِ دو عالم ﷺ نے اس آیت کریمہ کو جب بیان فرمایا تو حضرت علی بن طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی یا نبی اللہ ﷺ اس کا معنی کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ میں تم سب سے زیادہ نفیس ترین اور پاکیزہ ترین ہوں اور میرا نسب بھی پاکیوں کی اعلیٰ معراج پر ہے اور میرے سسرالی طہارت کی عظمتوں کے شاہکار ہیں اور میرے تعلق دار قرابت دار بھی نفاست میں کامل ترین ہیں اور جنابِ آدم علیہ السلام سے لے کر میرے پیارے والدِ گرامی تک تمام آباء رشتۂ نکاح سے وابستہ رہے اور پاکیزگیوں کی شان رہے۔

امام حاکم ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اس آیت کریمہ کو پڑھا اور اس کا معنی یوں بیان فرمایا کہ میں اور میرا خاندانِ نبوت عظمتوں کی اعلیٰ قدروں کا عظیم اثاثہ ہیں یعنی میں بھی قدر و منزلت کے اعتبار سے سب سے عظیم ترین ہوں اور اور میرا خاندان مبارک بھی قدر و منزلت کے اعتبار سے سب سے عظیم ترین ہے۔

ابن عساکر اور ابن سعد نے ابن عباس سے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں جناب آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، معطّرین صلوٰۃ اللہ علیہما و سلامہ تک عظمت نکاح میں آیا ہوں۔

امام طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا نسلی تسلسل صرف اور صرف نکاحِ اسلام کی صورت میں رشتۂ ازدواج میں جوڑا۔ جاہلیت کی کوئی پلیدی نہ مجھ تک پہنچ پائی ہے اور نہ ہی میرے خاندانِ عصمت پر۔ اسی روایت کو ابن عساکر نے ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی بیان فرمایا ہے۔

" وَأخرج ابن أبي عمر العَدنِي فِي مُسْنده وَالطَّبَرَانِيّ فِي الْأَوْسَط وَأَبُو نعيم فِي الدَّلَائِل وَابْن عَسَاكِر عَن عَليّ بن أبي طَالب أَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: خرجت من نِكَاح وَلم أخرج من سفاح من لدن آدم إِلَى أَن ولدني أبي وَأمي لم يُصِبْنِي من سفاح الْجَاهِلِيَّة شَيْء

وَأخرج أَبُو نعيم فِي الدَّلَائِل عَن ابْن عَبَّاس قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لم يلتق أبواي قطّ على سفاح لم يزل الله ينقلني من الإصلاب الطّيبَة إِلَى الْأَرْحَام الطاهرة مصفى مهذباً لَا تتشعب شعبتان إِلَّا كنت فِي خيرهما

وَأخرج ابْن سعد عَن ابْن عَبَّاس قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم خير الْعَرَب مُضر وَخير مُضر بَنو عبد منَاف وَخير بني عبد منَاف بَنو هَاشم وَخير بَنو هَاشم بَنو عبد الْمطلب وَالله مَا افترق شعبتان مُنْذُ خلق الله آدم إِلَّا كنت فِي خيرهما "

ترجمہ و مفہوم: امام ابن سعد اور امام ابن شیبہ اپنی مصنف میں محمد بن علی بن حسین سے

روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم اپنی پوری نسل عصمت میں جنابِ آدم تا جناب عبد اللہ علیہم السلام عظمت نکاح میں اس بزمِ ہستی میں تشریف لائے ہیں۔ جاہلیت کی کوئی غیر اخلاقی صورت اِن نفوسِ قُدسیہ تک نہیں پہنچ پائی۔

میں تو صرف اور صرف طہارتوں کے جھرمٹ میں پیدا ہوا ہوں اور عفتوں کی کہکشاؤں سے ظہور پذیر ہوا ہوں۔

امام ابن ابی عمر العدنی اپنی مسند میں امام طبرانی اپنی اوسط میں ابو نعیم اپنی دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے یہی روایت کرتے ہیں مگر اس میں ابی وامی کا اضافہ فرماتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے رسول کا اضافہ فرماتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میرا والد عظیم بھی اور اماں کریمہ بھی پاکیزگیوں کی انتہاء اس اور عفتوں کی اعلیٰ ترین معراج پر ہیں اور عصمتوں کا خزانہ ہیں۔

کائنات کی کوئی آلودگی ان نفوسِ عصمت تک نہیں پہنچ سکی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و صیانت میں رہے۔ امام ابو نعیم نے اپنے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے تمام آباء عظمت نکاح سے وابستہ رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی شانِ قدرت سے مجھے مسلسل پاکیزہ پشتوں سے پاک رحموں تک انتہائی صاف اور شفاف فطرتوں میں منتقل فرماتا رہا۔ میرے خاندانِ عظمیٰ کے تمام نفوسِ قُدسیہ مسلسل پاکیزہ رہے، شفافیت اُن کریموں کا طواف کرتی رہی اور وہ مہذب رہے یعنی دین دار رہے کوئی بے دینی اُن نفوسِ رحمت تک نہیں پہنچ سکی۔ کائنات کے عظیم ترین جوڑوں سے میں منتقل ہوتا رہا اور پاکیزگیاں انھیں سلام کرتی رہیں۔ امام ابن سعد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے تمام آباء عظمتِ نکاح سے وابستہ رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی شانِ قدرت سے مجھے مسلسل پاکیزہ پشتوں سے پاک رحموں تک انتہائی صاف اور شفاف فطرتوں میں منتقل فرماتا رہا۔ میرے خاندانِ عظمیٰ کے تمام نفوسِ قُدسیہ مسلسل پاکیزہ رہے۔ شفافیت اُن کریموں کا طواف کرتی رہی

اور وہ مہذب رہے یعنی دین دار رہے کوئی بے دینی اُن نفوسِ رحمت تک نہیں پہنچ سکی۔ کائنات کے عظیم ترین جوڑوں سے میں منتقل ہوتا رہا اور پاکیزگیاں اُنھیں سلام کرتی رہیں۔

امام ابن سعد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام عرب سے مضر افضل ہیں اور مضر سے بنو عبد مناف افضل ہیں اور عبد مناف سے بنو ہاشم افضل ہیں اور بنو ہاشم سے بنو عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلیٰ و افضل ہیں۔ میں ابتداء تخلیق سے لے کر انتہائے ولادت تک یعنی آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک اُن نفوسِ قُدسیہ سے آیا ہوں جو کائنات میں سب سے عظیم ترین تھے پاکیزہ ترین تھے اور شان عظمت میں بے مثل و بے مثال تھے۔

"وَأخرج الْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل وَابْن عَسَاكِر عَن أنس قَالَ: خطب النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقَالَ: أَنا مُحَمَّد بن عبد الله بن عبد الْمطلب بن هَاشم بن عبد منَاف بن قصي بن كلاب بن مرّة بن كَعْب بن لؤَي بن غَالب بن فهر بن مَالك بن النَّضر بن كنَانَة بن خُزَيْمَة بن مدركة بن إلْيَاس بن مُضر بن نزار وَمَا افترق النَّاس فرقتين إِلَّا جعلني الله فِي خيرهما فأخرجت من بَين أَبَوي فَلم يُصبني شَيْء من عهد الْجَاهِلِيَّة وَخرجت من نِكَاح وَلم أخرج من سفاح من لدن آدم حَتَّى انْتَهَيْت إِلَى أبي وَأمي فَأَنا خَيركُمْ نفسا وخيركم أَبَا

وَأخرج ابْن سعد وَالْبُخَارِيّ وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل عَن أبي هُرَيْرَة أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: بعثت من خير قُرُون بني آدم قرنا فقرنا حَتَّى كنت من الْقرن الَّذِي كنت فِيهِ

وَأخرج ابْن سعد وَمُسلم وَالتِّرْمِذِيّ وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل عَن وَاثِلَة بن الْأَسْقَع قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِن الله اصْطفى من ولد إِبْرَاهِيم إِسْمَعِيل وَاصْطفى من ولد إِسْمَعِيل بني كنَانَة وَاصْطفى من بني كنَانَة قُريْشًا وَاصْطفى من

قُرَیش بنی ھَاشم وَاصْطَفَانِي من بنی ھَاشم"

ترجمہ و مفہوم: امام بیہقی نے اپنی دلائل میں اور امام ابنِ عساکر نے اپنی مصنف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبدِ مناف بن قُصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن مضر بن نزار ہوں (علیہم الصلوٰۃ والسلام) فرمایا: جب بھی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس نے عظمت و فضیلت کی بنیاد پر لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے اُن لوگوں میں جو سب سے اعلیٰ و افضل نفوسِ قُدسیہ تھے میں رکھا۔

یہاں تک کہ میرے پیارے پیارے والدَین کرِیمَین، طیِّبِین، طاہرَین، منزَّہَین، معطَّرَین صلوٰۃ اللہ علیہا اُس فضیلت اور تقدس کی عظمتوں کی انتہاء ہیں۔ کائنات کی کوئی پلیدی ان نفوسِ عظمت تک نہیں پہنچ پائی اور میں نکاح کی عظمت میں آیا ہوں۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر اپنے پیارے والدَین کرِیمَین، طیِّبِین، طاہرَین، منزَّہَین، معطَّرَین صلوٰۃ اللہ علیہا تک عظمتِ نکاح میں آیا ہوں یاد رکھو! میں اپنی ذات مبارک کے اعتبار سے بھی پوری کائنات میں سب سے افضل و اعلیٰ ہوں اور میرے پیارے والدِ گرامی بھی اور اقتضاً پیاری اماں کریمہ صلوٰۃ اللہ علیہا بھی کائنات میں سب سے زیادہ افضل و اعلیٰ ہیں۔ امام ابن سعد اور امام بخاری علیہ الرحمہ نے اور امام بیہقی نے دلائل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اولادِ آدم میں سے سب سے عظیم لوگوں سے اور افضل ترین لوگوں سے آیا ہوں۔ اور ہر زمانے میں میرے آباؤ اجداد اپنے اپنے زمانے کے اعتبار سے اپنی دینی، اخلاقی اقدار کے مطابق سب سے عظیم لوگ گزرے ہیں۔ یہاں تک کہ جس زمانے میں میں تشریف لایا ہوں وہ زمانہ سب سے زیادہ افضل و اعلیٰ ہے اور اُس زمانے کے عظیم ترین لوگوں میں سب سے زیادہ عظمت اور عصمت والے نفوسِ رحمت یعنی پیارے والدَین کرِیمَین، طیِّبِین، طاہرَین، منزَّہَین، معطَّرَین صلوٰۃ اللہ علیہا اپنی شان و عظمت کے اعتبار

سے سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔

امام بیہقی نے حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولادِ اطہار میں سے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولادِ اطہار سے بنی کنانہ کو شانِ مصطفائیت بخشی اور بنی کنانہ سے قریش کو شانِ مصطفائیت بخشی اور قریش سے بنی ہاشم کو شانِ مصطفائیت بخشی اور بنو ہاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مجھے شانِ مصطفائیت کا تاج پہنایا گیا۔

نوٹ: مصطفائیت قرب و حضورِ صمدیّت کا ایک عظیم ترین مرتبہ ہے۔ یہ مرتبہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے خاندانِ عالیہ کو عطا فرمایا ان طیب اور عظیم ترین طاہر نفوسِ قُدسیہ کو ان کریم اور عظیم ترین نفوسِ رحمت کو اپنے حرمِ رحمت میں سب سے اونچا مرتبہ عطا فرمایا اور مسلسل ان نفوسِ قُدسیہ پر درود پڑھتا رہا۔

حکمتِ بالغہ کے تحت جب ان نفوسِ رحمت کا دنیا میں ظہور پذیر ہونا تھا تو اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس نے ان نفوسِ قُدسیہ کو اپنے محبوب ﷺ کا نورِ عظمت ودیعت فرمایا اور جوہرِ پیکرِ نبوت کا تسلسل انہی نفوسِ رحمت میں جاری و ساری فرمایا۔

اور ان نفوسِ عظمت نے اس امانت خداوندی کی خوب حفاظت و صیانت فرمائی۔ کائنات کی کسی آلودگی کو اپنے قریب نہیں بھٹکنے دیا۔ اسی لیے قرآن کریم نے ان نفوسِ عظمت کو اولوالعزم کہا اور ان کو سلام محبت فرمایا اور کائنات کے بلند ترین لوگوں میں یہ سب سے زیادہ بلند و بالا قرار پائے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

نوٹ: قارئینِ محترم! شانِ مصطفائیت پر مشتمل احادیث اور روایات کبھی انتہائی مختصر ہوتی ہیں اور کبھی مفصل یعنی پوری تفصیل کے ساتھ ہوتی ہیں۔ بعض اوقات جہاں روایات مختصر ہوتی ہیں وہاں صرف اس نسل عظمت کے نسلی اُصولوں کو بیان کیا جاتا ہے۔

جس میں اصلِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام قرار پاتے ہیں اور اصل دوم حضرت نوح علیہ

السلام، اصل سوم حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اصل چہارم حضرت اسماعیل علیہ السلام بعد ازاں کنانہ ان کے بعد قریش ان کے بعد بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام قرار پاتے ہیں۔

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان نفوسِ عظمت کے درمیان میں آنے والے نفوسِ رحمت جو لفظاً منصوص نہیں وہ مصطفائیت میں مراد ہی نہیں ایسا بالکل غلط ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ شانِ مصطفائیت کا تسلسل حضور سرورِ کائنات ﷺ ہی کی وجہ سے شروع ہوا ہے۔ لہٰذا اس نسبت کی بنیاد پر جو فردِ رحمت بھی حضور ﷺ کے نسب مبارک میں آئے وہ یقیناً مصطفیٰ ہیں۔ اور ان تمام مصطفاؤں کی انتہاء حضور کریم ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، معطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ کیونکہ خود زبانِ نبوت نے ارشاد فرمایا "اَنَا مُصْطَفٰی مِنْ مُصْطَفَیْنِ" میں مصطفیٰ ہوں اور میرے والدین کریمین بھی مصطفاؤں کی عظمت ہیں اور میں اُن سے ہوں (تفسیر البحر المدید)

محدثین کی عادت ہوتی ہے کہ کبھی حدیث کو اختصار کے ساتھ کسی راوی سے نقل کرتے ہیں اور کبھی تفصیل کے ساتھ۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ تفصیل میں اختصار ممکن نہیں اور اختصار میں تفصیل ممکن نہیں۔ تاہم جہاں کہیں بھی مصطفائیت کا تصور موجود ہوگا وہاں اُس سے اُس کا مراد اوّل رسولِ دو عالم ﷺ کا خاندانِ عظمٰی ہی ہوگا۔ اس خاندانِ عظمٰی میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی ہیں اور غیر انبیاء بھی ہیں۔ لیکن تمام نفوسِ عظمت کا ادب واحترام ضروریات دین سے ہے اور ہر مؤمن پر فرض ہے کہ اگر کوئی بدبخت ان نفوس رحمت کا ادب واحترام نہیں کرتا تو وہ دین سے بھی خارج ہے اور انسانیت سے بھی خارج ہے۔

" وَأخرج أحمد وَالتِّرمِذِیُّ وَ حسنه وَابن مردَوِیه وَ ابو نعیم وَالْبَیْهَقِیُّ مَعًا فِی الدَّلَائِل عَنِ الْعَبَّاس بن عبد المطلب قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِن الله حین

خلق الخلق جعلنی من خیر خلقه ثم حین فرقهم جعلنی فِی خیر الفریقَیْنِ ثُمَّ حِیْنَ خلق الْقبائِلَ جعلنی من خیرهم قبیلةً وَ حین خلق الانفس جلعنی من خیر انفسهم ثم حین خلق الْبیوت جلعنی من خیر بیُوتهم فأنا خیرهم بیْتًا وَّ خیرهم نفسًا۔

وَأخرج الْحَکِیم التِّرمِذِیّ فِی نَوَادِر الْأُصُول وَالطَّبرَانِیّ وَابْن مردَوَیْه وَأَبُو نعیم وَالْبَیْهَقِیّ عَن ابْن عمر قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلی الله عَلَیْهِ وَسلم إِن الله خلق الْخلق فَاخْتَارَ من الْخلق بنی آدم وَاخْتَارَ من بنی آدم الْعَرَب وَاخْتَارَ من الْعَرَب مُضر وَاخْتَارَ من مُضر قُرَیْشًا وَاخْتَارَ من قُرَیْش بنی هَاشم واختارنی من بنی هَاشم فانا من خِیَار إِلَی خِیَار

وَأخرج ابْن سعد عَن مُحَمَّد بن عَلیّ بن حُسَیْن بن عَلیّ بن أبی طَالب أَن رَسُول الله صلی الله عَلَیْهِ وَسلم قَالَ: قسم الله الأَرْض نِصفَیْنِ فجعلنی فِی خیرهما ثمَّ قسم النّصْف علی ثَلَاثَة فَکنت فِی خیر ثلث مِنْهَا ثمَّ اخْتَار الْعَرَب من النَّاس ثمَّ اخْتَار قُرَیْشًا من الْعَرَب ثمَّ اخْتَار بنی هَاشم من قُرَیْش ثمَّ اخْتَار بنی عبد الْمطلب من بنی هَاشم ثمَّ اختارنی من بنی عبد الْمطلب

وَأخرج ابْن سعد وَالْبَیْهَقِیّ عَن مُحَمَّد بن عَلیّ قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلی الله عَلَیْهِ وَسلم أَن الله اخْتَار الْعَرَب فَاخْتَارَ مِنْهُم کنَانَة ثمَّ اخْتَار مِنْهُم قُرَیْشًا ثمَّ اخْتَار مِنْهُم بنی هَاشم ثمَّ اختارنی من بنی هَاشم وَأخرج ابْن سعد عَن عبد الله بن عبید بن عُمَیْر قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلی الله عَلَیْهِ وَسلم إِن الله اخْتَار الْعَرَب فَاخْتَارَ کنَانَة من العربواختار قُرَیْشًا من کنَانَة وَاخْتَار بنی هَاشم من قُرَیْش واختارنی من بنی هَاشم

وَأخرج ابْن عَسَاکِر عَن أبي هُرَیْرَة قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلی الله عَلَیْهِ وَسلم مَا ولدتني بغي قطّ مذ خرجت من صلب آدم وَلم تزل تتنازعني الْأُمَم کَابِرًا عَن کَابر حَتَّی خرجت من أفضل حيين من الْعَرَب هَاشم وزهرة"

ترجمہ و مفہوم: امام احمد اور امام ترمذی نے اس حدیث مبارکہ کو حسن کہا اور ابن مردویہ اور ابو نعیم نے اپنی اپنی دلائل میں حضرت عباس بن عبد المطلب علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک جب اللہ تعالیٰ کی ذات نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اپنی ساری مخلوق میں سے مجھے سب سے افضل اور اعلیٰ بنایا۔ پھر جب انسانیت کے دو طبقے بنائے تو مجھے سب سے اعلیٰ و افضل طبقے میں بنایا اور جب قبائل پیدا فرمائے تو مجھے سب سے افضل و اعلیٰ قبیلے میں پیدا فرمایا۔

اور جب ذاتوں کو پیدا فرمایا تو میری ذات اقدس کو سب سے افضل و اعلیٰ بنایا اور جب گھروں کو پیدا فرمایا تو سب سے افضل و اعلیٰ گھر مجھے عطا فرمایا (گھر سے مراد گھر والے اہل و عیال، بیوی بچے اور اولادِ اطہار اور آل پاک) اور میں اپنے گھر والوں کے اعتبار سے سب سے افضل ہوں اور اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب سے افضل و اعلیٰ ہوں۔

حکیم ترمذی نے اپنی نوادر الاصول میں طبرانی اور ابن مردویہ اور ابو نعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بلندی اور وقار بنی آدم علیہ السلام کو بخشا اور انھیں اپنی محبت کے لیے پسند فرمایا اور اولادِ آدم علیہ السلام میں سے سب سے اونچا درجہ عظمت و وقار کے اعتبار سے عرب کو بخشا اور تمام عرب سے اونچا مرتبہ عظمت و وقار کے اعتبار سے حضرت مضر علیہ السلام کو ملا اور حضرت مضر علیہ السلام سے یہ شان و عظمت قریش کو منتقل ہوئی اور قریش سے بنی ہاشم علیہ السلام کو عظمت و وقار کے اعتبار سے یہ شان و عظمت ملی یعنی اُنھیں کائنات میں عظیم ترین اور محبوب ترین بنایا گیا اور بنی ہاشم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ شانِ محبوبیت عطا فرمائی

اور مجھے عظمت و وقار کا سب سے اونچا مرتبہ عطا فرمایا۔ پس میں سب سے عظیم ترین اور نفیس ترین نفوس رحمت سے آیا ہوں اور میرے اس فطری تسلسل کی انتہاء اُن نفوسِ عظمت تک ہوئی جو اس کائنات میں سب سے عظیم ترین بھی ہیں حسین ترین بھی ہیں، محبوب ترین بھی ہیں اور نفیس ترین بھی ہیں اور پاکیزہ ترین بھی اور کریم ترین بھی ہیں۔ یعنی اپنے مرتبے میں بے مثل و بے مثال ہیں ان نفوسِ قُدسیہ کا اسم عصمت و عظمت محسنۂ عالمین، مخدومۂ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا اور محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔ ان نفوسِ رحمت پر لاتعداد درود و سلام ہو۔

امام ابن سعد نے محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے زمین کو دو نصفوں میں تقسیم فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے سب سے افضل و اعلیٰ حصے میں رکھا۔ پھر اُس خطۂ ارض کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا تو ان تینوں حصوں میں جو سب سے افضل و اولیٰ تھا مجھے اس میں رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے کائنات کے تمام باسیوں میں سے سب سے زیادہ شان و عظمت عرب کو بخشی پھر عرب سے قریش کو شانِ بے مثالی عطا کی اور پھر قریش سے بنی ہاشم کو عظمتوں اور فضیلتوں کا تاج بخشا اور پھر بنی ہاشم سے جناب عبد المطلب علیہ السلام کو شانِ مختاریت بخشی یعنی تمام عظمتیں جب جمع ہوئیں تو عظمتوں کا مہبط محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام بنے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس نے بنی عبد المطلب سے اُن سب عظمتوں کا امین مجھے سیدنا محمد مصطفیٰ بنایا امام ابن سعد اور امام بیہقی نے محمد بن علی سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے عرب کو تمام لوگوں پر فضیلت بخشی اور عرب سے کنانہ کو فضیلت بخشی اور کنانہ سے قریش کو اپنی محبت کے لیے پسند فرمایا اور قریش سے بنی ہاشم کو تمام لوگوں پر فضیلت بخشی اور اپنی محبت کے لیے پسند فرمایا اور بنی ہاشم سے مجھے یہ شان و

عظمت بخشی۔

ابن سعد نے حضرت عبد اللہ بن عبید بن عمیر سے اپنی روایت میں اسی طرح بیان فرمایا ہے

امام ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے پیارے والدِ گرامی حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم السلام تک اور حضرت حواء سے لے کر میری اماں محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا تک منتقل کرتا رہا اور عرب کے افضل ترین قبیلہ بنو ہاشم اور بنو زہرہ سلام اللہ علیہم و صلوٰۃ اللہ اجمعین سے بڑی عظمت و شان کے ساتھ پیدا فرمایا۔ واہ سبحان اللہ کیا شان ہے بنو ہاشم اور بنو زہرہ علیہم السلام کی۔

"وَأخرج ابْن أبي عمر الْعَدنِي عَن ابْن عَبَّاس أَن قُرَيْشًا كَانَت نورا بَين يَدي الله تَعَالَى قبل أَن يخلق الْخلق بألفي عَام يسبح ذَلِك النُّور وتسبح الْمَلَائِكَة بتسبيحه فَلَمَّا خلق الله آدم عَلَيْهِ السَّلَام ألْقى ذَلِك النُّور فِي صلبه

قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: فاهبطني الله الى الأرض فى صلب آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ جَعَلَنِيْ فِي صلب نوح و قذف بي في صلب ابراهيم ثم لم يزل الله ينقلني من الاصلاب الكريمة اِلَى الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ حتّٰى اخرجني من بَين اَبوي لم يلتقيا على سفاح قطّ

وَأخرج الْبَيْهَقِيّ عَن ربيعَة بن الْحَارِث بن عبد الْمطلب قَالَ بلغ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَن قوما نالوا مِنْهُ فَغَضب رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ثمَّ قَالَ: أَيهَا النَّاس إِن الله خلق خلقه فجعلهم فرْقَتَيْن فجعلني فِي خير الْفرْقَتَيْنِ ثمَّ جعلهم قبائل فجعلني فِي خَيرهمْ قبيلاً ثمَّ جعلهم بُيُوتًا فجعلني فِي خَيرهمْ بَيْتا ثمَّ قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: أَنا خَيركُم قبيلاً وخيركم بَيْتا"

ترجمہ و مفہوم: حضرت ابن ابی عمر العدنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک قریش نور کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اللہ تعالیٰ کے حضور اقدس میں ساری مخلوق سے دو ہزار سال پہلے حاضر خدمت ہوئے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان فرمائی۔ ان نفوس عظمت کی تسبیح کے زمزموں نے نور کے فرشتوں کو بھی محوِ ذوق کر دیا اور نور کے فرشتے بھی ان کی تسبیح پر خدا تعالیٰ کی تسبیح بے ساختہ بولنے لگ گئے۔ (واہ سبحان اللہ! کیا کیفیات ہونگی اس وقت خاندان عظمیٰ کی جب ان نفوس عظمت نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان فرمائی ہوگی ان کیفیات کی عظمت کو خدا جانتا ہے یا تسبیح کرنے والے جانتے ہیں۔ اللہ اکبر کبیرا!) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس نے اس نور کو (یعنی قریش کے نور کو) حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں رکھا پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک میں زمین پر اتارا یعنی جب وہ زمین پر اتر رہے تھے تو مجھے بھی ان کی پشت رحمت میں منتقل فرمایا اور پھر ان کی پشت سے مجھے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت رحمت میں اتارا۔

پھر اللہ تعالیٰ مجھے مسلسل اصلاب کریمہ یعنی اصحاب کرم اور اصحاب سخاوت کی پشتوں سے پاکیزہ ترین رحموں میں منتقل فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ میں سب سے کرم و سخا کے مالک اپنے والد گرامی محسن عالمین، مخدوم کائنات ابو محمد جناب حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عفت و عصمت کی اعلیٰ معراج محسنہ عالمین، مخدومہ کائنات ام محمد سیدتنا حضرت بی بی آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیہما کے وجود اقدس سے دنیا میں تشریف لایا۔

"لَمْ یَلْتَقِیَا عَلٰی سِفَاحٍ قَطُّ عِفَّتَیْنِ، عصمتین " مسلسل اِن نفوسِ قُدسیہ کی پابوسی کرتی رہیں کائنات کی کوئی آلودگی اِن تک نہیں پہنچ پائی۔ طہارتیں اور پاکیزگیاں اِن نفوسِ قُدسیہ کا طواف کرتی رہیں۔ خدا تعالیٰ اُن نفوسِ عصمت پر درود و سلام پڑھتا رہا۔ پورا خاندانی

تسلسل عظمتِ نکاح سے وابستہ رہا۔ کبھی بھی کسی جوڑے کا مرج البحرین بغیر نکاح کے نہیں ہوا۔ امام بیہقی نے ربیعہ بن الحرث بن عبد المطلب سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تک کوئی بات پہنچی۔ کسی نے آپ ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کی بابت کوئی نازیبا بات کہی تو اس پر رسول اللہ ﷺ سخت غضبناک ہوئے اور شدید غصے میں آئے پھر فرمایا اے لوگو! غور سے سنو بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے جب اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس کے دو حصے بنائے۔ سب سے بہتر حصہ میرے لیے منتخب فرمایا پھر قبیلے پیدا فرمائے تو سب سے عظیم ترین قبیلہ مجھے عطا فرمایا اور پھر گھروں کی تشکیل دی تو سب سے عظمتوں سے معمور گھر مجھے عطا فرمایا پھر آپ ﷺ نے فرمایا سنو! میرا قبیلہ بھی تمہارے قبائل سے افضل ترین ہے میرا گھر بھی تمہارے گھروں سے افضل ترین ہے اور میری ذات بھی اور میرا خاندان بھی تم سب سے افضل و اعلیٰ ہے (تو پھر تم کس منہ سے میرے خاندان کی بابت نازیبا باتیں کر رہے ہو)

"وَأخرج التِّرمِذیّ وحسنة وَابن مرْدَوَيه وَالْبَيْهَقِيّ عَن الْمطلب بن أبي ودَاعَة قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وبلغه بعض مَا يَقُول النَّاس فَصَعدَ الْمِنْبَر فَحَمدَ الله وَأثْنى عَلَيْهِ وَقَالَ: من أنا قَالُوا: أَنْت رَسُول الله

قَالَ: أنا مُحَمَّد بن عبد الله بن عبد الْمطلب إِن الله خلق الْخلق فجعلني فِي خير خلقه وجعلهم فرْقَتَيْن فجعلني فِي خير فرقة وجعلهم قبائل فجعلني فِي خَيرهمْ قَبيلَة وجعلهم بُيُوتًا فجعلني فِي خَيرهمْ بَيْتًا فَأَنا خَيْركُمْ بَيْتًا وخيركم نفسا

وَأخرجه التِّرمِذیّ وَصَححهُ وَالنَّسَائِيّ عَن عبد الْمطلب بن ربيعَة بن الْحَارِث بن عبد الْمطلب"

ترجمہ و مفہوم: امام ترمذی نے اس کی تحسین کی اور امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے المطلب بن ابی وداعہ سے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی بات پہنچی جو آپ

ﷺ کے خاندان مبارک کے خلاف نازیبا تھی تو اس پر آپ ﷺ غضبناک ہوئے اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا بتاؤ میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں فرمایا ہاں سنو میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے بہتر اور عظیم مخلوق میں مجھے پیدا فرمایا اور جب قبائل کو تقسیم کیا تو سب سے عظیم ترین قبیلہ مجھے عطا فرمایا اور جب گھروں کو بنایا تو سب سے عظیم گھر مجھے عطا فرمایا (یعنی پوری کائنات میں سب سے افضل ترین نفوسِ قُدسیہ میرے گھر والے ہیں) اور میں تم میں سے اپنے گھر کے اعتبار سے بھی سب سے افضل واعلیٰ ہوں اور اپنی ذات مبارک کے اعتبار سے بھی تم میں سے سب سے افضل واعلیٰ ہوں۔ امام ترمذی نے اس کی تصحیح فرمائی اور امام نسائی نے عبد المطلب بن ربیعہ بن حرث بن عبد المطلب سے روایت کیا۔

"وَأخرج ابن سعد عَن قَتَادَة قَالَ: ذكر لنا أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ إِذا أَرَادَ الله أَن يبْعَث نَبيا نظر إِلَى خير أهل الأَرْض قَبيلَة فيبعث خَيرهَا رجلا

وَأخرج الْحَكِيم التِّرْمِذِيّ فِي نَوَادِر الْأُصُول عَن جَعْفَر بن مُحَمَّد عَن أَبِيه قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَتَانِي جِبْرِيل عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ: يَا مُحَمَّد إِن الله عز وَجل بَعَثَنِي فطفت شَرق الأَرْض وغربها وسهلها وجبلها فَلم أجد حَيا خيرا من الْعَرَب ثمَّ أَمرنِي فطفت فِي الْعَرَب فَلم أجد حَيا خيرا من مُضر ثمَّ أَمرنِي فطفت فِي مُضر فَلم أجد حَيا خيرا من كنَانَة ثمَّ أَمرنِي فطفت فِي كنَانَة فَلم أجد حَيا خيرا من قُرَيْش ثمَّ أَمرنِي فطفت فِي قُرَيْش فَلم أجد حَيا خيرا من بني هَاشم ثمَّ أَمرنِي أَن أَخْتَار من أنفسهم فَلم أجد فيهم نفسا خيرا من نَفسك

وَأخرج ابْن أبي شيبَة وَإِسْحَق بن رَاهَوَيْه وَابْن منيع فِي مُسْنده وَابْن جرير وَابْن الْمُنْذر وَأَبُو الشَّيْخ وَابْن مرْدَوَيْه وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل من طَرِيق يُوسُف بن مهْرَان عَن ابْن عَبَّاس عَن أبيّ بن كَعْب قَالَ: آخر آيَة أنزلت على النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم

وَفِی لفظ: إن آخر"

ترجمہ و مفہوم: امام ابن سعد نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی عظمت والے نبی کو مبعوث فرمانا چاہتا ہے تو روئے زمین پر یہ دیکھتا ہے کہ اس وقت (دین، اخلاق، کردار اور حمیت کے اعتبار سے اور عظمت کے اعتبار سے) سب سے عظیم قبیلہ کون سا ہے اور اُس قبیلے کے عظیم تر خاندان سے نبی کو مبعوث فرماتا ہے تاکہ خاندانی اعتبار سے نبی کی ذات پر کوئی اعتراض نہ ہو سکے اور بد طینت لوگوں کو نبوی خاندان پر بات کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ جس سے نبوی تبلیغی سرگرمیاں متاثر ہوں۔

امام حکیم ترمذی نے اپنی نوادرُ الاصول میں حضرت جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری بارگاہِ عظمت میں جنابِ جبریل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی اے محمد ﷺ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین میں بھیجا (تاکہ میں زمین میں سے عظیم سے عظیم تر لوگوں کو تلاش کروں) پس میں نے اس کائناتِ ارض کے تمام مشرق بھی دیکھے اور تمام مغرب بھی دیکھے اور اس کے نرم اور گداز زمینوں کے ذروں کو بھی دیکھا اور پہاڑوں کو اور سنگلاخ زمینوں کے سنگریزوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا اور کائنات ارض کا ذرہ ذرہ دیکھا تو مجھے قبیلۂ عرب کے علاوہ کوئی عظمت والا قبیلہ نظر نہیں آیا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے حکم دیا کہ میں عرب کے تمام قبائل میں تلاش کروں کہ ان میں سب سے زیادہ افضل و اعلیٰ کون ہیں تو یا رسول اللہ ﷺ پورے عرب میں میں نے عظمت کے اعتبار سے مضر سے بہتر کوئی قبیلہ نہیں پایا یعنی پورے عرب میں سب سے افضل ترین قبیلہ مضر کا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے حکم دیا کہ میں مضر کی شاخوں میں فضیلت کے اعتبار سے دیکھوں کہ سب سے افضل اس قبیلے کی شاخ کون سی ہے تو یا رسول اللہ ﷺ سب سے

افضل ترین شاخ میں مضر سے کنانہ کو پایا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں گھوموں اور تلاش کروں قبائل کنانہ کے اندر سب سے افضل ترین قبیلہ کون سا ہے تو یا رسول اللہ ﷺ قبائل کنانہ کے اندر میں نے سب سے عظیم قریش کو پایا پھر اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں گھوموں اور تلاش کروں کہ قبائل قریش میں سب سے افضل ترین قبیلہ کون سا ہے تو یا نبی اللہ قریش کے تمام قبائل میں سے سب سے افضل ترین جو قبیلہ تھا جس پر فضیلتوں کی انتہاء ہوگئی وہ آپ کا قبیلہ بنو ہاشم تھا جس سے آپ ہیں۔

گویا یا رسول اللہ ﷺ اس پوری کائنات کی جستجو میں میری نوری وسعتِ نظر نے اور مشیتِ الٰہی کی حکمتوں نے جو کائنات کے سب سے نفیس ترین حسین ترین اور افضل ترین لوگ پائے وہ آپ کا خاندانِ عالیہ تھا۔ اس سے بہتر کائنات میں نہ کوئی خاندان ہے نہ کوئی قبیلہ۔ اللہ اکبر۔

پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے قبیلہ مبارک کے نفوس کو دیکھوں تو سارے قبیلۂ عظمت کے اندر سب سے زیادہ افضل و اعلیٰ آپ کی ذاتِ اقدس کو پایا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور اسحاق بن راھویہ اور ابن منیع نے اپنی مسند میں اور ابنِ جریر اور ابن منذر نے ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے اور امام بیہقی نے دلائل میں یوسف بن محران کی طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور ابی بن کعب کی روایت سے یہ بیان کیا کہ قرآن پاک کی سب سے آخری آیت یہی نازل ہوئی جس میں خاندانِ نبوت کے تقدس کو بیان کیا گیا واہ سبحان اللہ۔ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا"

سورۂ توبہ کی بیان کردہ آخری آیت کریمہ جو خاندانِ نبوت کی نفاست، صداقت، شرافت، عفت، عصمت اور فضیلت پر ایک قطعی دلیل ہے اس سے بڑی منقبت خاندانِ نبوت کی اور کیا ہو سکتی ہے۔ امام جلال الدین سیوطی کی نقل کردہ روایات کو ہم نے من و عن بیان کر دیا ہے عربی متن کے ساتھ اور سلیس مفہوم کے ساتھ، پوری سندوں کے ساتھ اور مکمل راویوں کے ساتھ یہ ہمارا فرض تھا مگر ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

اب ہم خاندانِ نبوت کی ایک اور منقبت کا آغاز قرآن کریم کی ایک اور آیت سے کر رہے ہیں جو پارہ نمبر ۲۵، سورۃ الزخرف کی آیت نمبر ۲۸ ہے اس کے مفہوم کو ہم قلب و روح کی تازگی سے اور ایمان کی آنکھ سے ملاحظہ فرمائیں گے تو یقیناً سرشاری ہو گی۔

" وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَۙ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ﴿۲۷﴾ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ "

یاد فرماؤ اے محبوب (ﷺ)! اُس وقت کو جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات نے اپنے چچا آزر اور اپنی قوم سے دین کی عظمت پر مکالمہ کرتے ہوئے اپنی نبوی غیرت سے فرمایا کہ اے میری قوم جس بت پرستی کی لعنت میں تم شکار ہو وہ یقیناً کائنات کی بدترین بدی ہے۔

لہٰذا میں اپنی نبوی غیرت سے اعلان کرتا ہوں اور میں بیزار ہوں تمہاری اس منحوس روشِ بت پرستی سے اور جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو اُن سے بھی اپنی نفرت کا اعلان کرتا ہوں۔ مگر سنو میں تو اُس ذاتِ اقدس کی عبادت کرتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور وہ سچا خدا ہے کائنات کا بھی خالق ہے اور میرا بھی خالق ہے اور اُس کے کرم کی عظمت یہ ہے کہ اُس نے مجھے نورِ ہدایت سے مالا مال فرما دیا ہے اور وہ ذات جود و سخا میں بے مثل و بے مثال ہے۔

قارئینِ محترم! یہ اللہ تعالیٰ کے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوی غیرت کا منظر نامہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے قرآن کے سینے میں جگہ دے کر اُن کے لیے حوالۂ عظمت قائم فرمایا ہے اور اس عظمت کو بقائے دوام بخشا ہے۔ خدائے ذوالجلال کو اِن کا یہ جوشِ عظمت اتنا پسند آیا۔ اتنا پسند آیا اتنا پسند آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جوشِ رحمت سے فرمایا کہ اے میرے خلیل! تم میری وفاءِ عظمت میں اتنے آگے آگئے ہو کہ حد فرما دی ہے تو سنو ہم اس کے جواب میں اپنا خدائی اعلان فرماتے ہیں

"وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ "ہم نے اس کلمۂ توحید کی عظمت کو مسلسل ذُرِّیَّتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں باقی رکھا اور قیامت تک ان کی اولاد عظمت نورِ

اسلام اور نورِ توحید سے منور رہیں گے۔ واہ سبحان اللہ! کیا وفاءِ عظمت ہے خداتعالیٰ کی طرف سے۔

قارئینِ محترم! آیئے اب ہم اس وفا کی عظمت کا ذخیرۂ علم کے تفسیری اثاثے سے جائزہ لیتے ہیں تاکہ حقیقت مزید نکھر کا سامنے آجائے۔ یاد رہے کہ اس آیت کریمہ کی بابت مسکین نے تقریباً (450) ساڑھے چار سو کے لگ بھگ علمی تفسیروں کا جائزہ لیا جس کا خلاصہ حاضرِ خدمت ہے۔ اس ذخیرۂ تفسیر سے بطور نمونہ چند ایک معتبر ترین تفاسیر کے اقتباسات پیش کیے جارہے ہیں تاہم ان تمام تفاسیر میں جو بات مسلّم ہے وہ یہ ہے کہ تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ جس کلمۂ باقیہ کا تصور قرآن کریم نے دیا ہے اُس سے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" مراد ہے اور دینِ اسلام مراد ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں اور جس ذُرِّیَّت کا تصور دیا گیا ہے اُس سے مراد براہِ راست حضور نبی کریم ﷺ کا خاندانِ نبوت ہے۔ اس کے دلائل دیے جائیں گے۔ تاہم ان کے علاوہ دیگر بھی کچھ نفوسِ عظمت ہیں جو نورِ توحید اور نورِ اسلام سے معمور ہیں۔

واضح رہے کہ خاندانِ نبوت کے نفوسِ قُدسیہ کا ان آیاتِ بینات سے مراد ہونا مشیت الٰہی کی طے شدہ حکمت ہے جس پر قرآنی شواہد بھی موجود ہیں اور حدیثِ مصطفیٰ ﷺ کے ذخیرے میں بھی بہت سارے شواہد موجود ہیں۔ آیئے اب ہم تفسیری اثاثے میں اُتر کر ان آیاتِ بینات کے مدّعا کا علمی جائزہ لیتے ہیں۔ دنیائے تفسیر کی عظیم تفسیر الجامع الاحکام المعروف تفسیر قرطبی المتوفی ۶۷۱ھ الناشر دار الکتب المصریہ قاہرہ میں یوں وضاحت فرماتے ہیں:

"فِیہِ ثَلاثُ مَسَائِلَ: الْأُولَى- قَوْلُهُ تَعَالَى: وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً الضَّمِيرُ فِي جَعَلَهَا عَائِدٌ عَلَى قَوْلِهِ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي. وَضَمِيرُ الْفَاعِلِ فِي جَعَلَهَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، أَيْ وَجَعَلَ اللّٰهُ هَذِهِ الْكَلِمَةَ وَالْمَقَالَةَ بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ، وَهُمْ وَلَدُهُ وَوَلَدُ وَلَدِهِ، أَيْ إِنَّهُمْ تَوَارَثُوا الْبَرَاءَةَ عَنْ

عِبادَةِ غَيْرِ اللهِ، وَأَوْصَى بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي ذَلِكَ. وَالْعَقِبُ مَنْ يَأْتِي بَعْدَهُ. وَقَالَ السُّدِّيُّ: هُمْ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَوْلُهُ فِي عَقِبِهِ أَيْ فِي خلفه. وَفِي الْكَلَامِ تَقْدِيمٌ وَتَأْخِيرٌ، الْمَعْنَى فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ. أَيْ قَالَ لَهُمْ ذَلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتُوبُونَ عَنْ عِبَادَةِ غَيْرِ اللهِ. قَالَ مُجَاهِدٌ وَقَتَادَةُ: الْكَلِمَةُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. قَالَ قَتَادَةُ: لَا يَزَالُ مِنْ عَقِبِهِ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَقَالَ الضَّحَّاكُ: الْكَلِمَةُ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللهَ. عِكْرِمَةُ: الْإِسْلَامُ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ [الحج: 78]. الْقُرَظِيُّ: وَجَعَلَ وَصِيَّةَ إِبْرَاهِيمَ الَّتِي وَصَّى بِهَا بَنِيهِ وَهُوَ قَوْلُهُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللهَ اصْطَفَى، لَكُمُ الدِّينَ.] البقرة: 132]- الْآيَةُ الْمَذْكُورَةُ فِي الْبَقَرَةِ - كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي ذُرِّيَّتِهِ وَبَنِيهِ. وَقَالَ ابْنُ زَيْدٍ: الْكَلِمَةُ قَوْلُهُ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ [البقرة: 131] وَقَرَأَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَقِيلَ: الْكَلِمَةُ النُّبُوَّةُ. قَالَ ابْنُ الْعَرَبِيِّ: وَلَمْ تَزَلِ النُّبُوَّةُ بَاقِيَةً فِي ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ. وَالتَّوْحِيدُ هُمْ أَصْلُهُ وَغَيْرُهُمْ فِيهِ تَبَعٌ لَهُمْ."

ترجمہ و مفہوم: "وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً" کی آیتِ کریمہ میں تین وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اس میں "جَعَلَهَا" کی ضمیر لوٹتی ہے "اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ" کی طرف اور فاعل کی ضمیر "جَعَلَهَا" میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہے یعنی اس "جَعَلَهَا" کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ اب اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی شانِ قدرت سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمۂ توحید کو اُن کی اولادِ پاک میں قیامت تک باقی رکھے گا۔ اور "عَقِبِهٖ" کا معنی اولاد در اولاد ہے اس کلمۂ توحید کا تسلسل اُن نفوسِ قدسیہ میں مسلسل تا قیامِ قیامت جاری و ساری رہے گا۔ اور ان پر نورِ توحید ایسا غالب آئے گا کہ نفوسِ قدسیہ اپنے باپ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح غیر اللہ کی عبادت سے اور بت پرستی سے شدید نفرت کریں گے اور

اپنی آنے والے نسلِ پاک کو اس عظمت کی مسلسل نصیحت وصیت کرتے رہیں گے۔

اور عقب کا معنی ہے بعد میں آنے والا۔ اور امام سُدّیؒ نے عقبہ سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کی اولادِ اطہار کو لیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ "عقبہ" کے معنی میں فرماتے ہیں "ای فی خلفہ "یعنی بعد میں آنے والے لوگ۔ اور اس کلام میں تقدیم و تاخیر جائز ہے۔

یعنی معنی یہ بنے گا کہ وہ نفوسِ قُدسیہ غیر اللہ کی عبادت سے دُور رہیں گے۔ مجاہد اور قتادہ نے کہا کہ "الکلمۃ" سے مراد لا الہ الا اللہ کا تسلسل خاندانِ نبوت میں تاقیام قیامت جاری وساری رہے گا۔ اور ضحاک نے کہا کہ کلمہ سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور عکرمہ نے کہا کہ "کلمة باقية" سے مراد اسلام ہے۔ دلیل اس کی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ اُس نے تمہارا نام پہلے ہی سے مسلمان رکھا۔ (الحج آیت ۷۸)

امام قرطبی نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خاندانِ نبوت کو یعنی بعد میں آنے والوں کو اس بات کی مسلسل وصیت فرماتے رہے جسے قرآن نے یوں بیان کیا کہ اے بیٹو بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں دینِ اسلام کے لیے چن لیا ہے، پسند فرمالیا ہے (البقرہ:۱۳۲)۔

"باقیہ" سے مراد ذریت اور اولاد ہے۔ ابن زید نے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ میں نے گردن جھکادی اپنے رب کے حضور اور خدا تعالیٰ نے پہلے سے ہی تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ابن عربی علیہ الرحمہ نے کہا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولادِ پاک کی بابت اللہ تعالیٰ کی ذات نے اُن کی دو دعائیں قبول فرمائیں۔ جن کا قرآن مجید گواہ ہے۔

پہلی دعا: جب اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آزمائشوں میں کامل ترین صاحب وفا پایا تو اعلان فرمایا کہ بے شک میں نے تمہیں کائنات کا امام بنادیا ہے

اس پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار عالم! اس منصب امامت کی شان میری اولاد میں بھی جاری فرما اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں جاری فرمادی گئی۔ مگر جو ظالم ہوں گے اُن تک میرے اس وعدے کا فیض نہیں پہنچے گا اور دوسری دعا یہ تھی کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ میں آئے تو انھوں نے اپنی اولاد کے لیے یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پلیدی سے بچا اور ہم صرف تیری ہی عبادت کریں۔ اور ہماری اس منصبی عظمت کو ہمیشہ قائم و دائم فرما اور میری اس مانگی ہوئی سچی زبان سے دعاؤں کے فیض کو میری آنے والی نسل میں جاری فرما تو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس نے اُن کی دعا کو بھی قبول فرمایا واہ سبحان اللہ۔

قارئینِ محترم! آپ اس اقتباس میں بار بار غور فرمائیں تو آپ کو تین حقائق واضح نظر آئیں گے۔(۱) کہ کلمہ سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔

(۲) عقبہ سے مراد اولادِ ابراہیم ہے۔(۳) باقیہ سے مراد اسلام کا نور اور توحید کا نور خاندانِ نبوت میں جاری وساری رہا اور تا قیام قیامت جاری وساری رہے گا۔ یہ آیت کریمہ میرے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندانِ عظمٰی کی عظیم الشان عظمت و منقبت ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

" الثَّانِيَةُ- قَالَ ابْنُ الْعَرَبِيّ: إِنَّمَا كَانَتْ لِإِبْرَاهِيمَ فِي الْأَعْقَابِ مَوْصُولَةٌ بِالْأَحْقَابِ بِدَعْوَتَيْهِ الْمُجَابَتَيْنِ، إِحْدَاهُمَا فِي قَوْلِهِ إِنِّي جاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِماماً قالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قالَ لا يَنالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ [البقرة: 124] فَقَدْ قَالَ نَعَمْ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ مِنْهُمْ فَلَا عَهْدَ. ثَانِيهِمَا قَوْلُهُ وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنامَ [إبراهيم: 35] . وَقِيلَ: بَلِ الْأَوْلَى قَوْلُهُ وَاجْعَلْ لِي لِسانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ [الشعراء: 84] فَكُلُّ أُمَّةٍ تُعَظِّمُهُ، بَنُوهُ وَغَيْرُهُمْ مِمَّنْ يَجْتَمِعُ مَعَهُ فِي سَامٍ أَوْ نُوحٍ. الثَّالِثَةُ- قَالَ ابن العربي: جرى ذكر

العقب ها هنا مَوْصُولًا فِی الْمَعْنَی، وَذٰلِكَ مِمَّا يَدْخُلُ فِی الْأَحْكَامِ وَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ عُقُودُ الْعُمْرٰی وَالتَّحْبِيسِ."

نوٹ: درج بالا اقتباس کا ترجمہ وجہ ثانی میں کر دیا گیا ہے وہاں مطالعہ فرمالیں۔

قارئین محترم! اسی تسلسل کو امام العاشقین علامہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر المعروف جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ، الناشر دار الفکر بیروت اپنی مقبول زمانہ تفسیر الدر المنثور میں یوں رقم طراز ہیں:

" وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾

أخرج الْفضل بن شَاذان فِی کتاب الْقِرَاءَات بِسَنَدِهِ عَن ابْن مَسْعُود رَضِی الله عَنهُ أَنه قَرَأَ: إِنَّنِی بَرِیء مِمَّا تَعْبُدُونَ بِالْيَاءِ

وَأخرج ابْن جرير عَن قَتَادَة رَضِی الله عَنهُ: إِنَّنِی بَرِیء مِمَّا تَعْبُدُونَ إِلَّا الَّذِی فطرنی فَإِنَّهُ سيهدين: قَالَ: إِنَّهُم يَقُولُونَ إِن الله رَبنَا ﴿وَلَئِن سَأَلْتهمْ من خلقهمْ ليَقُولن الله﴾ فَلم يبرأ من ربه

وَأخرج ابْن أبي حَاتِم عَن عِكْرِمَة {وَجعلهَا كلمة بَاقِيَة فِی عقبه} قَالَ: فِی الْإِسْلَام أوصى بهَا وَلَده

وَأخرج عبد بن حميد وَابْن الْمُنْذر عَن مُجَاهِد {وَجعلهَا كلمة بَاقِيَة فِی عقبه} قَالَ: الْإِخْلَاص والتوحيد لَا يزَال فِی ذُرِّيَّته من يَقُولهَا من بعده {لَعَلَّهُم يرجعُونَ} قَالَ: يتوبون أَو يذكرُونَ

وَأخرج عبد بن حميد عَن ابْن عَبَّاس {وَجعلهَا كلمة بَاقِيَة فِی عقبه} قَالَ: لَا إِلَه إِلَّا الله فِی عقبه قَالَ: عقب إِبْرَاهِيم وَلَده

وَأخرج عبد بن حميد عَن الزُهرِيّ قَالَ: عقب الرجل وَلَده الذّكور والاناث وَأَوْلَاد الذُّكور

وَأخرج عبد بن حميد عَن عُبَيدَة قَالَ: قلت لإبراهيم: مَا الْعقب قَالَ: وَلَده الذّكر

وَأخرج عبد بن حميد عَن عَطاء فِي رجل أسْكنهُ رجل لَهُ ولعقبه من بعده أتكون امْرَأته من عقبه قَالَ: لَا وَلَكِن وَلَده عقبه"

ترجمہ و مفہوم: فضل بن شاذان اپنی کتاب قراءت میں اپنی سند کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ "تعبدون" کو "یا" کے ساتھ بھی پڑھتے تھے اور عبد بن حمید اور ابنِ منذر مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ کلمۂ باقیہ سے مراد کلمۂ اخلاص اور توحید ہے یہ دونوں نور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت میں ہمیشہ رہیں گے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اخلاص اور توحید کا نور اُن پر غالب رہا وہ اسی میں تاحیات مسلسل چلتے رہے۔

عبد بن حمید ابنِ عباس سے روایت کرتے ہیں کہ کلمۂ باقیہ سے مراد لا الہ الا اللہ ہے اور عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد اسلام ہے۔

تاہم لا الہ الا اللہ اور اسلام میں باہمی کوئی منافات نہیں۔ امام زہری فرماتے ہیں عقب سے مراد اولاد کا دونوں صورتوں کا ہونا ہے یعنی مذکر ہونا بھی اور مؤنث بھی ہے۔

اسی تسلسل کو صاحب فتح القدیر محمد بن علی بن الشوکانی الیمنی ۱۲۵۰ھ دار ابن کثیر دمشق یوں بیان فرماتے ہیں۔

"مَنْ كَذَا وَ اَنَا مِنْهُ بَرَآءٌ وَّ خَلَآءٌ، لَّا يُثَنّٰى وَلَا يُجْمَعُ لِاَنَّهٗ مَصْدَرٌ فِى الْاَصْلِ ثُمَّ اسْتَثْنٰى خَالِقَهٗ مِنَ الْبَرَاءَةِ فَقَالَ اِلَّا الَّذِىْ اَىْ خَلَقَنِىْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ سَيُرْشِدُنِىْ لِدِيْنِهٖ عَلَى الْحَقِّ، وَالْاِسْتِثْنَآءُ اِمَّا مُنْقَطِعٌ اَىْ لٰكِنَّ الَّذِىْ فَطَرَنِىْ اَوْ مُتَّصِلٌ مِنْ عُمُوْمِ مَا لِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ وَالْاَصْنَامَ، وَ اِخْبَارُهٗ بِاَنَّهٗ سَيَهْدِيْهِ جَزْمًا لِثِقَتِهٖ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَ

قُوَّةِ یَقِیۡنِہٖ وَ جَعَلَھَا کَلِمَۃً بَاقِیَۃً فِیۡ عَقِبِہِ الضَّمِیۡرُ فِیۡ جَعَلَھَا عَائِدٌ اِلٰی قَوْلِہٖ اِلَّا الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ وَ ھِیَ بِمَعۡنَی التَّوۡحِیۡدِ کَاَنَّہٗ قَالَ وَ جَعَلَ کَلِمَۃَ التَّوۡحِیۡدِ بَاقِیَۃً فِیۡ عَقَبِ اِبۡرَاھِیۡمَ وَ ھُمۡ ذُرِّیَّتُہٗ فَلَایَزَالُ فِیۡھِمۡ مَنۡ یُّوَجِّدُ اللہَ سُبۡحَانَہٗ وَ فَاعِلُ جَعَلَھَا اِبۡرٰھِیۡمَ وَ ذٰلِکَ حَیۡثُ وَصَّاھُمۡ بِالتَّوۡحِیۡدِ وَ اَمَرَھُمۡ بِاَنۡ یَّدِیۡنُوۡا بِہٖ کَمَا فِیۡ قَوۡلِہٖ وَوَصّٰی بِھَآ اِبۡرٰھٖمُ بَنِیۡہِ ۔۔ الایۃ وَقِیۡلَ الۡفَاعِلُ ھُوَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ اَیۡ وَ جَعَلَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ کَلِمَۃَ التَّوۡحِیۡدِ بَاقِیَۃً فِیۡ عَقِبِ اِبۡرٰھِیۡمَ وَالۡعَقِبُ مَنۡ بَعۡدُ قَالَ مُجَاھِدٌ وَّ قَتَادَۃُ الۡکَلِمَۃُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ لَایَزَالُ مِنۡ عَقِبِہٖ مَنۡ یَّعۡبُدُ اللہَ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ وَقَالَ عِکۡرِمَۃُ"

ترجمہ و مفہوم: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں بیزار ہوں بتوں سے اور بت پرستوں سے۔ میں تو اُس ذات کی پوجا کروں گا جس نے مجھے پیدا فرمایا اور مجھے اپنے دین کے لیے ہدایت بخشی اور مجھے حق پر ثابت قدم رکھا۔

یہاں استثناء منقطع ہونے کی صورت میں یہ معنی ہو گا کہ وہ لوگ صرف بتوں کی پوجا کرتے تھے اور متصل ہونے کی صورت میں پوجا کے معنیٰ میں عموم ہو گا تو اس صورت میں معنی ہو گا کہ وہ بتوں کے ساتھ خدا کی بھی پوجا کرتے تھے۔ بہر حال صورت کوئی بھی ہو غیر خدا کی پوجا حرام ہے۔ "جَعَلَھَا" کی جو ضمیر ہے یہ اللہ کی طرف لوٹتی ہے اور وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور "فِیۡ عَقِبِہٖ" سے مراد ذریت ابراہیم ہے تو اس صورت میں معنی یہ بنے گا کہ اولادِ ابراہیم علیہ السلام یقیناً توحید والے تھے۔

توحید کا نور اُن نفوسِ قُدسیہ کے یقین کا قبلہ تھا۔ اگر یہ ضمیر ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے تو معنی یہ بنے گا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اولادِ پاک کو توحید کی وصیت کرتے رہے اور دینِ اسلام پر قائم رہنے کی تلقین کرتے رہے۔ پہلی صورت میں "جَعَلَھَا" کا فاعل اللہ کو مانیں تو اس کا معنی ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت کو کلمۂ توحید پر قائم رکھا اور کلمۂ توحید کا نور

مبارک اس خاندانِ عظمیٰ میں جاری وساری رہا۔

قتادہ نے کہا کہ کلمہ "لَاالٰہَ اِلَّا اللهُ" ہمیشہ ذریت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جاری و ساری رہااور قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ واہ سبحان اللہ! کیا عظیم شہادت ہے خاندانِ نبوت کی۔ اسی تسلسل کو تفسیر عز بن سلام المؤلف ابو محمد عز الدین المتوفی ۶۶۰ھ دار ابن حزم بیروت اور ایسے ہی فتح البیان میں یوں لکھا ہے: "كَلِمَةً بَاقِيَةً لا إله إلا الله لم يزل في ذريته من يقولها أو أن لا يعبدوا الله، أو الإسلام {عَقِبِهِ} نسله أو آل محمد ﷺ، أو من خلفه {لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ اِلَى الْحَقِّ اِلٰى دِيْنِكَ دِيْنُ اِبْرٰهِيْمَ"

ترجمہ: کلمۂ باقیہ سے مراد لا الہ الا اللہ ہے جو ہمیشہ ذریت ابراہیم میں جاری وساری رہااور خدا کے علاوہ اُنھوں نے کبھی کسی کی عبادت نہ کی۔ یا آپ کی نسل عظمت مسلسل اسلام پر رہی یا اس سے مراد آل محمد ﷺ ہیں (آل ابراہیم علیہ السلام اور آل محمد ﷺ میں کوئی منافات اور دُوری نہیں)

اسی تسلسل کو مقبول عرب و عجم مفسر ابو الفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر البصری ثم دمشقی المتوفی ۷۷۴ھ اپنی مشہور زمانہ تفسیر ابن کثیر میں اس عنوانِ عظمت کو یوں بیان فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

" يَقُوْلُ تَعَالَى مُخْبِرًا عَنْ عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِهٖ وَخَلِيْلِهٖ إِمَامِ الْحُنَفَاءِ وَوَالِدِ مَنْ بُعِثَ بَعْدَهٗ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ الَّذِى تَنْتَسِبُ اِلَيْهِ قُرَيْشٌ فِى نَسَبِهَا وَ مَذْهَبِهَا اَنَّهٗ تَبَرَّأَ مِنْ اَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ فِىْ عِبَادَتِهِمُ الْاَوْثَانَ، فَقَالَ اِنَّنِى بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ إِلَّا الَّذِى فَطَرَنِى فَإِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِى عَقِبِهٖ أَىْ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ وَهِىَ عِبَادَةُ اللهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَخَلْعُ مَا سِوَاهُ مِنَ الْاَوْثَانِ، وَهِىَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ أَىْ جَعَلَهَا دَائِمَةً فِىْ ذُرِّيَّتِهٖ يَقْتَدِى بِهٖ فِيهَا من هداه الله تعالى من ذرية إبراهيم عليه الصلاة والسلام لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ أى إليها.

قال عِكْرِمَةُ وَمُجَاهِدٌ وَالضَّحَّاكُ وَقَتَادَةُ وَالسُّدِّيُّ وَغَيْرُهُمْ فِي قوله عزوجل: وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ يَعْنِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ لَا يَزَالُ فِي ذُرِّيَّتِهِ مَنْ يَقُولُهَا ، وَرُوِيَ نَحْوُهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما. وَقَالَ ابْنُ زَيْدٍ: كَلِمَةُ الْإِسْلَامِ وَهُوَ يَرْجِعُ إِلَى ما قاله الجماعة، "

ترجمہ و مفہوم:۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اُس کے خلیل ہیں رسول ہیں اور اللہ کے مقرب بندے ہیں اور حنفاء کے امام ہیں اور اپنی ذات کے بعد بھیجے گئے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے باپ ہیں۔

یہ وہ نفس رحمت ہیں جن کی طرف قریش اپنے مذہب اور نسب کے اعتبار سے منسوب ہیں اور ان کی دینی اور اخلاقی قدروں کے حقیقی امین ہیں اُن اقدار میں ایک قدر یہ ہے جسے قرآن مجید نے بڑی شان و عظمت کے ساتھ بیان فرمایا ہے وہ عظیم القدر یہ ہے کہ جب انھوں نے اپنے معاشرے میں بت پرستوں کو نبوی جلال میں فرمایا کہ میں اعلان کرتا ہوں تم اور تمہارے خدا باطل ہیں اور میں تم سے تمہارے خداؤں سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ میں تو فقط اُسی کی عبادت کروں گا جس نے مجھے پیدا فرمایا اور مجھے اپنی ذات کی طرف ہدایت کی عظمت عطا فرمائی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ آپ کے اس جذبۂ بیدار کو قیامت تک آپ کی اولاد میں جاری وساری رکھیں گے۔

توحید کا حسن اُن کے ایمان کی زینت بنا رہے گا وہ وحدہٗ لاشریک کے بندے ہی رہیں گے اور اُسی کے وفادار رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز کی عبادت نہیں کریں گے یعنی کسی بت کی عبادت نہیں کریں گے اور وہ کلمہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" ہے جو دائمی طور پر ذریت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جاری وساری رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا نور اُن کو ڈھانپے رکھے گا اور عکرمہ، مجاہد، قتادہ نے کہا کلمۂ باقیہ سے مراد "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" ہے اور عقبہ سے مراد ذریت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اور یہ کلمہ ان میں مسلسل رہے گا۔

اور ابن عباس سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے اور ابن زید نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ اس کلمہ سے مراد دین اسلام ہے۔ اسی تسلسل کو تفسیر بیضاوی انوار التنزیل و اسرار التاویل المؤلف ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر البیضاوی ۶۸۵ھ دار احیاء التراث بیروت، میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"[سورة الزخرف(43): الآيات 26 الى 28]

وَإِذْ قالَ إِبْراهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَراءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ (26) إِلاَّ الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ (27) وَجَعَلَها كَلِمَةً باقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (28)

وَإِذْ قالَ إِبْراهِيمُ واذكر وقت قوله هذا ليروا كيف تبرأ عن التقليد وتمسك بالدليل، أو ليقلدوه إن لم يكن لهم بد من التقليد فإنه أشرف آبائهم. لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَراءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ بريء من عبادتكم أو معبودكم، مصدر نعت به ولذلك استوى فيه الواحد والمتعدد والمذكر والمؤنث، وقرئ «بريء» و «براء» ككريم وكرام.

إِلاَّ الَّذِي فَطَرَنِي استثناء منقطع أو متصل على أن «ما» يعم أولي العلم وغيرهم، وأنهم كانوا يعبدون الله والأصنام والأوثان، أو صفة على أن «ما» موصوفة أي إنني بريء من آلهة تعبدونها غير الذي فطرني.

فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ سيثبتني على الهداية، أو سيهديني إلى ما وراء ما هداني إليه.

وَجَعَلَها وجعل إبراهيم عليه الصلاة والسلام أو الله كلمة التوحيد. كَلِمَةً باقِيَةً فِي عَقِبِهِ في ذريته فيكون فيهم أبداً من يوحد الله ويدعو إلى توحيده، وقرئ «كَلِمَةً» و «فِي عَقِبِهِ» على التخفيف و «في عاقبه» "

ترجمہ و مفہوم: اے حبیب یاد فرماؤ اس وقت کو جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اندھی تقلید کرنے والوں کو ڈانٹ کر کہا حیاء کرو تمہارے آباؤ اجداد بھی بت پرستی میں

اندھے تھے اور تم اُن سے زیادہ اندھے ہو۔ میں ایسے اندھے پن سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ مگر میں تو اُس کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے۔

یہاں استثناء منقطع بھی ہو سکتا ہے اور متصل بھی ہو سکتا ہے اور لفظِ ما عموم پر دلالت کرتا ہے اس جاننے والے اور نہ جاننے والے سب برابر ہیں تو معنیٰ یہ ہو گا کہ وہ اللہ اور بتوں کی پوجا کرتے تھے یا صرف بتوں کی پوجا کرتے تھے (بت پرستی بہر حال حرام ہے) یا لفظِ ما یہاں موصوفہ ہے یعنی میں بری ہوں اُن معبودوں سے جن کی تم عبادت کرتے ہو اور جنھوں نے مجھے پیدا نہیں کیا۔

بے شک میرے رب نے مجھے ہدایت دی ہے اور مجھے ہدایت پر ثابت قدمی رکھا ہے۔

بہر حال "کلمۃً بَاقِیَۃً" اور "فی عقبہٖ" کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے کلمۂ توحید کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں ہمیشہ رکھا اور ہمیشہ رکھے گا۔ یہ نفوسِ رحمت تا ابد الاباد توحید کے نور سے مزین رہیں گے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

اسی تسلسل کو امام شہاب الدین بن محمود بن عبد اللہ الحسینی آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ تفسیر روح المعانی میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

"وَ جَعَلَهَا" کی ضمیر جو ہے یہ مرفوع مستتر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف یا اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔

اور کلمۂ توحید سے مراد "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" ہے۔ اگر ضمیر کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں تو معنی یہ ہو گا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقیدۂ توحید اُن کی ذریت میں جاری رہا۔ اور اگر اس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہو تو معنی یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ قدرت سے کلمۂ توحید کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت میں تا قیامِ قیامت جاری و ساری رکھا اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

اب معنی "کلمۃً باقیۃً فی عقبہ" کا یہ ہوا کہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا نور ذریت ابراہیم علیہ السلام

میں مسلسل رہا اور وہ نفوسِ قُدسیہ اس دعوتِ حق کے داعی رہے۔ عقبہ کا معنی خلفہ ہے اور اس سے ایک حدیث کا عنوان بھی سامنے آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ نبی آخر الزماں کا ایک نام مبارک عاقب بھی ہے یہ اس لیے ہے کہ آپ ﷺ آخر الانبیاء ہیں یعنی بعثت میں سب سے آخر ہیں۔ (جبکہ خلقت میں سب سے پہلے ہیں)

" لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ " یہ " جَعَلَهَا بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ "اس کلمۂ حق کو ذریت ابراہیم علیہ السلام میں باقی اس لیے رکھا تاکہ دوسرے لوگ بھی اُن نفوسِ قُدسیہ کی طرح دعوتِ حق کی طرف آجائیں۔

یہاں اس جملے میں دو ضمیریں ہیں جو معنیٔ جمع کو بیان کر رہی ہیں اور اکثر لوگوں نے اس کلام کو تقدیر مضاف کے ساتھ لکھا ہے یعنی جو اُن میں بعض مشرک ہیں وہ ذریت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت سے کلمۂ حق کی طرف آجائیں یا یہ بعض کا اسناد کل کی طرف ہے۔

نوٹ: "لَعَلَّ" کی اصل بناء تو ترجی کے لیے ہے یعنی اُمید کے لیے ہے مگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف اُمید کی نسبت غیر صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ امیدوں کی کمزوریوں سے پاک ہے۔ اس لیے جب "لَعَلَّ" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اُس کا معنی یقیناً حقیقت ہوا کرتا ہے۔

"القصة وَجَعَلَهَا الضمير المرفوع المستتر لابراهيم عليه السلام او الله عز و جل والضمير المنصوب لكمة التوحيد اعنى لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كما روى عن قتادة و مجاهد والسدى و يشعر بها قوله۔

اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ الخ و جوز ان يعود على هذا القول نفسه و هو ايضا كلمة لغة كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ فى ذريته عليه السلام فلا يزال فيهم من يوحد الله تعالىٰ و يدعو الى توحيده عزوجل

و قرا حميد بن قيس كلمة بكسر الكاف و سكون اللام و هى لغة فيها و قرئ فى عقبه بسكون القاف تخفيفا و عَقِبِهٖ اى من عقبه اى خلفه و منه تسمية النبى صلى الله عليه وآله وسلم

بالعاقب لانه آخر الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام۔

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ تعلیل للجعل ای جعلها باقیة فی عقبه کی یرجع من اشرك منهم بدعاء من وحد او بسبب بقائها فیهم والضمیران للعقب و هو بمعنی الجمع والاکثرون علی ان الکلام بتقدیر مضاف ای لعل مشرکیهم او الاسناد من اسناد ما للبعض الی الکل و اولوا لعل بناء علی ان الترجی من الله سبحانه و هو لا یصح فی حقه تعالیٰ او منه علیه السلام لکنه من الانبیاء"

نوٹ: یہ اقتباس روح المعانی کا ہے اُس کا ترجمہ اوپر ہو چکا ہے۔

اسی تسلسل کو علامہ اسماعیل حقی علیہ الصلوٰة والسلام المتوفی ۱۱۲۷ھ اپنی معروفِ زمانہ تفسیر روح البیان میں بڑے ہی خوب صورت انداز میں یوں بیان فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

" وَجَعَلَهَا ای جعل ابراهیم کلمة التوحید التی کان ما تکلم به من قوله اننی الی سیهدین عبارة عنها یعنی ان البراءة من کل معبود سوی الله توحید للمعبود بالحق وقول بلا اله الا الله كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ ای فی ذریته حیث وصاهم بها کما نطق به قوله تعالی ووصی بها ابراهیم بنیه ویعقوب الآیة فالقول المذکور بعد الخروج من النار وهذا الجعل بعد حصول الأولاد الکبار فلا یزال فیهم نسلا بعد نسل من یوحد الله ویدعو الی توحیده وتفریده الی قیام الساعة قال الراغب العقب مؤخر الرجل واستعیر للولد وولد الولد انتهی فعقب الرجل ولده الذکور والإناث وأولادهم وما قیل من ان عقب الرجل أولاده لذکور کما وقع فی أجناس العاطفی او أولاده البنات کما نقل عن بعض الفقهاء فکلا القولین ضعیف جدا مخالف للغة لا یوثق به لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ علة للجعل والضمیر للعقب واسناد الرجوع إلیهم من وصف الکل بحال الأکثر والترجی راجع الی ابراهیم علیه السلام

ای جعلها باقیة فی عقبه وخلفه رجاء ان یرجع إلیها من أشرك منهم بدعاء الموحد

قال بعضهم فی سبب"

ترجمہ و مفہوم: "وَ جَعَلَهَا" سے مراد یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بولا ہوا کلمۂ توحید "سَیَهۡدِیۡنَ" تک اس کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ اُنھوں نے ذات حق کے علاوہ ہر معبودِ باطل سے اپنی شدید نفرت کا اظہار فرمایا اور آپ علیہ السلام کا قول "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " مسلسل آپ کی ذریت میں جاری وساری رہا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے اعتبار سے بھی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے اعتبار سے بھی جس کو سورۃ البقرہ میں بیان کیا گیا ہے اور یہ واقعۂ نارِ نمرود کے بعد ہوا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کلمۂ حق آپ علیہ السلام کی اولادِ اطہار میں نسل در نسل مسلسل جاری وساری رہا۔ اور یہ تمام نفوسِ قُدسیہ اس کلمہ کی دعوت دیتے رہے اور قیامت تک یہ تسلسل جاری رہے گا۔

امام راغب نے عقب کا معنی بطورِ استعارہ اولاد، در اولاد کو دیا ہے خواہ وہ مذکر ہوں یا مؤنث ہوں۔

اسی تسلسل کو دنیائے تفسیر کے عظیم صوفی مفسر نعمت اللہ بن محمود شیخ علوان المتوفی ۹۲۰ھ مصر اپنی معروف زمانہ تفسیر الفواتح الالٰہیہ میں یوں رقم طراز ہیں: ملاحظہ فرمائیں:

"واذكر يا أكمل الرسل لمشركی مكة وقت إِذۡقَالَ جدك إِبۡرٰهِيمُ الخليل صلوات الله عليه وسلامه لِأَبِيهِ وَقَوۡمِهِ المغمورين فی تقليدات آبائهم الموروثة لهم بعد ما انكشفت حقيقة الحق ووحدته وبطلان الالهة الباطلة التی قد أثبتوها شركاء لله ظلما وزورا إِنَّنِی بَرَاءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُونَ ای أنا بریٔ من معبوداتكم التی أنتم تعبدونها من دون الله الواحد الأحد الصمد المستحق للعبادة والإطاعة

إِلَّا الَّذِی ای ما اعبد معبودا سوى المعبود الذی فَطَرَنِی ای أوجدنی وأظهرنی من كتم العدم بمقتضى حوله وقوته وعلمه ووفور حكمته فَإِنَّهُ سبحانه بمقتضى سعة

رحمته وتوفيقه سَيَهْدِينِ ويثبتنى على جادة الهداية بأزيد مما هدانى اليه من اجراء كلمة التوحيد على لسانى

وَجَعَلَهَا سبحانه هذه الكلمة كَلِمَةً بَاقِيَةً مستمرة فِي عَقِبِهِ اى أولاد ابراهيم وذرياته الى يوم القيامة موروثة لهم لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ الى الله بكرامة هذه الكلمة ويوحدونه حق توحيده لذلك ما خلا زمان من الازمنة من موحدى هذه الذرية وممن يدعو منهم الى الحق وطريق توحيده وان كان منهم"

ترجمہ و مفہوم: یاد فرماؤ اے اکمل الرسل اور بتاؤ مشرکینِ مکہ کو وہ وقت جب آپ کے جدِ کریم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چچا اور اپنی قوم جو اپنے آباء کی تقلیدوں میں غرق تھے اُن سے کہا کہ توحید الٰہی کی حقیقت ایک عظیم اور کھلی ہوئی حقیقت ہے اور باطل معبودوں کی بے بسی اور نحوست بھی تمہارے سامنے ہے اس کے باوجود بھی اگر تم ان باطل معبودوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو اور تم اس پر بضد ہو تو یہ بدترین ظلم ہے سنو! میں تم سے اور تمہارے اِن باطل معبودوں سے شدید نفرت کا اعلان کرتا ہوں اور بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ میں تو اس ذاتِ حق کی عبادت کروں گا جو واحد ہے، صمد ہے، لاشریک ہے، مستحقِ عبادت اور اطاعت ہے۔ اُس نے مجھے پیدا فرمایا۔ اُس نے مجھے عدم سے وجود بخشا، اُس ذاتِ حق نے مجھے نبوی علم وحکمت اور قوت عطا فرمائی۔

بے شک وہی پاک ہے اُس کی رحمت اور وسعت اور توفیق کے وسیع خزانے ہیں۔ اُس ذاتِ اقدس نے مجھے نورِ ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے اور ہدایت کی عظمت پر ثابت قدم رکھا اور میری زبان پر کلمۂ توحید جاری فرمایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً مُسْتَمِرَّةً فِي عَقِبِهِ "یعنی کلمۂ توحید کو ذریت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مسلسل قیامت تک باقی رکھا اور یہ کلمہ اُن کی وراثت ٹھہرا " لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ " تاکہ دوسرے لوگ کلمۂ توحید کی طرف لوٹ آئیں۔

ذریت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانوں میں کوئی زمانہ اس عظیم عظمت سے خالی نہیں رہا۔ یہ نفوسِ قُدسیہ خود بھی توحید کے نور میں مستغرق رہے اور دوسروں کو دعوت دیتے رہے۔ واہ سبحان اللہ! کیا شان ہے خاندانِ نبوت کی۔

" وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَۙ (۲۶) اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ (۲۷) وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ (۲۸) "

"الاسلام، ذکر من قال ذلك

حدثنی یونس، قال اخبرنا ابن وهب قال قال ابن زید فی قوله وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ فقرأ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ قال جعل هذه باقیة فی عقبه قال الاسلام و قرأ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ فقرأ وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وبنبحو ما قلنا فی معنی العقب قال اهل التاویل

حدثنی محمد بن عمرو، قال ثنا ابو عاصم قال ثنا عیسی وحدثنی الحارث قال ثنا الحسن قال ثنا ورقاء جمیعا عن ابن ابی نجیح عن مجاهد قوله (فِیْ عَقِبِهٖ) قال ولده۔

حدثنی محمد بن سعد قال ثنی ابی قال ثنی عمی، قال ثنی ابی، عن ابیه عن ابن عباس قوله وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ قال یعنی من خلفه

حدثنی محمد قال ثنا احمد قال ثنا اسباط عن السدی فِیْ عَقِبِهٖ قال فی عقب ابراهیم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حدثنی محمد بن عبد الله بن عبد الحکم قال ثنا ابن ابی فدیك قال ثنا ابن ابی ذئب عن ابن شهاب انه کان یقول العقب الولد و ولد الولد حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وهب قال قال ابن زید (فِیْ عَقِبِهٖ) قال عقبه ذرّیته

و قولہ ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ يقول ليرجعوا الى اطاعة ربهم و يثوبوا الى عبادته و يتوبوا من كفرهم و ذنوبهم۔"

ترجمہ و مفہوم: امام طبری علیہ الرحمہ نے اس آیت کریمہ سے یونس اور ابن وھب اور ابن زید کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کلمۂ باقیہ سے مراد اسلام ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہی دعا کی تھی کہ ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا۔

امام طبری نے ایک طویل سند کے ساتھ مجاہد سے عقبہ کا معنی اولاد کیا ہے اور ابن عباس سے عقبہ کا معنی خلفہ کیا ہے اور ابن شہاب سے عقب کا معنی اولاد اور اولاد کی اولاد اور ابن زید سے عقبہ کا معنی ذریت لکھا ہے۔ (محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ تفسیر جامع البیان المعروف تفسیر الطبری)

اسی عنوان کو ابو محمد عبد الحق بن عائذ المحاربی المتوفی ۵۴۲ھ اپنی عظیم تفسیر المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز المعروف تفسیر ابن عطیہ میں ایک خاص عظمت کے ساتھ یوں بیان فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

" وقوله: إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي قالت فرقة: الاستثناء متصل، وكانوا يعرفون الله ويعظمونه، إلا أنهم كانوا يشركون معه أصنامهم، فكأن إبراهيم قال لهم: أنا لا أوافقكم إلا على عبادة الله الفاطر. وقالت فرقة:

الاستثناء منقطع، والمعنى: لكن الذى فطرنى معبودى، وعلى هذا فلم يكونوا يعبدون الله إلا قليلا ولا كثيرا، وعلل إبراهيم لقومه عبادته بأنه الهادى المنجى من العذاب، وفى هذا استدعاء لهم وترغيب فى الله وتطميع برحمته، والضمير فى قوله: وَجَعَلَهَا كَلِمَةً قالت فرقة: ذلك عائد على كلمته بالتوحيد فى قوله: "

ترجمہ و مفہوم:۔اس آیت کریمہ میں استثناء متصل کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کی بھی عبادت کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تمہاری اس حماقت میں موافقت نہیں کروں گا۔ میں فقط اللہ خالق و یکتا کی عبادت کروں گا اور مستثنیٰ منقطع کی صورت میں اس کا معنی ہوگا میں تو فقط اُس ذات کی عبادت کروں گا جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے اور مشرکین اس اعتبار سے صرف بتوں کی عبادت کرتے تھے خدا کی عبادت نہیں کرتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حصر علت قائم کی کہ میرا رب ہادی بھی ہے اور عذاب سے نجات دینے والا بھی ہے اور ایک قول کے مطابق یہ ضمیر کلمہ توحید کی طرف لوٹتی ہے۔

" إِنَّنِي بَرَاءٌ وقال مجاهد وقتادة والسّدى، ذلك مراد به: لا إله إلا الله، وعاد الضمير عليها وإن كانت لم يجرلها ذكر، لأن اللفظ يتضمنها. وقال ابن زيد: المراد بذلك: الإسلام ولفظته، وذلك قوله عليه السلام:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ [البقرة: 128] وقوله: إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ، قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ [البقرة: 131] وقول الله تعالى هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ [الحج: 78] . والعقب: الذرية وولد الولد ما امتد فرعهم. "

ترجمہ و مفہوم: صاحب تفسیر فرماتے ہیں کہ کلمہ باقیہ سے مراد مجاہد اور قتادہ اور سدی کے قول کے مطابق "لَااِلٰہَ اِلَّا اللہُ" ہے اور ابن زید کے مطابق اسلام ہے جس پر بطور دلیل قرآنی آیات بیان فرمائیں اور عقب سے مراد ذریت ہے اور اولاد ہے اور اولاد کی اولاد ہے اور پھر مسلسل ان کی شاخ یعنی اولاد در اولاد ہونا ہے۔

اور اسی تسلسل کو امام المفسرین ابو الحسن علی بن احمد بن محمد بن علی الواحد نیشاپوری الشافعی المتوفی ۴۶۸ھ الناشر عمادہ البحث العلمی میں اپنی تفسیر التفسیر البسیط میں یوں بیان فرماتے ہیں:

" فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٦﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿٢٧﴾ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ "

"ثم ذكر ما فعل بالامم المكذبة تخويفا لهم فقال

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ، الاية قال ابن عباس يريد ما صنع بقوم نوح وعاد و ثمود و نحو هذا قال مقاتل وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ قال الكلبی لما خرج ابراهيم من السرب و هو ابن سبع عشرة سنة ابصر قومه و اباه يعبدون الاصنام فقال لهم هذا القول

وقوله اِنَّنِيْ بَرَآءٌ قال الكسائی و الفراء ولمبرد براء مصدر لا يثنی ولا يجمع مثل عدل و رمی تقول العرب انا البراء منك والخلا ولا يقولون البراءان والبراءون لانه المعنی ذو البراء و ذو البراء فان قلت بریء و خلی ثنيت و جمعت ثم استثنی خالقه من البراءة فقال

اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ، المعنی انا اتبرا مما تعبدون الا من الله عزوجل و يجوز ان يكون (الا) بمعنی لكن، فيكون المعنی لكن الذی فطرنی فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ، ای سيرشدنی لدينه ويوفقنی لطاعته قاله ابن عباس والوجهان فی الاستثناء ذكرهما الزجاج۔

قوله تعالیٰ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ، قال ابن عباس و مجاهد و قتادة يعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وقال قتادة لا يزال فی ذريته من يعبد"

ترجمہ و مفہوم: بے شک میں بیزار ہوں بت پرستی سے اور بت پرستوں سے میں تو فقط اُس ذات کی عبادت کروں گا جس نے مجھے پیدا فرمایا اور اُس نے مجھے اپنے دین کی ہدایت نصیب فرمائی اور اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائی " وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ "کا معنی ابن عباس

اور مجاہد اور قتادہ کے مطابق "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" ہے اور قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد اطہار میں "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" کا نور مسلسل جاری و ساری رہا اور وہ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے رہے۔

اسی تسلسل کو بیہقی وقت قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مقبول زمانہ تفسیر مظہری الناشر مکتبہ رشیدیہ پاکستان میں یوں بیان فرماتے ہیں "وَجَعَلَهَا" یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمہ توحید کو جو اس آیت کریمہ سے مفہوم ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اُن کی اولادِ اطہار میں ہمیشہ جاری و ساری رکھا اور وہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے رہے۔

امام قرطبی کے حوالے سے قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے اس کلمہِ توحید کو ابراہیم علیہ السلام کی اولادِ پاک میں نسل در نسل باقی رکھا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس عظمت کی وصیت فرماتے رہے اور ابن زید نے کہا کہ قرآن کریم کی یہ آیہ کریمہ جس کا معنی ہے اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے یہ کلمہِ باقیہ کی دلیل ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وصیت کو قرآنی دلیل ہے۔ "لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ" کا معنی اے محبوب یاد کراؤ اہلِ مکہ کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول تاکہ اہلِ مکہ اُن کے دین اور اُن کی وصیت کی طرف لوٹ آئیں۔

وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَ لَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾

فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ (27) اى سيثبتنى على الهداية او يرشدنى فوق ما أرشدنى اليه.

وَجَعَلَهَا اى جعل ابراهيم هذه الكلمة اى كلمة التوحيد المفهومة من قوله انّنى براء الى سيهدين كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ اى ذريته قال قتادة لا يزال فى ذريته من يعبد الله وحده وقال القرطبى جعل الله تعالى وصية ابراهيم باقية فى نسله

وذريته وقال ابن زيد يعنى قوله أسلمت لربّ العالمين وقرأ هو سمّيكم المسلمين لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (28) اى اذكر قول ابراهيم لعل اهل مكة يرجعوا الى دين ابراهيم ووصيته."

نوٹ: مذکورہ بالا اقتباس کا ترجمہ تفسیر مظہری کے حوالے سے اوپر پہلے ہو چکا ہے اقتباس بعد میں لگایا گیا ہے۔ اب آخر میں ایک عظیم مفسر علامہ حقی علیہ الرحمہ کی تفسیر حقی کا ایک تفصیلی تفسیری اقتباس حاضرِ خدمت ہے۔

"فِيهِ ثَلَاثُ مَسَائِلَ: الْأُولَى- قَوْلُهُ تَعَالَى: وَجَعَلَها كَلِمَةً باقِيَةً الضَّمِيرُ فِي جَعَلَهَا عَائِدٌ عَلَى قَوْلِهِ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي. وَضَمِيرُ الْفَاعِلِ فِي جَعَلَهَا لِلهِ عَزَّ وَجَلَّ، أَيْ وَجَعَلَ اللهُ هَذِهِ الْكَلِمَةَ وَالْمَقَالَةَ بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ، وَهُمْ وَلَدُهُ وَوَلَدُ وَلَدِهِ، أَيْ إِنَّهُمْ تَوَارَثُوا الْبَرَاءَةَ عَنْ عِبَادَةِ غَيْرِ اللهِ، وَأَوْصَى بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي ذَلِكَ. وَالْعَقِبُ مَنْ يَأْتِي بَعْدَهُ. وَقَالَ السُّدِّيُّ: هُمْ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَوْلُهُ فِي عَقِبِهِ أى فى خلفه. وَفِي الْكَلَامِ تَقْدِيمٌ وَتَأْخِيرٌ، الْمَعْنَى فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ. أَيْ قَالَ لَهُمْ ذَلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتُوبُونَ عَنْ عِبَادَةِ غَيْرِ اللهِ. قَالَ مُجَاهِدٌ وَقَتَادَةُ: الْكَلِمَةُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. قَالَ قَتَادَةُ: لَا يَزَالُ مِنْ عَقِبِهِ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَقَالَ الضَّحَّاكُ: الْكَلِمَةُ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللهَ. عِكْرِمَةُ: الْإِسْلَامُ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ [الحج: 78]. الْقُرَظِيُّ: وَجَعَلَ وَصِيَّةَ إِبْرَاهِيمَ الَّتِي وَصَّى بِهَا بَنِيهِ وَهُوَ قَوْلُهُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ.] البقرة: 132]- الْآيَةُ الْمَذْكُورَةُ فِي الْبَقَرَةِ - كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي ذُرِّيَّتِهِ وَبَنِيهِ. وَقَالَ ابْنُ زَيْدٍ: الْكَلِمَةُ قَوْلُهُ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ [البقرة: 131] وَقَرَأَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَقِيلَ: الْكَلِمَةُ النُّبُوَّةُ. قَالَ ابْنُ الْعَرَبِيِّ: وَلَمْ تَزَلِ النُّبُوَّةُ بَاقِيَةً فِي ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ.

وَالتَّوحِیدُ هُمْ أَصْلُهُ وَغَیْرُهُمْ فِیهِ تَبَعٌ لَهُمْ."

ترجمہ و مفہوم: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ" کی تین صورتیں سامنے آئی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ "جعلھا" میں جو ضمیر ہے اسے "الا الذی فطرنی" اللہ کی طرف لوٹایا جائے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات نے کلمہ توحید "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل پاک میں باقی رکھا اور عقبہ کا معنی اولاد در اولاد کے ہیں۔اب اس صورت میں معنی یہ بنے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت میں کلمہ طیبہ جاری وساری رہا اور وہ مسلسل غیر اللہ کی عبادت سے شدید نفرت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو اس کلمہ توحید کی وصیت فرماتے رہے۔ عقب کا معنی بعد میں آنے والے (ظاہر ہے اولاد بعد میں ہی ہوتی ہے) اسی لیے امام سدّی نے کہا ہے کہ اس سے آل محمد ﷺ مراد ہے اور ابن عباس سے کہا کہ اس سے بعد میں آنے والے مراد ہیں۔اور اس کلام میں تقدیم اور تاخیر جائز ہے۔اب اس صورت میں معنی یہ ہوا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا فرمائی ہے تاکہ دوسرے لوگ بھی ہدایت کیطرف رجوع کریں۔"وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ"یعنی جو آنے والوں کو بھی دعوت دی اور دیگر لوگوں کو بھی دعوت حق دی تاکہ وہ غیر اللہ کی عبادت سے توبہ کرلیں۔

اور امام مجاہد اور قتادہ نے الکلمہ سے مراد "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے مزید قتادہ نے کہا کہ یہ کلمہ طیبہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پاک میں تاقیام قیامت جاری وساری رہے گا۔ضحاک نے کہا کہ الکلمہ سے مراد یہ ہے کہ اے لوگو!تم اللہ کی عبادت کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔

عکرمہ نے کہا کہ کلمہ سے مراد اسلام ہے۔اللہ تعالیٰ کا قول یہ ہے کہ "ھو سماکم المسلمین من قبل "امام قرطبی نے کہا کہ اس کلمہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کو ان کی اولاد اطہار میں جاری وساری فرمایا جس کی

دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد " وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ "

ترجمہ و مفہوم: ابن عربی نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہر دو اعتبار سے قبول ہوئی۔ پہلی دعا جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے انھیں امام بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاً یہ دعا کر دی کہ اے اللہ! یہ عظمت امامت میری ذریت میں بھی قائم کر دے اس پر اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہاں! آپ کی ذریت میں بھی یہ عظمت و امامت قائم و دائم رہے گی مگر ظلم کرنیوالے اس سے محروم رہیں۔گے۔(تجربہ اس بات کا گواہ ہے کہ شہید کربلا) حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کائنات کا ذرہ ذرہ امام کہتا ہے مگر ظالم یزید کو کائنات کا ذرہ ذرہ ملعون کہتا ہے۔یہ تسلسل قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

دوسری مقبول دعا کی صورت یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات کے لیے اور اپنی اولاد کے لیے بت پرستی کی لعنت سے چھٹکارے کی دعا کی تو اس دعا کو بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس نے شرف قبولیت بخشا۔ ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! میری زبان کو سچائی کے کلمہ کے ساتھ اس قدر پیوست کر دے کہ میرے بعد میں آنیوالوں میں بھی یہ زمزمۂ نور یعنی کلمہ طیبہ کا ورد جاری و ساری رہے۔

اس دعا کو بھی اللہ تعالیٰ کی ذات نے شرف قبولیت بخشا۔ آج تاریخی تجربہ گواہ ہے کہ ساری کائنات کے باسی ان نفوس قدسیہ کی بھی تعظیم کرتے ہیں اور ان کی اولاد اطہار کی بھی تعظیم کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام

قارئینِ محترم! آپ نے مذکورہ آیۃ کریمہ میں تفسیری آثاثے کے حوالے سے خوب غور فرمایا اور اس میں تین چیزیں بطور خاص عنوان بنیں۔

نمبر ا: کلمہ طیبہ نمبر ۲: باقیہ نمبر ۳: عقبہ

ان تینوں کا الگ الگ مصداق آپ معلوم کر چکے ہیں کلمہ سے مراد مسلسل جاری وساری رہنے والا اور عقبہ سے مراد ذریت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

سینکڑوں مفسرین نے اسی عنوان کا تعین کیا ہے اور یہ عنوان مسکین کی اس کتاب کا ایک عظیم عنصر ہے بلکہ یہ عنوان میری کتاب کی شناخت ہے چونکہ ذریت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی میرے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان عظمیٰ قرار پائے اور اس عظیم خاندان نبوت کی آخری انتہائے عظمت محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد، ابو احمد، ابو قثم (صاحب عطا) سیدنا ومولانا ومرشدنا حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین ہیں۔ اور محسنہ عالمین مخدومہ کائنات ام محمد، ام احمد، ام قثم (صاحب عطا) سیدتنا و "فاءؤتنا و ملجاتنا وقرۃ عیوننا ومبدءۃ رسولنا ونور ایماننا ونور قلوبنا" حضرت بی بی آمنہ بنت وھب صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھاہیں۔

لفظ ذریت میں خاندان نبوت ہی کے مراد ہونے پر قرآنی شواہد ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی قرآنی شہادت

"قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ" یہ شہادت اس صورت میں ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ آپ میری وفائے عظمت پر ہر طرح سے پورے اترے ہو لہٰذا میں کائنات بھر میں آپ کی عظمت امامت کا اعلان کرتا ہوں۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار میری اولاد میں سے بھی لوگوں کو اس عظمت امامت کا عطیہ عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں! ضرور عطا کیا مگر جو ظالم ہونگے انھیں عظمت امامت نہیں ملے گی۔ (البقرہ آیت: ۱۲۴)

قارئینِ محترم!

یہاں لفظ "من تبعیض "کے لیے آیا ہے یہاں ساری اولاد مراد نہیں بلکہ اولاد کا بعض حصہ جو اس عظمت کے لیے منتخب ہوا وہ میرے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاندانِ عظمیٰ ہی ہے ہزاروں دلائل اس پر شاہد عادل ہیں جنکی تفصیل حسب موقع آئے گی۔

دوسری قرآنی شہادت:

" رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ "صورت اس کی یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تعمیر کعبہ کر چکے تو اس محبت کی قبولیت کے لیے ہاتھ اٹھالیے اور دعا کی کہ اے اللہ اپنے حضور عظمت میں سراپا نیاز بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک طبقۂ انسانیت مسلسل عظمت نیاز سے وابستہ رہے اور تیرے حضور عظمت تاقیامت جھکا رہے۔ یہاں بھی من تبعیض کے لیے ہے یعنی اولاد کا وہ حصہ جو حضور سرور کائنات ﷺ کے خاندان عظمیٰ پر مشتمل ہے وہ قطعی اور یقینی مراد ہے ہزاروں علمی شواہد اس پر موجود ہیں کہ یہ نفوس قدسیہ مسلسل اسلام کے نور میں نہائے رہے اور نور توحید میں مستغرق رہے۔ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۸)

تیسری قرآنی شہادت:

"وَوَصّٰی بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ "اور جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات نے وصیت فرمائی اپنی اولاد کو اور یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے تمھیں دین میں شان مصطفائیت بخشی۔ پس تاحیات اس عظمت میں رہنا اور زندگی کی شام اسی خدمت میں ہو۔ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۳۲) اس آیت کریمہ میں بھی خاندان نبوت کی عظمت کو کھلے لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔

کہ یہ مصطفاؤں کا خاندان ہے۔

لفظ ذریت سے خاندان نبوت کا مراد ہونا حتمی، قطعی اور یقینی ہے۔ اس عنوان پر مزید قرآنی شواہد دیئے جارہے ہیں۔

چوتھی قرآنی شہادت:

" وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَیْنٰهُمْ وَهَدَیْنٰهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ یَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِیْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۰﴾ "(الانعام: ۸۶۔۹۰)

ترجمہ و مفہوم: اس آیت کریمہ سے قبل اور اس میں تقریباً اٹھارہ نفوس قدسیہ کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے اور یہ سب ذریت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہی ہیں تقریباً اور بعد میں فرمایا کہ ہم نے انکی ذریتوں کو اپنے قرب و حضور عظمت میں بہت عظیم مرتبہ بخشا اور

انھیں شان مجتبائیت عطا فرمائی۔ اور اپنے حسن ازل کی طرف راہ عطا فرمائی مطلوب حق تک پہنچایا۔ یہ اللہ کی شان ہدایت ہے جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے اگر یہ لوگ شرک کرتے تو ان کی تمام عظمتوں کو برباد کر دیا جاتا۔ یہ تو وہ بلند بخت لوگ ہیں جنکو ہم نے کتاب اور سلطنت اور نبوت کی عظمت عطا فرمائی۔ یہی وہ ہدایت والے ہیں۔ اے محبوب ﷺ! آپ ان نفوس قدسیہ کی حقیقی قدروں اور عظمتوں کے امین ہیں۔

قارئینِ محترم! اس آیت کریمہ میں بھی ذریت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مراد نبی اکرم ﷺ کا خاندانِ عظمیٰ ہے۔ یاد رہے کہ ذریت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض نفوسِ قدسیہ وہ جن کو شان نبوت بھی بخشی گئی اور کتاب و حکمت بھی ان کو وحی فرمائی گئی اور بعض نفوس عظمت وہ ہیں جو نبی تو نہیں مگر نبوی اثاثوں کے امین ضرور ہیں۔ کتاب و حکمت اور توحید الٰہی سے ان نفوس قدسیہ کے سینے منور ہیں اور یہی نفوس قدسیہ خاندان نبوت قرار پائے۔

پانچویں قرآنی شہادت:

"وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

(سورۃ ابراہیم ۳۵)

اور اے محبوب ﷺ! یاد فرماؤ اس وقت کو جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی کہ اے اللہ اس شہر کو امن والا بنا مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی آلودگی سے بچا اور محفوظ فرما۔

یہ آیت کریمہ خاندان نبوت کی عصمت کو بت پرستی کی آلودگی سے دوری کو بیان کر رہی ہے۔ واہ سبحان اللہ! کیا اہتمام قدرت ہے۔

چھٹی قرآنی شہادت:

" رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا

الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۳۷﴾ "(ابراہیم:۳۷)

اے ہمارے رب بے شک میں نے اپنی ذریت کو تیرے محترم گھر کے قریب ٹھہرایا ہے تا کہ وہ تیرے گھر کی خدمت کریں اور نماز قائم کریں لیکن یہ ایسی وادی ہے جہاں زندگی کی ضرورتیں مہیا نہیں ہیں۔

اے اللہ! لوگوں کے دلوں کے اندر میرے گھر والوں کی محبت رکھ دے تا کہ لوگ انکی طرف دلی احترام و عظمت سے کھینچتے چلے آئیں۔ انھیں اپنی جناب خاص سے رزق کی فراوانیاں عطا فرما۔ اس سنگلاخ زمین کو پھلوں سے بھر دے تا کہ یہ تیرے حضور عظمت شکریہ ادا کرنے والے ہو جائیں اور تیری نعمتوں کے قدردان بن جائیں۔

اس آیت کریمہ میں ذریت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور نبی اکرم ﷺ کے خاندان عظمیٰ ٹھہرے اور قیام نماز اس خاندان میں قائم و دائم رہا اور قیامت تک قائم و دائم رہے گا۔ لوگوں کے دلوں کے اندر اس خاندان کی حرمت، عظمت و وقار اور محبت قائم و دائم تھی ،ہے اور قیامت تک رہے گی۔

نوٹ:

جو لوگ اس خاندان عظمیٰ کی عظمتوں کا حیا اور ان کے تقدس کا احترام نہیں کرتے یا کسی بھی جہت سے ان نفوس قدسیہ سے نفرت کرتے ہیں تو قرآن کے فیصلے کے مطابق وہ لوگ نہ انسان ہیں اور نہ ہی مسلمان۔ یہ کیا عظمت والا خاندان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے انکی تکریم میں مکہ کی سنگلاخ زمینوں کو پھلوں سے بھر دیا ہے اور قیامت تک کائنات بھر کے پھل وہاں موجود رہیں گے۔

اور کتنے ہی عظمت والے ہیں خاندان نبوت کے لوگ ان عصمت مآب نفوس قدسیہ کو اللہ تعالیٰ نے شاکرین کا لقب دیا ہے اور ان کی شان و عظمت کی بے شمار شہادتیں فراہم فرمائی ہیں جن کو قرآن کریم نے بطور حوالہ پیش فرمایا ہے۔

ساتویں قرآنی شہادت:

"رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ "(سورۃ ابراہیم ۳۹-۳۸)

اے ہمارے رب بے شک تو ہماری ہر ظاہر اور پوشیدہ حقیقت کو جانتا ہے بلکہ زمین و آسمان کی کوئی حقیقت تجھ سے پوشیدہ نہیں تیری ہی ساری حمدیں ہیں کہ تو نے مجھے بڑھاپے میں حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تحفہ عطا فرمایا اس آیت کریمہ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑھاپے کے عالم میں یہ شہزادے ملے اور شان نبوت کے ساتھ ملے۔

آٹھویں قرآنی شہادت:

"رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ "(ابراہیم: ۴۰-۴۱)

اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا اور ہماری دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرما۔ اے ہمارے رب میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی مغفرت فرما۔ اور قیام قیامت تک ایمان والوں کی مغفرت فرما۔

اس آیت کریمہ میں حضور سرور کائنات ﷺ کے خاندان عظمیٰ کی عظیم منقبت بیان فرمائی گئی ہے۔

نویں قرآنی شہادت:

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ "(سورۃ مریم ۵۵،۵۴)

اے محبوب ! یاد فرماؤ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتوں کو وہ اپنی وفائے عظمت کے وعدوں میں کمال کے سچے تھے اور عظیم الشان رسول اور نبی تھے۔ اور وہ اپنے اہلِ خانہ کو نماز کا بھی حکم دیتے تھے اور زکوۃ کا بھی حکم دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا مقام یہ تھا کہ اللہ ان کی رضا کا بھی احترام فرماتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں قرآن کریم نے خاندان نبوت کی دو عظمتیں بیان فرمائیں:

(۱) نماز بھی ان نفوس قدسیہ کے ہاں جاری و ساری تھی۔

(۲) اور زکوۃ بھی ان نفوس قدسیہ کے ہاں جاری و ساری تھی۔

واہ سبحان اللہ ! کیا خوبصورت دینی شہادت ہے اللہ تعالیٰ کیطرف سے خاندان نبوت کے مرتبے کی۔

قارئینِ محترم ! یہ قرآنی شہادتیں تمام کی تمام تفصیل ہیں اس آیت کریمہ جو سورۃ البقرہ اور سورۃ الزخرف میں پہلے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں " وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ " اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمہ توحید کو ان کی اولاد میں باقی رکھا تاکہ دوسرے لوگ ان نفوسِ قدسیہ کی برکت سے نور توحید کیطرف لوٹ آئیں۔

ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت جو کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاندانِ عظمیٰ ہے۔ جن کی انتہا محسن عالمین مخدوم کائنات ابو احمد ابو محمد ابو قثم (صاحب عطا) سیدنا و مولانا و مرشدنا جناب حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب اور محسنہ عالمین مخدومہ کائنات ام محمد ام احمد ام قثم (صاحب عطا) سیدتنا و ما وتنا و ملجاتنا وقرۃ عیوننا ومبدءۃ رسولنا ونور ایماننا ونور قلوبنا حضرت بی بی آمنہ بنت وھب علیھم السلام ہیں اور یہ نفوس قدسیہ ملت ابراہیمی کی دینی اخلاقی اور روحانی قدروں کے امین ہیں۔

اسی لیے قدرت نے ان نفوس قدسیہ کا انتخاب عظمت حضور سرور کائنات ﷺ کے لیے بطورِ والدین کریمین فرمایا واہ سبحان اللہ ! یہ کیا حسین سنگھم ہے جد الانبیاء حضرت ابراہیم

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتوں کے بھی امین ٹھہرے اور امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود رحمت کا بھی مبداء اور مظہر ٹھہرے۔

اسی لیے کائنات میں اس اعتبار سے ان نفوس قدسیہ کی مثال ہی کوئی نہیں۔ یہ اپنی اس شان میں خصوصاً اور مزید دیگر شانوں میں عموماً بے مثل و مثال ہیں۔ ان پر خدا بھی درود پڑھتا ہے، فرشتے بھی درود پڑھتے ہیں۔ اور خود محبوب خدا ﷺ بھی درود پڑھتے ہیں اور تمام اہل ایمان بھی درود پڑھنے کے پابند بنا دیئے گئے ہیں۔ اللہ اکبر کبیر افللہ الحمد کثیرا۔

آیتِ تطہیر اور والدینِ مصطفیٰ ﷺ

قارئینِ محترم! اس آیۃ مقدسہ پر بحث و نظر کا ایک معتدل حوالہ آپ پہلے صفحات میں پڑھ آئے مگر یہاں اس آیت کریمہ سے عصمت والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ کو تلاش کرنا ہے۔ جن کی علمی قوتیں شاہد عادل ہیں اس آیت کریمہ میں لفظ اہلِ البیت پر بار بار غور فرمائیں حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ گھر کی زندگی کا اصولی اور عادی تصور اس وقت سے شروع ہو جاتا ہے۔ جب انسان اس منصہء شہود میں آجاتا ہے اس کائنات میں اپنی زندگی کی ابتداء کا آغاز کرتا ہے۔ تو جنم لیتے ہی انسان کو اس گھر کے ایک فرد ہونے کی الگ سی ایک حیثیت مل جاتی ہے۔

ماں باپ دنیا میں ابتداً ایک نام دیتے ہیں پھر اس کی انفرادی حیثیت متعین ہوتی ہے۔ پھر اسی گھر میں شروع سے ہی لوازمات حیات مہیا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ افراد خانہ میں سب سے پہلا قرب انسان کو والدین کی صورت میں میسر آتا ہے۔ یہ ابتدائی فطری تعلق انسان کے ساتھ تا حیات قائم رہتا ہے۔ بلکہ تا ابد ہمیشہ انسان انہی عظمتوں کے ساتھ موسوم ہوتا ہے۔ منسوب ہوتا ہے۔ باقی تمام فطری سماجی اور معاشرتی تعلقات اور نسبتیں عمر کے بتدریج مراحل میں میسر آتے ہیں۔ بلکہ یہ بات حتمی قطعی اور یقینی ہے کہ گھر کے افراد کا ابتداء نقطہ ء آغاز ماں باپ ہی ہوتے ہیں۔ حیرت اس بات پر ہے کہ اس فطری حسن

کو سمجھا ہی نہیں گیا آیت تطہیر میں آل اطہار علیھم الرضوان کے مراد ہونے کا مذہب بھی قائم ہو گیا اور ازواج مطہرات کو بھی شامل کیا جائے گا۔ مگر گھر کے افراد میں اہل بیت میں جو سب سے پہلی اور ابتدائی اکائی ہے۔ان کا اس ضمن میں تذکرہ کرنا کیوں ضروری نہیں سمجھا گیا۔ حالانکہ یہ اصولی اکائی ہے ہم اصول کو تو پس پشت ڈال رہے ہیں جبکہ فروع کو بڑی شدو مد کے ساتھ قبول بھی کرتے ہیں۔ بیان بھی کرتے ہیں یہ کہاں کا انصاف ہے؟ رہا یہ سوال کہ اس آیت کریمہ کے مصداق کو حدیث بیان کر رہی ہے جبکہ والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ کو حدیث کے بیان نہیں کیا تو دوستان محترم یہی سب سے بڑی علمی خطا ، مغالطہ اور کمزوری ہے زیر بحث آیت کریمہ کے مقتضاء پر بار بار غور فرمائیں۔ جلدی سمجھ میں آجائے گا آیت مبارکہ میں اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی عفت و عصمت طہارت لطافت و نزہت کو بیان کیا گیا ہے۔یہی نزول آیت کی علت غائی اور مشیت الٰہی کا بنیادی مقصد ہے حیرت ہے یہ علت مشترک ہے فروع کی بناء اصول ہے نہ کہ اصول کی بناء فروع ہیں۔ اب آیئے غور فرمائیں آل پاک رضی اللہ عنہم اجمعین کے نفوس قدسیہ حضور رحمت عالم ﷺ کے فروع ہیں۔ اصول نہیں ہیں۔ اصول ان نفوس قدسیہ میں آل پاک کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور ان کی طہارت قطعی اور یقینی ہے کیونکہ ان کے اصول سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے آقا کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اور امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اصول کریم آقا کے والدین کریمین ہیں حیرت ہے امت فروع یعنی آل پاک کی طہارت پر تو یقین رکھتی ہے اس میں کوئی دورائے نہیں مگر جو نفوس قدسیہ حضرت محمد ﷺ کے بھی اصول ہیں ان کی قطعی تر عصمت و طہارت پر یقین اور اعتقاد کیوں نہیں آیا یہ امت کی بھول ہے حالانکہ خود زبان رسالت نے بڑے اہتمام کے ساتھ اسے بیان فرمایا ہے "انتقل من طیب الیٰ طاھر۔۔۔لخ" میں پاک باپوں سے پاک ماؤں کی طرف منتقل ہوا یعنی دنیا میں تشریف لایا ان پاکیزگیوں کا خلاصہ والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

بولئے جناب اس سے بڑی شہادت بھی کوئی کائنات میں ہے؟تو ثابت ہوا کہ آیت تطہیر کا اول مظہر اتم والدین کریمین ہی ٹھہرے۔کیونکہ نسبت نبوت میں یہ نفوس قدسیہ اصول کی حیثیت رکھتے ہیں جبکہ آل اطہار وجود نبوت کی شاخ اور فرع ہیں وجود نبوی ہی دونوں میں استعارہ طہارت ہیں لہٰذا دونوں طبقات کی طہارت قطعی اور یقینی ہے والدین کریمین اور آل پاک آیت کے مصداق ہیں ربط کلام میں سیاق وسباق کے قرینے سے ازواجِ مطہرات بھی مصداق آیت ہیں۔

بیان کردہ آیت تطہیر کے ضمن میں جو آل پاک کی عظمت میں حدیث وارد ہوئی اس میں کوئی شک نہیں یہی نفوس قدسیہ اس آیت کے مصداق ہیں مگر یہ حدیث پاک بیان کردہ آیت اور طہارت والدین مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان کوئی علمی مانع ہے؟نہیں نہیں ہر گز نہیں بلکہ یہ حدیث والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ کی طہارت و عصمت میں مؤثر تر ہے اور کامل دلیل ہے صورت اس کی یہ ہے کہ فروع میں جو عظمت طہارت وعصمت ثابت ہو چکی ہے کیونکہ اس فروع کا اصول پیکر نبوی ہے،تو اس عصمت و طہارت پر اعتقاد رکھنا فرض ہے رحمت عالم ﷺ کی عصمت و طہارت پر اعتقاد رکھنا فرض ہے عین اسی طرح والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ کی عصمت وطہارت پر اعتقادو یقین رکھنا بھی فرض ہے،کاشانہ نبوت کا تقدس منصوص ہے قطعی ہے حیرت ہے درودیوار کے احترام میں ہم مستعد رہیں مگر اس میں رہنے والے بابرکت وجودوں کی بابت ہم سوچ میں پڑ جائیں کہ کیا کیا جائے رہا یہ سوال کہ اس آیت تطہیر سے اس طرح استدلال پہلے نہیں ہوا تو میری جان میں اس کا ذمہ دار نہیں رہا یہ کہ میں نے استدلال جو کیا ہے یہ کس حد تک صحیح ہے یہ اہلِ علم ہی فیصلہ کر سکتے ہیں مگر میں اتنی گزارش ضرور کروں گا کہ میرے بیان کردہ استدلال کے مدمقابل معارضہ کا آپ کو حق ہے مگر وہ معارضہ کسی علمی قوت میں ہو میری متدل آیت اور میرے استدلال کے درمیان کوئی علمی مانع لے آئیں جس کی کوئی نہ کوئی علمی حیثیت وقوت ہو یہ کوئی مانع نہیں کہ پہلوں نے ایسا نہیں کیا تم نے ایسا کیوں کر ڈالا ب

شمار ایسے نظائر ہیں کہ پہلوں نے ایسا استدلال نہیں کیا مگر بعد میں آنے والوں نے کیا ہے دلائل شرعیہ ہی اصل قوت ہوتے ہیں نہ کہ کوئی مولوی کائنات کا کوئی بڑے سے بڑا عالم دین کے اندر بذات خود دلیل ہے تاہم یہ علمی میدان ہے "وفوق کل ذی علم علیم" ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے اگر کوئی غیر متعصب علم والا میرے استدلال کے خلاف کوئی معقول دلیل سامنے لائے تو رجوع ہو سکتا ہے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اگر یہ میرا استدلال صحیح ہے تو اس میں میری صلاحیت کا ایک رتی برابر اثر نہیں یہ محض خدائے ذوالجلال والاکرام کی عطاء ہے رسالت پناہ عالم ﷺ کی نظر عنایت ہے اور کرم ہے آقا کے کریم والدین شریفین طیبین طاہرین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی فیاضی ہے شان کریمی ہے اگر یہ استدلال علمی کوائف کے اعتبار سے درست نہیں تو یہ میرا علمی قصور مذکورہ بالا ذاتیں اس سے بری ہیں تاہم " اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ "منشاء الٰہی طے کر چکی ہے اے حبیب آپ کے اہلِ خانہ کو ہر آلودگی سے پاک رکھا جائے اور تمہیں اس طرح پاکیزہ رکھا جائے جیسے پاکیزہ رکھنے کا حق ہے اس میں ایک بات خوب واضح ہے کہ اہلِ بیت آل اطہار "ھؤلاء اھل بیتی "حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم اور ان کے شہزادوں کی بابت فرمایا کہ یہ میری اہلِ بیت ہیں لہٰذا ان کی طہارت ہی منشائے آیت ہے یہ حدیث ان نفوسِ قدسیہ کے مصداق آیت ہونے کی بیّن دلیل ہے اس وصف طہار کی بناء پر جو مؤثر ہے۔

اصول میں وہ نفوس رحمت بدرجہ اتم مصداق و مراد ہیں دلیل اسکی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "انتقل من طیب الی طاھر۔۔۔لخ"

کہ میں پاکوں سے پاکوں میں منتقل ہوا حتی کہ سب پاکوں کے خلاصہ اپنے والدین کریمین کی آغوش رحمت میں جلوہ افروز ہوا بنابریں جس طرح وصف طہارت فروع میں مؤثر ہے یعنی اولاد اطہار میں عین ایسے ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ مؤثر ہے اصول یعنی والدین کریمین میں

بھی بلکہ ان میں پہلے سے ہی طہارت کاملہ کا نور جلوہ گر تھا سیاق وسباق کلام میں مربوط معنوی نظم بھی یہی بول رہا ہے کہ پورا کاشانہ نبوت طہارت وپاکیزگیوں کے نور میں نہایا ہوا ہے وہ کاشانہ نبوت جو خاندان نبوت پر مشتمل ہے وہ خانوادہء عظمت پورا والدین کریمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں ہوا ازواج مطہرات کی صورت میں ہو یا اولاد امجاد اور آل پاک کی صورت میں ہو نسبت رسولی ہی علت مؤثرہ ہے ان تمام کی طہارت میں اور یہ طہارت قطعی اور یقینی ہے اگر یہ سوال کیا جائے کہ نزول آیت تطہیر کے وقت تو والدین کریمین تھے ہی نہیں تو ان کو اس آیت کے مضمون میں کیسے شامل کیا گیا ہے؟ جناب والا جواب اس کا یہ ہے کہ لاتعداد حقائق ایسے ہیں جو نزول آیت تطہیر کے وقت موجود نہیں تھے صدیوں پرانے ہو چکے تھے مگر قرآن نے انہیں بیان فرمایا ہے انہیں حقائق کو ترغیب و ترھیب کا مؤثر ذریعہ قرار دیا ہے بیان فرمایا ہے اس طرح تو ان پر یہی اعتراض کیا جا سکتا ہے!

گزشتہ حقیقتوں کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان سے عبرت ونصیحت حاصل کی جائے عین ایسے ہی والدین کریمین علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ نزول تطہیر کے وقت موجود تو نہ تھے مگر معلوم ضرور تھے محبوب ضرور تھے مقصود ضرور تھے دلیل اس کی یہ ہے کہ جیسے زبان رسالت نے ان نفوس قدسیہ کا ذکر صراحتاً بیان فرمایا ہے یعنی حضرت علی وفاطمہ حسن وحسین سلم اللہ علیہم اجمعین کو مضمونِ طہارت کا مصداق بیان فرمایا ہے عین ایسے اس وصف طہارت میں اپنی زبان رسالت سے اپنے آباؤاجداد بالخصوص والدین کریمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی "انتقل من طیب الیٰ طاھرۃ۔۔۔الخ" کے نورانی الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ میں پاک پشتوں سے یعنی پاک باپوں سے پاک ماؤں کی طرف منتقل ہوتا ہوا تشریف لایا ہوں اب آیئے ذرا اصول کی جانب آیت تطہیر میں اہل بیت کا لفظ مطلق ہے "المطلق یجری علی اطلاقہ" ہر مطلق اپنے اطلاق پر ہی جاری ہوتا ہے مذکورہ لفظ اہل بیت قرآن میں مطلق وارد ہوا ہے اس کے لیے کوئی تفسیر بطور وصف وارد ہی نہیں ہوئی اور

کوئی قرینہ ہی ایسا نہیں جو اس اطلاق کو مقید کر سکے تو سماجی معاشرتی اقدار کے مطابق یہ طے ہے کہ افراد خانہ کی پہلی اکائی انسان کے والدین ہوتے ہیں پھر انسان کا اپنا وجود پھر اولاد کی اولاد ۔۔۔ الخ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن مجید نے اولاد کی اولاد کا تو عظمت عصمت و طہارت کے حوالے سے اعلان فرمادیا ہے کہ یہ اعلان نسبت نبوی کے حوالے سے ہے اور پیکر نبوت وجود نبوی کے اصول یعنی والدین کریمین کی عصمت وطہارت عفت وشرافت کو چھوڑ دیا ہو اقرآن اس دوہرے معیار سے پاک ہے بلکہ مقتضائے کلام میں ایک حسین اشارہ ہے کہ کاشانہ نبوت میں نبی کی اولاد کی اولاد کے افراد جب طیب وطاہر ہیں جنہوں نے نبی کے وجود سے جنم لیا ہے ان کی یہ شان ہے یہ مرتبہ نسبت نبوت کی بنیاد پر ہے اور جن پاک مطہر و معطر وجودوں سے خود نبی پاک ﷺ نے جنم لیا ہے ان کی شان طہارت کا کیا عالم ہو گا جن کو نسبت اولادی ملے ان کی شان قرآن بیان کرتا ہے تو جن کو شان آبائی ملے امہاتی ملے بولئے ان کے مرتبے کا کیا عالم ہو گا ان کی شان طہارت کا کیا مقام ہو گا والدین کریمین مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثناء کی پاکیزہ فطرتوں کی عصمت و طہارت کا کیا مقام ہو گا۔" اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا "

ضابطہ یہ ہے کہ اصول فروع میں مؤثر ہوتے ہیں نہ کہ فروع اصول میں قرآن کریم نے خاندان نبوت کے پس منظر اور پیش منظر کی طہارت کو بیان فرمایا ہے۔ مکمل اہل بیت کو مطلقاً بیان فرمایا ہے اس اطلاق کے خلاف کوئی قرینہ نہیں رہا حدیث کا معاملہ تو وہ بیان سابقہ "وینتقل من طیب الی طاھرۃ" کی تائید و توثیق ہے تردید نہیں بلکہ ایک راز کی طرف اشارہ ہے جب نبی کی اولاد پاک ہے اور اولاد کی اولاد بھی پاک ہے جن کو دوسرا تیسرا قرب حاصل ہے تو ان کا یہ مقام ہے اور جن کو وجود نبوت سے قرب اول حاصل ہے یعنی والدین مصطفیٰ ﷺ ان کا کیا مقام ہو گا ویسے بھی اصول تفسیر کا ایک مسلمہ ضابطہ ہے عموم الفاظ ملحوظ ہوتا ہے نہ کہ خصوص واقعہ اہلِ بیت رسول کے جملہ افراد مراد ہیں خواہ اصول یعنی والدین کریمین ہوں خواہ فروع اولاد اطہار ہوں اور طہارت میں شان طہارت کی انتہاء کر

دی تطہیراً یہ تاکید لفظی ہے "یطھرکم" کی معنی یہ ہوا کہ اے محبوب ہم نے آپ کے اہلِ خانہ کو کامل طہارتوں کا نور عطا فرمایا ہے اس طرح عطا فرمایا ہے جس طرح عطا فرمانے کا حق ہے۔

نوٹ:

مذکورہ بالا بیان میں اصل علت مؤثرہ نسبت رسولی ہے جو قطعیت کا حوالہ ہے جس طرح وصف طہارت آل پاک کے لیے متعین ہے یونہی نسبت نبوی کے اعتبار سے عین ایسے ہی نسبت نبوت مؤثر تر ہے والدین کریمین طیبین طاہرین کی عصمت و طہارت میں بلکہ بدرجہ اتم مؤثر ہے اب مسئلہ بے غبار ہو گیا کیونکہ ابتداءً طہارت کا مصداق اول اس نسبت عظیمہ کی بنیاد پر والدین مصطفیٰ ﷺ ٹھہرے اور بعدہ اولاد اطہار ازواج مطہرات ٹھہریں کیونکہ والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ کو ابتداء قرب اول حاصل ہے فطری اعتبار سے ازواج مطہرات اور اولاد اطہار سلم اللہ علیہن اجمعین کو قرب ثانی میسر ہے لہٰذا آیت تطہیر کا مصداق اول کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین ٹھہرے رہا یہ سوال کہ نزول آیت تطہیر کے وقت ان کو بیان کیوں نہیں کیا گیا تو جواب اس کا یہ ہے کہ ان نفوس قدسیہ کو پاکیزگی اور طہارت کی اعلیٰ بلندیوں کے اعتبار سے نزول آیت سے بہت پہلے بیان فرمادیا گیا تھا اب بیان فرمانے کی ضرورت نہ تھی تاہم یہ بات بھی ذہن نشین رہے آل پاک کی طہارت والدین کریمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے مانع نہیں بلکہ خاندان نبوت کی قدیمی طہارت کا ہی تسلسل ہے جس پر قرآنی آیات بینات اور احادیث طیبات کی کثرت گواہ ہے۔

خاص بات

مذکورہ بالا بیان میں ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب علم میرے طرز استدلال پر کوئی معارضہ کر ڈالے کہ اہل بیت میں والدین کریمین چونکہ مذکور نہیں لہٰذا شامل بھی نہیں تو جناب من

فقیر اس اشکال کو قرآن مجید کی آیات بینات سے ہی دور کرے گا ملاحظہ فرمائیں۔

جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اولاد کی بشارت دی گئی تو پاس کھڑی حضرت سارہ سلمہ اللہ علیہا نے فوراً تعجب میں فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں بوڑھی بانجھ ہوں میرا شوہر بوڑھا ہو چکا ہے اس پر جواباً "قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت"

اے اہلِ بیت نبی تم اللہ تعالیٰ کی رحمت برکت اور عنایت پر تعجب فرما رہی ہو اس نے تو تم پر اپنی تمام رحمتیں، برکتیں اور عنایتیں نازل فرمادی ہیں اس آیت میں صریح نص نے طے فرمادیا ہے نبی کی ماں اہلِ بیت نبوت کی پہلی اکائی ہے اقتضاء والد گرامی بھی اہلِ بیت نبوت کی بنیادی عظمت ہے، بنیادی عظمت ہے۔

جب حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ماں قرآنی نص صریح کے مطابق اہل بیت نبوت میں شامل ہے تو محسنہ عالمین سیدتنا حضرت بی بی آمنہ سلم اللہ علیہا کیوں شامل نہیں؟ محسن عالمین جناب سیدتنا ابو محمد حضرت عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیوں شامل نہیں یقیناً شامل ہیں بلکہ یہ نفوس قدسیہ ابتداءً شامل ہیں آیت تطہیر کا مصداق اول ہیں اور چونکہ حضرت سارہ سلم اللہ علیہا زوجہ نبی بھی ہیں بنابریں امہات المؤمنین بھی بدرجہ اتم شامل اہل بیت ہیں ۔ایک اور دلیل حاضر خدمت ہے: جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کریمہ نے انہیں دریا میں بامر الٰہی ڈال دیا تو فرعونی جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے محل میں لے گئے۔ رفتہ رفتہ ان کی بہن بھی محل میں پہنچی۔ دیکھا کہ جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی عورت کا دودھ نہیں پی رہے اس پر وہ بولیں "قالت ھل ادلکم علیٰ اھل بیت یکفلونہ "کیا میں تمہیں ایک ایسے گھر والوں کی طرف راہنمائی نہ کروں جو ایسے متبرک بچوں کی کفالت میں اپنی مثال آپ ہیں یہاں بھی والدین اہلِ بیت ہی بتائے گئے ہیں بولئے جناب خود خلاق کائنات والدین کو اہلِ بیت ہی فرما رہے ہیں کیا وجہ ہے کہ والدین مصطفیٰ

کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اہلِ بیت میں اور آیت تطہیر میں اہلِ اسلام کیوں شامل نہیں سمجھتے یہ کہیں دانستہ جہالت تو نہیں؟ غور کیجئے اپنے بناوٹی افکار سے باز آجایئے والدین کریمین مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یقیناً یقیناً یقیناً آیت تطہیر کا مصداق بے مثل ہیں مخاطب اول ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ آل پاک کا مصداق ہونا خبر واحد سے ہے میرے نزدیک آل پاک کی طہارت بھی قطعی ہے کیونکہ یہ خبر واحد ایک قطعی دلیل کے ضمن میں بطور بیان ہے وارد ہے۔

اس عنوان عظمت کی مزید توثیق کے لیے ایک صحیح حدیث حاضر خدمت ہے۔

قال حدثنا قیس ، عن الاعمش عن عبایۃ ابن ربعی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ عزوجل قسم الخلق قسمین فجعلنی فی خیرھما قسماً و ذلک قولہ (وَ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ) (وَ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ)، انا من اصحاب الیمین و انا خیر اصحاب الیمین ثم جعل القسمین ثلاثا فجعلنی فی خیرھا ثلثًا، فذلک قولہ تعالیٰ (فَاَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَۃِ ۙ وَ اَصۡحٰبِ الۡمَشۡـَٔمَۃِ) (وَ السّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ) فانا من السابقین و انا خیر السابقین ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلنی فی خیرھا قبیلۃ و ذلک قول اللہ تعالیٰ (وَ جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ﴿۱۳﴾) و انا اتقی ولد آدم و اکرمھم علی اللہ ولا فخر، ثم جعل القبائل بیوتًا فجعلنی فی خیرھا بیتًا و ذلک قولہ عزوجل (اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ﴿ۚ۳۳﴾) فانا و اھل بیتی مطھرون من الذنوب۔ (دلائل النبوۃ للبیھقی باب ذکر شرف اصل رسول اللہ ﷺ و نسبہ حدیث ۷۶)

ہمیں بیان کیا قیس نے انھوں نے الاعمش سے روایت کیا انھوں نے عبایہ بن ربعی سے روایت کیا اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو پھر مجھے اللہ تعالیٰ

کی ذات نے مخلوق کی سب سے عظیم قسم میں رکھا۔ دلیل اس کی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: "(وَ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ)(وَ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ) "دائیں طرف والے یعنی اہلِ جنت اور بائیں طرف والے یعنی اہلِ دوزخ "فانا من اصحاب الیمین "پس میں اصحاب یمین سے ہوں یعنی میرے خاندان عظمیٰ کے تمام نفوس قدسیہ جنت والے ہیں۔ "وانا من خیر اصحاب الیمین "اور میں اصحاب یمین میں سے جو جنت کے سب سے اعلیٰ ترین مرتبے پر ہیں۔ میں ان سے ہوں یعنی میرے خاندان عظمیٰ کے تمام نفوس قدسیہ جنت کے سب سے اعلیٰ اور عظیم مرتبوں پر فائز ہیں پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس نے ان دو حصوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا پھر مجھے ان حصوں میں سے جو سب سے افضل و اعلیٰ نفوس قدسیہ تھے مجھے ان میں رکھا۔ دلیل اسکی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "(فَاَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَۃِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَۃِ)(وَ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَۃِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَۃ"

نمبر ۱: کتنی شان والے ہیں اہلِ جنت یعنی دائیں والے۔

نمبر ۲: کتنے برے حال میں اہلِ جہنم یعنی بائیں والے۔

نمبر ۳: "وَ السّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِکَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ"

عظمت والے ہیں وہ نفوس قدسیہ جو قرب و حضور صمدیت میں سب سے آگے بڑھ گئے ہیں اور اتنے بلند ہوئے اتنے بلند ہوئے کہ حضور ربوبیت میں " اُولٰٓئِکَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ "وہی بلند بخت اللہ کے حضور عظمت میں سب سے عظیم ترین مقرب ٹھہرے۔

فرمایا "فانا من السابقین "میں قرب و حضور خداوندی میں جو سب سے آگے بڑھ گئے ہیں میں ان سے ہوں بلکہ "وانا خیر السابقین "اور میں قرب و حضور عظمت میں سب سے زیادہ قریب تر ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا " اُولٰٓئِکَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ "اے محبوب! ﷺ یہی بلند بخت آپ کے خاندان عظمیٰ کے عظیم نفوس قدسیہ میرے قرب و حضور عظمت میں سب سے زیادہ قریب بھی ہیں اور میرے قریبی ہیں اور بہت بے مثال شان

والے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے اپنی مخلوق کے ان تین حصوں کو قبائل میں تقسیم کیا جو دینی عظمت، اخلاقی وقار اور خاندانی حمیّت کے اعتبار سب سے زیادہ عظیم نفوس قدسیہ تھے وہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بطور قبیلہ عطا فرمایا۔

دلیل اسکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

"وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (۱۳)"

فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایک مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے تمھارے قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کا تعارف رکھو جان پہچان رکھو مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے جو سب سے زیادہ متقی ہو گا وہی عزت والا ہو گا بے شک اللہ تعالیٰ صاحب علم اور صاحب خبر ہے۔

"وانا اتقی من ولد آدم و اکرمهم علی الله ولا فخر" اور میں اولاد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سب سے زیادہ متقی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور عظمت میں سب سے زیادہ مکرم ہوں۔ محترم ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے ان قبیلوں کو گھروں کی صورت میں تقسیم فرمایا (یعنی گھر والوں کی صورت میں) تو اللہ تعالیٰ کی ذات نے سب سے زیادہ عظمت والا گھر اور سب سے زیادہ عظیم گھر والے مجھے عطا فرمائے جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا

"اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا (۳۳)"

بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے طے فرمالیا ہے کہ میں نبی کے گھر والوں سے ہر پلیدی کو دور رکھوں اور پاکیزگیوں کا نور اس گھر میں مسلسل نازل ہوتا رہے اور ان نفوس قدسیہ کو اسطرح پاک کروں جسطرح پاک کرنے کا حق ہے یعنی طہارتوں کی اعلیٰ معراج پر

پہنچادوں۔

اس پر حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "فانا واھل بیتی مطھرون من الذنوب" پس میں اور میرے اہلِ بیت کائنات کی تمام آلودگیوں سے پاک ہیں۔(دلائل النبوۃ للبیھقی باب ذکر شرف اصل رسول اللہ ﷺ ونسبہ حدیث ۷۶)

قارئینِ محترم! اس طویل حدیث کی روشنی میں چند امور طے ہوئے۔

نمبر۱: رسول اللہ ﷺ کا خاندان عالیہ کائنات میں سب سے زیادہ افضل ترین اور عظیم ترین ہے۔

نمبر:۲ رسول اللہ ﷺ کا خاندان عالیہ ابتداءً ہی جنت کا مالک ہے رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک نے اپنی طرف سے بھی اعلان فرمایا اور اس اعلان کی توثیق کے لیے اللہ وحدہ لا شریک جل مجدہ الکریم کے کلام پاک سے بھی بطور حوالہ قرآن پاک کی اس آیت کو بیان فرمایا ہے۔" اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ "تو گویا ان نفوس قدسیہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اور رسول خدا ﷺ کی طرف سے بھی جنت کی ملکیت کا طے ہوچکا ہے۔

اب کسی مولوی سے ان کو جنت میں جانے کے لیے منظوری کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ خود مالکان جنت ہیں۔مالکوں کو اپنی ملکیت میں جانے کے لیے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جنت کی ملکیت کا تصور تو حسنین کریمین علیھما السلام تک مکمل ہوجاتا ہے۔

اوپر کی عظمت کے لوگ تو بہت بلند وبالا ہیں۔

نمبر:۳رسول اللہ ﷺ کا خاندان عظمیٰ اللہ وحدہ لاشریک کی بارگاہ اقدس کی عظیم قربتوں میں ان نفوس قدسیہ کو خاص الخاص مقام حاصل ہے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ ان پر درود بھیجتے ہیں۔

نمبر:۴رسول اللہ ﷺ کا خاندان مبارک قبیلہ کے اعتبار سے بھی سب سے افضل واعلیٰ ہے۔

نمبر:۵ رسول اللہ ﷺ کا کاشانہ رحمت اور اہلِ خانہ کے نفوس قدسیہ پوری کائنات میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں اور پاکیزگیوں کا نور ہمہ وقت اس گھر پر نازل رہتا ہے کائنات کی کوئی آلودگی یہاں پہنچ نہیں پاتی۔

محسنۂ عالمین مخدومہ کائنات سیدتنا ام محمد حضرت بی بی آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیہا اور محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد ابو احمد ابو قثم (صاحب عطا) سیدنا حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب علیہا السلام تو ان تمام عظمتوں کی انتہا ہیں اور مرکز محبت مصطفیٰ ﷺ ہیں اور مہبط نور خدا ہیں صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیھم اجمعین اور اہلِ بیت نبوت کی عظمتوں کا وجود اول ہیں اللہ اکبر کبیرا الحمد للہ علیٰ ذلک۔

اسی عظمت کی توثیق کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ثم خلق اللہ آدم من الارض فرکب فیه النور فی جبینه ،ثم انتقل منه الی شیث وکان ینتقل من طاهر الی طیب ومن طیب الی طاهر ،الی ان او صله الله صلب عبد الله بن عبد المطلب ومنه الی رحم امی آمنة بنت وهب ،ثم اخرجنی الی الدنیا فجعلنی سید المرسلین وخاتم النبیین و رحمة للعالمین وقائد الغر المحجلین وهکذا کان بدءُ خلق نبیك یا جابر"

(الجزاء المفقود من الجزء الاول من المصنف) (الحافظ الکبیر عبد الرزاق بن همام الصنعانی)

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے جناب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمین سے پیدا فرمایا پھر ان کی جبین عظمت میں میرے نور کو مرکب فرمایا پھر میں منتقل ہوا ان سے جناب شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اور میں اسی تسلسل کے ساتھ منتقل ہو تا رہا ہر پاک سے ہر صاف (پاکیزہ) کی طرف اور ہر طیب سے طاھر کی طرف۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے میرے والد عظمت حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت تک پہنچایا اور ان سے میری ام کریمہ آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیہا کے رحم رحمت تک پہنچایا۔ اور پھر مجھے ان سے اس کائنات کے اندر ظہور پذیر

فرمایا۔ مجھے اس نے تمام رسولوں کا سردار بنایا۔ خاتم النبیین بنایا اور رحمۃ للعالمین بنایا۔ اور روشن چہرے والوں کا قائد بنایا، چمک دار صورتوں والے امتیوں کا قائد بنایا۔ اے جابر یہ تھی تیرے نبی کی تخلیق کی روئیداد۔ (سبحان اللہ)

اسی عنوان کی توثیق کا تسلسل چند احادیث کی روشنی میں پیش خدمت ہے۔ سب سے پہلے ایک آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔

"اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ"

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ نور رسالت کو کہاں رکھنا ہے۔

قارئین محترم!

یہ آیت کریمہ اس عظمت کو خوب بیان فرمارہی ہے کہ رسالت وہاں رکھی جائے جو کائنات میں سب سے افضل و اعلیٰ وجود ہو اور اسکی ترکیب عنصری اس خون مطہرہ سے ہو جسکا پاکیزگیاں طواف کرتی ہوں، لطافتیں وہاں ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوں، بزرگیاں اور شرافتیں قدم بوسی کے لیے اپنی باری کے انتظار میں ہاتھ باندھے ہوں، نفاستیں وہاں سجدہ ریز ہوں، حرمتیں جبیں سا ہوں تو اس اعتبار سے جب جستجو کی جاتی ہے تو والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ کا پیکر عصمت ہی ان تمام عظمتوں کی جائے تسکین نظر آتی ہے۔ واہ سبحان اللہ! اب اس ضمن میں چند احادیث حاضر خدمت ہیں۔

" وَأخرج أَبُو نعيم فِي الدَّلَائِل عَن ابْن عَبَّاس قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لم يلتق أبواى قطّ على سفاح لم يزل الله ينقلنى من الإِصلاب الطّيبَة إِلَى الأَرْحام الطاهرة مصفى مهذبا لَا تتشعب شعبتان إِلَّا كنت فِي خيرهما"

ترجمہ و مفہوم: امام ابو نعیم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات مجھے پاکیزہ ترین پشتوں سے پاکیزہ ترین رحموں میں منتقل فرماتا رہا، مصفّیٰ اور مہذّب ترین نفوس عصمت سے میں فطری اعتبار سے گزر کر آیا

ہوں یعنی پیدا ہوا ہوں۔ کائنات کی ساری پاکیزگیاں انہی کے دامن رحمت میں رکھ دی گئیں اور ساری عظمتیں اور فضلتیں انہی کے حرم میں جمع رہیں وہ سب سے عظیم اور بہتر نفوس قدسیہ رہے۔

اسی عظمت کو ایک روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے

وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال: ان قریشًا ای المسعدۃ بالاسلام۔ کانت نورًا بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم علیہ السلام بألفیٔ عام یسبح ذلك النور وتسبیح الملائکۃ بتسبیحۃ، فلما خلق اللہ آدم القی ذلك النور فی صبلہ۔

قال رسول اللہ ﷺ: فاھبطنی اللہ تعالیٰ الی الارض فی صلب آدم وجعلنی فی صلب نوح، وقذف بی فی صلب ابراھیم، ثم لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الکریمۃ والارحام الطاھرۃ حتی اخرجنی من بین ابویّ لم یلتقیا علی سفاح قط۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک قریش (جنکو سعادتِ اسلام ملی) اللہ تعالیٰ کے حضور عظمت میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق کے دو ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہے تو اس وقت وہ اپنی کمیّت اور کیفیت کے اعتبار سے نور کی صورت میں تھے۔ اور انکی اس تسبیح پر نوری ملائکہ بھی خدا تعالیٰ کی تسبیح بولتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا تو وہ نور مبارک حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں رکھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے پشت آدم میں مجھے زمین پر اتارا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے پشت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اتارا اور پھر حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں اتارا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے مسلسل صاحبان کرم، حلم وحیاء کی پاکیزہ اور عظیم پشتوں سے طیب اور طاہر رحموں میں منتقل فرمایا یہاں تک کہ کرم وسخاوت کی انتہا، مہر ووفا کی انتہا، لطف وعطا کی انتہا، حلم وحیاء کی انتہا میرے پیارے والدین کریمین

طیبین طاہرین منزہین معطرین مطہرین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے وجودِ عصمت سے مجھے پیدا فرمایا پوری نسل رحمت عظمت نکاح سے وابستہ رہی غیر اخلاقی رویوں سے یکسر پاک رہی۔ سبحان اللہ اسی تسلسل کو درج ذیل روایات میں ملاحظہ فرمائیں۔

"وَ أخرج ابن سعد وابن أبي شيبة في المصنّف عَن مُحَمّد بن عليّ بن حُسين أن النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِنَّمَا خرجت من نِكاح و لَم أخرج من سفاح من لدن آدم لم يُصبنِيْ من سفاح اهل الْجَاهِلِيَّةِ شَيْءٌ لم اخرج إلّا من طهرة۔

وَأخرج ابْن أبي عمر الْعَدنِي فِي مُسْنده وَالطَّبَرَانِيّ فِي الْأَوْسَط وَأَبُو نعيم فِي الدَّلَائِل وَابْن عَسَاكِر عَن عليّ بن أبي طَالب أَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: خرجت من نِكَاح وَلم أخرج من سفاح من لدن آدم إِلَى أَن ولدني أبي وَأمي لم يُصبنِي من سفاح الْجَاهِلِيَّة شَيْء وَأخرج ابْن سعد وَابْن عَسَاكِر عَن ابْن عَبَّاس قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم خرجت من لدن آدم من نِكَاح غير سفاح

وَأخرج الطَّبَرَانِيّ عَن ابْن عَبَّاس قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم مَا ولدني من سفاح الْجَاهِلِيَّة شَيْء وَمَا ولدني إِلَّا نِكَاح كَنِكَاح الإِسْلَام

وَأخرج ابْن سعد وَابْن عَسَاكِر عَن عَائِشَة قَالَت: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم خرجت من نِكَاح غير سفاح"

ترجمہ و مفہوم: محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں عظمت نکاح سے دنیا میں جلوہ افروز ہوا ہوں بغیر نکاح کے نہیں۔ جاہلیت کی کوئی شے آلودگی نے میری نسبی عظمتوں کو چھوا تک نہیں۔ میں فقط پاکیزہ ترین نفوس قدسیہ سے آیا ہوں۔ اسی روایت کو سیدنا و مولانا و مرشدنا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی روایت فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اپنی نسبی عظمت میں پاک نفوس قدسیہ سے آیا ہوں۔ یہاں تک کہ میرے

پیارے والدین کریمین طیبین طاہرین منزھین تمام پاکیزگیوں کی انتہا ہیں۔ انھوں نے مجھ تک جاہلیت کی کوئی آلودگی نہیں آنے دی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے مگر یہاں لفظ اسلام کا اضافہ ہے یعنی میرے خاندان عظمیٰ میں مسلسل اسلام رہا اور نکاحِ اسلام رہا۔

" وَأخرج ابْن سعد عَن ابْن عَبَّاس قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم خير الْعَرَب مُضر وَخير مُضر بَنو عبد منَاف وَخير بني عبد منَاف بَنو هَاشم وَخير بَنو هَاشم بَنو عبد الْمطلب وَالله مَا افترق شعبتان مُنْذُ خلق الله آدم إِلَّا كنت فِي خيرهما

وَأخرج الْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل وَابْن عَسَاكِر عَن أنس قَالَ: خطب النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقَالَ: أَنا مُحَمَّد بن عبد الله بن عبد الْمطلب بن هَاشم بن عبد منَاف بن قصي بن كلاب بن مرّة بن كَعْب بن لؤَي بن غَالب بن فهر بن مَالك بن النَّضر بن كنَانَة بن خُزَيْمَة بن مدركة بن إلْيَاس بن مُضر بن نزار وَمَا افترق النَّاس فرْقَتَيْن إِلَّا جعلني الله فِي خيرهما فأخرجت من بَين أَبَوي فَلم يُصِبْنِي شَيْء من عهد الْجَاهِلِيَّة وَخرجت من نِكَاح وَلم أخرج من سفاح من لدن آدم حَتَّى انْتَهَيْت إِلَى أبي وَأمي فَأَنا خَيركُمْ نفسا وخيركم أَبَا "

ترجمہ و مفہوم: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام کائنات سے افضل ترین عرب ہیں اور عرب سے افضل و اعلیٰ مضر ہیں اور مضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بنو عبد مناف اور ان سے افضل و اعلیٰ بنو ہاشم ہیں۔ اور بنو ہاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل و اعلیٰ بنو عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور یہ فضیلت ان نفوس قدسیہ کو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر میرے پیارے والدین کریمین طیبین طاہرین منزھین مطھرین معطرین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھم

اجمعین تک میسر ہے۔ یہ سب نفوس قدسیہ صاحب فضیلت وعظمت ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نسب مبارک کی عظمت کو پورے اہتمام کیساتھ اپنے نبوی خطبے میں ارشاد فرمایا کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قُصّی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فھر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن حزیمہ بن مدرکہ بن الیاس مضر بن نزار علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہوں۔

اور یہ تمام نفوس قدسیہ یہاں تک کہ میرے والدین کریمین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین تک عظمتوں کے شاہکار ہیں اور کائنات میں سب سے زیادہ افضل واعلیٰ ہیں۔ جاہلیت کی کوئی آلودگی ان تک پہنچ پائی اور نہ ہی مجھ تک پہنچ پائی۔ اس پورے خاندانی تسلسل میں نکاح اسلام کی عظمت قائم رہی اور عظمتوں کی انتہاء میرے پیارے والدین کریمین طیبین طاھرین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین ہیں۔ اور میں اپنی ذات مبارک کے اعتبار سے بھی سب سے افضل واعلیٰ ہوں اور میرے پیارے والد گرامی سلام اللہ علیہ صلوتہ باپ ہونے کے اعتبار سب سے زیادہ افضل و اعلیٰ ہیں۔ آخر میں صحیح بخاری کی روایت پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"وَأخرج ابْن سعد وَالْبُخَارِیّ وَالْبَیْهَقِیّ فِی الدَّلَائِل عَن أبی هُرَیْرَة أَن رَسُول الله صلی الله عَلَیْهِ وَسلم قَالَ: بعثت من خیر قُرُون بنی آدم قرنا فقرنا حَتَّی کنت من الْقرن الَّذِی کنت فِیهِ"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اولاد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جو سب سے عظیم ترین اور پاکیزہ ترین، نفیس ترین اور بزرگ ترین نفوس قدسیہ ہوئے مجھے ان سے پیدا کیا گیا۔ یہ نفوس قدسیہ ہر زمانے میں کائنات بھر میں سب سے افضل واعلیٰ رہے حتی کہ جس زمانے میں میں پیدا ہوا ہوں اور جن نفوس قدسیہ سے پیدا ہوا ہوں یہ نفوس قدسیہ ہر زمانے کی عظمت کی انتہا ہیں۔ یعنی میرے

والدین کریمین طیبین طاہرین ان عظمتوں کی انتہا ہیں۔ واہ سبحان اللہ!

قارئینِ محترم! آیت تطہیر میں بیان ہونیوالی روایات اپنے ماخذات کے ساتھ بیان ہوئیں۔ ان تمام روایات کا مصداق اول ہی میرے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان عظمیٰ کے نفوس قدسیہ اور مصداق آخر بھی یہی نفوس قدسیہ ہیں۔

لہٰذا ان نفوس قدسیہ کی عظمت طہارت پر یقین رکھنا ایمان کی ضرورت بھی ہے اور ایمانی فرض بھی ہے۔ بنابریں تمام اہلِ اسلام سے گزارش ہے کہ ان حرمت مآب اور عصمت مآب نفوس قدسیہ کے حیاء کے سمندر میں اترے رہیں اور ایمانی فرض سمجھیں اور ان نفوس قدسیہ پر درود پڑھنا بھی فرض سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین!

والدین مصطفیٰ ﷺ کی شانِ مصطفائیت

قارئینِ محترم!

محسنین عالمین مخدومین کائنات والدین کریمین رسول اللہ ﷺ کی شان مصطفائیت ایک مسلّم حقیقت ہے اس پر قرآن بھی گواہ ہے اور حدیث بھی۔ ہم پہلے مصطفائیت کی لغوی تعریف کریں گے۔

وما الاصطفاء ان الاصطفاء اختیار واجتباء، وهو مأخوذ من الصفو او الصافی ای الشیء الخالص من الکدر۔ وعادة تؤخذ المعانی من المحسنات، وعندما تقول الماء الصافی ای الماء غیر المکدر، او کما یقول الحق (وَ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ عَسَلٍ مُّصَفًّى)

الاصطفاء کا معنی ہے چن لینا، منتخب کر لینا، پسند کر لینا، محبوب بنالینا، پہلوئے رحمت میں رکھنا یہ الصفو یا الصافی سے مشتق اور نکلا ہوا ہے۔ اس کا معنی ہے خالص کر لینا آلودگی سے اور یہ معنی محسوسات کے لیے ہے جس طرح ہمارے نزدیک کہا جاتا ہے پانی کا صاف ہونا یعنی پانی کا غیر مکدر ہونا یعنی گدلا نہ ہونا صاف اور شفاف ہونا۔

قرآن کریم نے اس کی مثال خالص شہد سے دی ہے تو گویا ہر آلودگی سے اور ہر گردو غبار سے پاک ہونا صاف ہونا۔ یہ مصطفائیت کا معنی ہے محسوسات کے اعتبار سے۔

اب روحانی اعتبار سے یہ معنی ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مصطفاؤں کے قلوب اور روحوں کو اور فکر و نظر کو، سوچ اور شعور کو، احساس فطرت کو اپنے حسن الوہیت کے نور کی تاثیر سے پاک وصاف اور خالص فرماتا ہے۔ پھر انھیں مقام مجتبائیت تک پہنچاتا ہے۔ یعنی اپنے قرب و حضور عظمت میں خاص مقام عطا فرماتا ہے۔ پھر انھیں اپنی محبت اور قربت کے لیے منتخب فرمالیتا ہے۔

"التقریب والمحبة" بھی مصطفائیت کا معنی ہے یعنی قربت اور محبت بھی مصطفائیت ہی کے معنی میں آتا ہے اس اعتبار سے مصطفیٰ کا معنی یہ بنا جو ذات خدا کے سب سے زیادہ قریب ہو اور محبوب ہو اسے مصطفیٰ کہا جاتا ہے۔ جو جتنا زیادہ قریب اور محبوب ہو گا اتنا زیادہ اس کا مصطفائیت کا مقام بلند و بالا ہو گا۔ لہٰذا قرآن نے جن جن مصطفاؤں کو بیان فرمایا ہے وہ خدا کے ہاں قربت بھی رکھتے ہیں اور محبت بھی۔ وہ خدا سے شدید محبت کرتے ہیں۔ اور خدا ان نفوس قدسیہ سے بے حساب محبت کرتا ہے۔ گویا مصطفائیت قرب و حضور صمدیت کا ایک مرتبہ ہے اور اس قدر بلند و بالا مرتبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوب!

"قل الحمد للہ" اس عظمتِ مصطفائیت پر خدا کی حمد بیان فرماؤ۔

"وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی" اے حبیب! اللہ اللہ ہو کر اپنے مصطفیٰ بندوں کو سلام فرماتا ہے۔ (سورۃ النمل نمبر:۵۹)

قارئین محترم!

کیا شان و عظمت ہے مصطفائیت کی۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قرآن کریم میں ان مصطفاؤں کی عظمت کو ایک خاص عنوان کے ساتھ بیان فرماتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۳﴾"

بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے شان مصطفائیت عطا فرمائی ہے۔جناب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ شان مصطفائیت بخشی اور اللہ تعالیٰ کی ذات نے آلِ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی شان مصطفائیت بخشی (آل سے مراد نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا خاندان ہے) اور اللہ تعالیٰ کی ذات نے آل عمران کو بھی شان مصطفائیت عطا فرمائی اور یہ شان مصطفائیت عالمین پر عطا فرمائی ہے۔یعنی ساری کائناتوں میں ان نفوس قدسیہ کے مرتبہ مصطفائیت سب سے اونچا مقام عطا فرمایا۔اب ہم اس ضمن میں احادیث کا ذخیرہ پیش کرتے ہیں۔

"وَأخرج ابْن سعد وَمُسلم وَالتِّرمِذِیّ وَالْبَیہَقِیّ فِی الدَّلَائِل عَن وَاثِلَة بن الْأَسْقَع قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلی الله عَلَیْهِ وَسلم إِن الله اصْطفى من ولد إِبْرَاهِیم إِسْمَعِیل وَاصْطفى من ولد إِسْمَعِیل بنی کنَانَة وَاصْطفى من بنی کنَانَة قُرَیْشًا وَاصْطفى من قُرَیْش بنی هَاشم وَاصْطفَانِی من بنی هَاشم"

ترجمہ و مفہوم: امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں اور بیہقی نے دلائل میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شان مصطفائیت عطا فرمائی اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو بنی کناہ سے قریش کو دولت مصطفائیت سے مالا مال فرمایا اور قریش سے بنوہاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عظمت مصطفائیت سے نوازا اور بنوہاشم سے مجھے محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بنایا۔

مزید ان اصولوں کی تفصیل میں اسی عنوان پر مشتمل ایک مفصل حدیث سیرت حلبیہ کے حوالے سے پیش خدمت ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ آدَمَ اِبْرٰھِیْمَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَاتَّخَذَ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا

وَاصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ اِبْرٰهِیمَ اِسْمَاعِیلَ ثُمَّ اصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِیلَ نِزَارَ ثُمَّ اصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ نِزَارَ مُضَرَ، ثُمَّ اصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ مُضَرَ کِنَانَۃَ ثُمَّ اصْطَفٰی مِنْ کِنَانَۃَ قُرَیْشًا وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ هَاشِمٍ ثُمَّ اصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ اصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ (السیرۃ الحلبیہ، صفحہ ۲۶،۲۷، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ و مفہوم: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مرتبہ مصطفائیت عطا کیا اور فرمایا ہم نے ان کو اپنا خلیل بنالیا ہے (گہرا دوست) اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شان مصطفائیت بخشی اور حضرت اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے نزار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شان مصطفائیت بخشی اور نزار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے مضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شان مصطفائیت بخشی پھر مضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے کنانہ کو شان مصطفائیت بخشی کنانہ سے قریش کو پھر قریش سے بنی ہاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شان مصطفائیت بخشی اور پھر بنی ہاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بنی عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شان مصطفائیت بخشی اور پھر بنی عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یعنی میرے والد گرامی حضرت عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مجھے محمد مصطفی ﷺ بنایا۔ واہ سبحان اللہ! کیا شان ہے میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین طیبین طاہرین منزہین معطرین مطہرین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کی۔

" وَأخرج الْحَکِیم التِّرْمِذِیّ فِی نَوَادِر الْأُصُول وَالطَّبَرَانِیّ وَابْن مرْدَوَیْه وَأَبُو نعیم وَالْبَیْهَقِیّ عَن ابْن عمر قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلی الله عَلَیْهِ وَسلم إِن الله خلق الْخلق فَاخْتَارَ من الْخلق بنی آدم وَاخْتَارَ من بنی آدم الْعَرَب وَاخْتَارَ من الْعَرَب مُضر وَاخْتَارَ من مُضر قُرَیْشًا وَاخْتَارَ من قُرَیْش بنی هَاشم واختارنی من بنی هَاشم فانا من خِیَار إِلَی خِیَار

وَأخرج ابْن سعد عَن مُحَمَّد بن عَليّ بن حُسَيْن بن عَليّ بن أبي طَالب أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: قسم الله الأَرْض نِصْفَيْنِ فجعلني فِي خيرهما ثمَّ قسم النّصْف على ثَلَاثَة فَكنت فِي خير ثلث مِنْهَا ثمَّ اخْتَار الْعَرَب من النَّاس ثمَّ اخْتَار قُريْشًا من الْعَرَب ثمَّ اخْتَار بني هَاشم من قُرَيْش ثمَّ اخْتَار بني عبد الْمطلب من بني هَاشم ثمَّ اختارني من بني عبد الْمطلب

وَأخرج ابْن سعد وَالْبَيْهَقِيّ عَن مُحَمَّد بن عَليّ قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَن الله اخْتَار الْعَرَب فَاخْتَارَ مِنْهُم كنَانَة ثمَّ اخْتَار مِنْهُم قُريْشًا ثمَّ اخْتَار مِنْهُم بني هَاشم ثمَّ اختارني من بني هَاشم وَأخرج ابْن سعد عَن عبد الله بن عبيد بن عُمَيْر قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِن الله اخْتَار الْعَرَب فَاخْتَارَ كنَانَة من العرب واختار قُرَيْشًا من كنَانَة وَاخْتَارَ بني هَاشم من قُرَيْش واختارني من بني هَاشم "

ترجمہ و مفہوم: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو اولاد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساری مخلوق پر عظمت و فضیلت بخشی اور اپنی محبت کے لیے پسند فرمایا۔ اولاد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرب کو اس عظمت کے لیے پسند فرمایا۔ پھر عرب سے مضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو، مضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قریش کو، قریش سے بنی ھاشم کو اور بنی ھاشم سے میری ذات کو عظمت و محبت کے لیے پسند فرمایا اور اپنے قرب و حضور عظمت میں شان مصطفائیت عطا فرمائی۔ بار گاہِ صمدیت کا قرب و حضور بخشا۔ میرے پورے خاندان عظمیٰ کو اور میں پسندیدہ اور عظیم ترین نفوسِ قدسیہ سے پشت در پشت محو خرام ہوا۔ اور ان بے مثل نفوسِ قدسیہ تک پہنچا جو کائنات میں سب سے عظیم ترین تھے اور خدا تعالیٰ کے محبوب ترین تھے اللہ اکبر۔

اسی تسلسل کو ایک اور روایت میں حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے زمین کو دو نصفوں میں تقسیم فرمایا اور مجھے سب سے عظیم ترین نصف کے حصہ میں رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس نصف کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا ان تین حصوں میں سے جو سب سے عظیم ترین حصہ تھا میں ان سے ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے تمام لوگوں سے عظمت کے اعتبار سے عرب کا انتخاب کیا۔ ان کو عظمتوں کے لیے پسند فرمایا پھر عرب سے قریش کو پسند فرمایا پھر قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ھاشم سے بنی عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور بنی عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مجھ کو عظمتوں اور رفعتوں کے لیے چنا اور پسند فرمایا اور اپنا قرب و حضور بخشا۔

امام بیہقی نے محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے عرب کو عظمتوں کے لیے پسند فرمایا اور ان میں سے کنانہ کو عظمتوں کے لیے پسند فرمایا پھر کنانہ سے قریش کو اپنے قرب و حضور عظمت کے لیے پسند فرمایا پھر قریش سے بنی ھاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے قرب و حضور عظمت کے لیے پسند فرمایا پھر بنی ھاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مجھے اپنے قرب و حضور عظمت کے لیے پسند فرمایا۔

اور اسی روایت کو انہی لفظوں کے ساتھ امام ابن سعد نے عبد اللہ بن عبید بن عمیر سے یونہی روایت کیا ہے روایت یہ ہے کہ

"عَن عبد الله بن عبيد بن عُمَيرقَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيۡهِ وَسلم إِن الله اخۡتَار الۡعَرَب فَاخۡتَارَ كنَانَة من العرب واختار قُرَيۡشًا من كنَانَة وَاخۡتَارَ بني هَاشم من قُرَيۡش واختارني من بني هَاشم

وَأخرج ابۡن عَسَاكِر عَن أبي هُرَيۡرَة قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيۡهِ وَسلم مَا

ولدتني بغي قط مذ خرجت من صلب آدم ولم تزل تتنازعني الأُمَم كَابِرًا عن كابر حَتَّى خرجت من أفضل حيين من الْعَرَب هَاشم وزهرة"

ترجمہ و مفہوم: امام ابن عساکر نے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا۔وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں عرب کے دو افضل ترین قبیلوں سے تشریف لایا ہوں ایک قبیلہ بنو زھرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

جناب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر جناب حضرت عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک اور جناب حضرت حوّا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر محسنہ عالمین مخدومہ کائنات حضرت بی بی آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیھما تک تمام نفوس قدسیہ طہارتوں کی شان رہے ہیں کوئی آلودگی یا کوئی سرکشی ان نفوس قدسیہ تک نہیں پہنچ پائی۔

"وَأخرج ابْن أبي عمر الْعَدنِي عَن ابْن عَبَّاس أَن قُريْشًا كَانَت نورا بَين يَدي الله تَعَالَى قبل أَن يخلق الْخلق بألفي عَام يسبح ذَلِك النُّور وتسبح الْمَلَائِكَة بتسبيحه فَلَمَّا خلق الله آدم عَلَيْهِ السَّلَام ألْقى ذَلِك النُّور فِي صلبه

قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: فاهبطني الله إِلَى الأرض في صلب آدم عليه السَّلام وَجَعَلَنِي فِي صلب نوح وقذف بي في صلب ابراهيم ثم لم يزل الله ينقلني من الاصلاب الكريمَةِ إِلَى الْأَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ حَتّٰى اخرجني من بين ابوي لم يلتقيا على سفاح قطّ

وَأخرج الْبَيْهَقِيّ عَن ربيعَة بن الْحَارِث بن عبد الْمطلب قَالَ بلغ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَن قوما نالوا مِنْهُ فَغَضب رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ثمَّ قَالَ: أَيهَا النَّاس إِن الله خلق خلقه فجعلهم فرْقَتَيْنِ فجعلني فِي خير الْفرْقَتَيْنِ ثمَّ جلعهم قبائل فجعلني فِي خَيرهمْ قبيلاً ثمَّ جعلهم بُيُوتًا فجعلني فِي خَيرهمْ بَيْتا ثمَّ قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: أَنا خَيركُمْ قبيلاً وخيركم بَيْتا

وَأخرج التِّرمِذِيّ وحسنة وَابن مردَوَيه وَالبَيهَقِيّ عَن الْمطلب بن أبي وداعة قَالَ:
قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيهِ وَسلم وبلغه بعض مَا يَقُول النَّاس فَصعدَ الْمِنبَر
فَحمدَ الله وَأثنى عَلَيهِ وَقَالَ: من أنا قالُوا: أَنْت رَسُول الله
قَالَ: أَنا مُحَمَّد بن عبد الله بن عبد الْمطلب إِن الله خلق الْخلق فجعلني فِي خير
خلقه وجعلهم فرقتين فجعلني فِي خير فرقة وجعلهم قبائل فجعلني فِي خَيرهمْ
قَبيلَة وجعلهم بُيُوتًا فجعلني فِي خَيرهمْ بَيْتا فانا خَيركُمْ بَيْتا وخيركم نفسا
وَأخرجه التِّرمِذِيّ وَصَححهُ وَالنَّسَائِيّ عَن عبد الْمطلب بن ربيعة بن الْحَارِث بن عبد الْمطلب

وَأخرج التِّرمِذِيّ وحسنة وَابن مردَوَيه وَالبَيهَقِيّ عَن الْمطلب بن أبي وداعة قَالَ:
قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيهِ وَسلم وبلغه بعض مَا يَقُول النَّاس فَصعدَ الْمِنبَر
فَحمدَ الله وَأثنى عَلَيهِ وَقَالَ: من أنا قالُوا: أَنْت رَسُول الله
قَالَ: أَنا مُحَمَّد بن عبد الله بن عبد الْمطلب إِن الله خلق الْخلق فجعلني فِي خير
خلقه وجعلهم فرقتين فجعلني فِي خير فرقة وجعلهم قبائل فجعلني فِي خَيرهمْ
قَبيلَة وجعلهم بُيُوتًا فجعلني فِي خَيرهمْ بَيْتا فانا خَيركُمْ بَيْتا وخيركم نفسا"

ترجمہ و مفہوم: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک قریش اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے سامنے نور کی صورت میں تھے۔ مخلوق کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل وہ نور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان فرماتا رہا اور نور کے فرشتے بھی ان کی تسبیح پر تسبیح بولتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کو ان کی پشت عظمت میں منتقل فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے پشت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں زمین کی طرف اتارا اور پھر مجھے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں منتقل فرمایا اور پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت

میں منتقل فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے مسلسل کریموں کی پشت عظمت سے پاکیزہ ترین رحموں میں منتقل فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ میرے والدین کریمین جو سب طہارتوں کی انتہا ہیں اور کرم وسخا کی انتہا ہیں ان کے وجود اقدس سے مجھے دنیا میں پیدا فرمایا۔ امام بیہقی نے حضرت ربیعہ بن حرث بن عبد المطلب سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تک آپ کے خاندان عظمیٰ کی بابت کوئی نازیبا بات پہنچی تو اس پر آپ ﷺ غضبناک ہوئے پھر منبر شریف پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے جب اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس کو دو فریقوں میں تقسیم فرمایا اور ان دو فریقوں میں جو سب سے عظیم ترین فریق تھا مجھے اس میں پیدا فرمایا پھر جب قبائل کی تقسیم فرمائی تو مجھے سب سے عظیم قبیلہ عطا فرمایا پھر جب گھروں کی تشکیل ہوئی تو مجھے کائنات میں سب سے عظیم ترین گھرانہ عطا فرمایا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم میں سب سے زیادہ افضل واعلیٰ ہوں اور میرا گھرانہ بھی تمہارے گھرانوں سے افضل واعلیٰ ہے۔

امام ترمذی نے اور امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے عبد المطلب بن ابی وداعہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے میرے خاندان عظمیٰ کی بابت غیر معقول بات پہنچی ہے۔ لہٰذا میں اپنے نبوی منبر پر کھڑے ہو کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتا ہوں اور پھر میں پوچھتا ہوں کہ بتاؤ میں کون ہوں؟

لوگوں نے کہا کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

کہ ہاں واقعی میں اللہ کا رسول ہوں پھر فرمایا کہ میرے خاندان عظمیٰ کی بابت جو ہرزہ سرائی کی گئی ہے۔ میں اسکا جواب دے رہا ہوں فرمایا سنو میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے جب اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس مخلوق میں جو سب سے عظیم ترین اور افضل واعلیٰ نفوس قدسیہ تھے مجھے ان سے پیدا فرمایا پھر جب قبائل کی

تشکیل ہوئی تو مجھے سب سے عظیم ترین قبیلہ عطا فرمایا پھر جب گھرانوں کا ماحول قائم ہوا تو سب سے عظیم ترین گھرانہ مجھے عطا فرمایا گیا۔ پس میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب سے افضل واعلیٰ ہوں۔

اسی روایت کو امام احمد بن حنبل اور امام ترمذی نے اس کی تحسین کی اور امام نسائی نے اس کی تصحیح کی اور امام ابن مردویہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنی دلائل میں حضرت عباس بن عبد المطلب سے اسی طرح روایت فرمایا ہے۔

واخرجه الترمذیؒ و صحبه والنسائیؒ عن عبد المطلب بن ربیعة بن الحرث بن عبد المطلب۔

واخرج ابن سعد عن قتادة قَالَ ذکر لنا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اذا اراد الله ان یبعث نبیا نظر الی خیر اهل الارض قبیلة فیبعث خیرها رجلا۔

ترجمہ و مفہوم: امام ابن سعد نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو مبعوث کرنے یعنی بھیجنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اہلِ زمین کی طرف نظر کرتا ہے اور کائنات میں جو قبیلہ دینی، اخلاقی، روحانی عظمتوں میں سب سے عظیم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قبیلے سے نبی کو مبعوث فرماتا ہے (تاکہ منکرین رسالت کو نبی کے خاندان کی بابت کسی معمولی پن کے بہانہ بنانے کی ہمت نہ ہوسکے)

نوٹ: قارئینِ محترم! یہ حدیث شریف اپنے معنی کے اعتبار سے ایک واضح پیغام ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وجود عنصری غیر معمولی لوگوں سے تشکیل پاتا ہے۔ تاکہ کفار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوی تبلیغ میں یہ بہانہ نہ بنا سکیں کہ ہم آپ کی بات نہیں مانتے کیونکہ معمولی خاندان سے ہو۔

لہٰذا ہمارا شخصی وقار قبائلی حمیّت اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم گھٹیا لوگوں سے پیدا

ہونیوالے شخص (نبی) کی اطاعت کریں۔

اسی لیے اس کو قرآن کریم نے بھی ایک عظیم حوالہ میں بیان فرمایا ہے۔رسول دو عالم ﷺ کے اعلان نبوت پر کفار مکہ نے یہی اعتراض کیا تھا کہ قرآن اگر نازل بھی ہوتا تو ان دو عظیم شہروں یعنی مکہ اور طائف کے کسی مالدار کے اوپر نازل ہوتا۔اسے قرآن کریم نے یوں بیان کیا۔"وقالوا لولا نزل ھذا القرآن علیٰ رجل من القریتین عظیم "(سورۃ الزخرف نمبر:۳۱) کفار نے کہا کہ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ یہ قرآن کسی مالدار آدمی پر نازل ہوتا اور ان دو عظیم بستیوں (مکہ اور طائف) کے کسی سربرآوردہ شخصیت پر نازل ہوتا۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ "(سورۃ انعام) اللہ خوب جانتا ہے کہ اس نے نور رسالت کے لیے مال و دولت معیار نہیں بلکہ رسالت کے لیے تقویٰ اور طہارت، خشیّت اور روحانی کمالات اور اخلاقی عظمتیں ہی مناسب حال ہیں۔

اسی عنوان کو امام ابو نعیم نے اپنی دلائل میں یوں نقل فرمایا ہے۔

وَقَالَ ابو نعیم وجه الدَّلَالَة علی نبوته من هٰذه الفَضِیْلَة ان النُّبُوَّةَ ملك و سیاسة عَامَّة و الملك فی ذوی الاحساب والاخطار من الناس لِاَنَ ذٰلك ادعی اِلَی انقیاد الرعیة له و اسرع الی طَاعته و لذلك سَاَلَ هرقل اَبَا سُفیان کیف نسبه فیکم قَالَ هُوَ فِیْنَا ذُوْ نَسَب قال هِرقل و کَذٰلِكَ الرُّسُلُ تبعث فی نسب قومها۔

ترجمہ و مفہوم: نبوی عظمت اور فضیلت ایک عظیم منصب ہے اور یہ منصب کائناتی تصرف اور ملکیت کا حامل ہے اور ملک اور سیاست عامہ جس سے مخلوق کے تمام دینی اخلاقی اقدار زندہ کیے جائیں۔تو اس کے لیے ضروری ہے کہ نبی اپنی ذات کے اعتبار سے بھی صاحب حشمت اور صاحب قوت ہو اور حسب و نسب کے اعتبار سے بھی سب سے افضل و اعلیٰ ہو۔کائنات میں ان (نبی) کے حسب و نسب کے وقار کی وجاہت کی ایک دھاک بیٹھی ہو تاکہ دعوت نبوت پر اطاعت شعاری میں لوگ رعیّت کی طرح رہیں۔اور فرمانبرداری میں

بلا پس و پیش انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے فرمانبر دار اور اطاعت شعار رہیں۔ اسی لیے ھرقل نے ابو سفیان سے پوچھا کہ تم جن کی شکایت کر رہے ہو تم میں اس کا حسب و نسب کیسا ہے؟ ابو سفیان بولا کہ وہ ہم میں نسب کے اعتبار سے سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس پر ھرقل نے کہا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جب بھی رسولوں کو ان کی قوموں میں مبعوث کیا جاتا ہے تو اس نبی کے لیے اللہ تعالیٰ خوب اہتمام فرماتا ہے کہ نبی حسب و نسب کے اعتبار سے سب سے افضل و اعلیٰ ہو اب آخر میں شان مصطفائیت کا ایک عظیم نمونہ پیش کیا جارہا ہے۔ اس حدیث کو حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں بیان کیا ہے۔

"وَأخرج ابْن سعد عَن قَتَادَة قَالَ: ذكر لنا أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ إِذا أَرَادَ الله أَن يبْعَث نَبيا نظر إِلَى خير أهل الأَرْض قبيلَة فيبعث خَيرهَا رجلا

وَأخرج الْحَكِيم التِّرْمِذِيّ فِي نَوَادِر الْأُصُول عَن جَعْفَر بن مُحَمَّد عَن أَبِيه قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَتَانِي جِبْرِيل عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ: يَا مُحَمَّد إِن الله عز وَجل بَعَثَنِي فطفت شَرق الأَرْض وغربها وسهلها وجبلها فَلم أجد حَيا خيرا من الْعَرَب ثمَّ أَمرنِي فطفت فِي الْعَرَب فَلم أجد حَيا خيرا من مُضر ثمَّ أَمرنِي فطفت فِي مُضر فَلم أجد حَيا خيرا من كنَانَة ثمَّ أَمرنِي فطفت فِي كنَانَة فَلم أجد حَيا خيرا من قُرَيْش ثمَّ أَمرنِي فطفت فِي قُرَيْش فَلم أجد حَيا خيرا من بني هَاشم ثمَّ أَمرنِي أَن أَخْتَار من أنفسهم فَلم أجد فيهم نفسا خيرا من نَفسك

وَأخرج ابْن أبي شيبَة وَإِسْحَق بن رَاهَوَيْه وَابْن منيع فِي مُسْنده وَابْن جرير وَابْن الْمُنْذر وَأَبُو الشَّيْخ وَابْن مرْدَوَيْه وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل من طَرِيق يُوسُف بن مهْرَان عَن ابْن عَبَّاس عَن أبي بن كَعْب قَالَ: آخر آيَة أنزلت على النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَفِي لفظ: إِن آخر"

ترجمہ و مفہوم: جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے زمین پر بھیجا کہ زمین تمام مشرق اور مغرب گھوموں اور زمین کے نرم گوشوں میں اتر جاؤں اور تہہ در تہہ اتروں اور زمین کا ذرہ ذرہ چھان لوں اور زمین کی سنگلاخ کائنات کو بھی سنگریزوں تک الٹ پلٹ کر دیکھوں تو یارسول اللہ ﷺ !میں کائنات میں چپہ چپہ گھوما ہوں ساری کائنات میں جو مجھے افضل ترین لوگ نظر آئے وہ صرف عرب تھے تو پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے امر سے از سر نو عربوں میں گردش کی اور گھوما تو عربوں میں سب سے زیادہ افضل و اعلیٰ لوگ تھے وہ مضر والے تھے پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے حکم دیا تو میں پھر فضیلت والے لوگوں کی جستجو کرتا رہا مضر والوں میں سے تو مضر والوں میں سے جو سب سے زیادہ عظمتوں کی اعلیٰ معراج پر تھے وہ کنانہ کے لوگ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں کنانہ والوں میں سے افضل ترین لوگوں کو تلاش کروں تو کنانہ والوں میں جو سب سے زیادہ عظیم لوگ تھے وہ قریش تھے پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں قریشوں میں سے سب سے افضل و اعلیٰ لوگوں کو تلاش کروں تو قریشوں میں سے جو سب سے اعلیٰ نفوس قدسیہ تھے وہ بنو ھاشم تھے اللہ تعالیٰ نے پھر مجھے حکم دیا کہ ان میں سے سب سے افضل و اعلیٰ نفوس قدسیہ کو تلاش کروں تو یا نبی اللہ! مجھے بنو ھاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نفوس قدسیہ میں سے سب سے افضل و اعلیٰ اور اکرم اگر کوئی ذات اقدس نظر آئی تو وہ آپ ﷺ ہی کی ذات مبارک ہے۔

واہ سبحان اللہ!

کیا شان ہے خاندان مصطفیٰ ﷺ کی شان مصطفائیت کی۔اس ضمن میں ایک واضح ترین حدیث پیش خدمت ہے۔

اس شان مصطفائیت کے تسلسل کو دنیائے تفسیر کے ایک نامور مفسر ابو العباس احمد بن محمد بن المھدی بن عجیبہ الحسینی الانجری الفارسی الصوفی :المتوفی ۱۲۲۴ھ الناشر الدکتور حسن عباس زکی القاھرہ اپنی عظیم تفسیر البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید میں ایک نئے انوکھے اور

نادر حوالہ عظمت سے یوں رقمطراز ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

"[سورۃ التوبۃ(9): الآیات 128 الی 129]

لَقَدْ جاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ ما عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ (128) فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللهُ لا إِلهَ إِلاَّ هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

قلت: «عزيز» : صفة «لرسول» ، و «ما عنتم» : فاعله، و «ما» : مصدرية، أى: عزيز عليه عَنَتُكُم، أو عزيز: خبر مقدم، و «ما عنتم» مبتدأ، والعنت: المشقة والتعب.

يقول الحق جلّ جلاله، مخاطباً العرب، أو قريش، أو جميع بنى آدم: لَقَدْ جاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ محمد صلى الله عليه وسلّم، أى: من قبيلتكم، بحيث تعرفون حسبه وصدقه وأمانته، وتفهمون خطابه، أو من جنسكم من البشر. وقرأ ابن نشيط: بفتح الفاء، أى من اشرافكم. قال صلّى الله عليه وسلّم: «إِنَّ اللهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، واصْطَفَى قُرَيْشاً مَنْ كِنَانَةَ، واصْطَفَى بَنِى هَاشِم مِنْ قُرَيْشٍ، واصْطَفَانِى مِنْ بَنِى هَاشِم، فأنا مُصْطَفى من مُصْطَفَيْن».

عَزِيزٌ عَلَيْهِ، أى: شديد شاق عليه ما عَنِتُّمْ أى: عنتكم ومشقتكم ولقاؤكم المكروه فى دينكم ودنياكم. حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ أى: على إيمانكم وسعادتكم وصلاح شأنكم، بِالْمُؤْمِنِينَ منكم ومن غيركم رَؤُفٌ رَحِيمٌ أى: شفيق بهم، قدّم الأبلغ منهما لأن الرأفة شدة الرحمة للفاصلة. وسمى رسوله هنا باسمين من أسمائه تعالى."

ترجمہ و مفہوم:

تحقیق تمہارے پاس شان والے رسول تشریف لائے جو تمہاری جنس اور قبیلہ سے ہیں اور تمہارے لیے اجنبی نہیں ہیں اور تمہارے نسبوں سے ان کا نسب سب سے افضل و اعلیٰ ہے

اور نفیس ترین ہے اور وہ مومنوں پر نہایت شفیق ہیں اس آیت کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضرت اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے کنانہ کو شرف مصطفائیت بخشا اور کنانہ سے عظمتِ مصطفائیت قریش کو عطا فرمائی اور قریش سے بنوہاشم کا انتخاب فرما کر ان کو معراجِ مصطفائیت عطا کی اور بنوھاشم سے اللہ تعالیٰ نے مجھے محمد مصطفیٰ ﷺ بنایا۔

سنو! میں دو مصطفاؤں سے مصطفیٰ ہوں اور میرے والدین کریمین طیبین طاھرین منزھین معطرین مطھرین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھم اجمعین **تمام مصطفاؤں کی شان اور انتہا ہیں**۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا

قارئینِ محترم!

اس حدیث مبارکہ میں زبان رسالت نے اپنے پیارے والدین کریمین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھم اجمعین کو شان مصطفائیت میں بطور نص بیان فرمایا اب ان نفوس قدسیہ کی مصطفائیت میں شک کرنا کم از کم بڑی جہالت ہے اور انتہائی بے غیرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس پر ارشاد فرمایا" وقل الحمد للہ "اے محبوب ﷺ! اللہ تعالیٰ کی حمد بیان فرماؤ" وسلامہ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ "اے حبیب ﷺ! اللہ اللہ ہو کر ان تمام مصطفاؤں کو سلام فرماتا ہے۔ واہ سبحان اللہ! کیا عظیم مرتبہ ہے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان عظمیٰ کی شان مصطفائیت کا اور خصوصاً خصوصاً محسن عالمین مخدوم کائنات سیدنا ومولانا وماؤنا وملجانا ونور قلوبنا ونور ابصارنا عیننا وعیوننا ابو محمد سیدنا حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور محسنہ عالمین مخدومہ کائنات سیدتنا وماؤتنا وملجاتنا وقرۃ عیوننا ونور ایماننا ومبدءۃ رسولنا ونور قلوبنا ام محمد حضرت بی بی آمنہ بنت وھب صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھم اجمعین کی ذوات قدسیہ کی شان مصطفائیت اور شان مجتبائیت کا جو تمام مصطفائیتوں اور مجتبائیتوں کی انتہا ہیں بلکہ معراج ہیں صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھم اجمعین الحمد للہ علیٰ ذلک والشکر للہ علیٰ ذلک۔

والدین مصطفیٰ ﷺ کی سجدہ ریزیاں اور قرآن حکیم

قارئین محترم!

یہ عنوان حد سے زیادہ حساس بھی ہے اور حد سے زیادہ حسین بھی ہے۔ ابتداءً آپ کو یہ بات اجنبی سی لگے گی کہ آج تک اس طرح کا عنوان کسی نے قائم نہیں کیا ہاں ایسا ہی ہے مگر اسطرح کے عنوانات کا منظر عام پر نہ آنا اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ واقعی اس کی کوئی حقیقت نہیں یہ سب سے بڑی غلطی ہے۔ بے شمار حقیقتیں ایسی ہیں جو ذخیرہ علم میں کم دستیاب ہیں مگر وہ حقیقتیں اپنی حقیقت میں حقیقت ہیں۔

عین ایسے ہی یہ عنوان اگرچہ علمی ذخائر میں مربوط مرتب نہ سہی مگر مسکین نے "بحمد اللہ تعالیٰ "ذخائر علم دین سے ہی منتشر اجزائے حقیقت کو جمع کر کے ایک مربوط اور مرتب عنوان کو پیش کیا ہے۔

آپ پچھلے عنوانات میں بے شمار مرتبہ اس حدیث مبارکہ کا مطالعہ فرما چکے ہیں جسکا مفہوم یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا خاندان عظمیٰ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے دو ہزار قبل نور کی صورت میں حضور عظمت الٰہی میں اس کے سامنے سجدہ ریز تھا اور تسبیح کناں تھا۔ اُس حریم ناز میں اُن کی تسبیح کا زمزمہ اس قدر پُر جوش تھا کہ اُن کی تسبیح پر نوری فرشتے بھی ہم نوائے تسبیح ہو گئے، بے ساختہ اُن کے قلب و روح بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح

سے گرما گئے۔

قارئین محترم! ابھی تو کائنات کی تخلیق کا عمل بھی نہیں ہوا تھا دو ہزار سال پہلے سے خاندانِ نبوت نور کی صورت میں حضورِ عظمت الٰہی میں سجدہ ریز تھا ابھی تو تاریخی پس منظر اپنے وجود سے گزرے ہی نہیں تھے کہ خاندانِ نبوت کی سجدہ ریزیوں نے کائنات بالا کو تسبیح کے ذوق سے گرما دیا اور یہ بات یہ کوئی مؤرخ نہیں بیان کر رہا جس کی روایت پر ردّ و قدح ہو سکے۔ یہ بات تو اُس زبان نے کہی جس کی شان میں قرآن مجید نے "وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی" کا سرٹیفکیٹ جاری فرمایا ہے اَصدقُ الصادقین، سید المرسلین، خاتم النبیین، امام الانبیاء، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔ اس سے بڑی کائنات میں سچائی کی کوئی سند نہیں جو اس سچائی کو نہیں مانتا اُس سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں۔

آیئے اب ہم آپ کو اس حقیقت کی عظمت میں قرآنی شواہد پیش کرتے ہیں۔

بطور دلیل ملاحظہ فرمائیں:

پہلی دلیل:

جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعمیر کعبہ کی تو بعد ازاں یوں دُعا کی "رَبَّنَا وَ جَعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ" اے اللہ ہمیں اپنے حضورِ رحمت میں گردن جھکانے والا اور فرمانبردار بنا، سلامتی والا بنا، ادب و نیاز والا بنا۔

نوٹ: گردن جھکنا ادبِ حضورِ صمدیّت ہے اور گردن سجدے کی حالت میں اس قدر حضورِ اُلوہیت میں جھک جاتی ہے کہ اس سے آگے گردن جھکانا محال ہے۔ اس جھکنے میں صرف گردن ہی نہیں جھکتی بلکہ جبینِ عظمت بھی زمین پر لگتی ہے اور ناک بھی حضورِ عظمت میں جھک جاتی ہے بلکہ سارا وجود سراپا نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضورِ عظمت جھک جاتا ہے۔

اس حالتِ ادب و نیاز کو شرعی اعتبار سے سجدہ کہا جاتا ہے اور اس کی عظمت یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ" اے بندو سجدہ کرو اور میرے قرب کی انتہائے عظمت کو پہنچو یا یہ معنی کرلیں کہ اے بندو! سجدہ کرنا تمہارا کام ہے اور رحمت کرنا میرا احسان ہے۔

اور تمہیں اپنا قرب و حضورِ عظمت بخشا میری شان ہے۔ اللہ اکبر۔

اب اس دعا کے بعد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر بارگاہِ قدس میں عرض کرتے ہیں:

" رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ " اے اللہ ہمیں بھی اپنی بارگاہ عظمت میں جھکنے کی توفیق عطا فرما اور ہماری اولاد میں سے بھی کچھ بلند بختوں کو یہ شانِ نیاز عطا فرما وہ تیرے حضورِ اقدس جھکے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "نَعَمْ" ہم نے ایسا ہی کر دیا۔

حوالہ جات اس آیت کے ضمن میں پہلے گزر چکے ہیں۔ اب اس آیت کریمہ میں خاندانِ نبوت کی سجدہ ریزیاں ایک مسلّم حقیقت ہیں اور والدینِ مصطفیٰ ﷺ اس "سِلْسِلَۃُ النُّوْر" کی عظمتوں کی آخری انتہاء ہیں پورے علم کی کائنات میں کوئی ایسا قرینہ اور دلیل موجود نہیں جو والدینِ مصطفیٰ ﷺ کو حضورِ الٰہی میں سجدہ ریزیوں کی عظمت سے جُدا کر پائے یا مستثنیٰ قرار دے۔ اگر کسی کے پاس کوئی علمی مانع ہے تو لے آئے فقیر اس کا بھرپور جواب دے گا۔ جب تمام مفسرین نے " رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ " (یعنی میری اولاد میں سے بھی گردن جھکانے والے بنا) اِس کا معنی "لِیَسْتَمِرَّ الْاِسْلَامُ" کیا ہے تاکہ یہ لوگ مسلسل استمراراً اسلام پر قائم رہیں۔ سجدہ ریزیوں میں سرمست رہیں۔ ادب و نیاز کی لذتوں سے سرشار رہیں۔ ان کا تاحیات مذہب اسلام رہے۔ اس کو قبول فرمایا گیا۔ حوالہ جات تفسیروں کے ذخیرے میں پہلے گزر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

اب کائنات میں کون سی طاقت ایسی ہے جو والدینِ مصطفیٰ "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَوَالِدَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ " کو اس عظمتِ اسلام سے الگ کر سکے۔ بلکہ یہ نفوسِ قُدسیہ تو خود عظمتِ اسلام ہیں اور عظمتِ اہلِ اسلام ہیں کیونکہ یہ پیغمبر اسلام ﷺ کے

پیارے والدین کریمین، طیبین، طاہرین، منزہین، معطرین علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں اور مبدءِ پیکرِ نبوت ہیں۔ ان نفوسِ قدسیہ کو تو خود عظمتیں سلام نیاز پیش کرتی ہیں۔

کتنے کمینے سرشت ہیں وہ لوگ جو اِن نفوسِ قُدسیہ کے خلاف زبان درازی اور ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔ فقیر ایسے کمینوں کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ آئیں اور کوئی بات تو کر کے دکھائیں۔

دوسری دلیل:

جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکۃ المکرمہ میں اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی امّاں کریمہ حضرت ھاجرہ صلوٰۃ اللہ علیھا و سلامہ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس مقدس سرزمین پر چھوڑا تو شفقتِ پدری جوش میں آئی اور ہاتھ اُٹھ گئے۔ عرض کی مولا! اس شہر کو امن اور سلامتی والا بنا۔ مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی کی نحوست سے بچا۔ اے اللہ بے شک میں نے اپنی اولاد کو ایک ایسی وادی میں چھوڑا ہے جہاں نہ تو کوئی سبزہ ہے اور نہ ہی زندگی کی رونقیں ہیں۔ مگر یہاں تیرا حُرمت والا مقدس گھر ہے میں نے اس لیے یہاں ان کو ٹھہرایا ہے کہ "رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" تاکہ یہ مسلسل نماز ادا کرتے رہیں اور ان کا یہ تسلسل قیامت تک جاری و ساری رہے۔ (القرآن سورۃ ابراہیم ۳۴-۳۷)

قارئینِ محترم! قرآن کریم گواہ ہے علمی اثاثے اور ذخائر گواہ ہیں ایسا ہوا، ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔

کائنات میں ہے کوئی طاقت جو والدینِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ وَالِدَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ کو اس عظمت یعنی قیامِ نماز سے جُدا کرے۔ اگر ہے کوئی کائنات میں اس قطعی عموم کا مخصص یا کوئی استثناء جو اس قوت کی دلیل سے والدینِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ وَالِدَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ کو قیامِ نماز سے الگ کر سکے فقیر کا پوری کائنات کے ملاں ازم کو چیلنج ہے اگر کسی میں علمی دم ہے تو سامنے آئے فقیر

حاضر ہے۔

تیسری دلیل:

"رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ﳓ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ "(ابراہیم:۴۰)

اے ہمارے رب مجھے اور میری اولاد کو قیامِ نماز کی عظمتیں عطا فرما۔ اے ہمارے پروردگار ہماری اس دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرما۔

اس دلیل کی بابت بھی میرا یقین ہے کہ کائنات بھر میں کوئی ایسا علمی مانع یا مخصص یا استثناء نہیں ہے جو میرے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، معطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام کو اس عظمتِ نماز سے جدا کر سکے اور نماز کی ادائیگی میں سجدہ انتہائی ادب ہے جو خاندانِ نبوت میں مسلسل جاری رہا ہے اور رہے گا۔

مزید اسی عظمت کو بیان کرنے لیے سورہ مریم کی آیت نمبر ۵۴ اور ۵۵ ملاحظہ ہو:

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾"

اے حبیب! یاد فرماؤ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتوں کو وہ وفائے محبت کی عظمت میں کامل اور صادق تھے اپنے وعدوں میں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان نبی بھی تھے اور رسول بھی۔ وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا بھی حکم فرماتے تھے اور زکوٰۃ کا بھی۔ اللہ تعالیٰ کو اُن کی یہ خدمتیں اور عظمتیں اتنی پسند آئیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو مقامِ مرضیہ عطا فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ اُن کی رضا کا خود طالب ہو گیا۔ واہ سبحان اللہ! کیا شان ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور خاندانِ نبوت کی کہ ان نفوسِ قُدسیہ کے اندر لذت نماز بھی رہی اور عظمت زکوٰۃ بھی رہی اور قرآن پاک اپنی عظمت کے اعتبار سے ان نفوسِ قُدسیہ کی ان عظیم عظمتوں کی شہادتیں دے رہا ہے۔ اب آیئے اُس آیتِ کریمہ کی طرف جو صریح نص ہے خاندانِ نبوت کی سجدہ ریزیوں پر۔ آیت "وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ" لیکن اس آیت کریمہ کے

پیش کرنے سے پہلے ایک چھوٹی سی تمہید پیشِ خدمت ہے:

تمہید:

اس آیتِ کریمہ میں شانِ نزول کے اعتبار سے علماء اور محققین نے تین مرتبے بیان کیے ہیں:

پہلا مرتبہ: یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ تہجد ادا کرنے والوں میں گردش فرماتے اور اُن کے احوال کو دیکھتے اور خوش ہوتے۔ اس خوشی کے منظر نامے کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے حبیب! جب آپ ان لوگوں میں خوشی سے جھومتے ہیں گھومتے ہیں آپ کے طبعِ عظمت کی خوشی کو دیکھ کر ہم بھی آپ کو تک تک کر خوش ہوتے ہیں۔

نمبر(۲) اس آیتِ کریمہ میں مفسرین نے دوسری صورت یہ بیان فرمائی کہ نماز پڑھنے والوں کی تربیت کے لیے آپ فرماتے ہیں کہ اس کو پورے آداب کے ساتھ ادا کیا کرو کیونکہ تمہاری نماز میری نگاہوں میں ہوتی ہے میں تمہارے خشوع، خضوع اور رکوع کو دیکھتا ہوں۔ تمہارے قلب وروح میں بیدار ہونے والے ہر جذبہ محبت کو میں نبوت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ لہٰذا اپنے اُن احساسوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کی نذر کر دو، اللہ کے سوا کسی غیر کی طرف خیال تک نہ کرو۔

نمبر(۳) اس آیتِ کریمہ کے شانِ نزول میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اے محبوب ﷺ ہم آپ کے حسنِ عظمت کو سجدہ ریز پشتوں اور پاکیزہ ترین رحموں سے گزرتے ہوئے اپنی محبت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں یعنی آپ جس مبارک خاندان سے ظہور پذیر ہوئے ہیں وہ تمام آباء اور تمام امہات سجدہ ریزیوں کی عظمت سے مزین رہے۔ سجدہ ریزیاں اُن کی فطرت رہیں۔ وہ تمام نفوسِ قُدسیہ عابد اور زاہد رہے اور پاکیزگیوں کی اعلیٰ ترین معراج پر رہے۔

قارئین محترم!

اب ان تین مختلف روایات میں ظاہری اختلاف دیکھ کر اُمت مسلمہ کے اندر دُوریاں پیدا ہو گئیں اور عقائد مختلف ہو گئے۔ کسی نے پہلی دو روایات کو صحیح مان کر تیسری روایت کا انکار

کیا اور عقیدہ گھڑا کہ معاذ اللہ آپ ﷺ کے والدین مصطفیٰ ﷺ مسلمان نہ تھے اور کسی نے تیسری روایت کو صحیح یقین کر کے آپ ﷺ کے والدین مصطفیٰ ﷺ کے مسلمان ہونے پر یقین کیا۔

الحمدللہ تعالیٰ فقیر مسکین نے جب ان ہر سہ روایات کو دیکھا تو توفیق الٰہی شامل حال ہو گئی اور رحمتِ عالم ﷺ کی عنایت قلب و روح میں اُتر گئی اور والدین مصطفیٰ ﷺ ﷺ کا فیضان آنکھوں کا نور بن گیا۔ جب اس عظمت سے میں نے ان تینوں روایات کا علمی جائزہ لیا تو مجھے کہیں کوئی اختلاف نظر نہ آیا نہ محل کے اعتبار سے نہ محمل کے اعتبار سے تو مسکین برملا اعلان کرتا ہے کہ ان تینوں روایات میں کوئی منافات یا دوری نہیں بلکہ واضح ترین مطابقت ہے۔ صورت اس کی یہ ہے کہ جب آپ ﷺ سفر فطرت کی طرف محوِ خرام تھے تو اللہ تعالیٰ اپنی نگاہِ قدرت سے اپنے محبوب ﷺ کے حُسنِ عظمت کا مشاہدہ فرماتے رہے۔ آپ ﷺ جس پشتِ عظمت میں جلوہ افروز ہوتے اللہ تعالیٰ کی نگاہِ حفاظت اپنی پوری شان کے ساتھ اُس صاحبِ عظمت کی دینی، اخلاقی اور روحانی حفاظت فرماتے کیونکہ یہاں دیکھنے سے مراد صرف ذوق شوق پورا کرنا نہیں بلکہ محبوب مکرم ﷺ کے نورِ عظمت اور جوہرِ عظمت کی کامل ترین حفاظت فرمانا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا منصب مبارک خدا کے بعد سب سے بڑا ہے اسی لیے قدرت نے اتنا عظیم اہتمام فرمایا ہے جس کی شہادت خود رسالت پناہِ عالم ﷺ نے بیان فرمائی کہ میں "أنتقل من طیب اِلیٰ طَاهِرٍمن طَاهِرٍاِلیٰ طَیِّبٍ" پاکیزہ ترین پشتوں سے پاکیزہ ترین رحموں میں منتقل ہوتا رہا اور پاکیزہ ترین رحموں سے پاکیزہ ترین پشتوں میں منتقل ہوتا رہا۔ میری خاندانی پاکیزگی کا عالم یہ تھا کہ

"فَلَمْ یُصِبْنِیْ شَیْءٌ مِنْ عَهْدِ الْجَاهِلِیَّةِ" مجھ تک جاہلیت کی کوئی غیر اخلاقی آلودگی نہیں پہنچ پائی یعنی میرے خاندانِ عظمیٰ کے نفوسِ قُدسیہ اس قدر نفیس ترین اور پاکیزہ ترین تھے اور اُولوالعزم تھے کہ کوئی غیر معقول وسوسہ بھی اُن کے قریب نہیں بھٹک سکا۔ "اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا"

اس کی توثیق میں اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید بولا "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾"

تحقیق تمہارے پاس شان والے رسول تشریف لائے اور کائنات کے عظیم ترین نفوسِ قُدسیہ سے تشریف لائے اور سراپا رحمت بن کر تشریف لائے۔

اس عنوان میں مزید سورۃ طور بولی، فرمایا "فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا" اے حبیب ﷺ آپ ہماری نگاہوں میں رہتے ہو ہماری نگاہیں آپ کی حفاظت فرماتی ہیں۔ مزید سورۃ یونس نے بھی شہادت دی

"وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا" (یونس:۶۱)

میرے حبیب ﷺ ہم آپ کو ہر شان و عظمت میں خصوصاً تلاوتِ قرآن میں تکتے رہتے ہیں آپ کے حسنِ لطافت کا مشاہدہ فرماتے رہتے ہیں۔

"اَلَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ" اللہ وہ ذات ہے جو آپ کو ہر تقویم عظمت میں دیکھ رہا ہے خواہ آپ کا سفر فطرت ہو یا آپ کا سفر شریعت ہو۔ آپ جس اندازِ عظمت میں بھی خرامِ ناز فرماتے ہیں ہماری نگاہ حفاظت آپ کو تکتی رہتی ہے اور حفاظت فرماتی رہتی ہے بلکہ "وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" اللہ تعالیٰ تاحیات عظمت آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

قارئینِ محترم! اب آپ اس آیتِ کریمہ میں پھر سے غور فرمائیں "اَلَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ" اللہ وہ ذات ہے جو آپ کو غیر محدود زمانے سے غیر محدود زمانے تک دیکھ رہا ہے اور دیکھتا رہے گا خصوصاً "وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ" آپ کا سجدہ ریز پشتوں اور رحموں سے گذر کر سفر فطرت میں محوِ خرام ہونا بھی ہم تک رہے تھے اور حفاظت فرما رہے تھے اور جب آپ نبوی ذمہ داریوں کو نبھا رہے تھے اور اپنے غلاموں کی کیفیتِ نماز کو ملاحظہ فرما رہے تھے اور اِن کی تربیت فرما رہے تھے تو ہم نے آپ کے سفر شریعت میں آپ کا خرامِ ناز اپنی شانِ

عظمت اور محبت سے دیکھ رہے تھے اور آپ کی دِلرُبا اداؤں پر درود پڑھ رہے تھے اور پڑھتے رہیں گے اور ہمارے فرشتے بھی اسی محبت کی عظمت میں مصروفِ عمل ہے اور ہم نے اس پیار کا ایمان والوں کو بھی حکم دے رکھا ہے ہر مؤمن اپنے من کی عظمت میں تیرے ذوق سے سرشار محبت ہو کر آپ پر درود پڑھتا ہے حتی کہ آپ پر درود پڑھنا اپنی نماز کی شان سمجھتا ہے۔ محترم قارئین! اب آیئے اس ضمن میں آپ کو تفسیری اثاثہ سے چند علمی نمونے پیش کرتے ہیں تاکہ تحقیق کے تقاضے پورے ہو سکیں۔

نوٹ: مذکورہ شانِ نزول کی تینوں صورتوں میں وجہ تطبیق یہ ہوئی کہ حضور سید عالم ﷺ جب عالمِ امر سے محوِ سفر ہوئے یا آپ ﷺ کی نوری تقویم اول ہوئی تو اُس عالم امر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر دیکھا کہ ستر ہزار سال تک اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے حسن عظمت کی تسبیح بیان فرماتا رہا تو اس اعتبار سے یہ واقعہ عظمت "اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ" کی تفسیرِ اول ہوئی۔ پھر آپ ﷺ عالمِ امر سے عالمِ ارواح میں تشریف لائے تو اس پورے عالم امر کی مسافت میں آپ کا حسن لطافت کائنات نور میں اتنا حسن بار رہا، اتنا فیض بار رہا کہ آپ ﷺ کے حسن عصمت کے نور کے پسینہ عظمت کے قطروں سے اللہ تعالیٰ نے اپنا نوری عرش پیدا فرمایا، لوح و قلم کو پیدا فرمایا اور تمام نوری ملائک کو پیدا فرمایا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نوری جواہر کو پیدا فرمایا۔ گویا ہر عظمتِ نور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیضانِ حسن سے پیدا فرمایا یہ آپ ﷺ کا پہلا خرام ناز تھا۔

پھر آپ ﷺ کی بابت آیتِ مذکور کی دوسری تفسیر ہوئی پھر آپ ﷺ نے عالمِ ارواح سے عالمِ شہادت میں قدم رنجہ فرمایا پشتِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تشریف فرما ہوئے اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام انسانِ اول ہونے کے اعتبار سے بارگاہِ قدس میں پہلا سجدہ فرمایا تو یہاں سے "تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ" کی تفسیر کا آغاز ہوا اور یہ تسلسل حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا اور محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام پر آکر تکمیل پذیر ہوا اور حضرت حوّا علیہا الصلوٰۃ والسلام

سے لیکر محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ اُم قثم (صاحب عطا) سید تنا حضرت بی بی آمنہ بنت وھب سلام اللہ علیہا پر آکر تکمیل پذیر ہوا۔ یہ عالمِ شہادت کے اعتبار سے "وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیۡنَ" کی تفسیر اول ہوئی اور "اَلَّذِیۡ یَرٰىکَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ" کی چوتھی تفسیر ہوئی۔

پھر چالیس سال بعد آپ ﷺ نے اپنی نبوی ذمہ داریوں کا آغاز کیا اور تیرہ سالہ مکی زندگی گزاری۔ یہاں نماز کی فرضیت کا حکم دیا گیا پھر نماز کی ادائیگی کے اداب کی ترتیب شروع ہوئی چونکہ یہ ابتدائی موقع تھا اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان اُس وقت تک "قُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ" کی عظمتوں سے پوری طرح آگاہ نہیں تھے۔ اس لیے سرکارِ دو عالم ﷺ نے رکوع اور خشوع کی درستگی کا حکم دیا اور حوالہ یہ دیا کہ میری نگاہیں جس طرح آگے دیکھتی ہیں اُسی طرح پیچھے بھی دیکھتی ہیں۔

لہٰذا میں نبوی بصیرت سے دیکھ رہا ہوں تمہارے رکوع اور خشوع میں وہ کمال ادب نہیں جو نماز کی عظمت کا پہلا تقاضا ہے لہٰذا اُس کو انتہائی احتیاط کے ساتھ آداب بندگی کے شایانِ شان ادا کرو حتی کہ دِلی کیفیت جو خشوع کی آئینہ دار ہے اس میں مزید احتیاط برتو کیونکہ میری نبوی نگاہوں کی گردش ان کیفیات کے مشاہدے میں بھی ہے۔

اب اس طرز تربیت پر نگاہِ مصطفٰی ﷺ کا صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے خشوع اور خضوع کی کیفیات میں گھومنا اور جائزہ لے کر احتیاط بتانا یہ "وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیۡنَ" کی تیسری تفسیر ہوئی اور "اَلَّذِیۡ یَرٰىکَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ" کی پانچویں تفسیر ہوئی۔

پھر جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نماز کی ادائیگی کے آداب میں مہارت تامہ حاصل چکے اور ذوقِ نماز آگے بڑھا۔ پانچ وقت کی نمازوں میں مزید ذوق بڑھا اور تہجد بھی شروع فرما دی۔ اب بوقت تہجد صحابہ کرام علیہم الرضوان کے گھروں سے تہجد کی ادائیگی پر اور ذکر و فکر کی چاشنی کی عظمت پر جب ماحول نور کی عظمتوں سے گرما گیا اور حرمین شریفین کی مقدس

سرزمین تہجد کی سجدہ ریزیوں کے نور میں بھیگ گئی تو اس پر رحمتِ عالم ﷺ خوش ہوئے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ان سجدہ ریزیوں کی گرمی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوب محظوظ کیا تو حضورِ دو عالم ﷺ اُن کی اس کیفیت عظمت کو دیکھنے کے لیے اور انھیں مزید گرمانے کے لیے اُن کے گھروں کے ارد گرد محوِ گردش ہوئے اس پر ربِ ذوالجلال والاکرام نے محبوب ﷺ کی تمنائے ذوق کو دیکھا تو جوشِ محبت سے فرمایا "اَلَّذِیْ یَرٰكَ حِیْنَ تَقُوْمُ "" وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ" اے محبوب ﷺ ہم آپ کا یہ منظر نامہ جو آپ صحابہؑ کرام علیہم الرضوان کی دلجوئی کے لیے ان میں محوِ خرام ہیں ہم آپ کا یہ خرامِ ناز دیکھ رہے ہیں۔ خصوصاً بلند بخت سجدہ ریزوں میں آپ کا گھومنا اتنا پسند آیا اتنا پسند آیا اتنا پسند آیا کہ ہم نے اسے قرآن کی آیت بنادیا اور قیامت تک اس بے مثال خرامِ ناز کی عظمت قرآن بیان کرتا رہے گا۔ یہ منظر نامہ "وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ" کی چوتھی تفسیر ہوئی اور "اَلَّذِیْ یَرٰكَ حِیْنَ تَقُوْمُ" کی چھٹی تفسیر ہوئی۔

قارئینِ محترم! یہ تھی وہ تطبیق جو قدرت نے مسکین کو عطا کی۔ اب اس کے بعد مذکورہ آیتِ کریمہ کے اندر نزولی اعتبار سے مختلف روایات کا در آنا اصل اختلاف کا باعث نہیں کیونکہ قرآن مجید میں کہیں بھی اختلاف نہیں اختلاف اگر ہے تو لوگوں کے ذہنوں کے اندر ہے۔ لوگ اپنا ذہن درست کریں قرآن مجید پر گلے کرنا چھوڑ دیں رہا یہ سوال کہ میں نے ایک آیت کی تفسیریں اتنی کیوں کرڈالیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کے اندر بے شمار ایسی آیاتِ بینات ہیں جن کی مفسرین نے کئی کئی تفاسیر کی ہیں۔ ہر تفسیر حسبِ حال اور حسب مطابقت کی گئی ہے رہا میری تفسیر کا معاملہ تو میری تمام تفاسیر میں کہیں کوئی منافات نہیں۔ بلکہ ہر اعتبار سے تطبیق اور مطابقت ہے اگر کوئی مطابقت پر علمی معارضہ کرنا چاہے تو کھلے دل سے آئے میں حاضر ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ معارضہ علمی ہو اور دلیل کی بنیاد پر ہو۔ اہلِ علم سے گزارش ہے کہ میری

اس تفسیری مطابقت پر علمی غور کریں۔ اگر یہ قواعدِ علم تفسیر اور اُصول تفسیر کے منضبط ضوابط کے مطابق ہے اور علمی معیار پر پوری اُترتی ہے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے اور رسولِ رحمت کی رحمت کا فیضان ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّہین، معطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی نگاہِ شفقت کی برکت ہے اور اگر میری یہ تطبیق علمی عظمتوں کے مطابق نہیں تو یہ میرا علمی قصور ہے بے شک اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔

اب ہم تفسیری اقتباسات کی سیر کرتے ہیں سب سے پہلے ہم اُس تفسیر کو پیش کرتے ہیں جس کے مفسر نے حضور کے والدینِ مصطفیٰ ﷺ کی تکریم میں سب سے پہلا قلم اٹھایا۔

امام العاشقین حضرت امام عبد الرحمٰن جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر درِّ منثور میں فرماتے ہیں:

" {وتقلبك فِی الساجدین} قَالَ: كَانَ رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم يری من خلفه فِي الصَّلَاة كمايری من بَين يَدَيْهِ

وَأخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن عَبَّاس {وتقلبك فِی الساجدین} قَالَ: كَانَ النَّبِی صلی الله عَلَيْهِ وَسلم إِذا قَامَ إِلَى الصَّلَاة رأى من خَلفه كمايری من بَين يَدَيْهِ

وَأخرج مَالك وَسَعِيد بن مَنْصُور وَالْبُخَارِيّ وَمُسلم وَابْن مرْدَوَيْه عَن أبي هُرَيْرَة قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم هَل ترَوْنَ قِبْلَتِي هَهُنَا فو الله مَا يخفى عَليّ خُشُوعكُمْ وَلَا ركوعكم وانی لَا راكم من وَرَاء ظَهْرِی

وَأخرج ابْن أبي عمر الْعَدنِي فِي مُسْنده وَالْبَزَّار وَابْن أبي حَاتِم وَالطَّبَرَانِيّ وَابْن مرْدَوَيْه وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل عَن مُجَاهِد فِي قَوْله {وتقلبك فِی الساجدین} قَالَ: من نَبِی إِلَى نَبِی حَتَّى أخرجت نَبيا

وَأخرج سُفْيَان بن عُيَيْنَة وَالفِريَابِي والحميدِي وَسَعِيد بن مَنْصُور وَعبد بن حميد وَابْن جرير وَابْن الْمُنْذر وَابْن أبي حَاتِم وَابْن مردويه وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدلائل عَن مُجَاهِد {وتقلبك فِي الساجدين} قَالَ: كَانَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يرى من خَلفه فِي الصَّلَاة كَمَا يرى من بَين يَدَيْهِ

وَأخرج ابْن أبي حَاتِم وَابْن مرْدَوَيْه وَأَبُو نعيم فِي الدَّلَائِل عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله {وتقلبك فِي الساجدين} قَالَ: مَا زَالَ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يتقلب فِي أصلاب الْأَنْبِيَاء حَتَّى وَلدته أمه

وَأخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن عَبَّاس قَالَ: سَأَلت رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقلت: بِأبي أَنْت وَأمي أَيْن كنت وآدم فِي الْجنَّة فَتَبَسَّمَ حَتَّى بَدَت نواجده ثمَّ قَالَ إِنِّي كنت فِي صلبه وَهَبَطَ إِلَى الأَرْض وَأَنا فِي صلبه وركبت السَّفِينَة فِي صلب أبي نوح وقذفت فِي النَّار فِي صلب أبي إِبْرَاهِيم وَلم يلتق أبواي قطّ على سفاح لم يزل الله ينقلني من الإصلاب الطّيبَة إِلَى الْأَرْحَام الطاهرة مصفى مهذباً لَا تتشعب شعبتان إِلَّا كنت فِي خَيرهمَا

قد أَخذ الله بِالنُّبُوّةِ ميثاقي وبالإسلام هَدَانِي وَبَين فِي التَّوْرَاة وَالإِنْجِيل ذكرِي وَبَين كل شَيْء من صِفَتي فِي شرق الأَرْض وغربها وَعَلمنِي كِتَابه ورقى بِي فِي سمائه وشق لي من أَسْمَائِهِ فذو الْعَرْش مَحْمُود وَأَنا مُحَمَّد ووعدني أَن يحبوني بالحوض وَأَعْطَانِي الْكَوْثَر

وَأَنا أول شَافِع وَأول مُشَفع ثمَّ أخرجني فِي خير قُرُون أمتِي وَأمتِي الْحَمَّادُونَ يأمرون بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَن الْمُنكر"

ترجمہ و مفہوم: "وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ" کی تفسیر کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کی حالت میں جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے اُسی طرح پیچھے سے بھی دیکھتے تھے (آپ ﷺ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں) اس روایت کو ابنِ مردویہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

امام مسلم اور امام بخاری نے اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔ بے شک میں اپنے پیچھے بھی اُسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنے آگے دیکھتا ہوں۔ اور ابن مردویہ اور بیہقی نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے: وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ جب میں پیدا ہوا تو میں شانِ نبوت کا تاجدار تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نبیوں سے منتقل ہوتے ہوئے اپنی ماں کے بطنِ اطہر میں پہنچے ہیں اور اُن سے پیدا ہوئے ہیں۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت میں تھے تو آپ کہاں تھے؟ تو اس پر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور تبسم کی عظمت اس قدر عظیم تھی کہ آپ ﷺ کے آخری دانت مبارک بھی واضح نظر آئے۔ پھر فرمایا کہ میں اُس وقت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشتِ عظمت میں تھا اور زمین پر بھی اُن کی پشت مبارک میں ہی اُترا اور اسی طرح میں نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشتِ عظمت میں جلوہ افروز ہوا جب وہ اپنی کشتی میں سوار تھے اور عین ایسے ہی جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام آگ میں ڈالے جانے لگے تو میں اُس وقت بھی اُن کی پشتِ عظمت میں تھا اور اسی تسلسل کیساتھ میرے تمام آباء کرم علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تمام امہات کرام صلوٰۃ اللہ علیہن وسلامہ کا اپنے اپنے وقت میں جب بھی مرج البحرین ہوا (ملاپ ہوا) تو پاکیزگیاں اُنھیں سلام کرنے آئیں کوئی پلیدی اُن نفوسِ قُدسیہ تک نہ پہنچ پائی۔

اللہ تعالیٰ مسلسل مجھے پاکیزہ ترین پشتوں سے پاکیزہ ترین رحموں تک منتقل فرماتا رہا۔ جب پاکیزگیاں اپنی معراج کو پہنچی تو میں اپنے پیارے والدین کریمین کے وجودِ اقدس سے ظہور پذیر ہوا۔

تحقیق اللہ تعالیٰ نے میری نبوت پر تمام نبیوں سے پختہ وعدہ لیا اور مجھے دینِ اسلام عطا فرمایا۔ تورات اور انجیل میں میری عظمت کو کلامِ قدرت میں بیان فرمایا۔ پوری کائنات کے مشرقوں اور مغربوں میں میرے حسن کی جلوہ سامانیاں بیان فرمائیں۔ میری عظمتوں کو کھول کر بیان فرمایا۔ مجھے اپنی کتاب سکھائی۔ مجھے آسمانوں کی سیر کروائی اور اللہ نے میرے نام کو اپنے نام سے مشتق فرمایا یعنی میرا نام اپنے نام سے بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا اسمِ مبارک ذو العرش محمود ہے (یعنی تعریف کیا گیا) اور میرا نام محمد ہے (میں وہ ہوں جس کی بار بار تعریف کی جائے) اور اُس نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میں اُس کا محبوب ہوں اور اُس نے مجھے اپنے کرم سے حوضِ کوثر عطا فرمایا اور مجھے شافعِ محشر بنایا۔ پھر مجھے زمانے کے عظیم ترین نفوسِ قُدسیہ سے پیدا فرمایا اور مجھے وہ اُمت عطا فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی بہت حمد کرنے والی ہے۔ نیکی کا حکم دینے والی ہے اور بدی سے روکنے والی ہے۔

اسی تسلسل کو امام فخر الدین رازی اپنی مشہور زمانہ تفسیر مفاتیح الغیب المعروف تفسیر الکبیر میں بیان فرماتے ہیں:

"هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾

كِفَايَةِ أُمُورِ الدِّينِ وَرَابِعُهَا: الْمُرَادُ تَقَلُّبُ بَصَرِهِ فِيمَنْ يُصَلِّي خَلْفَهُ مِنْ

قَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلم: «أتموا الركوع والسجود فوالله إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ خَلْفِي»

ثم قال: إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ أَیْ لِمَا تَقُولُهُ الْعَلِيمُ أَیْ بِمَا تَنْوِيهِ وَتَعْمَلُهُ، وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ كَوْنَهُ سَمِيعًا أَمْرٌ مُغَايِرٌ لِعِلْمِهِ بِالْمَسْمُوعَاتِ وَإِلَّا لَكَانَ لَفْظُ الْعَلِيمِ مُفِيدًا فَائِدَتَهُ.

وَاعْلَمْ أَنَّهُ قُرِئَ وَنَقَلِّبُكَ «1».

وَاعْلَمْ أَنَّ الرَّافِضَةَ ذَهَبُوا إِلَى أَنَّ آبَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا مُؤْمِنِينَ وَتَمَسَّكُوا فِي ذَلِكَ بِهَذِهِ الْآيَةِ/ وَبِالْخَبَرِ، أَمَّا هَذِهِ الْآيَةُ فَقَالُوا قَوْلُهُ تَعَالَى: وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ يَحْتَمِلُ الْوُجُوهَ الَّتِي ذَكَرْتُمْ وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ أَنَّ اللهَ تَعَالَى نَقَلَ رُوحَهُ مِنْ سَاجِدٍ إِلَى سَاجِدٍ كَمَا نَقُولُهُ نَحْنُ، وَإِذَا احْتَمَلَ كُلَّ هَذِهِ الْوُجُوهِ وَجَبَ حَمْلُ الْآيَةِ عَلَى الْكُلِّ ضَرُورَةَ أَنَّهُ لَا مُنَافَاةَ وَلَا رُجْحَانَ، وَأَمَّا الْخَبَرُ فَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَمْ أَزَلْ أُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ إِلَى أَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ"

ترجمہ و مفہوم: اس آیت کریمہ کی پہلی تفسیر یہ ہے کہ رسولِ دوعالم ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو رکوع اور سجود اور خشوع کی درستگی کا حکم فرمایا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک کو ایک ساجد سے دوسرے ساجد میں منتقل کیا گیا۔ اس پر حدیث بھی گواہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: کہ میں ہمیشہ مسلسل پاکیزہ ترین پشتوں سے پاکیزہ ترین رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔

اسی عظمت کو امام الصوفیہ حضرت عبدالکریم بن ھوازن بن عبدالملک القشیری المتوفی ٦٦٥ھ الناشر العامۃ الکتب مصر، میں یوں رقم طراز ہوتے ہیں:

(سورۃ الشعراء (٢٦) آیۃ ٢١٩)

"وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ"

"هون عليه معاناة مشاق العبادة باخباره برؤيته ولا مشقة لمن يعلم انه بمرأى من مولاه و ان حمل الجبال الرواسى على سفر جفن العين ليهون عند من يشاهد

ربه۔ و یقال "وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ" بین اصحابك فهم نجوم و انت بینهم بدر

او هم بدور و انت بینهم شمس او هم شموس و انت بینهم شمس الشموس

و یقال تقلبك فی اصلاب آبائك من المسلمین الذین عرفوا الله فسجدوا له دون

من لم یعرفوه"

ترجمہ و مفہوم: زیر بحث آیتِ کریمہ "وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ" کی پہلی تفسیر یہ ہے کہ آپ ﷺ کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت میں گردش کرنا ہمیں بڑا پسند آیا کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ستارے ہیں اور آپ ﷺ اُن میں چودھویں رات کا چاند ہیں یا صحابہ کرام علیہم الرضوان چاند ہیں اور آپ ﷺ اُن میں سورج ہیں یا وہ سورج ہیں اور آپ ﷺ ان میں سورجوں کے سورج ہیں۔

لہٰذا آپ کا اُن میں گردش کرنا ہم ہمہ وقت دیکھ رہے ہیں اور سراہ رہے ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے اُن آباء کی عظیم پشتوں سے تشریف لائے ہیں کہ جن کی فطرت اسلام تھا اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اُن نفوسِ قُدسیہ کی عظمت تھی اس لیے وہ کسی اور خدا سے واقف ہی نہ تھے صرف اور صرف ذات حق لاشریک ہی کو سجدہ کرتے رہے اور یہ تسلسل جاری رہا تاآنکہ آپ ﷺ تشریف لائے کیا خوب صورت تفسیر ہے سبحان اللہ۔

اسی تسلسل کو دنیائے تفسیر کی عظیم شناخت نظام الدین حسن بن محمد بن حسین نیشاپوری المتوفی ۸۵۰ھ اپنی عظیم تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان میں یوں بیان فرمایا کہ جب تہجد کی فرضیت منسوخ ہوئی تو آپ ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ذوقِ عبادت ملاحظہ فرمانے کے لیے صحابہ کرام کے گھروں کا دورہ فرماتے۔

"مواجب الرحمة رؤیته قیامه و تقلبه فی الساجدین ای فی المصلین و للمفسرین

فیه وجوه منها ما روی أنه حین نسخ فرض التهجد طاف تلك اللیلة ببیوت

أصحابه حرصا عليهم وعلى ما يوجد منهم من فعل الطاعات فوجدها كبيوت الزنابير ذكرا وتلاوة.

فالمراد بتقلبه فى الساجدين تصفح أحوال المتهجدين من أصحابه ليطلع عليهم كيف يعملون لآخرتهم. ومنها أن المراد تصرفه فما بين المؤمنين به بالقيام والركوع والسجود والقعود. ويروى عن مقاتل أنه استدل به على وجود فضل صلاة الجماعة فى القرآن. ومنها أنه إشارة إلى ما

جاء فى الحديث «أتموا الركوع والسجود فوالله إنى لأراكم من خلف ظهرى»

فالتقلب تقلب بصره فيمن يصلى خلفه.

وقيل: أراد أنه لا يخفى علينا كلما قمت وتقلبت مع الساجدين فى كفاية أمور الدين. وقد احتج بالآية علماء الشيعة على مذهبهم أن آباء النبى صلى الله عليه وسلم لايكونون كفارا. قالوا: أراد تقلب روحه من ساجد إلى ساجد كما

فى الحديث المعتمد عليه عندهم «لم أزل أنتقل من أصلاب الطاهرين إلى أرحام الطاهرات» وناقشهم أهل السنة فى التأويل المذكور وفى صحة الحديث. والأصوب عندى أن لا نشتغل بمنع أمثال هذه الدعوى ونسحر إلى بقعة الإمكان على أنه لا يلزم من عدم الدليل عدم المدلول."

اور تہجد کے وقت ان کے گھروں کا دورہ فرماتے اور ان کے گھروں سے ذکرِ الٰہی اور تلاوت قرآن پاک کی گنگنانے کی آوازیں آتیں جس سے آپ ﷺ خوش ہوتے اسی منظر نامے کو قرآن پاک کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے یا آدابِ نماز کی درستگی کے لیے آپ ﷺ کی نبوت والی نگاہوں کا گردش کرنا بیان کیا گیا ہے۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کا ایک ذات سے دوسری ذات کی طرف منتقل ہونا بیان فرمایا گیا ہے حدیث بھی اس آیت کی تفصیل میں بیان ہوئی ہے کہ آپ

ﷺ نے فرمایا میں پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔

اسی عظمت کو امام ابن عبد اللہ الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھ اپنی نادر تفسیر فتح القدیر میں یوں بیان فرماتے ہیں

"تَرتِيبِ الَّذِى يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ أَىْ: حِينَ تَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَحْدَكَ فِى قَوْلِ أَكْثَرِ الْمُفَسِّرِينَ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: حِينَ تَقُومُ: حَيْثُمَا كُنْتَ وَتَقَلُّبَكَ فِى السَّاجِدِينَ أَىْ: وَيَرَاكَ إِنْ صَلَّيْتَ فِى الْجَمَاعَةِ رَاكِعًا وَسَاجِدًا وَقَائِمًا، كَذَا قَالَ أَكْثَرُ الْمُفَسِّرِينَ. وَقِيلَ: يَرَاكَ فِى الْمُوَحِّدِينَ مِنْ نَبِيٍّ إِلَى نَبِيٍّ حَتَّى أَخْرَجَكَ فِى هٰذِهِ الْأُمَّةِ. وَقِيلَ: الْمُرَادُ بِقَوْلِهِ: «يَرَاكَ» حِينَ تَقُومُ قِيَامُهُ إِلَى التَّهَجُّدِ، وَقَوْلُهُ: وَتَقَلُّبَكَ فِى السَّاجِدِينَ يُرِيدُ تَرَدُّدَكَ فِى تَصَفُّحِ أَحْوَالِ الْمُجْتَهِدِينَ فِى الْعِبَادَةِ وَتَقَلُّبَ بَصَرِكَ فِيهِمْ، كَذَا قَالَ مُجَاهِدٌ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ لِمَا تَقُولُهُ: الْعَلِيمُ بِهِ. ثُمَّ أَكَّدَ سُبْحَانَهُ مَعْنَى قَوْلِهِ:"

ترجمہ و مفہوم: اکثر مفسرین نے اس آیت کریمہ سے قیامِ صلوٰۃ باجماعت مراد لیا ہے اور رکوع اور سجود کی درستگی کا تصور مراد لیا ہے اور ایک قول میں رحمتِ عالم ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کا موحد ہونا مراد لیا ہے۔ اور ایک قول میں نمازِ تہجد کا دورہ مراد لیا ہے۔

اسی تسلسل کو امام المفسرین ابو الحسن علی بن احمد بن محمد بن علی نیشاپوری الشافعی المتوفی ۴۶۸ھ اپنی تفسیر البسیط، الناشر لجنہ مکہ مکرمہ میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"وَتَقَلُّبَكَ فِى السَّاجِدِينَ" "قال مقاتل يعنى ويرى ركوعك و سجودك قيامك و هو التقلب فى الساجدين يعنى مع المصلين فى الجماعة و المعنى يراك اذا صليت وحدك و يراك اذا صليت فى الجماعة راكعًا و ساجدًا و قائمًا۔ و هو قول عكرمة و الكبى و قتادة و ابن زيد، و رواية عن عطية و عطاء الخراسانى عن ابن عباس كل هؤلاء فسروا التقلب فى الساجدين بالتصرف مع المصلين قائما و راكعًا و ساجدًا، و هو اختيار الفراء قال تقلبه قيامه و ركوعه و سجوده و قعوده و قال

ابن عباس فی روایۃ جویبر عن الضحاک عنہ "وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ فی اصلاب آدم ونوح و ابراھیم و نحوھذا روی عطاء و عکرمۃ عنہ "وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ یرید فی اصلاب الموحدین من نبی الی نبی حتی اخرجك فی ھذہ الایۃ قال عطاء عنہ مازال رسول اللہ ﷺ"

"وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ" کا معنی امام مقاتل بیان فرماتے ہیں کہ اس آیتِ کریمہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی کامل نماز کا ذکر ہے اور جماعت کا بھی ذکر ہے۔

قتادہ اور ابن زید عطیہ اور عطاء ابن عباس سے یہ تمام اس آیت کی تفسیریوں بیان فرماتے ہیں کہ اس آیت میں نمازیوں میں آپ ﷺ کا دورہ فرمانا مراد لیا گیا ہے نماز کی درستگی کے لیے۔

ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے تمام آباء کرام علیہم السلام ساجدین تھے اور توحید پرست تھے۔

اسی تسلسل کو بیہقیِ وقت قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیری مظہری میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ عطف علی الضمیر المنصوب فی یراك یعنی ویری تقلبك فی صلاتك فی حال قیامك و رکوعك و سجودك وقعودك او فی محل تقوم یعنی یراك حین تقوم وحین تقلبك وقال عطیۃ وعکرمۃ عن ابن عباس فی الساجدین ای فی المصلین وقال مقاتل ای ومع المصلین فی الجماعۃ یعنی یراك حین تصلی وحدك وحین تصلی مع المصلین فی الجماعۃ وقال مجاھد یری تقلب بصرك فی المصلین فانہ کان یبصر من خلفہ کما کان تبصر من امامہ. روی البغوی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم قال ھل ترون قبلتی ھاھنا فو اللہ لا یخفی علی خضوعکم انی لاراکم من وراء ظھری وقال الحسن تقلبك فی الساجدین ای

تصرفك فی ذهابك ومجیئك فی أصحابك المؤمنین وقال سعید بن جبیر یعنی وتصرفك"

ترجمہ و مفہوم: یہاں عطف ہے ضمیر منصوب "یَرٰکَ" میں تو معنی یہ ہوا کہ اے محبوب ﷺ ہم آپ کو نماز میں آدابِ بندگی کی تمام نماز پڑھنے میں دیکھ رہے ہیں یا معنی یہ ہے کہ آپ نماز پڑھنے والوں کے اندر گردش کررہے ہیں اُن کی نماز کی درستگی کے لیے۔ مجاہد نے کہا کہ آپ نبوت والی نگاہوں سے نماز پڑھنے والوں کی نماز کی کیفیت کو دیکھ رہے ہیں اور درست کررہے ہیں کیونکہ جس طرح آپ ﷺ آگے دیکھتے ہیں اسی طرح پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔ امام بغوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی۔ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے رکوع اور خشوع کو ہر طرف سے درست رکھو کیونکہ میں تمہیں ہر طرف سے دیکھتا ہوں۔ امام بیضاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب نمازِ تہجد کی فرضیت منسوخ ہوئی تو آپ ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے گھروں کا دورہ فرماتے تاکہ دیکھیں کہ فرضیت کی منسوخی کے بعد میرے صحابہ کی عبادت میں دلچسپی کی صورت کیا ہے۔ جب آپ ﷺ نے دورہ فرمایا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے گھروں سے ذکر اور تلاوت کے زمزموں کی صدائے دلنواز اُٹھ رہی تھی میں سے حضور سید عالم ﷺ کے قلب و روح خوشی کے نور سے بھر گئے۔ ادھر رحمتِ الٰہی بھی جوش میں آئی۔ فرمایا میرے محبوب ﷺ دیکھ رہے ہو میں اپنی رحمتوں کا نور آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے گھروں پر برابر اور مسلسل برسا رہا ہوں اور آپ کے قلب و روح اور صورتِ عظمت کی تازگی کو بھی دیکھ رہا ہوں اور ساجدین میں آپ کے دورہ فرمانے کو بھی دیکھ رہا ہوں واہ سبحان اللہ!

حضرت عطاء، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محبوب ﷺ آپ کا ساجدین کی عظیم پشتوں سے دنیا میں تشریف لانا ہم اس خرامِ ناز کی عظمت کو اپنی محبت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اور اس میں فقط اور فقط آپ ﷺ کا

خاندانِ نبوت شامل عظمت ہے دیگر غیر موحّد قریش شامل نہیں۔

اور اس میں خاندانِ نبوت کی کامل مدح فرمائی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اے میرے محبوب ﷺ آپ کے تمام آباء سجدہ ریزیوں میں مرتبہ کمال تک پہنچے ہوئے ہیں اور آپ کی تمام امہات کرام صالحاتِ طیبات ساجدات ہیں بلکہ سجدوں کی عظمت ہیں۔ توحید کے نور میں ملبوس ہیں ایمان کی اقامت گاہیں مومنوں کی جائے پناہ ہیں کیا خوب کہا حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی علیہ الرحمہ نے

؎ "وینقتل احد نورا عظیمًا　　تلالا فی وجوہ الساجدین

تقلب فیھم قرنا فقرنا　　الی ان جاء خیر المرسلین"

(یہ عظیم اور بے مثال نور منتقل ہوتا رہا اور ساجدین کے چہروں پر چمکتا رہا۔ زمانہ در زمانہ محوِ سفر رہا ساجدین کی پشتوں میں ساجدات کے رحموں میں۔ جب یہ مسافت طے ہوئی تو سید المرسلین دنیا میں تشریف لے آئے۔)

اس کی تائید میں امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک میں ہر زمانے میں اولادِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم ترین اور پاکیزہ ترین نفوسِ قُدسیہ سے تشریف لاتا رہا حتی کہ جس زمانے میں تشریف لایا یہ وہ نفوسِ قُدسیہ تھے جو اس زمانے کے سب سے عظیم ترین افضل ترین اور پاکیزہ ترین ہیں۔

اسی عنوان کو امام مسلم علیہ الرحمہ نے ایک نئی جہت سے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے اولادِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت کا تاج پہنایا اور اولادِ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بنی کنانہ کو شانِ مصطفائیت کا تاج پہنایا اور بنی کنانہ سے قریش کو شانِ مصطفائیت کی عظمت بخشی اور قریش سے بنی ہاشم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور بنی ہاشم سے مجھے محمد مصطفیٰ ﷺ بنایا اور امام بیہقی نے اپنی دلائل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ

تعالیٰ کی ذات نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا تو سب سے افضل و اعلیٰ مخلوق میں مجھے رکھا اور اس عظمت کا تسلسل میرے پیارے والدین کرِیمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، مُعطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام پر انتہاء پذیر ہوا۔ وہ اس کائنات کے سب سے زیادہ عظیم ترین اور پاکیزہ ترین نفوسِ قُدسیہ ہیں انھوں نے مجھ تک کائنات کی جاہلیت کی کوئی آلودگی نہیں آنے دی۔

جب بھی مرج البحرین ہوتا تو پہلے عظمت نکاح قائم ہوتی۔ یہ نعمت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر میرے پیارے والدین کرِیمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، مُعطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام تک قائم اور دائم رہی۔ اور سنو! میں کائنات میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب سے افضل و اعلیٰ ہوں اور میرے پیارے والد گرامی بھی ساری کائنات سے افضل واعلیٰ ہیں۔ الحمدللہ علی ذلک

نوٹ: درج بالا ترجمے کا عربی اقتباس آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں:

" فی أحوالك كما كانت الأنبياء من قبلك والساجدون هم الأنبياء وقيل معناه تروك فی تصفح احوال المتهجدين قال البيضاوی روی انه لما نسخ فرض قيام الليل طاف تلك الليلة ببيوت أصحابه لينظر ما يصنعون حرصا على كثرة طاعتهم فوجدها كبيوت الزنابير لما سمع لها من دندنتهم بذكر الله والتلاوة وانما ذكر تقلبه فی الساجدين من أحواله لكونه من اسباب الرحمة المقتضية للتوكل على من يتصف به۔ وقال عطاء عن ابن عباس أراد تقلبك فی أصلاب الآباء من نبی الى نبی لكن فی هذا التأويل ليس كمال المدح لاشتراك قريش بل جميع الناس فيه بل الاولى ان يقال المراد منه تقلبك من أصلاب الطاهرين الساجدين لله الى أرحام الطاهرات الساجدات ومن أرحام السجدات الى أصلاب الطاهرين اى الموحدين والموحدات حتى يدل على ان اباء النبی صلى الله عليه

وسلم کلھم کانوا مؤمنین کذا قال السیوطی وقال الحافظ شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی (شعر):۔

وینقل أحد نورا عظیما ... تلألا فی وجوہ الساجدین

تقلب فیھم قرنا فقرنا ... الی ان جاء خیر المرسلین

وممّا یؤید ھذا التأویل ما رواہ البخاری فی الصحیح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی بعثت من القرن الذی کنت فیہ۔"

"وروی مسلم من حدیث واثلۃ بن الا سقع قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی من ولد ابراھیم إسماعیل واصطفی من ولد إسماعیل بنی کنانۃ واصطفی من بنی کنانۃ قریشا واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفائی من بنی ھاشم وروی البیھقی فی دلائل النبوۃ من حدیث انس قال ما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ من خیرھما فاخرجت من بین ابویّ ولم یصبنی شیء من عھد الجاھلیۃ خرجت من نکاح لم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتھیت الی ابی وأمی فانا خیرکم نفسا وخیرکم أبا۔ وقد صنف السیوطی رحمہ اللہ فی اثبات ایمان اباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجمالا وتفصیلا کتابا وذکر فیہ ما لہ وما علیہ ولخصلت منہ رسالۃ فلیرجع إلیھا"

نوٹ: مذکورہ بالا اقتباسات کا ترجمہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں جس میں والدینِ مصطفٰی ﷺ کی تعظیم اور توقیر کی حقیقت خوب واضح ہوئی۔ اب اسی تسلسل کو ایک انوکھے انداز میں امام المفسرین حضرت شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی الآلوسی المتوفی ۱۲۷۰ھ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی میں یوں رقم طراز ہیں:

نوٹ:

"وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ" کے ضمن میں روایات کے اعتبار سے تین طرح کے تفسیری اقوال ملتے ہیں۔

1) رسول دوعالم ﷺ کا نماز پڑھنے والوں کی نماز کے آداب کی درستگی کے لیے ان میں دورہ فرمانا۔ نبوی نگاہوں کا گردش کرنا۔

2) نمازِ تہجد کی منسوخی کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ذوقِ عبادت دیکھنے کے لیے نیم شبی میں آپ ﷺ کا ان کے گھروں میں دورہ فرمانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ہم دیکھ رہے ہیں"۔

3) حضورِ سید عالم ﷺ کا سجدہ کرنے والے باپوں کی پشتوں سے اور سجدہ کرنے والی ماؤں کے رِحموں سے دنیامیں تشریف لانا۔

ان تینوں اقوال کی بابت تطبیق کی صورت آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب ان تینوں مختلف اعتبارات پر ترجیح کس کو حاصل ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم کسی صورت کا کسی صورت کے ساتھ موازنہ نہیں کر رہے صرف آخری صورت کی علمی اعتبار سے ایک انفرادیت بیان کر رہے ہیں۔ صورت اس کی یہ ہے کہ ہم سیاقِ کلام سے آیت کی صورت میں ایک قرینہ عرض کر رہے ہیں جس سے سید عالم ﷺ کا ساجدین کی پشتوں سے تشریف لانا آپ کو یقین کے قریب تر کر دے گا۔ زیر بحث آیت کے پسِ منظر میں پہلی آیت کا آپ جائزہ لیں جس کے الفاظ یہ ہیں "اَلَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ" اے محبوب اللہ وہ ذات ہے جو آپ ﷺ کو قیام کی صورت میں دیکھ رہی ہے۔ اب اس اعتبار سے آپ ﷺ کے قیام کے تین اعتبار ہیں۔

1) آپ کی تقویم اوّل جس کا حوالہ حدیث یوں دیتی ہے آپ ﷺ خلقِ اول ہیں۔

2) آپ ﷺ کی تقویم ثانی۔ یعنی عالمِ شہادت میں تشریف لانے کی ابتداء۔

3) قیامِ ثالث یعنی بحالتِ نماز قیام فرمانا یا نمازیوں کی جانچ پڑتال کرنا۔

اب یہ تینوں اعتبارات اپنے محل میں بجاہیں لیکن اس آیت میں لفظ "حِيْنَ" آیا ہے۔

جس کی وضع ظرفِ زماں مبہم کے لیے قرار پائی۔ ظرفِ زماں مبہم وہ ہوتا ہے جس میں وقت کے دورانیے کا تعین نہ ہو۔ اب لفظ "حِیۡنَ" میں ہم غور کریں تو ابہام کے اعتبار سے سب سے زیادہ ابہام اس وقت میں ہے جب وقت بھی اپنے تعیناتی اکائی کی صورت میں نہ تھا۔ ظاہر ہے یہ زمانہ عالمِ امر کا ہے۔ اس سے اوپر ابہام کا تصور ہی کوئی نہیں۔ تو گویا اس اعتبار سے لفظِ "حِیۡنَ" کا فردِ اول عالمِ امر ہوا۔ اب آیت کا معنی یہ بنا۔ اے محبوب ہم تجھے زمانے کے اس پیمانے میں دیکھ رہے ہیں جب زمانہ تعینات کی قید سے بلند تھا۔ اس کا اندازہ لگانا کسی کے بس میں ہی نہ تھا۔ اس کے دورانیے کی نہ کسی کو انتہاء کا اندازہ ہے اور نہ ہی ابتداء کا۔

لفظ "حِیۡنَ" کا دوسرا فرد عالمِ شہادت میں رو پذیر ہوا۔ جب حضور سید عالم ﷺ پشتِ آدم علیہ السلام میں اُتارے گئے۔ اور وہ تسلسل کے ساتھ محوِ خرام ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کے وجودِ اقدس سے ظاہر ہوئے۔ اب یہ زمانہ بھی اپنی طوالت کے اعتبار سے خاصا ابہام رکھتا ہے۔ اور ہزاروں سال پر مشتمل ہے۔ گویا اس صورت میں آیتِ مذکور کا معنی یہ بنے گا کہ اے محبوب ہم تمہارا ساجدین کی پشتوں سے اور ساجدات کے رحموں سے خرامِ ناز فرما کر دنیا کو رونق بخشنا تسلسل سے دیکھ رہے ہیں اور آپ کے حسنِ بے مثال کی رعنائیوں کا فیض بار ہونا ہم محبت کی نگاہوں سے تک رہے ہیں اس حوالے سے یہ لفظ "حِیۡنَ" کے معنی کا دوسرا فرد ہے۔ جس میں پہلے معنی کے ابہام سے کم ابہام ہے۔ اب لفظ "حِیۡنَ" کا تیسرا معنی وہ زمانہ ہے جس زمانے میں آپ ﷺ نے نمازیوں کی نماز کی درستگی کے لیے یا تہجد پڑھنے والوں کے ذکر و تلاوت کے زمزموں کو مشاہدہ فرمانے کے لیے ان میں دورہ کیا۔ یہ اگر سارا دورانیہ ہی جمع کیا جائے تو تقریباً زیادہ سے زیادہ ۲۳ سال پر مشتمل ہے۔ جس میں نبوی تعلیمات کا ابلاغ ہوا۔ دورہ فرمانے کا وقت بھی بغیر تعین

کے ہے۔

اب اس صورت میں لفظ "حِیۡنَ" کا یہ تیسرا معنی ہے۔ جو سب سے کم دورانیے پر مشتمل ہے اب اس اعتبار سے وجہ ترجیح خود ظاہر ہے جس وقت کا دورانیہ سب سے زیادہ ہے وہ اس لفظ "حِیۡنَ" کا فردِ اول ہے اور کامل فرد ہے۔ اور پھر اُس سے کم اور پھر اُس سے کم۔ اب نصِ قطعی نے عظمتِ مصطفیٰ ﷺ اور خاندانِ مصطفیٰ ﷺ بالخصوص پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، معطّرین، پیکرِ نبوت علیہما الصلوٰۃ والسلام کو خوب واضح کردیا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صفوں کی گردش کرنا یا گھروں کا دورہ فرمانا یہ نبوی نگاہ کی عظمت ہے۔ یہ "حِیۡنَ" کا سب سے آخری اور کم دورانیے والا فرد ہے۔ حیرت ہے اہلِ علم لفظ "حِیۡنَ" کے فرد ثالث کو تو مصداق مانیں اور فردِ اول اور فردِ ثانی کو مصداق ماننے کے لیے پس و پیش کریں۔ مجھے آج تک اس منطق کی سمجھ نہیں آئی۔ صاحبانِ علم و حکمت مجھے ضرور آگاہ کریں۔

لفظِ "حِیۡنَ" پر بحث جو آپ نے پہلے ملاحظہ فرمائی۔ اب ہم اس کی توثیق کے لیے قرآن کریم ہی سے دلیل پیش کرتے ہیں۔ جس سے واضح ہو جائے گا کہ لفظ "حِیۡنَ" کا مصداقِ اول عالمِ امر ہے اور مصداقِ ثانی عالم شہادت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام اور محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا ہیں اور مصداقِ ثالث جماعتِ صحابہ اور ان کی نماز ہے۔

لفظ "حِیۡنَ" کے معنی کے فردِ اول اور مصداق اول کی دلیل قرآن کریم کی سورۂ دہر کی پہلی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"هَلۡ اَتٰى عَلَى الۡاِنۡسَانِ حِيۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ يَكُنۡ شَيۡـئًا مَّذۡكُوۡرًا ①"

اے محبوب انسان پر زمانے کا ایسا وقت بھی گزرا ہے جو (تعیناتِ زمانے سے بلند تھا اور) اُس

وقت انسان قابلِ ذکر ہی نہ تھا۔ (القرآن)

وہ اتنا بلند تھا کہ "اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَ اَنَا سِرُّہٗ" انسان میرا راز تھا اور میں انسان کا راز تھا۔

قارئینِ محترم! یہاں قرآن مجید نے لفظ "حِیْنَ" میں زمانے کا وہ تصور دیا ہے جو تعیناتِ کائنات سے بلند و بالا تھا۔ ظاہر ہے یہ عالمِ امر ہے یا عالم مثال ہے یا عالمِ غیب کا کوئی معروضی تصور ہے اب مسکین کا بیان کردہ "حِیْنَ تَقُوْمُ" کا دورانیہ اس سے ایک گونہ مماثلت رکھتا ہے۔

اب مسکین کا بیان کردہ قاعدہ آپ کو یقین کی طرف لے جائے گا گویا عالمِ امر حِیْنَ کا فردِ اول اور فردِ کامل یقینی ہے۔ اور "حِیْنَ" کے معنی کا فردِ ثانی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ابوینِ مصطفےٰ ﷺ تک چونکہ گردشِ لیل و نہار کے تصور میں موجود ہے لیکن آج تک کسی نے بھی اس کا دورانیہ کسی تعین میں بیان نہیں کیا لہٰذا عالمِ شہادت کے اعتبار سے یہ زمانہ بھی اپنے دورانیہ کے حوالے سے "حِیْنَ" کا فردِ کامل ہے۔ اور "حِیْنَ" کا تیسرا معنی بھی چونکہ نمازوں کی عظمت میں معلوم ہے اور کسی خاص کی نماز کا تعین اور اس کے وقت کا تعین یہاں موجود نہیں لہٰذا اپنے اعتبار سے یہ بھی اپنے مندرج حالات میں مبہم ہے۔

لہٰذا یہ بھی اس اعتبار سے "حِیْنَ" کا فردِ کامل ہے۔

رہا پہلی صورت جس میں دورانیہ کا تقابل کیا گیا تھا وہ محض معنی کو قریب الفہم کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔ تاہم لفظ "حِیْنَ" کا معنی اور مصداق جو تین افراد طے ہوئے وہ اپنے اپنے اعتبار سے اس کے فردِ کامل ہیں۔ تینوں معانی نہ باہم متضاد ہیں اور نہ ہی متعارض ہیں لہٰذا تینوں کو اپنے اپنے اعتبار سے مراد لینا بالکل بجا ہے۔ جس کی تفصیل تطبیقِ معنی میں بیان کر دی گئی ہے۔ ہاں اجمالاً کچھ عرض خدمت ہے۔

وہ یہ ہے "اَلَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ" اے محبوب اللہ وہ ذات ہے جو آپ ﷺ کو برابر تک رہی ہے۔ جب سے آپ ﷺ بزمِ عالم میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ "فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا" بے

شک آپ ﷺ ہماری نگاہوں میں بسے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ اگر ظہورِ اول فرمائیں تو بھی ہم آپ ﷺ کے حسن کی رعنائیوں کو تکتے رہتے ہیں اور لاکھوں سال تک آپ ﷺ کے حسن کی عظمتوں کو بیان کرتے رہے۔ عالمِ ارواح سے خرامِ ناز فرمائیں تو بھی ہم تکتے ہیں۔ عالمِ مثال میں تشریف لائیں تو بھی ہماری محبتوں کا قبلہ آپ ﷺ کا حسن ہے۔ اگر عالمِ شہادت میں طلوع فرمائیں پشتِ آدم علیہ السلام میں جلوہ افروز ہوں تب بھی ہم تکتے ہیں۔ اور ان سے چل کر اپنے والدِ گرامی کی پشتِ عظمت میں تشریف لائیں اور ان سے اُمِّ کریمہ کے رحمِ رحمت میں تشریف لائیں تو بھی ہماری نگاہیں آپ کے حسنِ لطافت پر جمی رہتی ہیں اور مطلعِ ولادت پر طلوع فرمائیں تو بھی ہم آپ ﷺ کے مشاہدے میں ہیں۔ آپ ﷺ کے بچپن کی پھبن ہو، لڑکپن کے ناز ہوں، رعنا جوانی ہو، غارِ حراء کی خلوتیں ہوں کوہِ صفا اور کوہِ شُبیر پر نور بیزیوں کا منظر ہو، جبلِ ابو قبیس کی چوٹی پر نبوی للکار ہو، بدر، اُحد، حُنین میں آپ ﷺ کی شجاعت کا حسن ہو اور طائف کے بازاروں میں ہماری وفا میں پتھروں کی بارش ہو اور اس پر صبر اور استقامت کی عظمت ہو۔ ہجرتِ مدینہ ہو، خانگی اُمور ہوں، تبوک کی عسرت ہو اور فتح مکہ کی نصرت ہو اور حجۃ الوداع کے خطبے کی عظمت ہو، یتیموں کی سرپرستی ہو، مسکینوں پر شفقت ہو، بے نواؤں پر رحمت ہو، گناہگاروں پر شفاعت ہو، شب معراج کی رازداریاں ہوں اَوْ اَدْنٰی کا نوری ماحول ہو، مسجدِ اقصیٰ کی امامت ہو، تکمیل دین کی خوشی ہو، الغرض آپ ﷺ کے حوالے کا کوئی منظر ہو ہم اُسے اپنی محبت کی نگاہ سے تکتے ہیں اور سراہتے رہتے ہیں۔ "وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا" (یونس:٦١)

محبوب ہم آپ ﷺ کی ہر شان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ خصوصاً تلاوتِ قرآن کے وقت تو نگاہوں میں بس جاتے ہو۔

قارئینِ محترم! یہ محبوبِ خدا ﷺ کا اعزاز ہے جس جگہ قدم رکھ دیتے ہیں وہیں جنت بنا دی جاتی ہے۔ جس طرف تک لیتے ہیں اُسے قبلہ بنا دیا جاتا ہے۔ جہاں خرامِ ناز فرماتے ہیں

اس کو بلدِ امین کہا جاتا ہے۔ اور قرآن مجید اس کی گلی کوچوں کی قسم اٹھاتا ہے۔ جب ان مختصر نسبتوں میں شان و اعزاز ہے ذرا غور تو کیجیے نسبتوں کی تدریج پر ہر نسبت اپنا مقام رکھتی ہے قربان اُس نسبت پر جس نسبت کو والدینِ مصطفیٰ ﷺ کہا جاتا ہے۔ اس نسبت کی عظمت کے لیے اندازوں کو پسینہ آجاتا ہے اس نسبت کی عظمت کو صرف خدا جانتا ہے یا صرف مصطفیٰ ﷺ جانتے ہیں۔

تفسیر روح المعانی میں اس حقیقت کو یوں واضح کیا گیا ہے:

"كفاه الله تعالى كل مهم. وبين العلامة الطيبى إن فى قوله تعالى: «وتوكل» إلخ إشارة إلى المراتب الثلاث بما فيه خفاء.وفى مصاحف أهل المدينة والشام «فتوكل» بالفاء وبه قرأ نافع وابن عامر وأبو جعفر وشيبة وخرج على الإبدال من جواب الشرط. وجعل فى الكشاف الفاء للعطف وما بعده معطوفا على فَقُلْ أو فَلا تَدْعُ وما ذكر أولا أظهر الَّذِي يَراكَ حِينَ تَقُومُ

أى إلى الصلاة وَتَقَلُّبَكَ أى ويرى سبحانه تغيرك من حال كالجلوس والسجود إلى آخر كالقيام فِي السَّاجِدِينَ أى فيما بين المصلين إذا أممتهم، وعبر عنهم بالساجدين لأن السجود حالة مزيد قرب العبد من ربه عز وجل وهو أفضل الأركان على ما نص عليه جمع من الأئمة، وتفسير هذه الجملة بما ذكر مروى عن ابن عباس وجماعة من المفسرين إلا أن منهم من قال: المراد حين تقوم إلى الصلاة بالناس جماعة، وقيل: المعنى يراك حين تقوم للتهجد ويرى تقلبك أى ذهابك ومجيئك فيما بين المتهجدين لتتصفح أحوالهم وتطلع عليهم من حيث لا يشعرون وتستبطن سرائرهم وكيف يعملون لآخرتهم كما روى أنه لما نسخ فرض قيام الليل طاف صلّى الله تعالى عليه وسلّم تلك الليلة ببيوت أصحابه لينظر ما يصنعون حرصا على كثرة طاعاتهم فوجدها كبيوت النحل لما سمع لها من

دندنتهم بذكر الله تعالى والتلاوة. وعن مجاهد أن المراد بقوله سبحانه: وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ تقلب بصره عليه الصلاة والسلام فيمن يصلي خلفه فإنه صلّى الله تعالى عليه وسلّم كان يرى من خلفه،

ففي صحيح البخاري عن أنس قال: «أقيمت الصلاة فأقبل علينا رسول الله صلّى الله تعالى عليه وسلّم بوجهه فقال: أقيموا صفوفكم وتراصوا فإني أراكم من وراء ظهري».

وفي رواية أبي داود عن أبي هريرة أن النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم كان يقول: «استووا استووا والذي نفسي بيده إني لأراكم من خلفي كما أراكم من بين يدي»"

ترجمہ و مفہوم: "وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ" کا معنی ارکانِ نماز، جلسہ سجود اور رکوع اور قیام وغیرہ ہے اُس میں آپ ﷺ کا منقلب ہونا ہم تک رہے ہیں یا نمازیوں کی صفوں میں آپ کی نبوت والی نگاہوں کا گھوم جانا ہم تک رہے ہیں اور سجدہ ہی قرب و حضورِ صمدیت کا اصل راز ہے۔ اس لیے سجدہ تمام ارکانِ نماز سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ اس پر آئمہ کا اجماع ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کا تہجد پڑھنے والوں کے احوال کا مشاہدہ فرمانا اور دورہ فرمانا اور اُن کی سرشاریوں سے خوش ہونا ہم تک رہے ہیں یا آپ کی نگاہوں کا نمازیوں میں گھوم جانا اور اُن کی درستگیءِ صفوف کا حکم دینا ہم آپ کی اس عظمت کو تک رہے ہیں اور یہ کہنا بھی تک رہے ہیں کہ آپ نمازیوں سے فرما رہے ہیں کہ ہماری نظر سے کوئی حقیقت پوشیدہ نہیں۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ایمان والوں میں رسالت کی ادائیگی کی بابت پوری مشقت کے ساتھ گردش فرماتے ہیں ہم آپ کی اس عظمتِ خدمت کو بھی تک رہے ہیں۔

مزید آگے لکھتے ہیں:

"ولا يخفى بعد حمل ما في الآية على ما ذكر.

وقیل: المراد بالساجدین المؤمنون، والمعنی یراك حین تقوم لأداء الرسالة ویری تقلبك وترددك فیما بین المؤمنین أو معهم فیما فیه إعلان أمر الله تعالی وإعلاء کلمته سبحانه، وتفسیر الساجدین بالمؤمنین مروی عن ابن عباس وقتادة إلا أن کون المعنی ما ذکر لا یخلو عن خفاء.

وعن ابن جبیر أن المراد بهم الأنبیاء علیهم السلام، والمعنی ویری تقلبك کما یتقلب غیرك من الأنبیاء علیهم السلام فی تبلیغ ما أمروا بتبلیغه وهو کما تری، وتفسیر الساجدین بالأنبیاء رواه جماعة منهم الطبرانی والبزار وأبو نعیم عن ابن عباس أیضا إلا أنه رضی الله تعالی عنه فسر التقلب فیهم بالتنقل فی أصلابهم حتی ولدته أمه علیه الصلاة والسلام، وجوز علی حمل التقلب علی التنقل فی الأصلاب أن یراد بالساجدین المؤمنون، واستدل بالآیة علی إیمان أبویه صلّی الله تعالی علیه وسلّم کما ذهب إلیه کثیر من أجلة أهل السنة، وأنا أخشی الکفر علی من یقول فیهما رضی الله تعالی عنهما علی رغم أنف علی القارئ وأضرابه بضد ذلك إلا أنی لا أقول بحجیة الآیة علی هذا المطلب، ورؤیة الله تعالی انکشاف لائق بشأنه عز شأنه غیر الانکشاف العلمی ویتعلق بالموجود والمعدوم الخارجی عند العارفین، وقالوا: إن رؤیة الله تعالی للمعدوم نظیر رؤیة الشخص القیامة ونحوها فی المنام وکثیر من المتکلمین أنکروا تعلقها بالمعدوم، ومنهم من أرجعها إلی صفة العلم وتحقیق ذلك فی محله، وفی وصفه تعالی برؤیته حاله صلّی الله علیه وسلّم التی بها یستأهل ولایته بعد وصفه بما تقدم تحقیق للتوکل وتوطین لقلبه الشریف علیه الصلاة والسلام علیه."

ترجمہ و مفہوم: حضرت ابنِ جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیتِ کریمہ سے مراد انبیاء

علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغی سرگرمیاں ہیں تو اس صورت میں معنی یہ بنا کہ اے محبوب ﷺ آپ کا اُمورِ تبلیغی میں مصروفِ عظمت ہونا اور مشقت کی انتہاء تک پہنچنا ہم دیکھ رہے ہیں۔ اسے محدثین کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے۔ امام ابو نعیم اپنی دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے اِس آیت کریمہ میں یہ تفسیر بیان کی ہے کہ "وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ" کا اصل معنی یہ ہے کہ اے حبیب ﷺ ہم آپ کو اُس وقت سے دیکھ رہے ہیں جب آپ سجدہ کرنے والی پشتوں سے اور سجدہ کرنیوالے رحموں سے گذر رہے تھے۔ جب ان سجدوں کی انتہاء ہوئی یعنی جب یہ سجدے اپنی معراج کو پہنچے تو آپ اپنی اُمِّ کریمہ کے بطنِ اطہر سے پیدا ہو کر دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔ اسی اعتبار پر اہلِ علم نے آپ کے پیارے والدَین کرِیمین، طیّبین، طاہرَین، منزّھَین، مُعطّرَین علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مسلمان ہونے کا استدلال کیا ہے اور بہت سارے اہلِ سنت کے عظیم ترین علماء کرام اس عقیدے سے وابستہ ہیں۔ مگر خاک آلود ہو ملا علی قاری کی ناک اور اس جیسا عقیدہ رکھنے والوں کی ناک خاک آلود ہو جنھوں نے معصوم نفوسِ قدسیہ کو کافر کہنے کی ناپاک جسارت کی۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ لوگ اُن عظیم ترین نفوسِ قُدسیہ کو کافر کہہ کر کہیں خود نہ کافر ہو جائیں۔ العیاذ باللہ۔

قارئین محترم! خاندانِ نبوت کی بالعموم اور والدینِ مصطفیٰ ﷺ کی بالخصوص سجدہ ریزیوں کی عظمت آپ قرآنی آیات اور حدیثِ طیبہ کی روشنی میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور اس ضمن میں شانِ نزول کے اعتبار سے وارد ہونے والی مختلف روایات کی تطبیق اور مطابقت بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اب مزید کسی تاریخی روایت اور شہادت کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

آیاتِ بینات کے ہوتے ہوئے روایات کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ اب اگر کوئی بد بخت کسی پسِ منظر میں اپنے مزعومہ اور پلید فکر کی بنیاد پر نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کو کفر کی گالی دیتا ہے تو وہ بد بخت خود کائنات کا بد ترین کافر ہے اُس کا کُفر نما اسلام بالکل بے کار ہے

اس کو مسلمان کہنا خود اسلام کی توہین ہے۔ ایسے ملعون درندوں سے پرہیز واجب ہے۔
مسکین ناچیز، حقیر، فقیر صداقت علی فریدی اپنی پوری زندگی میں اس ملعون فکر کا تعاقب کرتا رہے گا بلکہ یہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ایسا کرے۔

مرتبہءِ احسان اور والدین مصطفیٰ ﷺ

قارئینِ محترم!

لفظِ احسان کا عمومی معنی تو ہے نیکی حُسنِ سلوک وغیرہ (جیسے) "هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان" کیا نیکی کا بدلہ نیکی نہیں؟ "وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا" ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو (وغیرہ) مگر جس مرتبہ احسان کا یہاں ذکر کیا جارہا ہے، وہ قرب و حضورِ الٰہی کا عظیم مرتبہ ہے جس کی وضاحت خود رحمتِ عالم ﷺ نے فرمائی، مشہور ترین حدیث ہے اس کا نام بھی علمی ماحول میں حدیثِ جبریل گردانا جاتا رہا ہے۔

جس کا مختصر ترین خلاصہ یہ ہے کہ رسالت پناہِ عالم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں جناب حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضرِ خدمت ہوئے عرض کی یا نبی اللہ ﷺ "مَا الْاِیْمَانُ" ایمان کیا ہے؟ اس پر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایمان کی تمام تفصیلات بیان فرمائیں۔ پھر عرض کی "مَا الْاِسْلَامُ" اسلام کیا ہے؟ جواباً اس کی تفصیلات بھی بیان فرمائیں، پھر عرض کی "مَا الْاِحْسَانُ" احسان کیا ہے؟ جواباً آپ ﷺ نے فرمایا: "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ" عبادت ایسے کرو جیسے تم ذاتِ حق کے حسنِ سرمدی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اگر ایسا تمہارے لیے ممکن نہ ہو تو "فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ" اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو یہ یقین کر لو وہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے، کامل استغراق حسن سرمدی میں مرتبہءِ احسان ہے، مرتبہءِ احسان دیدارِ ذاتِ حق کا نام ہے۔ یہ بہت بڑا مرتبہ ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

خاندانِ نبوت کو یہ عظیم مرتبہ بدرجہ اتم حاصل رہا۔ قرآن کریم اس کی یوں گواہی دیتا

ہے۔ "وَ مَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ" سب سے حسین اُن کا دین ہے جن کے چہرے عظمتِ ذوالجلال کے حضور سراپا نیاز بن کر جھکے رہے "وَهُوَ مُحْسِنٌ" اور حال یہ ہوا کہ وہ مشاہدہء حق میں مستغرق ہوں یا ذاتِ ذوالجلال اُن کو پیار سے دیکھ رہی ہو۔ قدرت کی نگاہیں ان کے نیاز مند سراپا کو دیکھ رہی ہوں، "وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا" اور اس نے اتباع کی ملتِ ابراہیم کی کیونکہ "وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا" اللہ تعالیٰ نے جناب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا خلیل بنالیا ہے، آیت میں دو امور طے ہوئے۔

نمبر (۱) خاندانِ نبوت کا دین سب سے حسین ہے۔

نمبر (۲)۔ خاندانِ نبوت کے نفوسِ قُدسیہ مرتبہءِ احسان پر فائز رہے ہیں، اسی لیے کہ ان کے رویوں میں اخلاقی عظمتیں کارفرما تھیں بلکہ قدرت نے ان کی حفاظت و صیانت کا خود اہتمام فرمایا ہے۔

"وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" اور اللہ تعالیٰ آپ کی خود حفاظت فرمائے گا۔ قرآن کریم کی ایک عظیم شہادت ہے، ولادت سے قبل جوہر عظمت کی حفاظت فرمائی بعد از ولادت طبعِ عظمت کی حفاظت فرمائی کیا ہی خوب ہے اہتمامِ قدرت کا اعلیٰ انتظام۔

خاندانِ نبوت بالعموم اور والدینِ مصطفٰی ﷺ بالخصوص مرتبہءِ احسان میں بڑے عظیم مرتبے پر ہیں۔ قرب و حضورِ صمدیّت میں اُن نفوسِ قُدسیہ کو خاص مقام حاصل ہے پہلے ہم مرتبہ احسان کی بابت چند ایک تفسیری حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ دنیائے تفسیر کے عظیم نامور شاہکار امام شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی الآلوسی المتوفی ۱۲۷۰ھ اپنی معروفِ زمانہ تفسیر روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ ای أخلص نفسه له تعالی لا یعرف لها ربا سواه، و قیل أخلص توجهه له سبحانه، و قیل، بذل وجهه له عزّوجلّ فی السجود، والاستفهام انکاری و هو فی معنی النفی، والمقصود مدح من فعل ذلك علی أتم

وجه، و دينًا نصب على التمييز من أحسن منقول من المبتدأ و التقدير و من دينه أحسن من دين من أسلم الخ، فيؤول الكلام الى تفضيل دين على دين، و فيه تنبيه على أن صرف العبد نفسه بكليتها لله تعالى أعلى المراتب التى تبلغها القوة البشرية، و ممن متعلق بأحسن و كذا الاسم الجليل، و جوز فيه أن يكون حالا من وَجْهَهٗ وَ هُوَ مُحْسِنٌ أى آت بالحسنات تارك للسيئات أو آت بالأعمال الصالحة على الوجه اللائق الذى هوحسنها الوصفى المستلزم لحسنها الذاتى، و قد صح انه ﷺ سئل عن الاحسان فقال عليه الصلوٰة والسلام ان تعبدالله تعالى كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك۔

و قيل الاظهر ان يقال المراد وَهُوَ مُحْسِنٌ فى عقيدته ، وهو مراد من قال اى وهو موحد، و على هذا فالاولى ان يفسر اسلام الوجه لله تعالى بالانقياد اليه سبحانه بالاعمال ، والجملة فى موضع الحال من فاعل اَسْلَمَ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ الموافقة لدين الاسلام المتفق على صحتها، و هذا عطف على اَسْلَمَ و قوله سبحانه حَنِيْفًا اى مائلا عن الاديان الزائغة حال من اِبْرٰهِيْمَ۔"

ترجمہ و مفہوم: سب سے حسین ترین دین اُس شخص کا ہے جس نے خود کو اللہ کے حضورِ عظمت میں جھکا لیا اور اُس نے اپنا چہرہ اللہ کے حضور سجدہ ریز کر دیا یعنی اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے خالص کر لیا۔ کائنات میں رب تعالیٰ کے علاوہ ہر شے کی شناخت اُسے بھول گئی صرف ذاتِ حق یاد رہی اور اُس نے اپنی توجہات کا قبلہ خالصتاً اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بنا لیا اور عجز و نیاز میں خدا کے حضورِ اقدس میں یوں سجدے میں گرا کہ خود خود نہ رہا بس ذاتِ حق ہی کی یادیں رہیں اور کچھ نہ رہا۔ ایسے شخص کا دین ہی سب سے حسین ترین اور عظیم ترین ہے۔ وہ اسی عظمت میں اتنا سرشار محبت ہوا اتنا ہوا کہ کثافتیں سب اُٹھ گئیں اور وہ شخص صاحب حال ہو گیا اور مرتبۂ خلوص میں اتنا بڑھا اتنا بڑھا کہ قرب و حضورِ صمدیت

میں پہنچ گیا۔ جب آنکھ کھلی تو جلوۂ حق نظر آیا۔ حسن و جمالِ خداوندی نے اُسے ایسا محظوظ کیا ایسا محظوظ کیا کہ وہ خود کو بھی بھول گیا اور مرتبہ احسان تک پہنچا، ہر بُرائی سے کٹ گیا اور ہر نیکی کے سمندر میں اُترنے لگا۔ لیاقت اتنی پیدا ہوگئی کہ حسن ذاتِ حق تک رسائی ہوگئی۔ "اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ" کی عظمتوں میں ڈھل گیا اسی عنوان کی تائید ایک حدیث یوں کرتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس یقین سے کرو کہ گویا اُس کو دیکھ رہے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو کم از کم یہ یقین کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اس بابت ایک ظاہر ترین قول یہ ہے کہ وہ اللہ کی محبت کے عقیدے میں توحید کے عقیدے میں اتنا مضبوط ہو گیا کہ خود ٹوٹ گیا مگر عقیدہ نہیں ٹوٹنے دیا اور محبت کی گرہ کو ٹوٹنے سے بچا لیا اور ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اللہ کی رضا کو ہی زندگی کی ہر حقیقت یقین کیا۔

الغرض وہ خدا کا ہو گیا اور خدا اُس کا ہو گیا اور ملتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں زندگی کی ہر حقیقت کو ڈھال دیا اور ہر طرف سے کٹ کر صرف خدا کا ہو گیا یہ مرتبہ احسان کی حقیقت ہے۔

قارئینِ محترم! خاندانِ مصطفیٰ ﷺ اور والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ ووالدیہ وآلہ وسلم اُس حقیقت کی انتہاء ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات نے ان نفوسِ قُدسیہ کو شانِ مصطفائیت کا اعزاز بخشا ہوا ہے اور خدا ہو کر ان نفوسِ قُدسیہ پر سلام فرماتا رہتا ہے اور درود پڑھتا رہتا ہے۔ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ كَثِيْرًا"

اسی تسلسل کو دنیائے تفسیر کے عظیم مفسر نعمت اللہ بن محمود المعروف شیخ علوان التوفی ۹۲۰ھ اپنی معروف تفسیر "اَلْفَوَاتِحُ الْاِلٰهِيَّةُ وَالمفاتيحُ الغيبية" میں یوں رقم طراز ہیں:

"وَبالجملة مَنْ أَحْسَنُ دِينًا وأقوم طريقا وسبيلا مِمَّنْ أَسْلَمَ وسلم وَجْهَهُ المفاض له لِلّٰهِ المفيض لوجود الأشياء الموجودة وَالحال انه هُوَفى حالة التسليم مُحْسِنٌ مع الله متأدب معه سبحانه مستغرق بمطالعة جلاله وجماله وَمع ذلك قد اتَّبَعَ مِلَّةَ

إِبْرَاهِيمَ التى هى أقوم الملل وأحسنها إذ هو فى نفسه حَنِيفاً مائلا عن الأديان الباطلة والآراء الفاسدة مطلقا وَلذلك قد اتَّخَذَ اللهُ العليم المطلع لضمائر عبادہ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا كأنه قد تخلل سبحانه فيه من كمال محبته وخلته الى حيث صار سمعه وبصرہ ویدہ و رجله على ما نطق به الحديث القدسى ولا يظن ان تخلّله فيه على وجه الحلول والاتحاد بل على سبيل التوحيد الصرف الخالى عن مطلق الكثرة والثنوية قطعا

وَلِلهِ الواحد الأحد الفرد الصمد الذى لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد عموم ما ظهرفِى السَّمَاوَاتِ اى العلويات وَكذا عموم ما ظهرفِى الْأَرْضِ اى السفليات إذ كل ما ظهروبطن غيبا وشهادة منه بدأ واليه يعود وَكَانَ اللهُ المتجلى فى الآفاق والأنفس بالاستقلال والاستحقاق بِكُلِّ شَيْءٍ من مظاهره مُحِيطاً لا كاحاطة الظرف بالمظروف بل كاحاطة الشمس بالاضواء والاظلال واحاطة الأرواح بالأشباح والماء بالأمواج. ذقنا بلطفك حلاوة توحيدك يا أكرم الأكرمين"

ترجمہ و مفہوم: سب سے حسین ترین دین اُس کا ہے جو راہِ حق میں مضبوط ارادوں سے چلا اور اُس کا وجود فیضِ حق کا مہبط بنا۔ پھر موجودات میں اُس کا فیض جاری ہوا اور پھر وہ صاحبِ حال ہوا۔ زندگی کے ہر انداز میں اللہ تعالیٰ کے حضورِ عظمت میں مؤدب رہا اور اُس کے جلال و جمال میں مستغرق رہا اور ساتھ ساتھ ملتِ ابراہیم کو زندگی بنایا۔ حق یہ ہے کہ ملتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی تمام دینوں سے حسین ترین اور مضبوط ترین دین ہے اس دین کی خوبی یہ ہے کہ اس دین کا متوالہ ہر باطل سے کٹ کر ذاتِ حق کی طرف مائل رہتا ہے۔ ذاتِ حق ہی اُس کا قبلۂ محبت ہوا کرتا ہے باقی ہر باطل سے وہ کٹ جاتا ہے۔ اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا تھا وجہ اس کی یہ تھی کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیکرِ اقدس کے ہر ہر احساسِ فطرت میں

اللہ کی محبت کا نور غالب تھا اور اللہ تعالیٰ کے لیے واحدانیت، آحدیت، صمدیت، فردیت، لاشریکیت اُس کی صفاتِ عالیہ ہیں اور کائنات اللہ تعالیٰ کے انہی جلوؤں سے منور ہے اللہ کے جلوۂ حسن میں غرق رہنا ہی مرتبۂ احسان ہے۔

اسی تسلسل کو امام طنطاوی محمد سید طنطاوی اپنی معروفِ زمانہ تفسیر التفسیر الوسیط للقرآن المجید دار نھضۃ قاھرہ میں یوں فرماتے ہیں:

"اَحۡسَنُ دِیۡنًا الدین والملة متحدان بالذات و مختلفان بالاعتبار فان الشریعة من حیث انها یطاع لها دین و من حیث انها تملی و تکتب ملة والاملال بمعنی الاملاء مِمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ ای جعل نفسه و ذاته سالمة خالصة الله تعالی بان لم یجعل لاحد حق فیها لامن جهة الخالقیة والمالکیة ولا من جهة العبودیة والتعظیم و قوله دینا نصب علی التمییز من احسن منقول من المبتدا والتقدیرو من دینه احسن من دین من اسلم الخ فالتفضیل فی الحقیقة جار بین الدینین لا بین صاحبیهما وَهُوَ مُحۡسِنٌ الجملة حال من فاعل اسلم ای والحال انه اٰت بالحسنات تارك للسیئات و قد فسره النبی علیه الصلوٰة والسلام بقوله ان تعبد الله کانك تراه فان لم تکن تراه فانه یراك والاحسان حقیقة الایمان و اعلم ان دین الاسلام مبنی علی امرین الاعتقاد والعمل فالله سبحانه اشار الی الاول بقوله اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ و الی الثانی بقوله وَ هُوَ مُحۡسِنٌ ای فی الانقیاد لربه بان یکون اٰتیا بجمیع ما کلفه به علی وجه الاجلال والخشوع وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ الموافقة لدین الاسلام المتفق علی"

ترجمہ و مفہوم: "اَحۡسَنُ دِیۡنًا" دین اور ملت ذات میں متحد ہیں اور اعتبار میں مختلف ہیں بے شک شریعت اس لیے دین ہے کہ اس کی اطاعت کی جاتی ہے " مِمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ "سب سے حسین دین اُس شخص کا ہے جس نے اپنی ذات کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے لیے

خالص کرلیا ہے اور اُس کا خلوص اس مرتبے پر پہنچا ہے کہ اُس نے ہر بری چیز کو چھوڑ دیا ہے اور ہر نیکی کو اپنا لیا ہے اور صرف ذاتِ حق میں خود کو کھو دیا ہے اور اتنا کھو دیا ہے کہ خود خود نہیں رہا صرف خدا تعالیٰ کی رضا کا نور باقی رہا باقی سب کچھ مٹ گیا فنا ہو گیا۔

اس حقیقت کی تائید حدیث یوں کرتی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا تعالیٰ کی عبادت اس یقین سے کرو کہ تم اُس ذات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہ دیکھ سکو تو یہ کامل یقین کرو کہ وہ ذات تمہیں دیکھ رہی ہے اور احسان ہی ایمان کی حقیقت ہے خوب جان لو کہ دین اسلام دو باتوں پر مبنی ہے۔

(۱) سچا اعتقاد (۲) پُر خلوص عمل

اس آیت کریمہ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے "مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ" سچے اعتقاد کو بیان کرتی ہے "وَهُوَ مُحْسِنٌ" خالص عمل کی طرف اشارہ ہے بہر حال عقیدہ اور عمل دونوں اللہ کی رضا پر مشتمل ہیں اور ملتِ ابراہیم کی اتباع ہر اعتبار سے ان دو عظمتوں میں مؤثر ہے۔

اسی تسلسل کو امام مفسرین حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر میں یوں بیان فرماتے ہیں:

" وَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا: أَنَّهُ الدِّينُ الْمُشْتَمِلُ عَلَى إِظْهَارِ كَمَالِ الْعُبُودِيَّةِ وَالْخُضُوعِ وَالِانْقِيَادِ لله تَعَالَى، وَالثَّانِي: وَهُوَ أَنَّهُ الدِّينُ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَكُلٌّ وَاحِدٍ مِنْ هَذَيْنِ الْوَجْهَيْنِ سَبَبٌ مُسْتَقِلٌّ بِالتَّرْغِيبِ فِي دِينِ الْإِسْلَامِ.

أَمَّا الْوَجْهُ الْأَوَّلُ: فَاعْلَمْ أَنَّ دِينَ الْإِسْلَامِ مَبْنِيٌّ عَلَى أَمْرَيْنِ: الِاعْتِقَادُ وَالْعَمَلُ: أَمَّا الِاعْتِقَادُ فَإِلَيْهِ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهِ أَسْلَمَ وَجْهَهُ وَذَلِكَ لِأَنَّ الْإِسْلَامَ هُوَ الِانْقِيَادُ وَالْخُضُوعُ. وَالْوَجْهُ أَحْسَنُ أَعْضَاءِ الْإِنْسَانِ، فَالْإِنْسَانُ إِذَا عَرَفَ بِقَلْبِهِ رَبَّهُ وَأَقَرَّ بِرُبُوبِيَّتِهِ وَبِعُبُودِيَّةِ نَفْسِهِ فَقَدْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لله، وَأَمَّا الْعَمَلُ فَإِلَيْهِ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهِ

وَهُوَ مُحْسِنٌ وَيَدْخُلُ فِيهِ فِعْلُ الْحَسَنَاتِ وَتَرْكُ السَّيِّئَاتِ، فَتَأَمَّلْ فِي هٰذِهِ اللَّفْظَةِ الْمُخْتَصَرَةِ وَاحْتِوَائِهَا عَلٰى جَمِيعِ الْمَقَاصِدِ وَالْأَغْرَاضِ، وَأَيْضًا فَقَوْلُهُ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ يُفِيدُ الْحَصْرَ، مَعْنَاهُ أَنَّهُ أَسْلَمَ نَفْسَهُ لله، وَمَا أَسْلَمَ لِغَيْرِ الله وَهٰذَا تَنْبِيهٌ عَلٰى أَنَّ كَمَالَ الْإِيمَانِ لَا يَحْصُلُ إِلَّا عِنْدَ تَفْوِيضِ جَمِيعِ الْأُمُورِ إِلَى الْخَالِقِ وَإِظْهَارِ التَّبَرِّي مِنَ الْحَوْلِ وَالْقُوَّةِ،"

ترجمہ و مفہوم: زیرِ بحث آیت کریمہ میں دو وجوہات ابتداءً سامنے آتی ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ حسین ترین دین اُس کا ہے جو کمال عبدیت کو پہنچا ہے قلب و روح کے آئینے میں جلالِ خداوندی کے جلوے ہوں سانسوں میں اُس کی عظمتوں کا احساس ہو، دل اُس کی یادوں میں تڑپ رہا ہو جب وہ یاد آئے تو دل کانپ اُٹھے اور بے قراری پیدا ہو جائے وجودِ عنصری اُس کے سامنے جھک جائے اور بے نشان ہو جائے یہ مرتبۂ احسان کی عظمت ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ طرزِ محبت جو دین کی بنیاد بنی وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خطوطِ محبت تھے کہ وہ ہمیشہ حسن خداوندی میں مستغرق رہتے تھے ہر ہر شے سے کٹ کر صرف خدا تعالیٰ کے ہو گئے تھے۔ اُن کے من کی کائنات میں خدائے ذوالجلال کی محبت کے سوا باقی کوئی احساس تک نہ رہا۔ اُن کی یہی وفا خدا کو اتنی پسند آئی، اتنی پسند آئی اتنی پسند آئی کہ اسے دینِ اسلام بنا ڈالا۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر۔

امام رزی فرماتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ میں دو عظیم اشارے ہیں پہلا اشارہ اعتقاد کا ہے اور دوسرا عمل کا ہے۔ اعتقاد کی سچائی اور صالح عمل دونوں باتوں پر ہی اسلام مبنی ہے۔ سچے اعتقاد کی عظمت کو "اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ" کا حصہ آیت بیان کر رہا ہے۔ یہ اس لیے کہ اسلام کا معنی ہے گردن جھکانا، فرمانبرداری کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حضورِ عظمت میں جھکے رہنا۔ اس کی

حسین ترین صورت یہ ہے کہ چہرہ انسانی اعضاء کی حسین ترین عظمت ہے اور کمال عبدیت یہ ہے کہ اس عظمت کو بھی اللہ تعالیٰ کے حضورِ عظمت میں جھکا دینا ہے گرا دینا ہے۔

جب انسان اپنے رب کو دل سے پہچانتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت جب دل کا نور بنتی ہے تو زبان کا ہر عضو اور وجود کا ہر حصہ رب کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے پھر خشوع خضوع کے ساتھ بندہ اپنی ذات کو اللہ کے حضورِ عظمت جھکا دیتا ہے۔

اب اس وقت بندہ " اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ " کی عملی تفسیر بن جاتا ہے۔ دوسری صورت عمل کی یہ ہے جس کو قرآن کریم کی آیت کا یہ حصہ بیان کر رہا ہے کہ " وَهُوَ مُحۡسِنٌ " کہ جب بندہ حضورِ قلب سے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتا ہے تو اُسے نورِ یقین کی آنکھ ملتی ہے جس سے وہ حسن سرمدیّت کے جلووں کو دیکھتا ہے اور اُن میں گم ہو جاتا ہے پھر انسانی فطرت میں یہ کمال پیدا ہو جاتا ہے کہ ہر آلودگی اُس سے دور کر دی جاتی ہے اور ہر نیکی اُس کی فطرت کا حصہ بنا دی جاتی ہے۔ غور فرمایئے ان لفظوں کے اندر جو دیکھنے میں مختصر ہیں لیکن عظمتوں کا سمندر ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان " اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ " مفید حصر بھی ہے۔ اب اس صورت میں اس کا معنی یہ بنا کہ بندۂ محب نے اپنی ذات کو کامل طور پر اللہ کی محبت کے سپرد کر دیا ہے۔ اُس کے مَن کی کائنات میں غیر کا تصور بھی نہیں آسکتا اور یہ تنبیہ ہے کمالِ ایمان پر۔ مگر یہ عظمت تب نصیب ہو گی جب بندہ اپنی زندگی کے تمام معاملات خالقِ حقیقی کے سپرد کر دے اور خود خود میں نہ رہے خود سے بھی کٹ کر خدا کا ہو جائے۔

قرآن کریم نے اس اشارے کو ایک اور عظیم معنی میں بیان فرمایا ہے "وَ تَبَتَّلۡ اِلَيۡهِ تَبۡتِيۡلًا" اے میرے محبوب بندے میری محبت کی عظمت میں کائنات سے بھی کٹ جا اور اپنی ذات سے بھی کٹ جا۔ بس تو میرا رہے اور میں تیرا رہوں۔ حدیث پاک نے بھی اس عظمت کو ایک خوبصورت انداز میں یوں بیان فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنۡ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ" جو خدا کا ہو جاتا ہے خدا اُس کا ہو جاتا ہے۔

اسی عنوان کی عظمت کو امام الصوفیہ امام عبدالکریم بن ھوازن قشیری المتوفی ۴۶۵ھ اپنی مشہور زمانہ تفیر لطائف الارشارات المعروف تفسیر قشیری الناشر مکتبہ الھیة مصر میں یوں بیان فرماتے ہیں:

" وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً (125)

لا أحد أحسن دينا ممن أسلم وجهه لله يعني أفرد قصده إلى الله، وأخلص عقده لله عما سوى الله، ثم استسلم في عموم أحواله لله بالله، ولم يدّخر شيئا عن الله لا من ماله ولا من جسده، ولا من روحه ولا من جلده، ولا من أهله ولا من ولده، وكذلك كان حال إبراهيم عليه السّلام.

وقوله «وَهُوَ مُحْسِنٌ» : الإحسان- بشهادة الشرع- أن تعبد الله كأنّك تراه، ولا بد للعبد من بقية من عين الفرق حتى يصحّ قيامه بحقوقه- سبحانه- لأنه إذا حصل (مستوفى) بالحقيقة لم يصح إسلامه ولا إحسانه، وهذا اتّباع إبراهيم عليه السّلام الحنيف الذي لم يبق منه شيء على وصف الدوام.

وقوله «وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا» : جرّد الحديث عن كل سعي وكد وطلب وجهد حيث قال: «وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا» فعلم أنّ الخلّة لبسة يلبسها الحقّ لا صفة يكتسبها العبد. "

ترجمہ و مفہوم: زیر بحث آیت میں فرمایا گیا ہے کہ دین صرف اُس شخص کا حسین ترین ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے حضورِ عظمت میں خود کو گرا دیا یعنی اپنی چاہت کو کاملاً اللہ تعالیٰ کی طرف کر لیا اور اپنے خلوص اور پیار کی گرہ کو خدا کی محبت میں اس قدر مربوط (مضبوط) کر دیا کہ غیر کا تصور نقشۂ خیال سے بھی مٹ گیا اور پیار کی گانٹھ اس قدر مضبوط کر لی اس قدر مضوط کر لی اس قدر مضبوط کر لی کہ خود ٹوٹ گیا ہے مگر پیار کو نہیں توڑا۔ پھر اُس کے تمام

احوال اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو گئے اور وہ خود اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو گیا اور خدا تعالیٰ کے پیار میں اتنا اُتر گیا کہ کائنات کی کسی شے کا ذخیرہ نہ کیا کسی کو نہ چاہا نہ مال کو چاہا، نہ جسم کو چاہا، نہ جلد کو چاہا، نہ روح کو چاہا اور بیوی بچوں کی پرواہ کی۔

دراصل اس پیار کا نقش اول کائنات میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام قرار پائے واہ سبحان اللہ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "وَهُوَ مُحْسِنٌ" یعنی وہ صاحب پیار میں اتنا بڑھا کہ مرتبۂ احسان تک جا پہنچا۔ خدا اور اس کے درمیان کوئی پردہ نہ رہا اور مرتبۂ احسان کو رحمتِ عالم ﷺ نے یوں بیان فرمایا کہ اللہ کی عبادت یقین کی اُس عظمت سے کرو کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو اگر تم اُسے نہ دیکھ پاؤ تو یہ یقین کرو کہ وہ ذات تمہیں دیکھ رہی ہے۔ اب اس صورت میں اللہ تعالیٰ کے تمام حقوق کی ادائیگی کی توفیق مل جائے گی یہ کائناتِ تصوف میں پہلا قدم ہے اس کے بغیر نہ ایمان صحیح ہوتا ہے اور نہ احسان صحیح ہوتا ہے۔ یہ عظمتیں تب مرتبۂ صحت کو پہنچیں گی جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اتباع کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے فضل و احسان کی صورت میں اپنا خلیل یعنی گہرا دوست بنایا تھا۔ یہ نعمت کسی کسب پر نہیں ملتی یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے ملتی ہے۔

اسی عنوانِ عظمت کو مزید علمی وسعتوں کے ساتھ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیرِ مظہری میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"وَمَنْ أَحْسَنُ دِيناً مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ يعنى أخلص نفسه لله بحيث لا يكون لقلبه تعلقا علميا ولا حبيا بغيره تعالى ويكون نفسه وقلبه وقالبه منقادا لاوامره تعالى منتهيا عن مناهيه لا يثبت لنفسه ولا لغيره فى دائرة الإمكان لشيء من الأشياء وجودا متاصلا فضلا من اتخاذه معبودا او محبوبا او موجودا بوجود مستقل بنفسه وفى هذا الاستفهام اشارة الى ان ذلك غاية مبلغ الكمال وَهُوَ

مُحْسِنٌ ات بالحسنات تارك للسيئات متصف بدوام الحضور والإخلاص قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم فى حديث سوال جبرئيل ما الإحسان ان تعبد ربك
كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك متفق عليه من حديث عمر رضى الله عنه
وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ خصّ ابراهيم عليه السّلام بالذكر مع ان دين الأنبياء كلهم
واحد وهو صرف نفسه وأعضائه وقواه ظاهرا وباطنا فى مرضات الله تعالى مشتغلا
به تعالى معرضا عن غيره تعالى لاتفاق جميع الأمم على كونه نبيا حقا حنيفا فى كل
دين ولكون دين الإسلام موافقا لشريعة ابراهيم عليه السلام فى كثير من فروع
الأعمال كالصلوة الى الكعبة والطواف بها ومناسك الحج والختان وحسن الضيافة
وغير ذلك من كلمات ابتلاه الله تعالى بها فاتمهن حَنِيفاً حال من ابراهيم او من
الملة او من المستكن فى واتبع يعنى مستقيما على الطريق الحق مائلا عن الطرق
الباطلة وصف ابراهيم به لانه استقام على الإسلام واعتزل عن عبادة الأصنام
مع ما كان أبوه وقومه عاكفين على عبادتهن وَاتَّخَذَ اللهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا (125)
صديقا صافى المحبة والخلة مشتق من الخلال فانه ودّ يخلل النفس ويخالطها
وقيل من الخلل فان كل واحد من الخليلين يسد خلل الاخر وقال الزجاج
الخليل الذى ليس فى محبته خلل او من الخل وهو الطريق فى الرمل فانهما
يتوافقان فى الطريق او من الخلة بمعنى الخصلة فانهما يتوافقان فى الخصال وقيل
هو من الخلة بمعنى الحاجة فان كل واحد من الخليلين يحتاج اليه صاحبه قيل
سمى ابراهيم خليلا اى فقيرا الى الله لانه لم يجعل فقره وفاقته الا الى الله تعالى
روى عنه عليه السّلام انه لما القى الى النار جاءه جبرئيل فقال هل لك حاجة قال
امّا إليك فلا فقال سل ربك قال حسبى عن سوالى عمله بحالى فان قيل لا يستقيم

هذا المعنى فان قوله تعالى وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبۡرَاهِيمَ خَلِيلًا يقتضى الخلة من الجانبين ولا يتصور الحاجة من الجانبين قلنا قد عرفت فى مبدا الكتاب ان اسماء الله تعالى وصفاته يؤخذ باعتبار الغايات دون المبادى فانه تعالى رحمن رحيم وهما مشتقان من الرحمة بمعنى رقة القلب المقتضى للتفضل والإحسان فاطلاقهما عليه سبحانه باعتبار التفضل والإحسان لا باعتبار رقة القلب إذ هو منزه عن القلب ورقته فكذا اطلاق الخلة عليه سبحانه باعتبار صفاء المحبة المبنى على الحاجة فى غيره تعالى لا باعتبار الحاجة تعالى عن ذلك علوّا كبيرا وقوله تعالى وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبۡرَاهِيمَ خَلِيلًا جملة معترضة لا محل لها من الاعراب وفائدتها التأكيد فى وجوب اتباع ملته لان من بلغ من الله منزلة اتخذه الله خليلا كان جديرا بالاتباع قال المجدّد رضى الله عنه الخليل هو النديم الذى يعرض المرء عليه اسرار محبّه ومحبوبه اخرج عبد الرزاق وابن جرير وابن المنذر وابن ابى حاتم فى تفاسيرهم عن زيد بن۔"

ترجمہ و مفہوم: سب سے حسین اور عظیم دین اُس کا ہے جس نے خود کو اللہ تعالیٰ کے حضورِ عظمت گرادیا یعنی اُس نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے اس حیثیت سے خاص کرلیا ہے کہ اب ذاتِ حق کے علاوہ اُس کے دل کا تعلق کسی سے نہیں رہانہ علمی طور پر نہ حُبی طور پر رہااور اُس کی ذات اُس کا دل اور اُس کا وجود اللہ تعالیٰ کے احکام کی عظمت میں ڈھل گیا۔ اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں سے وہ کامل طور پر رُک گیاوہ خود خود میں نہیں رہااور کائنات کے دائرے کی کسی شے کو اپنے قریب تک نہیں پھٹکنے دیااور ہر باطل معبود سے ہر باطل محبوب سے ہر باطل موجود سے خود کو اتنادُور کرلیا کہ وہ قرب و حضورِ الٰہی میں مرتبہ کمال اور مرتبۂ احسان تک جاپہنچااور نیکیاں اُس کی فطرت بن گئیں اور بدیوں سے اُسے کامل نفرت ہوگئی اور پورے اخلاص کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے حضورِ عظمت میں دائمی طور پر رہنے لگا۔ جبریل علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یارسول اللہ احسان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا کہ ذاتِ حق کی عبادت میں اتنے آگے چلے جاؤ کہ اُس کے حسنِ بے مثال کے جلوؤں میں کھو جاؤ اگر ایسا نہ کر پاؤ تو خدا کی نگاہِ رحمت کی نور بیزیوں کو خود پر برسنے کا یقین کر لو۔ (متفق علیہ) اور ملتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جس نے اتباع کی اس کا دین سب سے حسین ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس عظمت کی بناء کے لیے خاص کر لیا گیا ہے یہ یاد رہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا دین ایک ہی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی ذات کو اور اپنے اعضاء کو اور اپنی ظاہری اور باطنی قوتوں کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ مشغول کرنا ہے اور غیر خدا سے منہ موڑنا ہے تمام اُمتوں کا اس بات پر اتفاق ہے اور دین اسلام کی جو شریعت ہے اُس میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت سارے اعمال جاری کیے گئے ہیں۔ جس طرح کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا، طواف کرنا، ارکان حج ادا کرنا، ختنے کرانا اور دعوت کرنا یہ سب اسلام میں بھی جاری ہیں اور یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوۂ عظمت تھا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی آزمائشوں پر پورا اترے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنا خلیل یعنی گہرا دوست بنالیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی محبت میں خالص ہو گئے اور خُلت کا معنی گہری دوستی ہے اور خلال سے مشتق ہے۔ بے شک اُس نے محبت کی اور اپنے نفس کو ملاوٹ سے پاک رکھا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ خلل سے مشتق ہے جس کا معنی ہے دو خلیلوں کے درمیان کسی تیسرے کے آنے کا راستہ بند کر دیا جائے۔

امام زجاج کہتے ہیں کہ خلیل وہ ہوتا ہے جس کی محبت میں خلل نہ ہو یا خل سے ہے اور یہ وہ راستہ ہے جو ریت کی نرمی پر بنایا جاتا ہے اس کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی حاجت لے جانا ہے غیر خدا سے اپنی حاجت نہ کہنے والے کا نام خلیل ہے۔

اُس عنوان کی تائید میں ایک حدیث بھی روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نارِ نمرود میں ڈالا جانے لگا تو آپ علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے پاس حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آ گئے اور عرض کی یا نبی اللہ اس وقت اگر آپ کو کوئی حاجت ہے تو مجھے بتائیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جبریل ہٹ جاؤ یہ میرا اور میرے رب کی محبت کا معاملہ ہے تم کون ہو پھر جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی اے اللہ کے خلیل آپ اپنے رب سے ہی سوال کر دیجیے اس پر آپ جوشِ عظمت میں آئے اور جلال میں آکر فرمایا اے جبریل مجھے تیری تبلیغ کی ضرورت نہیں ہٹ جاؤ۔ اب مجھے میرا سوال بھی غیر لگتا ہے میں اپنے پیار میں اس سوال کو بھی غیر سمجھتا ہوں۔ میں اس وقت اس حال میں ہوں کہ اب میرے محبوبِ حقیقی کے سوا مجھے کوئی حقیقت نہیں بھاتی۔ بس اس وقت میرے سامنے میرے یار کا جلوہ ہے اور میرے یار کی رضا ہے اور یہی میری محبت کا قبلہ ہے۔

میں کسی غیر کا خیال کر کے نمازِ عشق توڑنا نہیں چاہتا۔ ہٹ جاؤ مجھ سے مجھے میرے حال پہ مست رہنے دو۔ اُدھر محبوبِ حقیقی کی طرف سے آواز آئی اللہ تعالیٰ اپنے جوشِ محبت میں بولے جبریل میرا بندہ سچ کہہ رہا ہے ہٹ جاؤ میرے اور اس کے پیار میں نہ آؤ جانتے نہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا خلیل بنالیا ہے اپنی یاری کی معراج بخش دی ہے۔ انھیں اپنا رازدان اور دوست بنایا ہے اس نے بے غرض ہم سے پیار کیا ہے ہم بلاشرط ان سے پیار کرتے ہیں۔

واہ سبحان اللہ کیا عظیم مرتبۂ احسان ہے۔

اب آخر میں ہم اُس تفسیر کو پیش کر رہے ہیں جس کے لکھنے والے کو حضور سرورِ کائنات ﷺ نے عالم بیداری میں ۷۲ مرتبہ اپنے دیدارِ عظمت سے نوازا اور یہ صلہ ہے اُن خدمات کا جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، مُعطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تکریم میں سر انجام دیں آپ علیہ الرحمہ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر دُرِّ منثور میں یوں بیان فرماتے ہیں:

" وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا (125) وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ

شَیْءٍ مُحِیطًا (126)

أخرج ابن أبی حاتم عن ابن عبّاس قال: قال أهل الإسلام: لا دین إلّا الإسلام

کتابنا نسخ کل کتاب ونبینا خاتم النّبیین ودیننا خیر الأدیان

فقال الله تعالیٰ {ومن أحسن دینا ممّن أسلم وجهه لله وهو محسن}

وأخرج الحاکم وصححه عن ابن عبّاس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:

إن الله اصطفی موسی بالکلام وإبراهیم بالخلة"

ترجمہ ومفہوم: سب سے حسین ترین دین اُس کا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے حضور خود کو جھکا لیا اور جھکتے جھکتے ہی وہ اس حال میں جا پہنچا کہ اُسے مرتبۂ احسان نصیب ہو گیا اُس نے حسنِ صمدیت کو چشمِ تمنا سے دیکھ لیا وہ حضورِ عظمت کا قریبی ہو گیا۔

اب اس ضمن میں روایات پیش کی جا رہی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دین اسلام کے علاوہ کوئی دین دین نہیں ہے ہماری کتاب قرآن مجید نے دوسری کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے اور ہمارے نبی خاتم النبیین ﷺ ہیں اور ہمارا دین سب دینوں سے افضل واعلیٰ ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب سے حسین دین اُس کا ہے جو اسلام لایا اور اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے حضورِ عظمت میں جھکا دیا اور اُس کا عجز وانکسار اتنا قبول اتنا قبول ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے مرتبۂ احسان کی دولت سے مالا مال فرما دیا۔ بے حجاب اپنا جلوہ دکھایا۔

امام حاکم رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کلیم اللہ بنا کر شانِ مصطفائیت بخشی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیل اللہ بنا کر شان مصطفائیت بخشی۔ سبحان اللہ۔

" وأخرج ابن جریر والطّبرانیّ فی السّنة عن ابن عبّاس قال: إن الله اصطفی إبراهیم

بالخلة واصطفى موسى بالكلام واصطفى محمدًا بالرؤية

وأخرج ابن أبي شيبة والبخاري وابن الضريس عن معاذ بن جبل أنه لما قدم اليمن صلى بهم الصبح فقرأ {واتخذ الله إبراهيم خليلا} فقال رجل من القوم: لقد قرت عين أم إبراهيم

وأخرج الحاكم وصححه عن جندب: أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول قبل أن يتوفى: إن الله اتخذني خليلا كما اتخذ إبراهيم خليلا

وأخرج الطبراني وابن عساكر عن ابن مسعود قال: إن الله اتخذ إبراهيم خليلا وإن صاحبكم خليل الله وإن محمدا سيد بني آدم يوم القيامة

ثم قرأ (عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا) (الإسراء الآية 79)

وأخرج الطبراني عن سمرة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الأنبياء يوم القيامة كل اثنين منهم خليلان دون سائرهم

قال فخليلي منهم يومئذ خليل الله إبراهيم

وأخرج الطبراني والبزار عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن في الجنة قصرا من درة لا صدع فيه ولا وهن أعده الله لخليله إبراهيم عليه السلام نزلا-وأخرج الحاكم وصححه عن ابن عباس قال: أتعجبون أن تكون الخلة لإبراهيم والكلام لموسى والرؤية لمحمد صلى الله عليه وسلم"

ترجمہ و مفہوم: امام طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیل اللہ بنا کے مصطفائیت کا اعزاز بخشا اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کلیم اللہ بنا کے شانِ کلیمی میں مصطفائیت بخشی اور سیدنا امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنا دیدار عطا کر

کے بے حجاب جلوۂ حسن دکھا کے اُس مرتبے میں شانِ مصطفائیت بخشی۔

امام بخاری لکھتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب یمن میں تشریف لائے اور صبح کی نماز پڑھائی اور اُس میں واتخذوا ابراھیم خلیلاً پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا خلیل بنایا ہے اس پر ایک شخص نے کہا تحقیق حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اماں کریمہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں ہیں۔

امام حاکم نے اپنی صحیح میں حضرت جندب سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اُنھوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے بھی خلیل بنایا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ امام طبرانی اور امام ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا خلیل بنایا اور تمہارے آقا و مولا سیدنا حضرت محمد ﷺ کو بھی اپنا خلیل بنایا اور بے شک سیدنا محمد مصطفٰی ﷺ قیامت کے دن بنی آدم کے سردار ہوں گے پھر یہ آیت پڑھی یقیناً اے محبوب آپ کو آپ کا رب مقامِ محمود عطا کرے گا اور امام طبرانی نے حضرت سمرہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بے شک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام قیامت کے دن جب تشریف لائیں گے تو تمام میں دو خلیل ہوں گے۔ ایک حضرت محمد مصطفٰی ﷺ اور دوسرے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

امام طبرانی اور امام بزاز نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک جنت میں ایک موتیوں کا محل ہے جس میں نہ کمزوری ہے نہ دردِ سر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے تیار کر رکھا ہے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس میں مہمان ہوں گے اور خود اللہ تعالیٰ کی ذات میزبان ہوں گے۔ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا"

"أَصْحَاب النَّبِی صلی اللہ عَلَیهِ وَسلم ینتظرونه فَخرج حَتَّی إِذا دنا مِنْهُم سمعهم

یتذاکرون فسمع حدیثھم وإذا بعضھم یقول: إن اللہ اتخذ من خلقہ خلیلا فإبراھیم خلیلہ۔ وقال آخر: ماذا بأعجب من أن کلم اللہ موسی تکلیماً

وقال آخر: فعیسی روح اللہ وکلمتہ

وقال آخر آدم اصطفاہ اللہ

فخرج علیھم فسلم فقال: قد سمعت کلامکم وعجبکم ان إبراھیم خلیل اللہ وھو کذلك وموسی کلیمہ وعیسی روحہ وکلمتہ و آدم اصطفاہ اللہ ربہ کذلك ألا وإنی حبیب اللہ ولا فخر وأنا أول شافع وأول مشفع ولا فخر وأنا أول من یحرك حلق الجنۃ فیفتحھا اللہ فیدخلنیھا ومعی فقراء المومنین ولا فخر وأنا أکرم الأولین والآخرین یوم القیامۃ ولا فخر۔ وأخرج الزبیر بن بکار فی الموفقیات قال: أوحی اللہ إلی إبراھیم: أتدری لم اتخذتك خلیلا قال: لا یا رب

قال: لأنی اطلعت إلی قلبك فوجدتك تحب أن ترزأ ولا ترزأ

وأخرج ابن المنذر عن ابن أبزی قال: دخل إبراھیم علیہ السلام منزلہ فجاءہ ملك الموت فی صورۃ شاب لا یعرفہ فقال لہ إبراھیم: بإذن من دخلت قال: بإذن رب المنزل فعرفہ إبراھیم فقال لہ ملك الموت: إن ربك اتخذ من عبادہ خلیلا

قال إبراھیم: ونحن ذلك قال: وما تصنع بہ قال: أکون خادما لہ حتی أموت

قال: فإنہ أنت

وبأی شیء اتخذنی خلیلا قال: بأنك تحب أن تعطی ولا تأخذ"

امام ترمذی اور ابن مردویہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ کچھ صحابہ کرام علیہم الرضوان بیٹھے ہوئے تھے اور حضور سید عالم ﷺ کا انتظار کر رہے تھے اتنے میں آپ ﷺ اپنے کاشانۂ رحمت سے باہر سیدھے اُن کی طرف تشریف لائے جب اُن کے قریب پہنچے تو اُن کی باہمی گفتگو کو سماعت فرمایا اُن میں بعض

صحابہ کرام علیہم الرضوان کہہ رہے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت بڑا مرتبہ دیا ہے کمال یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا خلیل بنالیا۔ ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ بولے کیا عظمتِ شان ہے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے براہِ راست کلام فرمایا کہ انھیں اپنا کلیم بنالیا پھر ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ بولے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا عظیم مرتبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے انھیں روح اللہ بنالیا ہے کلمۃ اللہ بنالیا ہے۔ پھر ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ بولے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتنی عظیم شان ہے کہ اُن کو اللہ تعالیٰ نے صفی اللہ بنالیا ہے اور مصطفیٰ بنالیا ہے اتنے میں رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس تشریف فرما ہوئے اور انھیں سلام فرمایا اور فرمایا میں نے تمہاری گفتگو سماعت فرمائی ہے جو تمہیں بہت بھلی لگ رہی تھی بے شک حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے خلیل ہی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کلیم اللہ ہی تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کلمۃ اللہ ہی تھے اور روح اللہ ہی تھے اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام صفی اللہ ہی تھے مگر آگاہ ہو جاؤ خبردار ہو جاؤ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ﷺ ہوں لیکن میں اس پر فخر نہیں کرتا اور میں سب سے پہلے شفاعت فرماؤں گا اور بے شک سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہو گی لیکن میں اس پر فخر نہیں کرتا۔ سب سے پہلے میں ہی جنت کا کنڈہ کھولوں گا اور اللہ تعالیٰ جنت کو میری تکریم میں کھول دے گا اور اللہ تعالیٰ مجھے سب سے پہلے جنت میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ غریب اور مسکین مؤمنین ہوں گے اور میں اولین اور آخرین میں قیامت کے دن سب سے زیادہ عزت و تکریم والا ہوں گا لیکن میں اس پر فخر نہیں کرتا۔

امام زبیر بن بکار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی فرمائی کیا تم جانتے ہو کہ ہم نے آپ کو خلیل کیوں بنایا؟ انھوں نے عرض کی اے اللہ تو بہتر جانتا ہے فرمایا ہم نے آپ کو اس لیے خلیل بنایا کہ ہم نے آپ کی دل کی عظمت کو دیکھا اور آپ کا دل

سخاوت سے بھرا ہوا تھا آپ دینا پسند فرماتے تھے اور لینا پسند نہیں فرماتے تھے۔ امام ابن منذر نے بھی ابن ابزیٰ سے روایت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گھر میں داخل ہوئے تو اچانک موت کا فرشتہ اُن کے کاشانۂ رحمت میں داخل ہو گیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس سے فرمایا تم کس کی اجازت سے داخل ہوئے؟ عرض کی اس گھر کے مالک کی اجازت سے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس نوجوان کی آواز سے پہچان گئے کہ یہ ملک الموت ہے۔ اس نے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے آپ کو اپنے بندوں میں خلیل بنایا ہے آپ اور کیا چاہتے ہیں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواباً فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اُس کے دین کا تاحیات خادم رہوں اس پر فرشتے نے کہا بے شک ایسا ہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس سے کہا بتاؤ مجھے خلیل اللہ کیوں بنایا گیا؟ اس پر فرشتے نے کہا آپ کو صاحبِ عطا دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا ہے اور آپ کی ایک عظمت یہ بھی ہے کہ آپ دے کر لیتے نہیں۔

"وَأخرج الْبَيْهَقِيّ فِي الشّعب عَن عبد الله بن عَمْرو قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: يَا جِبْرِيل لم اتخذ الله إِبْرَاهِيم خَلِيلًا قَالَ: لإطعامه الطَّعَام يَا مُحَمَّد

وَأخرج الديلمي بِسَنَد واهٍ عَن أبي هُرَيْرَة: أَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ للْعَبَّاس: يَا عَم أَتَدْرِي لم اتخذ الله إِبْرَاهِيم خَلِيلًا هَبَط إِلَيْهِ جِبْرِيل فَقَالَ: أَيهَا الْخَلِيل هَل تَدْرِي بِمَ استوْجبت الْخلَّة فَقَالَ: لَا أَدْرِي يَا جِبْرِيل قَالَ: لِأَنَّك تُعْطِي وَلَا تَأْخُذ"

ترجمہ و مفہوم: امام بیہقی نے اپنی شعب میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا اے جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیل کیوں بنایا تھا؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یا نبی اللہ وہ خیرات فرماتے اور لوگوں کو کھانا کھلاتے اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا بتایئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

خلیل اللہ کیوں بنایا فوراً حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آ گئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کرتے ہیں بولیے آپ کو خلیل کیوں بنایا گیا انھوں نے کہا معلوم نہیں جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام بولے آپ صاحب عطاء ہو دے کر لیتے نہیں ہو اس لیے آپ کو خلیل بنایا گیا ہے۔

"وَأخرج الْحَافِظ أَبُو الْقَاسِم حمْزَة بن يُوسُف السَّهْمِي فِي فَضَائِل الْعَبَّاس عَن وَاثِلَة بن الْأَسْقَع قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: إِن الله اصْطفى من ولد آدم إِبْرَاهِيم اتَّخذهُ خَلِيلًا وَاصْطفى من ولد إِبْرَاهِيم إِسْمَاعِيل ثمَّ اصْطفى من ولد إِسْمَاعِيل نزاراً ثمَّ اصْطفى من ولد نزار مُضر ثمَّ اصْطفى من مُضر كنَانَة ثمَّ اصْطفى من كنَانَة قُريْشًا ثمَّ اصْطفى من قُرَيْش بني هَاشم ثمَّ اصْطفى من بني هَاشم بني عبد عبد الْمطلب ثمَّ اصطفاني من بني عبد الْمطلب"

ترجمہ و مفہوم: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات نے اولادِ آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت بخشی اور اپنا خلیل بنایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شانِ مصطفائیت عطا فرمائی پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے نزار علیہ السلام کو مرتبۂ مصطفائیت بخشا پھر نزار علیہ السلام کی اولاد سے مضر علیہ السلام کو مرتبۂ مصطفائیت بخشا اور پھر مضر سے کنانہ کو مرتبۂ مصطفائیت بخشا پھر کنانہ سے قریش کو شانِ مصطفائیت بخشی اور پھر قریش سے بنی ہاشم علیہ السلام کو شانِ مصطفائیت کا تاج پہنایا اور بنو ہاشم علیہ السلام سے بنی عبد المطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یعنی میرے والدِ گرامی محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام کو شانِ مصطفائیت کا تاج بخشا پھر اُن کے وجودِ اقدس سے یعنی بنی عبد المطلب علیہ السلام سے مجھے مصطفیٰ بنایا گیا۔

خلاصۂ کلام:

قارئینِ محترم! آپ نے اس باب میں مرتبۂ احسان اور والدین مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کو ملاحظہ فرمایا اب مزید توثیق کے لیے ہم تھوڑا سا پس منظر میں چلتے ہیں۔ ہم نے مناقبِ والدین مصطفیٰ ﷺ کے باب میں چند آیات بینات سے اُن نفوسِ قُدسیہ کی عظمت اور فضیلت کا استدلال کیا تھا اور استشہاد کیا تھا اب تھوڑا سا ذہن اُدھر لے جائیں۔

پہلی آیت کریمہ یہ تھی "وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ" اے اللہ ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسا طبقہ عظمت پیدا فرما کہ اُس میں بھی عظمتِ اسلام، عظمتِ سجود، عظمتِ اطاعت اور عظمتِ نیاز جاری وساری فرما۔

وہ تیرے حضورِ عظمت میں مسلسل جھکے رہیں اور تیری محبت میں تیرے لیے خالص ہو جائیں اور تیری سلامتیوں کا نور اُن کی فطرت بنا رہے۔

قارئینِ محترم! اس دعا کی قبولیت کی بے شمار شہادتیں ذخیرۂ علم میں موجود ہیں۔ نہایت اختصار کے ساتھ چند ایک شواہد حاضرِ خدمت ہیں:

شہادت نمبر (۱): صاحب تفسیر ابن کثیر نے یوں دی

"وَقَالَ عِكْرِمَةُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ ، قال اللهُ قد فعلتُ ،وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ، قال اللهُ قد فعلتُ"

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا کی کہ اے اللہ ہمیں اپنی بارگاہ عظمت میں جھکنے والا بنا اور ہمارے قلب وروح میں اپنی محبت کا نور بھر دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے میرے محبوب بندو! ہم نے ایسا کر دیا تمہیں عظمتِ نیاز بھی بخشی اور عظمتِ محبت بھی بخشی۔

اس پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ قدس میں پھر عرض کہ اے ہمارے رب جو کچھ ہمیں بخشا ہے ہماری اولاد کے اُس طبقہ انسانیت کو بخش دے جن سے تیرے محبوب ﷺ نے تشریف لانا ہے یعنی لذتِ سجود بھی اُن کو بخش

دے اور حرمتِ نیاز بھی اُن کو بخش دے اور عظمتِ محبت بھی بخش دے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے میرے محبوب بندو! ہم نے آپ کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا اور اپنے محبوب ﷺ کی عزت و تکریم کی خاطر یعنی خاندانِ نبوت کو لذتِ سجود بھی بخشی اور حرمتِ نیاز بھی بخشی اور عظمتِ محبت بھی بخشی۔

قارئینِ محترم! کیا شان و عظمت ہے خاندانِ نبوت کی بالخصوص پیارے والدَین کریمَین، طیّبَین، طاہرَین، منزّہین، مُعطّرَین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی جو اس خاندانِ نبوت کی عظمتوں کے حقیقی امین ہیں اور فطری انتہاء ہیں۔ جن نفوسِ قُدسیہ کو ابتداءً ہی نسل در نسل پورے تسلسل کے ساتھ یہ عظمتیں اور سرشاریاں میسر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان نفوسِ قُدسیہ کا یہ طرزِ نیاز ایسا پسند آیا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مرتبۂ احسان عطا فرما دیا۔

اسی آیت کے ضمن میں صاحبِ تفسیر مراغی لکھتے ہیں

"یستمر الاسلام لك بقوة الامة و تعاون الجماعة و قد اجاب الله دعاء هما و جعل فی ذریتهما الامة الاسلامیة و بعث فیها خاتم النبیین"

ترجمہ: خاندانِ رسالت پناہِ عالم ﷺ میں اسلام مسلسل رہا اور اُن کی فطرت بن کر رہا۔ وہ نفوسِ قُدسیہ اسلام کے نور میں مسلسل نہائے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو اعلیٰ شرفِ قبولیت بخشا۔

اسی تسلسل کو امام حقی یوں بیان فرماتے ہیں

"ای و اجعل بعض ذریتنا جماعة مخلصة لك بالعبادة و الطاعة" اے اللہ ہماری اولاد کے اُس حصہ خاص کو اپنی محبت میں خالص بنا اپنی عبادت میں خالص بنا اپنی اطاعت میں خالص بنا یعنی خاندانِ نبوت کو ان شانوں سے مزین فرما۔

اسی تسلسل میں امام المفسرین ابن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ھ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر القرآن العظیم میں یوں بیان فرمایا۔ بائیس احادیث کی روایات کو نقل کر کے پوری سند کے ساتھ یہ لفظ لکھا۔

مسلمین کا معنی مخلصین لکھا اور "مُسْلِمَةً لَّكَ" کا معنی "مخلصة" یعنی اے اللہ ہمیں بھی اپنے پیار میں خالص کر دے اور ہماری اولاد کو اُس حصۂ عظمت کو بھی اپنی محبت میں خالص کر لے جس میں سے تو نے اپنے محبوب ﷺ کو مبعوث فرمانا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا "قَالَ اللّٰهُ نَعَمْ" ہاں اے میرے محبوب بندو ایسا ہی ہے ہم نے آپ کو بھی اور آپ کے خاندانِ عظمیٰ کو بھی اس عظمت میں قبول فرمالیا۔

اسی عظمت کو ایک عظیم مفسر محمد رشید بن علی رضا اپنی تفسیر المنار میں یوں فرماتے ہیں "ای واجعل من ذریتنا امة مسلمة لك کاسلامنا یستمر الاسلام لك" یعنی اے اللہ ہماری اولاد سے ایک ایسا طبقۂ انسانیت عطا فرما جو مسلسل ہماری طرح ہمارے اسلام پر قائم اور دائم رہے۔ ڈاکٹر واھبہ بن مصطفیٰ الزحیلی اپنی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں "یستمر الاسلام دائما فی الاجیال" اے ہمارے رب ہماری اولاد میں ایک مخلص جماعت ہو جو تیری فرمانبردار ہو وہ اسلام پر دائمی طور پر قائم ہوں اور اسلام میں اُن کو جلیل القدر بنادے ایک اور آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہاری بت پرستی سے نفرت کرتا ہوں اور بتوں سے بھی شدید نفرت کرتا ہوں میں تو فقط اپنے خالقِ حقیقی کی عبادت کرتا ہوں اس پرجوش محبت پر اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر ارشاد فرمایا

"وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾"

اے میرے محبوب خلیل آپ نے ہماری محبت میں وفاءِ عظمت کی انتہاء کر دی اور کلمۂ توحید پر پہرہ دیا۔ ہم اس وفاءِ محبت پر اعلان کرتے ہیں یہ نورِ لم یزل مسلسل آپ کی نسل میں جاری و ساری رہے گا۔ آپ کی نسلِ عظمت میں اس کلمۂ اخلاص کا نور قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

اسی عظمت کو قرآن مجید نے اپنی قرآنی شہادت میں یوں بیان فرمایا۔ "اَلَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ

تَقُوْمُ "اے میرے حبیب تیرا رب وہ ہے جو اپنی محبت اور حفاظت کی نگاہوں سے تب سے دیکھ رہا ہے جب وقت بھی اپنے کسی تعین میں نہیں تھا اور خصوصاً جب آپ سجدہ کرنے والی پشتوں سے اور سجدہ کرنے والی رحموں سے عالمِ شہادت کی طرف محوِ خرام تھے ہم آپ کا خرامِ ناز دیکھ رہے تھے۔ ہر سجدہ کرنے والی پشت اور ہر سجدہ کرنے والا رحم ہماری حفاظت اور محبت والی نگاہوں سے معمور رہے اور "وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ" کی شان میں سب سے حسین دین کی عظمت سے اور رضائے الٰہی کے نور سے اتنے نوازے گئے کہ "وَهُوَ مُحْسِنٌ" کے مرتبۂ اُحسان پر جا پہنچے۔ اُن کی نگاہیں میرے حسن سرمدیت میں محوِ نظارہ ہو گئیں اور میری نگاہیں اُن کے حسنِ عظمت میں متوجہ رہیں وہ میری حمد بیان کرتے رہے اور میں انھیں سراہتا رہا اور اُن کی مدح بیان کرتا رہا۔ وہ میری ثناء کرتے رہے اور میں اُن کی ثناء کرتا رہا۔

قارئینِ محترم! اب اس پسِ منظر کی روشنی میں خاندانِ نبوت خصوصاً والدینِ مصطفیٰ ﷺ کا مرتبۂ اُحسان یقینی طور پر آپ کو منزل یقین پر پہنچائے گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اُن کی خلقی تشکیل ہی اسلام پر ہوئی ابتداءً وہ نورِ عظیم تھے جو تخلیقِ کائنات سے دو ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ کے سامنے دلوں کا جوش بیان کرتے رہے۔ اُن کی تسبیح کے ولولوں کا جوش اس قدر عظیم تھا کہ نوری فرشتے بھی وجد میں آ گئے اور خدا تعالیٰ کی تسبیح بولنے لگے بعد ازاں وہ عالم شہادت میں جلوہ افروز ہوئے تو مسلسل نورِ اسلام میں نہائے رہے۔ توحید کا نور اُن کی فطرت رہا۔ نفاست ان کا طواف کرتی رہی اعلیٰ اخلاق اور حیاء کی عظمتیں اُن نفوسِ قُدسیہ کو سلام کرتی رہیں۔ ملتِ ابراہیم علیہ السلام اُن کا خمیر رہی، سجدہ ریزیاں اُن نفوسِ قُدسیہ کی لذتِ روح رہیں، نیاز مندیاں اُن کا زیور رہیں، محاسنِ عظمت اُن کے حضور سراپا اَدب رہے۔

اللہ تعالیٰ اُن نفوسِ قُدسیہ پر درود پڑھتا رہا، رحمتوں کی نورانی بارش اُن پر برساتا رہا سلامتیوں کا نور اُن پر نازل ہوتا رہا اور وہ شانِ مصطفائیت سے اس بلندی پر نوازے گئے کہ اُس بلندی سے اوپر کوئی عظمت متصور ہی نہیں وہ قرب و حضور عظمتِ الٰہی میں اتنے آگے چلے گئے

اتنے آگے چلے گئے کہ خود خلاقِ کائنات نے "وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ" کا عظیم مرتبۂ احسان عطا فرمایا۔ حیرت اس بات پر ہے کہ اہلِ علم "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ" کہ تم خدا کی اس طرح عبادت کرو کہ تمہیں مرتبۂ احسان کی عظمت نصیب ہو جائے یعنی اُس کے حسنِ بے مثال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ پاؤ۔ اس حدیث کی روشنی میں عام آدمیوں کے لیے مرتبۂ احسان کو ممکن اور جائز مانتے ہیں مگر خاندانِ نبوت کی بابت مرتبۂ احسان کے قول کرنے میں تعجب محسوس کرتے ہیں حالانکہ قرآن کے مطابق مرتبۂ احسان کی عظمت میں وہ نفوسِ قُدسیہ مخاطبِ اول ہیں اور اُن کو یہ عظمت ابتداءً ہی فضلِ خداوندی سے میسر اور حاصل ہے۔

لٰہذا اہلِ علم اپنی مسلکی من مانیوں کی بجائے قرآن کا مطالعہ کریں اور حرمِ نبوت کی عظمتوں کے نوری سمندر میں اُتر جائیں خصوصاً خاندانِ نبوت کی عظمتوں اور کمالات کے حقیقی امین حضور سرورِ کائنات ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّہین، معطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام کے حضورِ عظمت میں سراپا نیاز رہیں۔ اُن پر درود پڑھتے رہیں اُن پر سلام پڑھتے رہیں اُن کی عظمتوں کو بیان کرتے رہیں یہی مشیتِ ایزدی کا تقاضا ہے اسی میں فلاح دارین ہے اور یہی تمہاری نجات کی ضمانت ہے۔

خاندانِ نبوت کی محبت اور قرآن مجید

نظمِ انسانی کی بقا وارتقاء کے لیے باہمی محبت واخوت ایک بنیادی ضرورت ہے لیکن محبت کے عنوانات نوع بنوع ہیں کبھی فطری محبت کبھی اخلاقی محبت کبھی روحانی محبت اور کبھی دینی محبت۔ اگر ان محبتوں کا سرچشمہ رضائے الٰہی ہو جائے تو یہ سلگتی ہوئی کائنات جنت نظیر بن جائے۔ کائنات میں ہر طرف نور ونکہت کا ماحول ہو۔ مگر فقیر جس محبت کا ذکر کر رہا ہے وہ کائنات میں بنائے ایمان قرار پائی اور اسی پر ہی نجات اخروی کا انحصار ہے وہ ہے خاندانِ نبوت کی محبت جسے قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا:

"قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى" (الشوریٰ:۲۳)

اے محبوب آپ فرمادیجیے کہ ہم تبلیغ دین کی مشقتوں پر تم سے کسی اُجرت کا سوال نہیں کرتے مگرہاں ہمارے قرابت داروں کی محبت ضروری ہے۔

"وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا" (الشوریٰ:۲۳)

جس کا ارادہ اس عظیم اور نیک عظمت والے کام میں مزید آگے بڑھنے کا ہو یعنی مودتِ قربیٰ میں مزید حضور قلب کا جذبہ ہو تو ہم اس حسنِ عظمت میں اسے مزید آگے بڑھائیں گے ان کی محبت کا نور تمہارے ایمانوں میں اور بڑھادیں گے۔

"اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾" (الشوریٰ:۲۳)

بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمتوں میں ڈھانپ لے گا اور تمہارے جذبہ بیدارِ محبتِ قرابت رسول ﷺ کی قدر کرے گا یعنی اہلِ محبت کو مرتبہ ٔقرب وحضور الٰہی میں عظمت وتکریم کا مقام عطا فرمائے گا واہ سبحان اللہ کیا ہی خوب مرتبہ ہے، خاندانِ نبوت کی محبت کا کہ اہلِ محبت کو اللہ تعالیٰ اپنے نور اور رحمت کی چادر میں ڈھانپ لے گا اس کے گناہوں پر رحمت کا قلم پھیر دے گا پھر اسے قدر والا مرتبہ قرب وحضور عطا فرمائے گا۔

"اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ مَحَبَّۃَ قَرَابَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ مَحَبَّۃَ وَالِدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ وَالِدَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔

فَیَا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُحِبُّوْنَ لِقَرَابَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ خُصُوْصًا مَحَبَّۃَ وَالِدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اٰمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْعَظِیْمِ عَلَیْہِ التَّحِیَّۃُ وَالسَّلَامُ"

قارئینِ محترم! اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ نے استدعا کی جہاں پناہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی اور آپ کے ساتھی مہاجر اپنے سارے اثاثے تو مکہ چھوڑ کر آئے ہیں یہاں راہ ورسم زندگی کے لیے کچھ سرمائے کی ضرورت ہے آپ کے ہاں مہمانوں کا تانتا بندھا رہتا ہے مسلسل مہمان نوازی آپ کے کاشانۂ اقدس کی شناخت ہے جب کہ ذرائع آمدن سر دست میسر نہیں لہٰذا ہم اپنے اثاثے پیشِ خدمت کرتے ہیں قبول فرمائیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اے اہلِ مدینہ تمہاری یہ محبت و عقیدت بجا مگر میرا رسول خود غنی کرتا ہے، سائل نہیں بلکہ معطی ہے۔ لہٰذا تم ایسا کرو کہ متاعِ زیست کی بجائے سامانِ زندگی کے بجائے ضروریات کے مہیا کرنے کے بجائے میرے محبوب کے قرابت داروں سے محبت کرو اور جو اس حسنِ عظمت میں آگے بڑھنا چاہے گا یعنی جتنی محبت زیادہ کرے گا ہم اس کے ایمان میں اتنا ہی کمال زیادہ کریں گے اسے معراج ایمان عطا کر دیں گے اُسے کامل ایمان بنا دیں گے ایمانی برکات سے معمور کر دیں گے اس کے عیبوں کو ڈھانپ لیں گے اس کے قدردان پیدا کر دیں گے دونوں جہاں میں وہ شخص قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

قارئینِ محترم! اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت صحابہ کرام علیہم الصلوۃ والسلام نے عرض کی رسالت پناہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے قرابت دار کون ہیں؟ جن کی محبت امت مسلمہ پر فرض ٹھہری تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت فاطمہ الزہراہ، حضرت علی المرتضیٰ،

حضرت امام حسن مجتبیٰ اور حضرت امام حسین تاجدار کربلا سلام اللہ علیہم اجمعین۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ نفوسِ قُدسیہ جن کا نام یہاں مذکور ہے فقط یہی قرابت دار رسول ﷺ ہیں؟ اس میں کوئی شک نہیں ایسا ہی ہے مگر یہاں قرابت خونی کو آپ نے واضح فرمایا اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ قرابتِ خونی انھیں نفوسِ قُدسیہ پر آکر ختم ہوگئی آپ کے خون مطہرہ کا تسلسل یہاں آکر رک گیا باقی نسلِ مطہرہ اس سے مراد نہیں ہو سکتی چونکہ علتِ قرابت خون ہے لہٰذا جب تک خونِ نبوی کا فطری اعتبار قائم رہے گا اس قرابت کا تعلق اور اس کی محبت کی فرضیت کا تصور اور تسلسل قائم رہے گا ورنہ ماننا پڑے گا امام زین العابدین شہزادہ علی اکبر، شہزادہ علی اصغر عون و محمد اور دیگر نفوسِ رحمت علیہم الصلوٰۃ والسلام اس محبت کے حکم میں شامل نہیں نعوذ باللہ۔

یہاں قرابت کا مطلقاً حکم ہے خواہ وہ قرابت اصولی ہو یعنی پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، مُعطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی یا فروعی ہو یعنی اولاد اطہار علیہم الصلاۃ والسلام کی بلکہ والدین کی قرابت فطرتاً اولاد کی قرابت سے زیادہ قریب تر ہے کیونکہ ان کو قرب اول حاصل ہے جب کہ اولاد کو قربِ آخر دوسرا قرب حاصل ہے اولاد کا پیکر عنصری انسان کے وجود سے ترکیب پاتا ہے جب کہ انسان کا وجود ماں باپ کے وجود سے ترکیب پاتا ہے لہٰذا اس ترتیبی اعتبار سے ماں باپ کا قرب بندے کو اولاد کے قرب سے پہلے میسر آتا ہے لہٰذا وہ قریبی اول ہوئے جبکہ انسان کو اولاد کا قرب جوانی کے بعد اور شادی کے بعد ظاہری اعتبار سے میسر آتا ہے جبکہ ماں باپ کا قرب انسان کے لیے شکم مادر ہی سے شروع ہو جاتا ہے لہٰذا اس نسبی قرابت میں پہلا قرب والدین کا انسان کو میسر ہے۔ دوسرا قرب اولاد کا آپ اب غور فرمائیں مودتِ قربیٰ کا حکم اور فرضیت کا اعتبار اگر خونی ہو تو رحمت عالم ﷺ کے والدین کریم تا حضرتِ آدم و حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام ان سب نفوسِ قُدسیہ کی محبت بھی فرض ٹھہری اگرچہ بات اقتضاء النص یا دلالۃ النص یا اشارۃ النص میں ہی ہے۔ مذکورہ اسمائے عظمت کا بطور نص بیان فرمایا تو یقیناً یہ نفوسِ قُدسیہ آیہ

کریمہ کا مصداق ہیں مگر اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ ان منصوصِ افرادِ عظمت کے علاوہ خاندانِ نبوت کا اصولی یا فروعی کوئی فرد یہاں مراد نہیں، نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں جیسا مذکورہ نفوس کی محبت نصاً فرض ہے ایسے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی محبت بھی بدرجہ اولیٰ فرض ہے مودتِ قربیٰ میں سارا خاندانِ نبوت شامل ہے بالخصوص والدین کریمین علیہما الصلوٰۃ والسلام کیونکہ ان کی قرابت رسول ﷺ کو اولادِ اطہار کی قرابت سے پہلے میسر ہے باقی میں نے مودتِ قربیٰ میں باہمی موازنہ نہیں کیا اور نہ کرنا چاہیے کیونکہ آل پاک کی شان بھی وراء الوریٰ ہے اور والدین کریمین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی شان تو پھر سبحان اللہ۔

تاہم ازواج مطہرات امہات المؤمنین صلوٰۃ اللہ علیہن کا حیاء اور محبت بھی ایسے ہی فرض ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی قرب وحضوری ہے اگرچہ ان نفوس عظمت کا قرب وحضور روحانی ہے نسبی نہ سہی مگر یہ عظیم ترین لوگ بھی روحانی قریبی وحضوری ہیں لہٰذا اس قرب کا بھی حیاء کرنا چاہیے ان کی محبت بھی فرض ہے۔ فقیر ان شاء اللہ العزیز ان نسبتوں پر الگ سے ایک ضخیم کتاب لکھے گا جس میں تمام قرابتوں کی علمی قوتوں کو بیان کرے گا اور امت میں پایا جانے والا افتراق ختم کرنے کی کوشش کرے گا کیونکہ اُمت مسلمہ میں تفرقہ اور دوریاں ملاں ازم کی ذہنی عیاشی کے سوا کچھ نہیں۔ یہ افتراق ملاں ازم کے نظریہ ضرورت کی بناء پر وجود میں آیا لہٰذا امتِ مسلمہ کے لوگ اسے یکسر مسترد کردیں فرقہ پرست ملاں ابتداء ہی سے جھوٹا ہے اور آج تک اپنے مزعومہ جھوٹ پر قائم ہے کائنات میں فساد برپا کررہا ہے لہٰذا سادہ لوح مسلمانوں سے گزارش ہے کہ ایسے ملاؤں سے فوراً نفرت کرلیں جتنا آپ ان سے نفرت کریں گے اتنا ہی آپ کو اللہ تعالیٰ اپنا عرفان عطا کرے گا اور خاندانِ نبوت کی برکات سے مالا مال کرے گا اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان شرپسندوں کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ایک علمی نکتہ

مودۃ فی القربیٰ کا لفظ فعلیٰ کے وزن پر ہے اور "فُعلیٰ" اسم تفضیل کا صیغہ ہے اسم تفضیل وہ اسم ہے جس میں کسی کو کسی پر وصفِ مشترک میں فضیلت دی جائے تو یہاں اس بیان میں وصفِ مشترک قرابت رسول ہے اب یہاں قرابت کے دو اعتبار ہیں۔

نمبر ا۔ اصولی قرابت یعنی والدین کریمین۔

نمبر ۲۔ فروعی قرابت یعنی اولادِ اطہار آل پاک

ان ہر دو قرابتوں میں عالمِ شہادت کے اعتبار سے ایک رشتۂ قرابت والدین کا ہے اور ایک رشتہ اولاد کا ہے عالمِ دنیا میں جو قرابت انسان کو رشتہ قرابت کے اعتبار سے ابتداءً میسر ہے وہ والدین کی قرابت ہے دوسری قرابت دنیا میں انسان کو کئی سال بعد میسر آئی ہے۔ وہ قرابت اولاد کی قرابت ہے اس لیے حکم مودت قربیٰ میں ابتداءً والدین کریمین علیہما الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں جب کہ ثانیاً آل پاک مراد ہیں۔

میں نے یہ بات فقط سمجھانے کے لیے کی ہے نہ کہ اول دوم کی ضرب تقسیم کرنے کے لیے۔ یہاں حکم مطلقاً قرابت کا ہے وہ قرابت اصولی ہو یعنی والدین ہوں یا فروعی ہو یعنی آل پاک بہر حال ہر قرابت دارِ مصطفیٰ ﷺ کی محبت فرض ہے، اس نصِ قرآنی نے طے کر دیا کہ آل پاک کی محبت بھی ایمانی فرض ہے والدین کریمین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی محبت بھی بہت بڑا ایمانی فرض ہے۔ تفصیلات آگے آ رہی ہیں:

محبتِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ کی فرضیت اور قرآن عظیم

قارئینِ محترم! آپ سابقہ اوراق میں سرورِ کونین حضرت محمد "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَ وَالِدَیۡهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَزۡوَاجِهٖ وَ اَصۡحَابِهٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ" کے والدینِ مصطفیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی عفت عصمت، شرافت، نجابت اور عظمت کی بابت قرآنی آیاتِ بینات کی روشنی میں بیان مطالعہ فرما چکے۔ اپنے قلب و روح کو تسکین دے چکے، اب اس باب میں ان کی محبت کی فرضیت پر

گفتگو ہو گی کسی بھی حکم کی فرضیت کے لیے دلیل قطعی کا ہونا لازمی ہے تفصیلات آپ پہلے پڑھ چکے ہیں قرآن مجید جیسی قطعی دلیل کائنات میں ممکن ہی نہیں لہذا فقیر صرف قرآن مجید کی آیات بینات فرضیت محبت والدین کریمین ﷺ میں پیش کرے گا ملاحظہ فرمائیں:

" ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ " (الشوریٰ:۲۳)

یہ عظیم خوش خبری اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کے لیے ہے جن کے دل میں نورِ ایمان ہے اور کردار میں سیرتِ محمدیہ کا نور ہے یعنی من میں محبت رسول غالب ہے اور تن پر شریعت رسول ﷺ کا نور غالب ہے، ایمان اور عملِ صالح کی نعمتیں جن کو حاصل ہیں ان کے لیے یہ بات عظیم خوش خبری ہے وہ یہ ہے کہ

" قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی "

اے محبوب آپ فرمادیں اہلِ محبت وایمان سے کہ میں تم سے وہ سوال نہیں کرتا اس تبلیغ ہدایت پر یعنی تم سے اپنے احسانات جو میں نے تم پر کیے ہیں۔ قرآن کی دولت سے تمہیں نوازا شریعت کے حسن سے تمہیں مالامال فرمایا بقائے حیات کی عظمت سے تمہیں دوامِ محبت بخشا اور بے شمار نعمتیں عطا کیں مگر باوجود اس کے میں کسی کا صلہ تم سے نہیں چاہتا بلکہ اس بابت تم سے کوئی سوال تک نہیں زبان پر لاتا مگر " اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی " میری قرابت والوں کی محبت اور ان سے مودت کرو،

دوستانِ محترم! مودتِ قربیٰ میں یہ جملہ ہی اصل نص ہے اور یہی اس کی فرضیت کی قوی دلیل ہے کیونکہ یہ جملہ ثبوت میں بھی قطعی ہے اور دلالت میں بھی قطعی ہے۔ جس دلیل میں قطعیت کی تمام قوتیں ہوں اس سے ثابت ہونے والا حکم فرض کی حیثیت رکھتا ہے خواہ فرض اعتقادی ہو یا فرضِ عملی بہر حال یہ جملہ دونوں فرائض کی قوت میں نازل ہوا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرابتداروں سے محبت و مودت رکھنا فرضِ اعتقادی بھی ہے یعنی ان کی محبت کا یقین کرنا فرض ہے یہ عقیدے کا فرض ہے اس محبت و مودت کے تقاضوں پر عمل کرنا یہ عملی فرض ہے۔ مؤدت و محبت کے تقاضے عموماً یہ ہیں: ان نفوسِ

قُدسیہ کا دل سے احترام کرنا۔ ان کا ادب کرنا۔ ان کی عظمتوں کی پذیرائی کرنا۔ ان کی تعریف و توصیف کرنا۔ ان کی غلامی کرنا۔ ان پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا۔ ان کے لیے دعائیں کرنا۔ ان کی خدمت کرنا۔ یہ سب فریضہ محبت کے ضمنی آداب ہیں اور فرض ہیں۔ ان کی فرضیت کا قرآن مجید گواہ ہے بلکہ ان فرائض کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات کی بارش ہوتی ہے اس کا بھی قرآن مجید خود گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:" وَ مَنۡ یَّقۡتَرِفۡ حَسَنَۃً "جو اس حسنِ عقیدت و محبت میں آگے بڑھنا چاہے گا" نَّزِدۡ لَہٗ فِیۡہَا حُسۡنًا" ہم اس حسنِ عظمت میں اور اضافہ فرمادیں گے کیونکہ "اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ شَکُوۡرٌ" بے شک اللہ بخشنے والا اور قدر دان ہے۔ ڈھانپ لینے والا قدر دان ہے کیا خوب صورت کلمات طیبات ہیں جو بھی میرے حبیب ﷺ کے قرابتوں سے محبت و مودت کرے گا اللہ تعالیٰ کا حسنِ رحمت و عنایت سے اپنے دامن میں ڈھانپ لے گا فیوض و برکات کے دریا بہا دیے جائیں گے ان مقدس جذبوں کی قدر کی جائے گی حسنِ زندگی میں بھی اضافہ ہو گا اور حسن بندگی میں بھی قبولیتِ حُسن کے ساتھ روز افزوں ترقی ہوتی رہے گی حتی کہ اس نیاز مند کو مقربِ بارگاہِ الہٰ بنا دیا جائے گا۔ کیا خوب نظارہ ہے نام لیواؤں کا یہ مقام ہے تو جن نفوسِ رحمت و عظمت کا محبت سے نام لیا جارہا ہے ان کا کیا مقام ہو گا؟

"اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کَبِیۡرًا فَلِلّٰہِ الۡحَمۡدُ کَثِیۡرًا"

نزول آیت پر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا آقا "مَنۡ ھُوَ قَرَابَتُكَ" آپ کے قرابت والے کون ہیں؟ آپ نے حضرات حسنین کریمین اور ان کے والدین کریمین علیہم الصلاۃ والسلام کو بیان فرمایا یہ نفوسِ قُدسیہ اس وقت میسر تھے اسی لیے اس وقت ان نفوسِ قُدسیہ کو آیت کریمہ کا مصداق قرار دیا اس کا یہ ہر گز مطلب نہیں کہ دیگر قرابت والے اس میں شامل نہیں قرآن مجید میں مطلقاً قرابت کا تصور و حکم ہے جس کا قرب پیکرِ رحمت سے جتنا زیادہ قریب ہو گا وہ اتنا ہی زیادہ اس آیت کریمہ کا مصداق و مراد ہو گا۔ اس پوری

کائنات میں سب سے پہلا قرب جو کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میسر آیا وہ آپ کے والدین کریمین علیہما الصلوٰۃ والسلام کا ہے بنابریں وہ اس آیت کے مصداق اول قرار پائے باعتبار قرب اول اور اصول ہونے کے حوالے سے دیگر نفوسِ قُدسیہ فروع ہونے کے اعتبار سے وہ بھی مصداق اول ہی قرار پائے یہ تطبیقِ اولیت فروع ہونے کے حوالے سے ہے حسب مراتب بھی یہی تقاضا کرتے ہیں کہ اولاً والدین کریمین ہی مراد ہوں اصولاً اور فرعاً آل پاک مراد اول ہو۔ بہر حال اول و آخر کے الفاظ تو محض سمجھانے کے لیے ہیں لفظِ قربیٰ ہی سب فاصلوں کو مٹا رہا ہے کیونکہ یہ فعلی اسم تفضیل کے وزن پر ہے قریب سے قریب تر نفوسِ رحمت مراد ہیں اور یہ تمام کی محبت مودت فرضِ اعتقادی بھی ہے فرض عملی بھی ہے۔ اس کی علمی تفصیلات پہلے اوراق میں گزر چکی ہیں وہاں مطالعہ کر لیا جائے آپ درود ابراہیمی کے مندرجات میں بار بار غور فرمائیں اندازہ ہو جائے گا۔

" اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ " اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر اور اُن کی آل پر " کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ " جیسے تو نے رحمتیں نازل کی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی آل پاک پر۔

غور کریں دیکھیں کیا خوب صورت تصورِ عظمت ہے کاشانۂ نبوت کا ایک طبقہءِ عظمت آلِ محمد ﷺ کہلائے اور ایک طبقہءِ عظمت آل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کہلائے یہ کیسا کریم گھرانہ ہے ایک طبقہ جدُ الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل ہے اور ایک طبقہ آلِ محمد ﷺ ہے ان دونوں مقدس و معظم نسبتوں کے حوالے سے دونوں طبقات پر درود پڑھنے کا حکم ہے آل ابراہیم حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آبائی اور امہائی خاندان ہے اور آلِ محمد ﷺ حضور نبی کریم ﷺ کا اپنا اور اولاد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خاندان ہے۔ ان دونوں طبقات عظمت پر دورد پڑھنا ہر امتی پر فرض ہے کیونکہ یہ حدیث بیان ہے دلیلِ قطعی قرآنی کی ضابطہ یہ ہے کہ کوئی دلیل ظنی دلیل قطعی کی وضاحت کرے اور اسی کے

ضمن میں بیان ہو تو اس کا ظن اٹھ جاتا ہے کیونکہ اب وہ بذات خود دلیل نہیں بلکہ ایک قطعی دلیل کے ضمن میں وارد ہوئی ہے اور اسی کا ہی بیان ہے لہٰذا وہ بھی دلیل قطعی کے حکم میں ہی ہوگی۔ اب اس صورت میں جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنا فرض ہے "صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيمًا" کے حکم کے مطابق عین ایسے ہی درود پڑھنا فرض ہے۔ آل محمد ﷺ پر اور آلِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خصوصاً والدین مصطفیٰ ﷺ پر کیونکہ یہ نفوسِ قُدسیہ مبدءِ پیکرِ نبوت ہیں ظاہر ہے درود پڑھتے وقت ذہن ان کی عظمت کی طرف لازماً منتقل ہوتا ہے اور وہ الفاظ درود میں مذکور بھی ہیں بربنائے تعظیم ہی ان پر درود پڑھا جاتا ہے ان کے نام کی تسبیح بھی ہو جاتی ہے اور ان سے محبت کا اظہار بھی ہو جاتا ہے اور ان کی طرف تمام محبتیں بھی یکسو ہو جاتی ہیں چونکہ ان کی بارگاہ کے شایانِ شان ہمارے پاس نہ الفاظ ہیں نہ جذبے ہیں نہ صلاحیتیں ہیں لہٰذا اس اظہارِ محبت و مودت میں اپنے مولا کریم اللہ تعالیٰ جل و علاء سے عرض کرتے ہیں اے اللہ تو بھیج رحمتیں اور برکتیں اور یہی معقول ہے آل محمد ﷺ پر اور آل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی کیا شان ہے میرے کریم آقا کے خاندانی پس منظر کی اور پیش منظر کی جو ہزاروں سالوں سے رحمتِ الٰہی سے معمور، مسرور، محظوظ ہو، مشہود ہو، مشکور ہو اور ملفوظ ہو رہے ہیں۔ اب بولیے جناب جن نفوسِ قُدسیہ پر خدا تعالیٰ کی مسلسل بے بہا بے انت لاتعداد رحمتیں نازل ہو رہی ہوں اور قیامت تک ہوتی رہیں ہر اُمتی اس طلب رحمت پر نصاً بطور فرض پابند کیا جا رہا ہو خود رسول اکرم ﷺ اس عمل میں شریک محبت ہوں بلکہ مظہر محبت و عظمت ہوں ان نفوسِ قُدسیہ کا پیکرِ محسوس تو خود رحمت بن گیا ہوگا اسی لیے رحمۃ للعالمین کے والدین کریمین طاہرین قرار پائے اس باب میں یہ حدیث ایک انوکھا اضافہ ہے۔

"مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى أَهْلِ بَيْتِي لَمْ تُقْبَلِ الصَّلٰوةُ"

رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر درود پڑھا مگر میرے گھر والوں پر نہ پڑھا اس کا درود پڑھنا مردود ہے، مردود ہے، مردود ہے، اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ اس کی نماز

بھی مردود ہے۔ بولیے جناب ابھی فرضیت میں کوئی شک رہ گیا ہے۔ فرضتِ ذکر، فرضیتِ محبت درود اِن قطعی دلائل کی صورت میں ایک حقیقت بن چکے ہیں ان کا انکار بدترین گمراہی ہے اتنے بڑے اہتمام قدرت کے باوجود بھی ان نفوسِ قُدسیہ میں کفر تلاش کرنا بدترین کفر نہیں تو اور کیا ہے۔ جب خدا خدا ہو کر ان پر صلوۃ بھیجتا ہے اور انھیں سلام کرتا ہے باقی کیا رہ گیا ہے جو ملاں کی سمجھ میں نہیں آرہا "وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی" اور اللہ تعالیٰ کا سلام ہو اس کے ان مصطفاؤں پر جو اس کے مخلص بندے ہیں۔

میرے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام آباؤ اجداد، امہات، جدات مصطفیٰ ہیں پوری نسلِ پاک مصطفیٰ ہے

"اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَۙ۝۳۳"

ایک اہم گزارش ہے

میری اہلِ محبت سے اپیل ہے کہ آپ کسی ملعون ملاں پر اعتماد ہر گز نہ کریں۔ اپنی محبتوں کی نذر ان نفوسِ قُدسیہ کے حضور عمر بھر پیش کرتے رہیں۔ ان کے قصیدے گاتے رہیں۔ ان کے ناموں کی تسبیح بولتے رہیں۔ ان کی لطافتوں شرافتوں عصمتوں عظمتوں کے گیت گاتے رہیں۔ ان کے مقدس نام پر محافل سجاتے رہیں۔ ان کے دامنِ رحمت و عصمت میں پناہ لیتے رہیں۔ ان کی دہلیز عظمت پر جبیں سار رہیں جھکے رہیں۔ ان کی طرف سے اپنے پاکیزہ مالوں سے مساکین میں خیرات کرتے رہیں۔ کیونکہ ہمارا سب انھیں کا ہے ہمارا کچھ بھی نہیں یہی نفوسِ رحمت ہی ہمارے دین کا اثاثہ ہیں۔ انھیں سے ہمارے ایمان و دین کی بقاء ہے۔ انھیں کا پیار ہمارے ایمان کی عظمت ہے۔ انھیں سے محبت ہی ہماری نجات کی ضمانت ہے۔ آؤ مل کر ان کے حوالے سے محبوب خدا ﷺ کو خوش کریں اور خدا تعالیٰ کو خوش کریں کسی ابلیسی ملاں کے بہکاوے میں ہر گز نہ آئیں۔ ان کا سچ بھی جھوٹ جانیں کیونکہ یہ اپنے مزمومہ سچ کی آڑ میں اپنا جھوٹ منوانا چاہتے ہیں۔ جو خاندانِ نبوت کی توہین کرے

اسے مطلقاً کافر جانیں۔ اپنے دین وایمان اور جان کا دشمن جانیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے آمین بجاہ النبی العظیم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

قارئینِ محترم! خاندانِ نبوت بالخصوص والدینِ مصطفیٰ ﷺ کی محبت کی فرضیت کے باب میں آپ نے قرآنی دلیل کی روشنی میں اپنے قلب وروح کی کائنات کو ایمان کی تازگی کی عظمت سے سرشار کرلیا ہوگا قرآنی دلائل اس ضمن میں اور بھی بہت زیادہ ہیں مگر یہاں ہم نے اختصار کے طور پر مذکورہ بالا دلیل پر ہی اکتفاء کیا ہے۔

آیئے اب ہم حدث کی روشنی میں اس محبت پر ملنے والے انعامات کا جائزہ لیتے ہیں۔

محبتِ والدین مصطفیٰ ﷺ پر ملنے والے انعامات

قارئینِ محترم!

رسول اللہ ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّہین، معطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی محبت بذات خود اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور احسان ہے اور دونوں جہانوں کی سرفرازی کی ضمانت ہے۔

حدیث اس کی گواہ ہے جب سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اپنی ادنیٰ سی محبت کا اظہار آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ایک شعر میں یوں کہا تھا

"اَنْتَ اَدْنٰی وسیل المُرسَلِینَ اِلَی اللہِ یَاابْنُ الْاَکْرَمِیْنَ الْاَطَائِبِ"

اے حبیب خدا ﷺ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عظمت میں کائنات کا قریب ترین وسیلہءِ عظمت ہیں آپ تو کریموں کی اولاد ہیں اور پاکیزہ ترین نفوسِ قُدسیہ کی اولاد ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا اور اتنا خوش ہوئے اتنا خوش ہوئے کہ آپ ﷺ کے آخری دانت مبارک تک نظر آ گئے۔ اسی فرطِ مسرت میں آپ ﷺ نے "وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى" والی نبوی زبان سے فرمایا

"اَفۡلَحۡتَ یَا سَوَادَبۡنَ قَارِبٍ" اے سواد بن قارب تونے میرے والدین مصطفیٰ ﷺ کو طیب اور اکرم کہا اس کے بدلے میں محمد ﷺ تمہیں دونوں جہانوں کی فلاح وکامرانی عطا فرماتا ہوں اللہ اکبر۔

آیئے اب ہم مزید احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان احسانوں کا ذکر کرتے ہیں۔

"عَنۡ اَبَانَ بۡنِ عُثۡمَانَ رَضِیَ اللهُ عَنۡهُ قَالَ سَمِعۡتُ عُثۡمَانَ بۡنَ عَفَّانَ يَقُوۡلُ قَالَ رَسُوۡلُ اللهِ ﷺ مَنۡ صَنَعَ اِلٰى اَحَدٍ مِنۡ وَلَدِ عَبۡدِ الۡمُطَّلِبِ يَدًا فَلَمۡ يُكَافِئۡهُ بِهَا فِي الدُّنۡيَا فَعَلَيَّ مُكَافَاتُهٗ غَدًا اِذَا لَقِيَنِيۡ" (طبرانی)

حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اولادِ عبد المطلب میں سے کسی کے ساتھ کوئی بھلائی کی اور وہ اس کا بدلہ اس دنیا میں نہ چکا سکا تو اس کا بدلہ چکانا کل (قیامت کے روز) میرے ذمہ ہے جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا۔

مذکورہ بالا حدیث شریف میں چند اُمور طے ہوئے۔

پہلا امر تو یہ ہے کہ حضور سرور کونین ﷺ نے اپنے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّہین، معطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام سے محبت کی ترغیب دی ہے۔

دوسری عظمت یہ ہے کہ اس محبت پر بہت بڑے اور عظیم ترین انعام کا احسان فرمایا ہے۔ فرمایا جو شخص ان کریموں کی محبت میں چھوٹے سے چھوٹا اظہار بھی کرے گا اُن نفوسِ قُدسیہ کی خدمت میں کسی معمولی خدمت کو بھی سرانجام دے گا تو اس چھوٹی سی خدمت کے صلے میں مجھ پر یہ فرض ہے کہ میں قیامت کے دن اس خادم کو تلاش کروں اور اُس سے ملاقات کروں۔ واہ سبحان اللہ کتنا بڑا احسان عظیم ہے کہ یہ محبتیں بارگاہ نبوت میں محفوظ ہو رہی ہیں اور خود رسالت پناہ عالم ﷺ ان محبتوں کو اپنے ذمے فرض قرار دے رہے ہیں جس کی ادائیگی روزِ محشر خود پر واجب اور فرض قرار دے رہے ہیں اور اس محبت کا پورا پورا

بدلہ عطا کرونگا

"فَعَلَ" کا لفظ اسی حقیقت کا نقیب ہے اسی انعامات کے تسلسل کو ایک اور حدیث میں بیان فرمایا ملاحظہ فرمائیں۔

" عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَى هَذَا الْمِنْبَرِ: مَا بَالُ رِجَالٍ يَقُولُونَ: إِنَّ رَحِمَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْفَعُ قَوْمَهُ، بَلَى وَاللهِ إِنَّ رَحِمِي مَوْصُولَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَإِنِّي أَيُّهَا النَّاسُ فَرَطٌ لَكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، فَإِذَا جِئْتُمْ قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، قَالَ لَهُمْ: «أَمَّا النَّسَبُ فَقَدْ عَرَفْتُهُ، وَلَكِنَّكُمْ أَحْدَثْتُمْ بَعْدِي وَارْتَدَدْتُمُ الْقَهْقَرَى»" رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ وَأَبُويَعْلَى "

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا ان لوگوں کا کیا ہو گا جو یہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ سے نسبی تعلق قیامت کے روز ان کی قوم کو کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ کیوں نہیں! اللہ کی قسم بے شک میرا نسبی تعلق دنیا و آخرت میں باہم ملا ہوا ہے (یعنی نفع دینے والا ہے) اور اے لوگو! بے شک (قیامت کے روز) میں تم میں سے پہلے حوض پر موجود ہوں گا پس جب تم آؤ گے تو ایک آدمی کہے گا یا رسول اللہ ﷺ میں فلاں بن فلاں ہوں پس حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کا فلاں بن فلاں کہنا یہ پایہ ثبوت کو پہنچے گا اور رہا نسب تو تحقیق اس کی پہچان میں نے تمہیں کرا دی میرے بعد تم احداث کرو گے اور اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ اس حدیث کو امام احمد، حاکم اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

واہ سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ کا نسب عظمت قیامت کے دن بھی مسکینوں کے لیے فیض رساں ہو گا۔

اُس فیض رسانیوں کی جو انتہا ہیں وہ کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے والدین

کریمین، طیبین، طاہرین، منزّھین، معطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جب یہ نفوسِ قُدسیہ اپنے انعامات کا خزانہ کھولیں گے تو سارا میدان حشر ان کے انعامات اور سخاوت کے نور سے بھر جائے گا یقیناً ہر گدا گر اُن کے خزانوں سے جھولیوں کو بھرے گا۔

اے اللہ ہم مسکینوں کو بھی اُس خزانہ نور سے ضرور حصہ عطا فرما۔ (آمین) اسی انعامات کے تسلسل کو ایک اور حدیث میں یوں بیان فرمایا:

" عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ لِآلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَادِمٌ تَخْدُمُهُمْ، يُقَالُ لَهَا: بَرِيرَةُ، فَلَقِيَهَا رَجُلٌ، فَقَالَ لَهَا: يَا بَرِيرَةُ غَطِّي شُعَيْفَاتِكِ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا لَنْ يُغْنِيَ عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا، فَأَخْبَرَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ مُحْمَرَّةٌ وَجْنَتَاهُ وَكُنَّا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ نَعْرِفُ غَضَبَهُ بِجَرِّ رِدَائِهِ، وَحُمْرَةِ وَجْنَتَيْهِ فَأَخَذْنَا السِّلَاحَ، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، مُرْنَا بِمَا شِئْتَ، فَوَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَوْ أَمَرْتَنَا بِأُمَّهَاتِنَا وَآبَائِنَا وَأَوْلَادِنَا لَأَمْضَيْنَا قَوْلَكَ فِيهِمْ، فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَحَمِدَ اللهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَقَالَ: «مَنْ أَنَا؟» فَقُلْنَا: أَنْتَ رَسُولُ اللهِ. قَالَ: «نَعَمْ وَلَكِنْ مَنْ أَنَا. فَقُلْنَا: أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ. قَالَ: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ مَنْ يَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْ رَأْسِهِ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ دَاخِلِ الْجَنَّةِ وَلَا فَخْرَ، مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَزْعُمُونَ أَنَّ رَحِمِي لَا تَنْفَعُ، لَيْسَ كَمَا زَعَمُوا، إِنِّي لَأَشْفَعُ، وَأُشَفَّعُ حَتَّى إِنَّ مَنْ أَشْفَعُ لَهُ لَيَشْفَعُ فَيُشَفَّعُ، حَتَّى إِنَّ إِبْلِيسَ لَيَتَطَاوَلُ رَأْسَهُ عَنْ جَيْبِهِ طَمَعًا فِي الشَّفَاعَةِ" رواه الطبرانی

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آل رسول ﷺ کی ایک خادمہ تھی جو ان کی خدمت بجالاتی، انھیں بریرہ کہا جاتا تھا پس انہیں ایک آدمی ملا اور کہا اے بریرہ اپنی چوٹی کو ڈھانپ کر رکھا کرو بے شک محمد ﷺ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ

فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ راوی بیان کرتے ہیں تو اس (خادمہ) نے حضور نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی پس آپ ﷺ اپنی چادر مبارک گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے درآں حالیکہ آپ کے دونوں رخسار مبارک سرخ تھے اور ہم (انصار کا گروہ) حضور نبی کریم ﷺ کے غصہ کو آپ ﷺ کے چادر کے گھسیٹنے اور رخساروں کے سرخ ہونے سے پہچان لیتے تھے پس ہم نے اسلحہ اٹھایا اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ جو چاہتے ہیں ہمیں حکم دیں پس اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہمیں ہماری ماؤں، باپوں اور اولاد کے بارے میں بھی کوئی حکم فرمائیں گے تو ہم ان میں بھی آپ ﷺ کے قول کو نافذ کردیں گے پس آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں لیکن میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا آپ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں بنی آدم کا سردار ہوں لیکن کوئی فخر نہیں۔ فرمایا میں بنی آدم کا سردار ہوں مگر یہ عظمت میرے لیے قابلِ فخر نہیں۔ سب سے پہلے زمین مجھ پر کھلے گی یہ بھی میرے لیے کوئی فخر کی بات نہیں سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا یہ بھی میرے لیے باعثِ فخر نہیں ہے اس قوم کا کیا حال ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میرا رشتہ قیامت میں نفع نہیں دے گا جان لو یہ عقیدہ سراسر غلط اور جھوٹا ہے میری شان تو یہ ہے کہ میں جس کی بھی شفاعت کروں گا اسے بھی شافع محشر بنایا جائے گا جس کی وہ شفاعت کرے گا اسے بھی شافع محشر بنایا جائے گا میری شفاعت کا نور اتنا غالب ہوگا کہ شیطان بھی اپنے گریبان سے سر نکال کر اُمید شفاعت میں آگے بڑھے گا۔

قارئینِ محترم! درج بالا حدث مبارکہ میں کچھ حقائق سامنے آئے ہیں:

(۱) سب سے پہلی حقیقت تو یہ ہے کہ نسبِ نبوت کی بابت ادنیٰ سی گستاخی بھی سرکار دوعالم ﷺ برداشت نہیں کرتے اور فوراً اس پر اپنی نبوی زبان سے اپنی خاندانی اور نسبی عظمت کو بیان فرماتے ہیں۔

(۲) دنیاو آخرت میں اُن کے مقامات اور اُن کی برکات کا منظر نامہ بیان فرماتے ہیں۔

(۳) جن کو اُن نفوسِ قُدسیہ کی عظمتوں کی بابت شک والا سمجھتے ہیں اُن کو "وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ

اَلْهَوٰی" کی نبوی زبان سے جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ کی ذات اقدس نے ان نفوسِ قدسیہ کی محبت کی بابت ارشاد فرمایا:

"عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہ عنھما اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ قَالَ اَلْزِمُوْا مَوَدَّتَنَا اَهْلَ الْبَیْتِ فَاِنَّهٗ مَنْ لَقِیَ اللہَ وَهُوَ یَوَدُّنَا دَخَلَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِنَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یَنْفَعُ عَمَلُ عَبْدٍ اِلَّا بِمَعْرِفَةِ حَقِّنَا۔ "رواہ الطبرانی

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم اہلِ بیت کی محبت کو لازم پکڑو پس بے شک وہ شخص جو اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملا کہ وہ ہم سے محبت کرتا تھا تو وہ ہماری شفاعت کے صدقے جنت میں داخل ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کو اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا مگر ہمارے حق کی معرفت کے سبب کے ساتھ۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

درج بالا حدیث مبارکہ میں خاندانِ نبوت کی محبت بالخصوص والدینِ مصطفیٰ ﷺ کی محبت کو حضور سرور کائنات ﷺ نے تمام اہلِ ایمان پر لازم قرار دیا ہے اور قرآن کریم بھی اس محبت کی توثیق میں ارشاد فرماتا ہے

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی "

اے محبوب فرمادو کہ میں تم پر کوئی سوال نہیں کرتا مگر قرابت داروں کی محبت کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں یہ تمہارا ایمانی فرض ہے اور اس کی برکت یہ ہے اور اس کا انعام یہ ہے۔

"ط وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا"

جو شخص اس عمل محبت میں آگے بڑھے تو ہم اُسے انعام کے طور پر حسن ایمان کا اور نور عطا کردیتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ کتنا عظیم انعام ہے ان کریموں کی محبت کی برکت سے۔

مزید فرمایا" اِنَّ اللہَ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ " بے شک ہم خاندانِ نبوت بالخصوص والدینِ مصطفیٰ ﷺ سے محبت کرنے والوں کو اپنے حسن مغفرت کے نور کے پردوں میں ڈھانپ لیتے

ہیں اور خدا ہو کر بھی ان کی قدر کرتے ہیں وہ ہمارے حضورِ عظمت میں صاحبِ مرتبہ ہیں اور صاحبِ قدر ہو کر پہچانے جاتے ہیں یعنی ہم انھیں اپنے حضورِ رحمت میں مقام اور مرتبہ دیتے ہیں۔ "اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کَبِیۡرًا فَلِلّٰہِ الۡحَمۡدُ کَثِیۡرًا"

مزید انہی انعامات کی عظمت کو حضورِ دو عالم ﷺ یوں بیان فرماتے ہیں۔

"عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنھما قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ اَحِبُّوۡا اللّٰہَ لِمَا یَغۡذُوۡکُمۡ مِنۡ نِعۡمَتِہٖ وَ اَحِبُّوۡنِیۡ بِحُبِّ اللّٰہِ وَ اَحِبُّوۡا اَھۡلَ بَیۡتِیۡ لِحُبِّیۡ۔ رواہ الترمذی والحاکم"

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے محبت کرو ان نعمتوں کی وجہ سے جو اس نے تمہیں عطا فرمائیں اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب محبت کرو اور میرے اہل بیت سے میری محبت کی خاطر محبت کرو۔ (اس حدیث کو امام ترمذی اور امام حاکم نے روایت کیا نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔)

دوستانِ محترم! یہ کتنا واضح ترین حکم ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت بھی ایمان کا فرض ہے اور رسول دو عالم ﷺ کی محبت بھی ایمانی فرض ہے اور آپ ﷺ کے خاندانِ عظمٰی کی محبت بھی ایمانی فرض ہے۔ اگر کوئی بدبخت ان عظیم محبتوں سے جی چراتا ہے تو اس بدبخت کو اللہ تعالیٰ ایمان کے باوجود ایمان کی عظمت سے محروم کر دیتا ہے۔ اس حوالے سے امام الانبیاء سیدنا حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں:

"عَنۡ عَبَّاسِ بۡنِ عَبۡدِ الۡمُطَّلِبِ رضی اللہ عنھما قَالَ کُنَّا نَلۡقَی النَّفَرَ مِنۡ قُرَیۡشٍ، وَھُمۡ یَتَحَدَّثُوۡنَ فَیَقۡطَعُوۡنَ حَدِیۡثَھُمۡ فَذَکَرۡنَا ذٰلِکَ لِرَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ مَا بَالُ اَقۡوَامٍ یَتَحَدَّثُوۡنَ فَاِذَا رَاَوۡا الرَّجُلَ مِنۡ اَھۡلِ بَیۡتِیۡ قَطَعُوۡا حَدِیۡثَھُمۡ وَاللّٰہِ لَا یَدۡخُلُ قَلۡبَ رَجُلٍ الۡاِیۡمَانُ حَتّٰی یُحِبُّھُمۡ لِلّٰہِ وَلِقَرَابَتِھِمۡ مِنِّیۡ" رواہ ابن ماجہ والحاکم

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنھما بیان فرماتے ہیں کہ ہم جب قریش کی جماعت

سے ملتے اور وہ باہم گفتگو کر رہے ہوتے تو گفتگو روک دیتے ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اس امر کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جب میرے اہلِ بیت سے کسی کو دیکھتے ہیں تو گفتگو روک دیتے ہیں؟ اللہ کی قسم کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو گا جب تک میرے اہلِ بیت سے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور میری قرابت داری کی وجہ سے محبت نہ کرے۔ اسے امام ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

قارئینِ محترم! اس حدیث کے ہر جملے پر بار بار غور کریں یہ آپ کے ضمیر کے دروازے پر ایک دستک ہے اور یہ حدیث مبارکہ برملا کہہ رہی ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کی محبت کے بغیر خصوصاً والدینِ مصطفیٰ ﷺ کی محبت کے بغیر کلمہ پڑھنے کے باوجود بھی انسان کافر ہی رہتا ہے۔ کیونکہ ایمان تو ایسے بے حس انسان کے دل میں داخل ہی نہیں ہو سکتا جو دل اُن نفوسِ قُدسیہ کی محبت سے خالی ہو۔

اسی عظمت کو مزید تفصیل کے ساتھ یوں بیان فرمایا:

"عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی اللہ عنہما قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ قُرَيْشًا إِذَا لَقِيَ بَعْضُهَا بَعْضًا لَقُوهُمْ بِبِشْرٍ حَسَنٍ، وَإِذَا لَقُونَا لَقُونَا بِوُجُوهٍ لَا نَعْرِفُهَا قَالَ: فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضَبًا شَدِيدًا وَقَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْإِيمَانُ حَتَّى يُحِبَّكُمْ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ وَلِقَرَابَتِي"

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قریش جب آپس میں ملتے ہیں تو حسین مسکراتے چہروں سے ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ایسے چہروں سے ملتے ہیں جنھیں ہم نہیں جانتے یعنی جذبات سے عاری چہروں کے ساتھ، حضرت عباس فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ یہ سن کر شدید جلال میں آ گئے اور فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ

قدرت میں میری جان ہے کسی بھی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور میری قرابت داری کی خاطر تم سے محبت نہ کرے۔

اسے امام احمد، نسائی اور حاکم نے اور بزار نے روایت کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہ ہو گا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور میری قرابت کی وجہ سے تم سے محبت نہ کرے۔ معلوم یہ ہوا کہ اہلِ بیتِ نبوت خصوصاً آباؤ کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی محبت ایمان کی معراج ہے اس کے بغیر ایمان کی کوئی حقیقت نہیں۔ انسان کلمہ پڑھنے کے باوجود بھی کامل مسلمان نہیں بنتا۔ اس ضمن میں ایک واضح حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی رَضِیَ اللہُ عنہُ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ لَایُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ وَ اَھْلِیْ اِلَیْہِ مِنْ اَھْلِہٖ وَعِتْرَتِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ عِتْرَتِہٖ وَ ذَاتِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ ذَاتِہٖ "رواہ الطبرانی والبیھقی

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کے نزدیک اس کی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں اور میرے اہلِ بیت اسے اس کے خاندان سے محبوب تر نہ ہو جائیں اور یونہی میری آل اولاد اس کو اپنی آل اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو تو اس صورت میں بھی مؤمن نہیں ہو سکتا۔ گویا نبی کریم ﷺ کا خاندانِ عظمیٰ خواہ وہ آباء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوں یا اولادِ اطہار علیہم السلام ہوں ان کی محبت کے بغیر ایمان ہے ہی نا مکمل۔

قارئینِ محترم! کائنات میں انسان کے لیے سب سے عظیم انعام ایمان کا نور ہے اور یہ طے ہے کہ نبی کریم ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ، آل پاک اور آباءِ کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی محبت کے بغیر ایمان کا انعام ہو ہی نہیں سکتا۔ لہذا والدین مصطفیٰ ﷺ کی محبت کے انعامات

میں سے سب سے بڑا انعام ایمان کا ہے۔ گویا اس اعتبار سے پوری اُمتِ مسلمہ مقروض ہے احساناتِ والدین مصطفیٰ ﷺ کی اور انعامات والدین مصطفےٰ ﷺ کی۔ احسانات اور انعامات کی فہرست بہت طویل ہے۔ اختصاراً یہاں صرف چند ایک کا ذکر کیا گیا ہے باقی احسانات اور انعامات کی بابت ایک مفصل کتاب لکھی جائے گی۔ جس کا نام انعاماتِ والدینِ مصطفےٰ اور قرآن کریم ہو گا۔ انتظار فرمایئے اور دعاء بھی فرمایئے۔

نوٹ: قارئینِ محترم! آپ چند اوراق پہلے پڑھ آئے ہیں کہ اہلِ بیت نبوت کے نفوسِ قُدسیہ کے تین اعتبارات بیان کیے گئے۔

نمبر(۱) اہلِ بیت نبوت کا وجودِ اول حضور اکرم ﷺ کے پیارے والدَین کریمین، طیّبین، طاہرَین، منزّھَین، معطّرَین علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

نمبر(۲) وجودِ ثانی ازواج مطہرات صلوٰۃ اللہ علیہن اجمعین ہیں۔

نمبر(۳) وجودِ ثالث آلِ اطہار اور عترت پاک صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

ان تینوں اعتبارات کو قرآن مجید نے اہلِ بیت نبوت کہا جس حدیث یا آیت میں ان نفوسِ قُدسیہ کو مطلقاً بیان کیا گیا وہ اپنی تدریج میں بیک وقت تمام نفوسِ قُدسیہ مراد ہوتے ہیں اور جن نفوسِ قُدسیہ کو نام لے کر بیان کیا گیا یا ان کے کسی مخصوص وصف کو بیان کیا گیا تو اس صورت میں بیان کردہ فردِ رحمت ہی مصداق آیت اور حدیث ہو گا ورنہ مطلقاً لفظِ اہلِ بیت میں تمام نفوسِ قُدسیہ مراد ہو سکتے ہیں۔ تاہم حضور سرور کائنات ﷺ کے والدین کریمین صلوٰۃ اللہ علیہما اپنے مرتبے کی اولیت کے اعتبار سے ہر مطلق آیت اور ہر مطلق حدیث کا مصداقِ اول ہیں۔ اس لیے مجموعی طور پر جہاں کہیں بھی بغیر کسی وصف اور تخصیص کے مطلقاً اہلِ بیت نبوت کے مناقب اور فضائل میں احادیث اور آیات وارد ہوئی ہیں تو ان کی مراد اول اور اُن کا مصداق اول حضور سرور کائنات ﷺ کے پیارے والدَین کریمین، طیّبین، طاہرَین، منزّھَین، مُعطّرَین علیہما الصلوٰۃ والسلام ہی ٹھہرے ہیں۔

ان نفوسِ قُدسیہ کو کسی بھی صورت میں اہلِ بیت نبوت سے الگ نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ اپنے

مرتبے کے اعتبار سے اہلِ بیتِ نبوت کا وجودِ اول ہیں۔ قرآنی شہادت بھی اس کی گواہ ہے۔ یاد رہے کہ یہ نفوسِ قُدسیہ مبدء پیکرِ نبوت ہیں ان نفوسِ قُدسیہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قربِ اول میسر ہے اور یہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیکرِ عصمت کا اُصول ہیں جب کہ دیگر اہلِ بیت فروع ہیں۔ بنابریں فطرتاً اُصول فروع سے افضل ہوتا ہے۔ مسکین کا مقصد یہاں خاندانِ نبوت میں تقابل اور توازن کرنا نہیں بلکہ ایک فطری ترتیب مقصود ہے ورنہ یہ تمام نفوسِ قُدسیہ اپنے اپنے اعتبار سے افضل و اعلیٰ اور بے مثل و بے مثال ہیں۔

عداوتِ والدینِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت

قارئینِ محترم!

کائنات کا بدترین اور ملعون ترین شخص وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدینِ کریمین مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت و بغض رکھے یا اُن نفوسِ قُدسیہ کو کفر کی گالی دے چونکہ ان تمام باتوں سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کی ذات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانا حرام قرار دیا ہے بلکہ مزید غضبناک ہو کر فرمایا

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ﴿۵۷﴾" (الاحزاب:۵۷)

بے شک وہ لوگ جو اذیت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی اُن کمینوں پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور اُن کے لیے ذلیل اور رسوا کر دینے والا عذاب ہے۔ العیاذ باللہ۔ اس آیت کریمہ کا پس منظر بھی حرمِ نبوت کے تقدس کو بیان کر رہا ہے۔ اس کاشانۂ عظمت میں رہنے والا ہر نفس محترم واجب التعظیم اور واجب الاحترام ہے تو والدینِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کون واجب التعظیم ہو سکتا ہے؟ جن کی تعظیم و تکریم خود امام الانبیاء سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہوں اُن کے مرتبۂ تعظیم کی عظمت کا

عالم کیا ہو گا آیئے اب ہم اسی ضمن میں چند احادیث پیش کرتے ہیں:

فَصْلٌ فِي تَحْذِيرِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ بُغْضِهِمْ وَعَدَاوَتِهِمْ

حضور ﷺ کا اہلِ بیت سے بغض وعداوت رکھنے سے ڈرانے کا بیان

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ كَانَ: الزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللهِ، وَالْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللهِ، وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوتِ لِيُعِزَّ بِذَلِكَ مَنْ أَذَلَّ اللهُ، وَيُذِلَّ مَنْ أَعَزَّ اللهُ، وَالْمُسْتَحِلُّ لِحُرُمِ اللهِ، وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِي مَا حَرَّمَ اللهُ، وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِي "رواہ الترمذی وابن حبان والحاکم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چھ بندوں پر میں لعنت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور ہر نبی جو کہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے وہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے (وہ چھ بندے یہ ہیں) جو اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کی قدر کو جھٹلانے والا ہو اور ظلم وجبر کے ساتھ تسلط حاصل کرنے والا ہو تا کہ اس کے ذریعے اسے عزت دے سکے جسے اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے اور اسے ذلیل کر سکے جسے اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے والا اور میری عترت یعنی اہلِ بیت کی حرمت کو حلال کرنے والا اور میری سنت کا تارک ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُبْغِضُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ رَجُلٌ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ"

(رواہ ابن حبان والحاکم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہم اہلِ بیت سے کوئی آدمی نفرت

نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈال دیتا ہے۔

اس حدیث کو امام ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنِّي سَأَلْتُ اللهَ لَكُمْ ثَلَاثًا: سَأَلْتُهُ أَنْ يُثَبِّتَ قَائِمَكُمْ، وَيُعَلِّمَ جَاهِلَكُمْ، وَيَهْدِيَ ضَالَّكُمْ، وَسَأَلْتُهُ: أَنْ يَجْعَلَكُمْ جُودَاءَ نُجَدَاءَ رُحَمَاءَ، فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا صَفَنَ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَصَلَّى وَصَامَ، ثُمَّ مَاتَ وَهُوَ مُبْغِضٌ لِأَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ دَخَلَ النَّارَ" (رواہ الحاکم والطبرانی)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے بنو عبد المطلب بے شک میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں مانگی ہیں پہلی یہ کہ وہ تمہارے قیام کرنے والے کو ثابت قدم رکھے اور دوسری یہ کہ وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تیسری یہ کہ وہ تمہارے جاہل کو علم عطاء کرے اور میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی مانگا ہے کہ وہ تمہیں سخاوت کرنے والا اور دوسروں کی مدد کرنے والا اور دوسروں پر رحم کرنے والا بنائے پس اگر کوئی رکن اور مقام کے درمیان دونوں پاؤں قطار میں رکھ کر کھڑا ہو جائے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور پھر (مرنے کے بعد) اللہ تعالیٰ سے ملے دراں حالیکہ وہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا ہے تو وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔

(اس حدیث کو امام حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے نیز امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

" جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُولُ: «أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ أَبْغَضَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ حَشَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَهُودِيًّا» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى قَالَ: «وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى، وَزَعَمَ

أَنَّهُ مُسْلِمٌ، أَيُّهَا النَّاسُ، احْتَجَرَ بِذَلِكَ مَنْ سَفَكَ دَمَهُ، وَأَنْ يُؤَدِّيَ الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ، مُثِّلَ لِي أُمَّتِي فِي بَطْنِ أُمِّي، فَمَرَّ بِي أَصْحَابُ الرَّايَاتِ، فَاسْتَغْفَرْتُ لِعَلِيٍّ وَشِيعَتِهِ "(رواه الطبرانی)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ ہم سے مخاطب ہوئے پس میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! جو ہمارے اہلِ بیت سے بغض رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت یہودیوں کے ساتھ اٹھائے گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگرچہ وہ نماز، روزہ کا پابند ہی کیوں نہ ہو اور اپنے آپ کو مسلمان گمان ہی کیوں نہ کرتا ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (ہاں) اگرچہ وہ روزہ دار اور نماز کا پابند ہی کیوں نہ ہو اور خود کو مسلمان تصور کرتا ہو، اے لوگو! یہ لبادہ اوڑھ کر اس نے اپنے خون کو مباح ہونے سے بچایا اور یہ کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں درآنحالیکہ وہ گھٹیا اور کمینے ہوں پس میری امت مجھے میری ماں کے پیٹ میں دکھائی گئی پس میرے پاس سے جھنڈوں والے گزرے تو میں نے علی اور اس کے مددگاروں کے لیے مغفرت طلب کی۔ (اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔)

"عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، أَنَّهُ قَالَ لَهُ: يَا مُعَاوِيَةُ بْنَ حُدَيْجٍ، إِيَّاكَ وَبُغْضَنَا، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَبْغُضُنَا وَلَا يَحْسُدُنَا أَحَدٌ إِلَّا ذِيدَ عَنِ الْحَوْضِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِسِيَاطٍ مِنْ نَارٍ» "(رواہ الطبرانی)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے معاویہ بن خدیج سے فرمایا: اے معاویہ بن خدیج! ہم (اہل بیت) کے بغض سے بچو کیونکہ بے شک حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم (اہل بیت) سے کوئی بغض نہیں رکھتا اور کوئی حسد نہیں کرتا مگر یہ کہ قیامت کے دن اسے آگ کے چابکوں سے حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا۔ (اس حدیث کو امام طرانی نے روایت کیا ہے۔)

"عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ لَمْ يَعْرِفْ حَقَّ عِتْرَتِي، وَالْأَنْصَارِ، وَالْعَرَبِ فَهُوَ لِأَحَدِ ثَلَاثٍ: إِمَّا مُنَافِقًا، وَإِمَّا لِزَنْيَةٍ، وَإِمَّا لِغَيْرِ أَيِّ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ عَلَى غَيْرِ طُهُورٍ" (رواہ البیہقی والدیلمی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص میرے اہلِ بیت اور انصار اور عرب کا حق نہیں پہچانتا تو اس میں تین چیزوں میں سے ایک پائی جاتی ہے یا تو وہ منافق ہے یا وہ حرامی ہے یا وہ ایسا آدمی ہے جس کی ماں بغیر طہر کے اس سے حاملہ ہوئی۔ اس حدیث کو امام بیہقی اور دیلمی نے روایت کیا ہے۔ (اس حدیث کو امام بیہقی اور امام دیلمی نے روایت کیا ہے)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی تین حرمات ہیں جو ان کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے دین و دنیا کے معاملات کی حفاظت فرماتا ہے اور جو ان تین کو ضائع کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی کسی چیز کی حفاظت نہیں فرماتا اور جو ان تین کو ضائع کر دیتا ہے۔ سو عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون سی تین حرمات ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی حرمت، میری حرمت اور میرے نسب کی حرمت۔ (اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے)

"عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ مِنْ بَعْدِيْ" (رواہ الحاکم وابو یعلیٰ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین وہ ہے جو میرے بعد میرے اہلِ بیت کے لیے بہترین ہے۔ (اس حدیث کو امام حاکم اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔)

قارئینِ محترم! قرآن وحدیث کی روشنی میں طے ہو چکا ہے کہ خاندانِ نبوت بالخصوص والدینِ کریمینِ مصطفےٰ ﷺ کی عداوت انسان کو ملعون بنا دیتی ہے۔ خصوصاً والدینِ

کریمینِ مصطفےٰ ﷺ کو کفر کی گالی دینا بدترین کفر ہے ایسے ملعون لوگ اپنی کمینی فطرت میں خنزیر سے بھی بدتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے ملعون بدبختوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

باقیات صالحات اور والدینِ مصطفیٰ ﷺ

قارئینِ محترم! باقیات صالحات سے مراد انسان دنیاوی زندگی میں جو بھلائیاں اور نیکیاں کرتا رہتا ہے وہ زندگی گزرنے کے بعد بھی بطوریادگار قائم رہتی ہیں حدیث شریف بھی اس کو بیان کرتی ہے رسالت پناہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "کُلُّ عَمَلٍ یَنْقَطِعُ اِلَّا ثَلَاثٌ" انسان کے مرنے کے بعد اس کی زندگی کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین کام انسان کی زندگی کے بعد بھی جاری اور ساری رہتے ہیں۔ جس سے انسان کو برزخی زندگی میں بھی نفع ملتا رہتا ہے۔ ینقطع بہ کے الفاظ صریح نص ہیں۔

نمبرا۔ "صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ" صدقہ جاریہ

نمبر۲۔ "اَوْعِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِہٖ" ایسا علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچے

نمبر۳۔ "اَوْوَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَہٗ" نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔

اب آیئے قرآن کریم نے ان کو یوں بیان فرمایا ہے

"وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾" (الکھف:۴۶)

اور باقیات صالحات یعنی پیچھے رہ جانے والی بھلائیاں اور نیکیاں ثواب کے اعتبار سے اے حبیب تیرے رب کے حضور بہت بہتر مقام رکھتی ہیں اور رحمتِ الٰہی کی امید کے اعتبار سے بھی بہت بڑا ذخیرہ عظمت رہیں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾" (مریم)

اور باقیات صالحات یعنی باقی رہنے والی نیک باتوں کا معاملہ تیرے رب کے ہاں سب سے بہتر ثواب (عطائے رحمت) کے اعتبار سے اور سب سے اچھے اور اعلیٰ انجام کے حوالے سے خدا

تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے موجود ہے۔

اب درج بالا آیاتِ بینات کے مفہوم میں غور فرمائیں اور بیان کردہ حدیث کے معنی میں غور فرمائیں اور ولدِ صالح کے جملے میں ہزارہا بار غور فرمائیں عظمت وجاہتِ والدین مصطفیٰ ﷺ کا اندازہ خود بخود ہو جائے گا جس والدینِ کریمینِ مصطفےٰ ﷺ کی باقیات صالحات میں امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں ان کے لیے ذخیرۂ عظمت کا کیا مقام ہو گا جن کا پیکر معیار صالحیت ہے، جن کی سیرت حسن صالحیت ہے، جن کی صورت آئینہ حسن ربوبیت ہے، جن کے اخلاق معیار حسن زندگی اور کمالِ زندگی ہیں، جن کے نفسِ محترم نے ہر نیکی کی کامل بناڈالی، ہر نیکی کی قبولیت کے لیے حوالہ سند بنے، مہبط انوارِ ربانی بنے اور اعتنائے ربانی انعاماتِ الٰہیہ کے مرکز محبت بنے وہ جب اثاثہ باقیاتِ صالحات ہوں تو ان کے والدین کریمین کے لیے بارگاہِ قدس میں کیا مرتبہ ہو گا "اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ" انھیں ہی کی شان میں اتارا جائے گا۔ "كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ" انھیں کے مرتبہ عظمت میں زبان رسالت نے بیان فرمائے اور انھیں کے لیے ہی "رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ" قرآن میں اُترے گی تا قیامت ہر نمازی کے وردِ زبان رہے گی۔ "وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى" انھیں کی عظمتوں کی نقیب ہو گی اُنھیں کے ذوقِ محبت میں وجودِ نبوت بے قرار رہے گا اور انھیں کے اعزاز میں نبوی نماز قربان کرنے کے لیے زبان نبوت کھلے لفظ میں ارشاد کرے گی "لَوْ تُنَادِيَانِ لَاَجَبْتُهُمَا لَبَّيْكَ يَا اُمِّيْ لَبَّيْكَ يَا اَبِيْ" انھیں کی تکریم کی خاطر قدسی ان کے کاشانۂ اقدس کا طواف کریں گے واہ سبحان اللہ کیا شان ہے میرے کریم آقا کے والدینِ کریمین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی رہا یہ سوال کہ باقیات صالحات کی علمی تفسیر میں کلمات تسبیحات منقول ہیں ہاں ہاں ایسا ہی ہے مگر یہ کلمات طیبات ذاتِ مصطفیٰ کے تفسیر بننے میں ہرگز علمی مانع نہیں ہو سکتے جب کہ حدیث صحیح بھی بیان کر رہی ہے "وَلَدٍ صَالِحٍ" بھی باقیات صالحات ہی ہے۔

پہلی ذکر کردہ آیت سورۂ کہف کے حوالے سے ہے اس کے آغاز میں " اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا " کے الفاظ ہیں یہ سیاقِ کلام ہے جس میں مال اور بیٹے محض دنیاوی زینت قرار دیے گئے ہیں اصل زندگی آخرت کی عظمت ہے ہاں اس میں کوئی شک نہیں ایسا ہی ہے مگر جن کو محمد کریم ﷺ جیسا بے مثال بیٹا مل جائے ان کے دونوں جہاں مزین ہو جاتے ہیں کیا ہی خوب زینت ہے والدینِ کریمینِ مصطفےٰ ﷺ کی دنیا میں جتنا ان کا وجود مزین ہے کسی کا نہیں جتنا ان کا نام روشن ہے اتنا کسی کا نہیں کیا دیکھتے نہیں کہ جب ان کی نسبت بطور والدین امام الانبیاء حضور رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہوتی ہے تو بولیے جناب دنیا میں ان کا مرتبہ زینت کہاں پہنچتا ہے اور ایسے ہی آخرت میں جب انھیں والدین مصطفیٰ کریم ﷺ ہونے کی بنسبت مقام محمود کے دائیں جانب نور کے منبر بچھا کر دیے جائیں گے تو ان کی عظمتوں کا مقام کیا ہو گا۔ اللہ اکبر۔ "اَصْحَابُ الْیَمِیْنِ مَا اَصْحَابُ الْیَمِیْنِ" کی تفسیر مکمل ہو رہی ہو گی "فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنْ اَصْحَابِ الْیَمِیْنِ" کا سرور ہی کچھ اور ہو گا۔

بیان کردہ دوسری آیت کے شروع میں یہ الفاظ ہیں "وَیَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًی" اللہ تعالیٰ نے نورِ ہدایت سے اُن پاکیزہ فطرت نفوسِ قُدسیہ کو بھر دیا کیونکہ وہ ابتدا ہی سے ہدایت یافتہ تھے اور جو انھوں نے بقیہ چھوڑا ورثہ چھوڑا صورتِ محمد ﷺ میں نجانے ملاں ازم کس کفر کو ان نفوسِ قُدسیہ میں تلاش کر رہے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

دوستانِ محترم! حق تو یہ تھا کہ امت ان نفوسِ قُدسیہ کے مقدس ناموں کی تسبیح کرتی ان کی عظمتوں کے ترانے گاتی مگر ہائے افسوس! کس خبیث فکر پر یقین کرنے لگی ہے اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس کا کلمہ پڑھتے ہیں، اسی کے والدین کریمین طیبین طاہرین کو کفر کی غلیظ گالی دیتے ہیں۔ شاید اسی لیے تاجدار بریلی کی روح تڑپ اٹھی اور برملا کہہ سنایا۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی

نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

کم از کم کلمہ پڑھنے کے احسان کو تو یاد رکھتے میری اہلِ درد اور اہلِ محبت و ایمان سے صرف اتنی گزارش ہے کہ میں تمہیں حرمتِ رسول کا واسطہ اور محبتِ رسول ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں اگر آپ اور کچھ بھی نہ کر پائیں تو کم از کم ان ملعون ملاؤں سے نفرت ہی کر جائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ان خونی درندوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی العظیم۔

"اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ" کے ساتھ ایک عظیم جملہ حدیث ہے وہ "یَدْعُوْلَہٗ" یعنی وہ ولد صالح ان کی مغفرت کی دعا کرتا رہے واہ کیا شان ہے میرے کریم آقا کے والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ کی جن کے لیے امام الانبیاء محبوب خدا ﷺ دعا گو ہوں اور یہ دعا دو چار مرتبہ کی نہ ہو بلکہ پوری امت مانگنے کی پابند بنائی جائے تو بتایئے ان نفوسِ رحمت و عظمت کا مقام مغفرت کیا ہو گا۔

یہاں ایک علمی اور روحانی نکتہ عرض کیے دیتا ہوں۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کائنات میں جس نے کسی نیکی کی بنا ڈالی جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے جتنا اجرو ثواب ان عمل کرنے والوں کو ملے گا اسی تناسب سے ثواب اُس بنا ڈالنے والے کو ہو گا جب کہ کسی کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہو گی اب اس اصول کو سامنے رکھیں اور صاحب اُسوہ حسنہ ﷺ کی بیان کردہ حسنات کے اعداد کے سمندر میں اُتر جائیں قیامت تک نیکوکاروں کو شمار کریں پھر اندازہ لگائیں کہ بارگاہِ نبوت میں کتنا ثواب موجود ہو گا اس تصور کو سامنے رکھ کر دعائے مغفرت برائے والدین مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام "رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ" کی بابت غور فرمائیں جب سے آپ نے اسے اپنی نماز کا حصہ بنایا اور ہر نمازی کو پابند فرمایا ہے قیامِ قیامت تک کتنے خوش نصیب اس بنائے عظمت پر عامل رہے ہیں رہیں گے جب بھی اس بابت ان کی زبانیں کھلیں گی اس تصور مغفرت اور نورِ مغفرت کے مخاطب اول میرے کریم آقا کے پیارے والدَین کرِیمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، مُعطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام ہی ہوں گے جن نفوسِ رحمت کا پیکر رحمت اتنی مغفرتوں کا جامع ہو وہ یقیناً اپنی طبع

رحمت میں مغفرت کا عین بن چکے ہوں گے کیونکہ باقیات صالحات کا اصل مصداق ہیں۔
الحمدللہ کثیر اواللہ اکبر کبیراً

قارئینِ محترم! آخر میں ایک حدیث مبارکہ حاضرِ خدمت ہے

"مَا مِنْ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَخْلُفُ مِنْ بَعْدِہٖ ذُرِّیَّۃً یَّعْبُدُوْنَ اللہ تَعَالیٰ اِلَّا جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِثْلُ اُجُوْرِھِمْ مَا عَبَدَ اللہ مِنْھُمْ عَبْدٌ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ" (کتب حدیث عامہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اسلام میں زندگی بیتانے والے کسی مسلمان شخص نے اپنے پیچھے ایسی نیک اولاد چھوڑی جو اللہ تعالیٰ کی عبادت گزار ہو اور جتنا ثواب اس عبادت گزار اولاد کو ملے گا اتنا ہی ثواب قیامت تک اُس عبادت گزار کے ماں باپ کو ملتا رہے گا۔

قارئینِ محترم! اس حدیث کو آئینہ بنا کر ذرا دیکھو تو سہی والدینِ کریمینِ مصطفےٰ ﷺ کے اجر و ثواب کی عظمت کو جن کے پیچھے سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ﷺ جیسے لختِ جگر ہوں جن کی عبادت گزاری پر خلائے کائنات کی وسعتیں بھی ثواب کو سمیٹنے سے عاجز ہوں تو بتایئے اس تناسب میں ثواب مسلسل تا قیامِ قیامت محسنِ عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام اور محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کے حضورِ عظمت میں جب پیش کیا جاتا ہو تو بولیے اُس وقت ان نفوسِ قُدسیہ کے ذخیرۂ آخرت کا کیا عالم ہو گا اور اس ثواب پر مرتب ہونے والے نتائج کی عظمت کا کیا عالم ہو گا "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا"

اس ضمن میں آپ سے امتِ مسلمہ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ ان نفوسِ قُدسیہ کے ایمان کے جوڑ توڑ میں نہ اُتریں بلکہ آپ ان نفوسِ قُدسیہ کی عظمتوں پر یقین کر کے ان کے حضورِ عظمت میں صلاۃ و سلام اور درود و سلام کے ہدیے عمر بھر پیش کرتے رہیں کیونکہ ان نفوسِ قُدسیہ پر اللہ تعالیٰ بھی درود پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ بھی درود پڑھتے ہیں اور تمام فرشتے بھی درود پڑھتے ہیں اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان

اجمعین بھی درود پڑھتے ہیں تمام تابعین بھی درود پڑھتے ہیں اور تمام امت مسلمہ قیامت تک درود پڑھتی رہے گی۔ بلکہ اس ضمن میں ایک حدیث پیشِ خدمت ہے۔

"عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ صَلّٰی صَلَاۃً لَمْ یُصَلِّ فِیْھَا عَلَیَّ وَ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِیْ لَمْ تُقْبَلْ مِنْہُ وَقَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ لَوْ صَلَّیْتُ صَلَاۃً لَا اُصَلِّیْ فِیْھَا عَلٰی مُحَمَّدٍ مَا رَاَیْتُ اَنَّ صَلَاتِیْ تَتِمُّ" (رواہ الدار قطنی والبیہقی)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے نماز پڑھی اور اس میں مجھ پر اور میرے اہلِ بیت پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں نماز پڑھوں اور اس میں حضور نبی کریم ﷺ پر درود پاک نہ پڑھوں تو میں نہیں سمجھتا کہ میری نماز کامل ہوگی۔ (اسے امام دار قطنی اور بیہقی نے روایت کیا ہے)۔

آخر میں یہی گزارش ہے کہ ان نفوسِ قُدسیہ کی بابت بحث مباحثہ چھوڑیں ان کا مرتبہ اور مقام ہماری بحثوں سے بلند و بالا ہے جب خدا خدا ہو کر ان نفوسِ قُدسیہ کا حیاء کرتا ہے تو ہمیں بھی ان نفوسِ قُدسیہ کا حیاء کرنا چاہیے اس ضمن میں مسکین ایک حوالہ حیاء پیش کرتا ہے۔ امام العاشقین سید المفسرین حجۃ المحدثین حافظ عبدالرحمٰن المعروف جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی خصائص میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"اخرج الطبرانی عن ابی امامۃ الباھلیّ قَالَ سَمِعت رسول الله ﷺ یقول لما بلغ ولد معد بن عدنان اربعین رجلا وَقعوا فی عسکر مُوسی فانتبھوہ فَدَعَا علیھم مُوسٰی فأوحی الله الیه لا تدع علیھم فان منھم النبی الامی النذیر البشیر و مِنھُم الامۃ المرحومۃ امۃ محمد الذین یرضون من الله بالیسیر من الرزق و یرضی الله منھم بالقلیل من العمل فیدخلھم الجنۃ بقول لا اله الا الله نبیھم محمد بن عبدالله بن عبد المطلب المتواضع فی ھیئته المجتمع له اللب فی سکوته ینطق

بالحکمة ویستعمل الحلم

اخرجته من خیر جیل من امة قُریش ثم اخرجته صفوة من قریش فهو خیر من خیرالی خیر هُوَوا متہ الی خیریصیرون۔ باب ذکر فی التوراۃ والانجیل و سائر کتب اللہ المنزلة"

ترجمہ و مفہوم: امام طبرانی نے ابی امامہ الباہلی سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جہاد میں نکلے اور فتوحات فرماتے گئے اور بستیوں کی بستیوں کو فتح فرماتے گئے تو ایک مقام پر پہنچے جہاں حضرت معد بن عدنان علیہم السلام تشریف فرما تھے اپنے چالیس غلاموں کے ساتھ عجیب اتفاق کہ ان کا ٹکراؤ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لشکر کے ساتھ ہو گیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لشکر ان کو فتح نہ کر پایا اور کئی دن تک مڈھ بھیڑ رہی مگر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کامیابی سے ہمکنار نہ ہو پائے اور دل برداشتہ ہو کر نبوت کے ہاتھ اُٹھا دیے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں حضرت معد بن عدنان اور ان کے ساتھیوں کے خلاف دعاء کرنے لگے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی فرمائی اور فرمایا اے موسیٰ خبردار! ان نفوسِ قدسیہ کے خلاف بددعا نہ کرو کیونکہ ان نفوسِ قُدسیہ کی پشتِ عظمت سے میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تشریف لانا ہے اور میرا محبوب ﷺ علم و حکمت کی اصل بن کر تشریف لائے گا، بشیر و نذیر بن کر تشریف لائے گا اور اس محبوب ﷺ کی اُمت مرحومہ ہو گی (یعنی ان پر رحم کیا جا چکا ہو گا) اور اُن کی شان یہ ہو گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تھوڑے رزق پر راضی ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تھوڑی عبادت پر راضی ہو جائے گا اور ان کے تھوڑے عمل پر بہت زیادہ اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور پھر اللہ اُن کو صرف اس بات پر بخش دے گا کہ انھوں نے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہا ہے اور اُس امت مرحومہ کے نبی کا نام نامی اسم گرامی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (صلوٰۃ اللہ علیہم) ہو گا

اور ان کی شان یہ ہو گی کہ وہ اپنی عظیم صورت مبارک میں اور پیکر عصمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضورِ عظمت میں انتہائی عجز و انکسار کرنے والے ہوں گے یعنی التواضع ان کی شان ہو گی۔

اور جب وہ خاموشی کا اظہار فرمائیں گے تو عقل و شعور، فہم و فراست اور علم و حکمت کا نور ان کا طواف کرے گا اور ان عظمتوں کے وہ جامع ہوں گے۔ اس لیے ان کی شان المجتمع ہو گی (عظمتوں کے جامع) اور جب وہ گفتگو کریں گے تو حکمت و دانائی کے موتی بیان فرمائیں گے اور وہ دانش کے تاجدار ہوں گے بردباری صبر و تحمل اُن کی فطرت ہو گا۔

قارئینِ محترم! دیکھئے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ اور ان کے خاندانِ نبوت کا کتنا حیا کرتا ہے جب خدا خدا ہو کر ان عظیم ترین اور نفیس ترین نفوسِ قُدسیہ کا حیاء کرتا ہے تو امت ان کریموں کی حیاء کرنے سے کیوں شرماتی ہے۔ حد یہ ہے کہ خود رسالت پناہِ عالم ﷺ اپنے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، معطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تکریم اور حیاء میں اس قدر آگے چلے گئے کہ اُن کے بلاوے پر اپنی نبوت والی نماز بھی قربان کر ڈالی اس سلسلے میں ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

"عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَوْ أَدْرَكْتُ وَالِدَيَّ أَوْ أَحَدَهُمَا وَأَنَا فِي صَلَاةِ الْعِشَاءِ، وَقَدْ قَرَأْتُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ تُنَادِي: يَا مُحَمَّدُ، لَأَجَبْتُهَا: لَبَّيْكَ"

ترجمہ: طلق بن علی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میں اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کو پاتا اور میں نمازِ عشاء میں سورۃ فاتحہ پڑھ چکا ہوتا تو اس حالت میں میری والدہ محترمہ مجھے آواز دیتیں کہ اے محمد ﷺ تو میں انھیں نماز چھوڑ کر جواب دیتا کہ میں حاضر ہوں۔ (الحاوی للفتاویٰ جلد اول صفحہ ۲۳۳؛ شعب الایمان جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۴)

رَدُّ القاری علی القاری

قارئینِ محترم!

یہ باب اپنی نوعیت کے اعتبار سے بڑا احساس ہے دراصل یہ جواب ہے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الادلۃ کا جس کو انھوں نے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ سے منسوب کتاب فقہ اکبر کی تائید میں لکھا ہے اور فقہ اکبر کا وہ جملہ "مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ" کی تائید میں تقریباً پونے دو سو صفحات کو کالا کیا ہے جس میں انھوں نے مذکورہ جملے کی وضاحت میں ایک سیاہ باب قائم کیا ہے جس سے اُمت مسلمہ کے لوگ حد سے زیادہ پریشان ہوئے اور کچھ لوگوں نے ان کی اس فرسودہ خیالی کو قبول کر کے اپنے دونوں جہانوں کو برباد کیا۔

تاہم اب بھی امت کے کچھ بدبخت لوگ اس عقیدے پر جمے ہوئے ہیں اور والدین حضور ﷺ کو کفر کی گالی دینا اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ اور اپنی اس ملعون فکر کی قوت میں بطورِ دلیل ملا علی قاری علیہ الرحمہ کے اس رسالہ کا حوالہ دیتے ہیں اور اہل سنت کے قلب و روح کو زخمی کرتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے کچھ اکابر نے ملا علی قاری کی طرف سے اس رسالے کی جہت سے توبہ اور رجوع نقل کیا ہے۔ جس کو حاشیہ نبراس والوں نے یوں نقل کیا ہے

"عَلِی بْنُ سُلطانِ القاری فَقَدْ اَخطأَ وَ ذَلَّ لَا یَلِیقُ ذَالِكَ لَهُ وَ نُقِلَ تَوْبَتُهُ عَنْ ذَالِكَ فِی الْقَوْلِ الْمُسْتَحْسَنِ"

ترجمہ: یعنی ملا علی قاری نے غلطی کی اور ذلت اٹھائی ایسا کرنا ان کو لائق نہیں تھا۔ بہر حال مستحسن قول کے مطابق ان کی توبہ اور رجوع منقول ہے۔ تاہم غور طلب بات یہ ہے کہ اگر یہ رجوع واقعی ثابت ہے تو میرے مخاطب ملا علی قاری علیہ الرحمہ نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو رجوع کے بعد بھی اس رسالے کا غلط استعمال کرتے ہیں کیونکہ آج بھی دنیا کے اندر کچھ لوگ ایسے ہیں جو سرکارِ دوعالم ﷺ کے والدین کریمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کفر کی گالی دینے سے نہیں ہچکچاتے۔

تو اس صورت میں میرا ایمانی فرض ہے کہ میں ایسے کمینہ سرشت لوگوں کا علمی تعاقب کروں تاکہ قیامت تک اُمت مسلمہ ایسے شریر درندوں کے شر سے محفوظ ہو جائے۔ بنا بریں میں نے یہ ضروری سمجھا کہ مسکین اس باب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور رحمت دوعالم ﷺ کی نگاہِ رحمت کی برکت سے اور محسن عالمین مخدوم کائنات ابو محمد عبد اللہ بن عبد المطلب علیہم الصلوٰۃ والسلام اور محسنۂ عالمین، مخدومہ کائنات، کریمہ، طیبہ، طاہرہ، اُمِّ محمد ﷺ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کی نگاہِ شفقت کے فیض سے اس علمی غنڈہ گردی کا بھرپور جواب دوں اور مُسکِت جواب دوں تاکہ امت اس ملعون نظریے کی نحوست سے نجات حاصل کرے اور سید عالم ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین،

مُعظّمِین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی عظمت سے سرشار ہوں اور اگر بالفرض والمحال شیخ ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا رجوع ثابت نہیں تو وہ اس مسئلے میں میرے فریق ہیں رہا اُن کا علمی مقام تو وہ کتنا ہی بلند و بالا ہو دلائل کی قوت اُن کے علمی مقام سے بلند ہے رہی اُن کی بزرگی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے والدینِ کریمین مصطفےٰ ﷺ کی بزرگی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی کیونکہ جس کو حرمِ نبوت کا حیاء نہیں اُس کا کوئی حیاء نہیں اور نہ ہی اس کا حیاء کرنا چاہیے۔

اس ضمن میں اُن کی پوری کتاب کا باقاعدہ جواب تو ایک مفصل کتاب کی صورت میں دیا جائے گا تاہم یہاں ایک عبوری خاکہ پیش کیا جائے گا جس میں جزوی طور پر ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا جزوی اور جامع جائزہ پیش کیا جائے گا جو صرف قرآن وسنت پر مشتمل ہو گا۔ اس میں کسی مذہب یا مسلک کا کوئی ذوق نہیں گھسوڑا جائے گا بات صرف تحقیق اور دلائل کی روشنی میں کی جائے گی۔

نوٹ:

پہلے ہم ملا علی قاری علیہ الرحمہ کے رسالے کا اقتباس پیش کریں گے جو من وعن انہی کے رسم الخط میں ہو گا اور اُس رسالے کا اصل متن ہو گا اور ہماری طرف سے جواب میں قرآن مجید اور احادیث کی اصل عبارات ہوں گی اور ان کی وضاحت ہو گی۔ آیئے ہم اس بحث کا علمی آغاز کرتے ہیں۔

"اَدِلَّۃ مُعْتَقَد اَبِی حَنِیفَۃَ الاعظم فی ابوی الرسول علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمم بالخیر

المقدمۃ"

"الحمد للہ الذی خص من شاءَ من عبادہ فی عالم القَضَاء بالایمان و ھداہ بجودہ

الی معرفة نور وجوده و ظهور شُهُوده فی مقَام العرفان و مرام الاحسان والصلاة والسلام الاتمان الاکملان علی سیدنا و سندنا محمد من اولاد عدنان و آله الکرام و اصحابه الفخام الی یوم القیام و علی اتباعه خُلاصَة اهل الادیان۔

اما بعد

فَیَقُوْل اَحقَر عباد الله الباری عَلیُ بن سُلطان مُحَمَّد القاری عبارة الامام ابی حنیفة والتعلیق علیها

قَد قَالَ الامام الاعظم والهمام الاقدم فی کتابه المعتبر المعبر بالفقه الاکبر ما نصه

ووالدا رسول الله ﷺ ماتا علی الکفر

فقال شَارِحه

هذا رد علی من قَالَ بِان والدی رَسُول الله ﷺ مَاتَا علی الایمان وعلی من قَالَ مَاتَا علی الکفر ثم رسول الله ﷺ دَعَا الله لَهما فاحیاهما الله و اسلما ثم ماتا علی الایمان

فاقول و بحوله اصُول ان هذا الکلام من حضرة الامام لا یتصوَّر فی هذا المقام لتحصیل المرام الا ان یکون قطعیّ الدارية لا ظَنِّی الرِّوَایَةِ لِاَنَّه فی باب الاعتقاد لا یعمل بالظنیات ولا یکتفی بالاحاد من المَعْلُوم بالنهی۔

وَقد اخرج وکیع و سُفیان بن عیینة و عبد الرزاق و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر عن محمد بن کعب القرظی رضی الله عنه قال قَالَ رسوال الله ﷺ لَیت شعری ما فعل ابوای فترلت اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لَا تسأل عَنْ اَصْحَابِ الْجَحِیْم۔

فما ذکرھما حتی توفاہ اللہ تعالیٰ

وفیه دلیل واضح علی المدعی وتنبیه نبیه علی ان ھذا حکم لم ینسخ بالاحیاء کما

لایخفی

قَالَ العلامة السیوطی ھذا مرسل ضعیف الاسناد قلت المعضل عندنا حجة

وضعفه یتقوی بالتعدد ولا سیما وقد تعلق به اجتھاد المجتھد فدل علی صحته

ولوحدیث ضعف بالنسبة الینا فی روایھت ویکتفی بمثل ذلك فی اسباب النزول

کماھومعقول عند ارباب النقول

واخرج ابن المنذر عن الاعرج انه قرأ ولا تسأل عن اصحاب الجحیم ای انت یا

محمد کما فی الدر المنثور

فی تفسیرالعمادبن کثیر

قَالَ عبدالرزاق انبا الثوری عن موسیٰ بن عبیدة عن محمد بن کعب القرظی رضی

اللہ عنه قال قَالَ رسول اللہ ﷺ لَیْت شعری ما فعل ابوای لیت شعری ما

فعل ابوای ثلاث مرات فنزل اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بشیر ونذیرا فما ذکرھما حتی

توفاہ اللہ عزوجل وھذا یؤیّد ماقدمناہ فتدبروتأمل

وروَاہ ابن جریرعن ابی کعب عن وکیع عن موسی بن عبیدة"

ترجمہ ومفہوم: قارئینِ محترم! اس اقتباس کے اندر ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے خطبہ بیان کیا ہے اور بعد ازاں اُنھوں نے غرض کتاب کو بیان کیا ہے در اصل یہ کتاب امام العاشقین جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا رد ہے جس میں انھوں نے حضور سید عالم ﷺ کے پیارے والدَین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّہین، مُعطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ایمان کا دلائل کے ساتھ ثبوت پیش کیا ہے اس پر ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے ان کا رد کر کے اُن کے کفر میں کتاب لکھی ہے معاذ اللہ اور اس ساری کتاب کا محور تین دلائل ہیں۔

اب ہم ان تینوں دلائل کا الگ الگ تجزیہ کریں گے اور خدا تعالیٰ سے احقاقِ حق کی توفیق مانگیں گے۔

پہلی دلیل: حضرت محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کاش مجھے میرے ماں باپ کے بارے میں پتہ چل جائے کہ میرے ماں باپ کا انجام کیا ہے یعنی اُن کی برزخی زندگی کیسے گزر رہی ہوگی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

"وَّلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِيۡمِ" اے حبیب آپ فکر مند نہ ہوں آپ سے جہنمیوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

قارئینِ محترم! مذکورہ حدیث کو مذکورہ آیت کریمہ کا شان نزول بنا کر ان سے والدینِ کریمین مصطفیٰ ﷺ کے کفر کا قول کیا جاتا ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ مسکین نے اس دلیل کا علمی جائزہ قرآنی آیات اور احادیث طیبات کی روشنی میں لیا ہے۔

تو مجھے یہ دلیل دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ نظر آیا اور رسولِ خدا ﷺ پر اور ذاتِ حق جل و علا رب العزت پر بہت بڑا بہتان نظر آیا۔ خدا اور رسول ﷺ ایسی بیہودہ دلیلوں سے بری ہیں۔ یہ بنو اُمیہ کے بعض غنڈوں اور یہود بے بہبود کا ملعون پروپیگنڈہ ہے اور باطنی خباثت ہے اور بیہودہ الزام ہے۔ اس پر پوری تفصیلات تو مسکین اگلی کتاب میں بیان کرے گا۔ تاہم مسکین یہاں اس بیہودہ دلیل کا انتہائی مختصر علمی جائزہ اور تجزیہ پیش کرتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب بعون الوہاب

نمبر (۱) سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی معتبر ذخیرۂ حدیث میں کہیں بھی اس حدیث کا ذکر نہیں ملتا۔ گویا اس اعتبار سے محدثین کے ہاں کہیں بطور حدیث وجود ہی نہیں یہ محض سفاکوں کی شرارت ہے۔

نمبر (۲) اس روایت کا مذکورہ آیتِ کریمہ کے ساتھ نہ ربط ہے اور نہ ہی کوئی تعلق ہے بلکہ

خود قرآنی آیات اپنے سیاق وسباق کے منظر نامے میں اس روایت کو جھٹلا رہی ہیں۔

اہل علم ذرا باریک بینی سے آیات بینات کا اس مقام سے مطالعہ کریں یہ آیات اپنے سیاق و سباق کے کلام کے حوالے سے یہودی کفار کی مذمت میں نازل ہوئیں اس کا والدین مصطفیٰ ﷺ سے کسی جہت کا کوئی تعلق نہیں۔

مسکین اس کی تفصیلات بعد میں بیان کرے گا۔ پہلے ذرا اس مذموم روایت کی حقیقت کو بیان کرنا چاہتا ہے۔ آپ ملا علی قاری کی بیان کردہ روایت کے الفاظ پر غور کیجیے "لَیْتَ شَعْرِیْ مَا فُعِلَ بِاَبَوَایَ" ترجمہ مجھے کیا معلوم کہ میرے ماں باپ کا حشر کیا ہو رہا ہے؟ اس روایت کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ پورے قرآن پاک کی مخالف ہے اور قرآن مجید کو جھٹلاتی ہے۔ حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ حدیث قرآن مجید کو کھولتی ہے اور جو حدیث قرآن مجید کو جھٹلائے وہ حدیث نہیں بکواس ہوا کرتی ہے۔ اس روایت نے علم نبوت کا صراحتاً انکار بتایا ہے جب کہ قرآن مجید علمِ نبوت کا سب سے بڑا حامی ہے اور سب سے بڑی دلیل ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ قرآن بذاتِ خود پوری کائنات کے علوم کا مخزن ہے وہ علوم خواہ عالمِ شہادت کی حقیقتوں کو کھولنے والے ہوں یا عالم غیب کے اسرار بیان کرنے والے ہوں تمام علوم اور حقیقتوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات نے سمیٹ کر قرآن میں رکھا ہے اور قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے سینۂ اقدس میں رکھ دیا ہے۔

قرآن کریم اس حقیقت کو یوں بیان فرماتا ہے "وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ" ہر چھوٹی سے چھوٹی حقیقت اور بڑی سے بڑی عظمت کو ہم نے قرآن میں رکھ دیا ہے۔ اے محبوب ﷺ ہم نے وہ چیز پیدا ہی نہیں کی جو قرآن میں نہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

پھر ارشاد فرمایا

"وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۝"

اے میرے حبیب ﷺ ہم نے غیب کے تمام خزانوں کو سمیٹا اور اس عظیم کتاب قرآن

مجید میں رکھ دیا یہاں نکرہ تحت نفی ہے تو اس بنا پر یہ مفید عموم ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ ہر فردِ غیب، ہر عظمت غیب، ہر خزانۂ غیب کو سمیٹ کر ہم نے اس قرآن میں رکھا اور "وَ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِكَ" اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کائنات شہادت اور کائناتِ غیب کے سارے خزانوں کو اور سارے علوم اور حکمتوں کو سمیٹ کر ہم نے قرآن کریم میں رکھا اور قرآن کریم کو سمیٹ کو ہم نے آپ کے سینہ عظمت میں رکھا۔

اب ملا علی قاری کی بیان کردہ روایت کو سامنے رکھو تو یہ روایت کتنی گھٹیا لگتی ہے قرآن کریم کی آیات کہتی ہیں کہ کائنات کی کوئی حقیقت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں اور ملا علی قاری کی بیان کردہ بیہودہ روایت کہتی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماں باپ کے برزخی حالات کا علم ہی نہیں۔

دوستانِ من! اب اپنے ضمیر سے پوچھیے اور انصاف کیجیے کہ قرآن مجید سچا ہے یا ملا علی قاری کی گھڑی ہوئی روایت تو یقیناً آپ کے ضمیر کی آواز یہی ہو گی کہ قرآن مجید بہر حال سچا ہے اور ملا علی قاری اپنے اس موقف میں صراحتاً جھوٹے ہیں۔

حیرت اس بات پر ہے کہ رسول دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر اہلِ قبور کے حالات کا علم ہے کہ انھیں عذاب دیا جا رہا ہے اور یہ بھی علم ہے کہ کس وجہ سے دیا جا رہا ہے اور اُس عذاب کو دور کرنے کے لیے یہ بھی علم ہے کہ کس چیز سے انکا عذاب دور ہو گا نعوذ باللہ اگر علم نہیں تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماں باپ کے حالات قبور کا علم نہیں یہ کتنی شرمناک علمی خیانت ہے۔ آیئے اس ضمن میں فقیر ایک صحیح حدیث پیش کرتا ہے جس کو درجنوں محدثین نے بیان کیا ہے یہاں صرف صحیح مسلم کا حوالہ پیش خدمت ہے۔

"وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، وَأَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، - قَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ - حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ: «أَمَا إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ» ، قَالَ فَدَعَا بِعَسِيبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِاثْنَيْنِ ثُمَّ غَرَسَ عَلَى هَذَا وَاحِدًا وَعَلَى هَذَا وَاحِدًا ثُمَّ قَالَ: «لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا" (حدیث نمبر 575 صحیح مسلم کتاب الطھارۃ)

ترجمہ و مفہوم: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر دو قبروں کے قریب سے ہوا تو آپ ﷺ نے اپنی نبوی نگاہوں سے دیکھا کہ ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے فرمایا ان دونوں کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا جس سے بچنا دشوار ہو۔ ان میں ایک شخص کو اس لیے عذاب ہو رہا ہے کہ یہ چغلی کیا کرتا تھا اور دوسرا آدمی پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔

اس پر آپ ﷺ نے ایک درخت کی سبز شاخ منگوائی اور اُس شاخ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ ایک قبر پر گاڑ دیا اور دوسرا حصہ دوسری قبر پر گاڑ دیا۔ پھر فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی تب تک ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

سید عالم ﷺ کا یہ عمل صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اتنا پسند آیا کہ انھوں نے اپنے ورثا کو وصیت کر دی کہ جب ہم وصال فرما جائیں تو ہماری قبور پر سبز شاخیں گاڑی جائیں۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح بخاری میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی بابت یوں روایت کیا ہے۔

"وَأَوْصَى بُرَيْدَةُ الْأَسْلَمِيُّ: أَنْ يُجْعَلَ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَانِ "حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت فرمائی کہ میرے وصال فرما جانے کے بعد میری قبر پر دو شاخیں گاڑی جائیں۔ واہ سبحان اللہ۔

قارئینِ محترم! اب اس صحیح ترین روایت کے مفہوم کو پھر ذہن میں رکھیں۔ اس روایت میں صحیح اور واضح تربات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبر والوں کے حالات سے واقف ہیں

اور اُن کے عذاب کی وجہ سے بھی واقف ہیں اور عذاب کی تخفیف کا بھی حل فرما دیا ہے

حیرت اس بات پر ہے کہ رسالت پناہ عالم ﷺ عام قبر والوں کے برزخی حالات سے واقف ہوں اور عذاب کی نوعیت سے بھی واقف ہوں اور عذاب کی تخفیف کا بھی سامان مہیا فرمائیں مگر وہ اپنے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّھین، معطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام کے برزخی حالات سے واقف نہ ہوں کہ برزخ میں اُن کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور یہ کہیں کہ

"لَیْتَ شِعْرِیْ مَا فُعِلَ بِاَبَوَایْ" یہ کتنا سنگین الزام ہے اور بہتان ہے مرتبہ نبوت پر۔

اسی عنوان کی تائید میں چند اور احادیث پیشِ خدمت ہیں۔

" أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ، فَوَاللهِ لَا تَسْأَلُونِيْ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ، مَا دُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا"

آپ نے قیامت کا ذکر فرمایا پھر فرمایا کہ جس کا دل چاہے وہ کسی قسم کا سوال کر لے۔ قسم خدا کی جب تک میں اس مقام پر کھڑا ہوں مجھ سے جو بھی تم کسی چیز کے متعلق سوال کرو گے میں تمہیں خبر دوں گا۔

اسماء بنت ابی بکر سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا

"مَا مِنْ شَیْءٍ لَمْ اَرَاہُ وَقَدْ رَاَیْتُهٗ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا حَتّٰی الْجَنَّةَ وَالنَّارَ"

کوئی ایسی چیز نہیں جس کو میں نے نہیں دیکھا اُس کو میں نے اس مقام پر دیکھ لیا ہے۔ حتی کہ جنت اور دوزخ بھی، معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو علم کلی ہے۔

"قَالَ اِنَّ اللهَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ حَتّٰی رَاَیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا"

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو اکٹھا کیا ہوا ہے میں نے اس کے تمام مشرقوں کو اور مغربوں کو دیکھ لیا ہے۔

"عَنْ أَبِیْ زَیْدٍ قَالَ: «صَلَّی بِنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ، وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ

فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ، فَنَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَخَطَبَنَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ» فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا"

حضرت عمر بن اخطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں ظہر تک خطاب فرمایا۔ پھر منبر سے اُترے تو ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف لے گئے تو عصر تک ہمیں خطاب فرمایا پھر اُترے اور نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف لے گئے حتی کہ سورج غروب ہو گیا تو آپ نے جو کچھ بھی پہلے ہو چکا تھا اور جو کچھ بھی آئندہ ہونے والا تھا تمام بیان فرما دیا۔ جو ہم سے زیادہ حافظے والا تھا وہ ہم سے زیادہ عالم ہو گیا۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی معجزانہ طاقت پر ایک ہی دن میں غیب کلی کو بیان فرما دیا۔

قارئین محترم!

علم نبوت ایک مسلّم حقیقت ہے اس پر سینکڑوں آیات اور ہزاروں احادیث شاہد عادل ہیں۔ بلکہ علماءِ حقہ نے اس عنوانِ عظمت پر سینکڑوں کتابیں تحریر فرمائیں ہیں بلکہ خود ملا علی قاری علیہ الرحمہ بھی علم نبوت کی اس بات پر اپنی تحریروں میں جا بجا لکھ چکے ہیں لیکن نجانے اُن کی علمی بصیرت ابوین مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بابت کس کنویں میں گر گئی۔ ان کی نقل کردہ روایت کسی بھی اعتبار سے علمی معیار پر پوری نہیں اُتر پائی بلکہ جس تفسیر کا حوالہ انھوں نے دیا ہے وہ مفسر بذات خود اس منحوس فکر کی تردید کر چکے ہیں۔ ملا علی قاری نے اپنے مذموم نقطۂ نظر کی خاطر مذکورہ تفسیر کا حوالہ علمی دیانت سے نہیں دیا بلکہ جو حصہ ان کو اپنے نقطۂ نظر میں مؤیّد نظر آیا اُسے اپنی کتاب میں جڑ دیا اور جو حصہ اُن کی تردید میں مذکورہ تفسیر کا بیان ہوا اُس کو تحریر کرنا پسند نہ کیا۔ یہ ایک طرح کی علمی خیانت ہے جس کا انھوں نے برملا ارتکاب کیا۔

آیئے ہم مذکورہ تفسیر کو من و عن پیش کرتے ہیں۔ اور مزید تفاسیر اس ضمن میں پیش کریں گے۔ کیونکہ جملہ مفسرین نے ملا علی قاری کے جھوٹ کا تعاقب کیا ہے اور حقیقت کو کھول کر بیان کیا ہے۔

اب مسکین پوری دیانت داری کے ساتھ مسلّم تفسیری اثاثے سے من و عن چند ایک تفسیرات کے اقتباسات پیش کر رہا ہے۔ اگر ایمان کی لذت سے غور فرمائیں گے تو یقیناً حقیقت واضح تر نظر آجائے گی۔ سب سے پہلے فقیر ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی نقل کردہ تفسیر پیش کر رہا ہے۔ یہ تفسیر امام محمد بن جریر ابو جعفر الطبری کی تفسیر جامع البیان فی تاویل القرآن ہے۔ موصوف مفسر یوں فرماتے ہیں:

"إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ (119)

عليك ما دعوته إليه من الحق - بالخزي في الدنيا، والذل فيها، والعذاب المهين في الآخرة.

القول في تأويل قوله تعالى: {وَلا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ (119)}

قال أبو جعفر: قرأت عامة القَرَأَة: (ولا تسئل عن أصحاب الجحيم)، بضم التاء من تسئل، ورفع اللام منها على الخبر، بمعنى: يا محمد إنا أرسلناك بالحق بشيرا ونذيرا، فبلغت ما أرسلت به، وإنما عليك البلاغ والإنذار، ولست مسئولا عمن كفر بما أتيته به من الحق، وكان من أهل الجحيم.

وقرأ ذلك بعض أهل المدينة: (ولا تَسألْ) جزما. بمعنى النهي، مفتوح التاء من تسأل، وجزم اللام منها. ومعنى ذلك على قراءة هؤلاء: إنا أرسلناك بالحق بشيرا ونذيرا لتبلغ ما أرسلت به، لا لتسأل عن أصحاب الجحيم، فلا تسأل عن حالهم. وتأول الذين قرءوا هذه القراءة ما:-

حدثنا أبو كريب قال، حدثنا وكيع، عن موسى بن عبيدة، عن محمد بن كعب

قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليت شعرى ما فعل أبواى؟ فنزلت: ﴿ولا تَسألُ عن أصحاب الجحيم﴾.

حدثنا الحسن بن يحيى قال، أخبرنا عبد الرزاق قال، أخبرنا الثورى، عن موسى بن عبيدة عن محمد بن كعب القرظى قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليت شعرى ما فعل أبواى؟ ليت شعرى ما فعل أبواى؟ ليت شعرى ما فعل أبواى؟ ثلاثا، فنزلت: ﴿إنا أرسلناك بالحق بشيرا ونذيرا ولا تَسأل عن أصحاب الجحيم﴾، فما ذكرهما حتى توفاه الله."

ترجمہ و مفہوم: بے شک اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اور آپ سے جہنمیوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ (تفسیر)

اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مراد کی بابت اکثر قراء "ت" کو پیش کے ساتھ اور "ل" کو بھی پیش کے ساتھ پڑھتے ہیں یعنی مضارع کے صیغے کو مجہول کر کے پڑھتے ہیں۔ اب اس صورت میں معنی یہ بنے گا کہ اے محمد ﷺ بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اور جو آپ کو دیا گیا تھا آپ نے اس پیغام کو من و عن ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا اور یہی آپ کی ذمے داری تھی۔ جن اہلِ کتاب کمینوں نے آپ کا جان بوجھ کر انکار کیا ہے آپ اُن کے بارے میں فکر نہ کریں وہ یقیناً جہنمی ہیں اور اُن کے جہنم میں جانے کی بابت آپ سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔

اب صاحب تفسیر وہ روایت نقل کر رہے ہیں جس کا ملا علی قاری نے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے والدین کے ساتھ قبر کے اندر کیا ہو رہا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ سے جہنمیوں کی بابت نہیں پوچھا جائے گا۔ اسی روایت کو اسی اعتبار سے ایک اور سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

"إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ (119)

حدثنا القاسم قال: حدثنا الحسين قال، حدثنا حجاج، عن ابن جريج قال،

أخبرني داود بن أبي عاصم، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال ذات يوم: ليت شعري

أين أبواي؟ فنزلت: ﴿إنا أرسلناك بالحق بشيرا ونذيرا ولا تسأل عن أصحاب

الجحيم﴾.

قال أبو جعفر: والصواب عندي من القراءة في ذلك قراءة من قرأ بالرفع، على

الخبر. لأن الله جل ثناؤه قص قصص أقوام من اليهود والنصارى، وذكر

ضلالتهم، وكفرهم بالله، وجراءتهم على أنبيائه، ثم قال لنبيه صلى الله عليه

وسلم: ﴿إنا أرسلناك﴾ يا محمد ﴿بالحق بشيرا﴾، من آمن بك واتبعك ممن

قصصت عليك أنباءه ومن لم أقصص عليك أنباءه، ﴿ونذيرا﴾ من كفر بك وخالفك،

فبلغ رسالتي، فليس عليك من أعمال من كفر بك - بعد إبلاغك إياه رسالتي

تبعة، ولا أنت مسئول عما فعل بعد ذلك. ولم يجر - لمسألة رسول الله صلى الله

عليه وسلم ربه عن أصحاب الجحيم ذكر، فيكون لقوله: ﴿ولا تسأل عن أصحاب

الجحيم﴾"

ترجمہ و مفہوم: مذکورہ روایت ایک تیسری روایت سند کے ساتھ مرقوم ہے بہر حال صاحب تفسیر نے واشگاف الفاظ میں اس مذموم روایت کی تردید کر دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح تر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے اس آیت کریمہ میں یہود اور نصاریٰ کی ہٹ دھرمی کو بیان کیا ہے ان کی گمراہی اور کفر کو بیان کیا ہے۔

اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں اُن کی بے جاجرأت کی مذمت فرمائی ہے اور اپنے محبوب ﷺ سے فرمایا کہ اے میرے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو حق اور سچ کے ساتھ بھیجا ہے اور آپ پر اہلِ ایمان کو بھی واضح کر دیا ہے اور بے ایمانوں کی بھی نشاندہی کر

دی گئی ہے۔

آپ ایمان والوں کو بشارت دیتے ہیں اور بے ایمان لوگوں کو ڈراتے ہیں ظاہر ہے کہ کفار جہنم کا ایندھن بنیں گے اور آپ سے ان جہنمیوں کی بابت نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ جہنم میں کیوں پھینکے گئے ہیں۔ لہٰذا آپ اُن کی بابت غم زدہ نہ ہوں۔ آپ کا انکار ہی تو ان ملعونوں کو جہنم میں لے جائے گا۔ یہ اسی لائق ہیں کہ ان کو جہنم میں پھینکا جائے۔

"فإن ظن ظان أن الخبر الذی روی عن محمد بن کعب صحیح، فإن فی استحالة الشك من الرسول علیه السلام - فی أن أهل الشرك من أهل الجحیم، وأن أبویه کانا منهم، ما یدفع صحة ما قاله محمد بن کعب، إن کان الخبر عنه صحیحا. مع أن ابتداء الله الخبر بعد قوله: ﴿إنا أرسلناك بالحق بشیرا ونذیرا﴾، بالواو - بقوله: ﴿ولا تسأل عن أصحاب الجحیم﴾، وترکه وصل ذلك بأوله بالفاء، وأن یکون:إنا أرسلناك بالحق بشیرا ونذیرا فلا تسأل عن أصحاب الجحیم - أوضح الدلالة علی أن الخبر بقوله: ولا تسئل، أولی من النهی، والرفع به أولی من الجزم. وقد ذکر أنها فی قراءة أبی: ﴿وما تسأل﴾، وفی قراءة ابن مسعود: ﴿ولن تسأل﴾، وکلتا هاتین القراءتین تشهد بالرفع والخبر فیه، دون النهی."

ترجمہ و مفہوم: امام طبری آخر میں فرماتے ہیں کہ اگر مذکورہ حدیث جو محمد بن کعب سے روایت کی گئی ہے کسی کے گمان میں صحیح ہو تو بھی قابلِ قبول نہیں کیونکہ اس میں بیان کیے گئے الفاظ شک پر مشتمل ہیں اور رسالت پناہ عالم ﷺ کی زبانِ نبوت پر مشکوک بات کا آنا محال ہے کیونکہ نبی مشکوک باتیں کرنے سے پاک ہیں۔ وہ جب بھی بات فرماتے ہیں تو حق اور سچ فرماتے ہیں۔ ایک حدیث بھی اس کی تائید میں ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے رسالت پناہ عالم ﷺ نے اپنی "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی" والی نبوی زبان کو پکڑ کر فرمایا خدا کی قسم اس زبان سے حق کے سوا کبھی کچھ نکلا ہی نہیں۔ اس نبوی زبان سے جو بھی

صادر ہوتا ہے وہ حق ہی ہوتا ہے (فقیر فریدی)

قارئینِ محترم! مذکورہ تفسیری اقتباس میں درج ذیل اُمور طے ہوگئے۔

نمبر (۱) صاحبِ تفسیر نے ملا علی قاری کی خود تردید کر دی ہے کہ مذکورہ آیت کا تعلق بیان کردہ روایت سے کسی بھی اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔

نمبر (۲) مذکورہ روایت کی ترکیب ہی مشکوک الفاظ پر مشتمل ہے اور مرتبۂ نبوت شک سے پاک ہے۔

نمبر (۳) مذکورہ روایت حدیث کے کسی ذخیرے میں موجود ہی نہیں ہے اور نہ کسی محدث نے اسے بیان کیا ہے۔ الحمد للہ فقیر نے ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی بیان کردہ دلیل کو اُنہی کے ذخیرۂ علم سے اور پیش کردہ تفسیر سے رد کر دیا ہے۔ جب اُن کے پاس اپنی بیان کردہ دلیل ہی غیر مؤثر ہوگئی تو اب اُن کا مؤقف بالکل بلا دلیل ٹھہرا اور بلا دلیل مؤقف محض یاوہ گوئی ہے اور بے حقیقت ہے شرمناک ہے۔

اب تسلی کے لیے مسکین چند تفسیری حوالے پیش کرتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

"وقوله تعالى: إِنَّآ أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيراً، أي: لمن آمن، ونذيراً لمن كفر، وقرأ نافع وحده ولا تسأل، أي: لا تسأل عن شدّة عذابهم كما تقول: فلانٌ لا تَسْأَلْ عَنْه، تعني أنه في نهاية تشهره من خيرٍ أو شرٍّ.

وزاد في مختصر الطبرّي، قال: وتحتمل هذه القراءة معنى آخر، وهو، والله أعلم، أظهر، أي: ولا تسأل عنهم سؤالَ مكْتَرِثٍ بما أصابهم، أو بما هم عليه من الكُفْرِ الذي يوردهم الجحيمَ نظيرَ قوله عزوجل: فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ [فاطر: 8] ، وأما ما روى عن محمّد بن كعب القُرَظِيّ ومن وافقه من أن النبيّ صلّى الله عليه وسلم سَأَلَ، مَا فَعَلَ أَبَوَايَ؟ فنَزَلَتِ الآيَةُ في ذلك، فهو بعيدٌ، ولا يتصل أيضاً بمعنى مَا قبله. انتهى.

وقرأ باقي السبعة: «وَلاَ تسأل» بضم التاء واللام. والْجَحِيمِ: إحدى طبقات النار."

ترجمہ و مفہوم: تفسیر الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن المؤلف ابو زید عبد الرحمٰن بن محمد الثعالبی المتوفی ۸۷۵ھ وہ مذکورہ آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے بے شک اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو حق کے ساتھ ایمان والوں کو بشارت دینے کے لیے بھیجا ہے اور کافروں کو ڈرانے کے لیے بھیجا ہے اور جب کافروں کو اُن کے کفر کی وجہ سے جہنم کا عذاب دیا جائے گا تو آپ سے اُن جہنمیوں کی بابت نہیں پوچھا جائے گا۔

یہ آیت اپنے سیاق وسباق کی بناء پر کفار اہل کتاب کی مذمت میں نازل فرمائی گئی۔ اور فرمایا گیا کہ اے حبیب ﷺ آپ ان ہٹ دھرموں کی وجہ سے خاطر رنجیدہ نہ ہوں یہ یقیناً جہنمی ہیں اور اِن کے جہنم میں جانے کی بابت آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا اور یہ جو روایت کیا گیا ہے محمد بن کعب القرظی سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "مَا فُعِلَ اَبَوَایَ" کہ میرے ماں باپ کا نجانے کیا ہوا اس ضمن مذکورہ آیت کا نزول ماننا انتہائی ظلم ہے۔ اس روایت کا آیتِ کریمہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے (یہ صرف ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا جبر ہے فقیر فریدی)

اسی حقیقت کو جدید اور قدیم تفسیرات کے عظیم سنگھم ڈاکٹر وھبہ بن مصطفیٰ الزحیلی اپنی مشہورِ زمانہ التفسیر المنیر، دار الفکر المعاصر دمشق، میں ایک انوکھے انداز میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"الْجَحِيمِ النار: وهي جهنم، وأصحابها هم الكفار.

مِلَّتَهُمْ دينهم هُدَى اللهِ هو الإسلام وَلَئِنِ لام قسم مِنَ الْعِلْمِ الوحي من الله ما لَكَ مِنَ اللهِ مِنْ وَلِيٍّ يحفظك وَلا نَصِيرٍ يمنعك منه.

وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ أي بالكتاب المؤتى، بأن يحرفه الْخاسِرُونَ الهالكون.

سبب نزول الآیات (119–121):

قیل: نزلت فی أبوی النبی صلّی الله علیه وسلّم، لکن الحدیث مرسل غیر ثابت.

وقال مقاتل فیما رواہ بسندہ: إن النبی صلّی الله علیه وسلّم قال: «لو أنزل الله بأسه بالیهود لآمنوا»، فأنزل الله تعالی: وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِیمِ"

ترجمہ و مفہوم: مفسر موصوف نے برملا فرمایا ہے کہ مذکورہ (مذموم) روایت جس کی بابت کہا گیا ہے کہ یہ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میرے والدین کے ساتھ کیا ہو گا تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہنمیوں کے بارے میں آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا۔ صاحب تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ بالکل غلط ہے کہ کائنات میں اس کا کہیں کوئی ثبوت نہیں بلکہ حق تر بات یہ ہے کہ اس آیت کی بابت جس کو امام مقاتل نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنا عذاب یہود پر نازل فرمائے تو یقیناً یہ خوفزدہ ہو کر ایمان لائیں گے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے حبیب ﷺ یہ منحوس یہود جہنمی ہو چکے ہیں۔ آپ سے ان کی بابت نہیں پوچھا جائے گا۔

قارئینِ محترم! یہی بات صحیح تر اور حق ہے کیونکہ نظمِ قرآنی آیت کے سیاق و سباق کے حوالے سے اسی کا مؤید بھی ہے اور متقاضی بھی ہے۔ اسی حقیقت کو ابو سعود العمادی محمد بن محمد بن مصطفیٰ المتوفی ۹۸۲ھ اپنی تفسیر ابو سعود دار احیاء التراث العربیہ بیروت لبنان، میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِیرًا وَنَذِیرًا وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِیمِ (119)

{إِنَّا أرسلناك بالحق} أی متلبسا بالقرآن کما فی قوله تعالی {كَذَّبُواْ بالحق لَمَّا جَاءهُمْ} أو بالصدق کما فی قوله تعالی {أَحَق هو} وقوله تعالی

{بَشِیراً وَنَذِیراً} حال من مفعول باعتبار تقییدہ بالحال الأولی أی أرسلناك

متلبسا بالقرآن حالَ کونك بشيراً لمن آمن بما أُنزِل عليك وعمِل به ونذيراً لمن

كفَر به أو أرسلناك صادقاً حال كونِك بشيراً لمن صدّقك بالثواب ونذيراً لمن

كذّبك بالعذاب ليختاروا لأنفسهم ما أحبّوا لا قاسرَ لهم على الإيمان فلا عليك إنْ

أصروا وكابروا"

ترجمہ ومفہوم: اے محبوب ﷺ بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے یعنی قرآن کا نور عطا کر کے بھیجا ہے یا سچائی دے کر بھیجا ہے بشیراً اور نذیراً حال سے مفعول بہ ہے اور یہ ذوالحال کی تقیید ہے اور قرآن پاک کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اب اس کا معنی یہ بنے گا کہ اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو ایمان والوں کے لیے بشیر بنا کر بھیجا ہے اور کافروں کے لیے نذیر بنا کر بھیجا ہے یا یہ معنی ہے جس نے آپ کی تصدیق کی آپ کو اُن کے لیے بشیر بنا کر بھیجا اور جس نے آپ کی تکذیب کی اُس کے لیے آپ کو نذیر بنا کر بھیجا۔

اب یہ کائنات کے باسیوں کے من کا سودا ہے کہ وہ بشیریت کے نور سے منور ہونا چاہتے ہیں یا شانِ نذیریت کے جلال کا سامنا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی بدبخت ایمان نہ لانے کی صورت میں جہنم میں پھینکا جائے تو یہی اُس کے مناسب حال ہے۔ آپ سے ان کمینوں کی بابت کچھ نہیں پوچھا جائے گا کیونکہ آپ نے حقِ تبلیغ ادا کر دیا ہے۔

نوٹ: صاحبِ تفسیر وہی روایت بیان کر رہے ہیں جس میں آپ ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیّبین، طاہرین، منزّہین، معطّرین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی بابت سوال ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف یہ جھوٹ منسوب ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "لَيتَ شَعرِی مَا فعِلَ بِاَبَوای" نجانے میرے ماں باپ کے ساتھ برزخ میں کیا ہو رہا ہو گا اس کے جواب میں صاحب تفسیر کا جملہ انتہائی قابلِ غور ہے ملاحظہ فرمائیں:

"{ولا تسأل عَنْ أصحاب الجحيم} ما لهم لم يؤمنوا بعد ما بلّغتَ ما أُرسلتَ به

وقرئ لن تسأل وما تسأل وقرئ لا تَسألْ على صيغة النهى إيذاناً بكمال شدةِ

عقوبةِ الكفار وتهويلاً لها كأنها لغاية فظاعتها لا يقدِرُ المخبِرُ على إجرائها على لسانه أو لا يستطيع السامعُ أن يسمع خبرَها وحملُه على نهى النبيِّ صلَّى الله عليهِ وسلم عن السؤال عن حال أبويه مما لايساعده النظمُ الكريمُ والجحيمُ المتأجج من النار وفى التعبيرعنهم بصاحبية الجحيم دون الكفر والتكذيب ونحوهما وعيدٌ شديد لهم وإيذانٌ بأنهم مطبوعٌ عليهم لا يرجى منهم الإيمانُ قطعاً وقوله تعالى"

ترجمہ و مفہوم: درج بالا اقتباس میں کھلے ہوئے لفظوں میں صاحبِ تفسیر مذکور فرماتے ہیں کہ یہ روایت بالکل قرآن کریم کے نظم کے ساتھ موافقت نہیں کرتی۔ لہٰذا اس آیت کریمہ کا اس روایت کو شانِ نزول ماننا ایک جاہلانہ حرکت ہے۔ سابق میں گزر چکا ہے یہ روایت بذاتِ خود مذموم اور جھوٹ ہے کیونکہ یہ قرآن کریم کے تمام اثاثے کے ساتھ ٹکراتی ہے۔ دوسرا یہ مرتبۂ نبوت کے ساتھ ایک مذاق ہے کہ وہ اپنی نبوی زبان سے کوئی مشکوک بات کریں جو محال اور ناممکن ہے کیونکہ نبوی زبان سے جو کچھ بھی نکلتا ہے وہ شک سے پاک ہوتا ہے اور حق ہوتا ہے جب کہ اس فرسودہ روایت کا سارا سلسلہ شک پر مبنی ہے۔(فقیر فریدی)

اس کی وضاحت امام المفسرین سید العاشقین امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اپنی مشہور زمانہ تفسیر الدر المنثور میں یوں فرماتے ہیں:

"قَوْله تَعَالَى: إِنَّا أَرْسَلْنَاك بِالْحَقِّ بشيراً وَنَذِيرا وَلَا تُسئل عَن أَصْحَاب الْجَحِيم أخرج وَكِيع وسُفْيَان بن عُيَيْنَة وَعبد الرَّزَّاق وَعبد بن حميد وَعن جرير وَعن الْمُنْذر عَن مُحَمَّد بن كَعْب الْقرظِيّ قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لَيْت شعرى مَا فعل أبواى فَنزل {إِنَّا أَرْسَلْنَاك بِالْحَقِّ بشيراً وَنَذِيرا وَلَا تسْأَل عَن أَصْحَاب الْجَحِيم} فَمَا ذكرهَا حَتَّى توفاه الله قلت: هَذَا مُرْسل ضَعِيف الإسناد

وَأخرج ابْن جرير عَن دَاوُد بن أبي عَاصِم أَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ ذَات يَوْم:

أَین أبوای فنزلت قلت: وَالْآخر معضل الإسناد ضَعِیف لَا یقوم بِهِ وَلَا بِالَّذِی قبله حجَّة

وَأخرج ابْن الْمُنْذر عَن الْأَعْرَج أَنه قَرَأَ {وَلَا تسْأَل عَن أَصْحَاب الْجَحِیم} أَی أَنْت یَا مُحَمَّد

وَأخرج ابْن أبی حَاتِم عَن أبی مَالك قَالَ: الْجَحِیم مَا عظم من النَّار"

ترجمہ و مفہوم: اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اور آپ سے جہنمیوں کی بابت نہیں پوچھا جائے گا صاحب تفسیر فرماتے ہیں کہ اس ضمن میں بیان کردہ روایت والدینِ کریمینِ مصطفےٰ ﷺ کے خلاف بے اصل اور ضعیف الاسناد ہے اور مرسل ہے نہ تو اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے دلیل و حجت بنایا جا سکتا ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ حرمتِ قرآن اور حرمتِ نبوت پر ایک بہت بڑا بہتان ہے (فقیر فریدی)

اسی حقیقت کو مزید واضح کرنے کے لیے مفتی تیونس محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر التونسی المتوفی ۱۳۹۳ھ اپنی مشہور زمانہ تفسیر میں ایک طویل علمی بحث کے ساتھ بیان کرتے ہوئے آخر میں یوں بیان فرماتے ہیں:

" أَنَّ (لَا) نَافِیَةٌ أَیْ لَا یَسْأَلُكَ اللهُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِیمِ وَهُوَ تَقْرِیرٌ لِمَضْمُونِ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ وَالسُّؤَالُ كِنَایَةٌ عَنِ الْمُؤَاخَذَةِ وَاللَّوْمِ مِثْلُ قَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: «وَكلكم مسؤول عَنْ رَعِیَّتِهِ»

أَیْ لَسْتَ مُؤَاخَذًا بِبَقَاءِ الْكَافِرِینَ عَلَى كُفْرِهِمْ بَعْدَ أَنْ بَلَّغْتَ لَهُمُ الدَّعْوَةَ.

وَمَا قِیلَ إِنَّ الْآیَةَ نَزَلَتْ فِی نَهْیِهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السُّؤَالِ عَنْ حَالِ أَبَوَیْهِ فِی الْآخِرَةِ فَهُوَ اسْتِنَادٌ لِرِوَایَةٍ وَاهِیَةٍ وَلَوْ صَحَّتْ لَكَانَ حَمْلُ الْآیَةِ عَلَى ذَلِكَ مُجَافِیًا لِلْبَلَاغَةِ إِذْ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ قَوْلَهُ:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ تَأْنِيسٌ وَتَسْكِينٌ فَالْإِتْيَانُ مَعَهُ بِمَا يُذْكَرُ الْمُكَدِّرَاتِ خُرُوجٌ عَنِ الْغَرَضِ وَهُوَ مِمَّا يُعَبَّرُ عَنْهُ بِفَسَادِ الْوَضْعِ."

ترجمہ و مفہوم: اے حبیب ﷺ ہم نے آپ کو حق کا رسول بنا کر بھیجا۔ بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا یہ کفار جو اپنے کفر پر جمے ہوئے ہیں یقیناً یہ جہنمی ہیں لیکن آپ سے ان کی بابت مواخذہ نہیں کیا جائے گا مزید صاحب تفسیر فرماتے ہیں یہ جو قول نقل کیا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ رسول دو عالم ﷺ کے سوال کے جواب میں نازل ہوئی جس میں انھوں نے اپنے والدین کے برزخی حالات کا کہا تھا تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ سے جہنمیوں کی بابت سوال نہیں کیا جائے گا۔ اس آیت سے جو استدلال کیا گیا ہے اس روایت کے تناظر میں یہ انتہائی واہیات اور بے ہودہ ہے اس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ دراصل حق بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ایک عظیم تسلی دی ہے اور یہ آیت کریمہ آپ کے تسکین قلب کے لیے نازل فرمائی گئی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ رسولِ دو عالم ﷺ کفار کے انجامِ بد سے دل گرفتہ ہوئے اور اُن کی ہٹ دھرمی پر پریشان ہوئے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ آپ کیوں گھبراتے ہو ہم نے تو آپ کو حق ہی کا رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ جو کفار ہیں یقیناً جہنمی ہیں ان کی بابت آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ آپ نے حق رسالت ادا کر دیا ہے۔ آپ ان بدبختوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔

قارئینِ محترم! کیا خوب صورت وضاحت ہے لیکن ملا علی قاری کی بدبختی کہ انھوں نے اس آیت کا غلط استعمال کیا ہے جس کا حقیقت سے دور تک تعلق نہیں۔ اسی وجہ سے اہلِ علم خصوصاً صاحبِ روح المعانی نے ان کی خوب خبر لی ہے۔ مسکین انھی کی اقتداء میں یہ الفاظ بول رہا ہے ورنہ مسکین بزرگوں کا حد سے زیادہ احترام کرتا ہے۔ تاہم یہ بات یاد رہے کہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی علمی بزرگی میرے نبی کریم ﷺ کے والدینِ کریمینِ مصطفٰے ﷺ کی حرمت کے مدِ مقابل کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جس کو ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا حیاء نہیں ہم اُس کا کبھی بھی حیاء نہیں کریں گے۔ رہا ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا رجوع اگر یہ پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے بشرطیکہ صحیح ہو تو ہم یقیناً اُن کو ہر احترام دیں گے (فقیر فریدی)

اسی تسلسل کو امام محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی المعروف قاضی شوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر فتح القدیر میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"أَرْسَلْنَاكَ لِأَجْلِ التَّبْشِيرِ وَالْإِنْذَارِ. وَقَوْلُهُ: وَلَا تُسْئَلُ قَرَأَهُ الْجُمْهُورُ بِالرَّفْعِ مَبْنِيًّا لِلْمَجْهُولِ، أَيْ: حَالَ كونك غير مسؤول، وَقُرِئَ بِالرَّفْعِ مَبْنِيًّا لِلْمَعْلُومِ. قَالَ الْأَخْفَشُ: وَيَكُونُ فِي مَوْضِعِ الْحَالِ عَطْفًا عَلَى بَشِيراً وَنَذِيراً أَيْ: حَالَ كَوْنِكَ غَيْرَ سَائِلٍ عَنْهُمْ، لِأَنَّ عِلْمَ اللهِ بِكُفْرِهِمْ بَعْدَ إِنْذَارِهِمْ يُغْنِي عَنْ سؤاله عنهم، وقرأ نافع: وَلَا تُسْئَلْ بِالْجَزْمِ: أَيْ لَا يَصْدُرُ مِنْكَ السُّؤَالُ عَنْ هَؤُلَاءِ، أَوْ لَا يَصْدُرُ مِنْكَ السُّؤَالُ عَمَّنْ مَاتَ مِنْهُمْ عَلَى كُفْرِهِ وَمَعْصِيَتِهِ تَعْظِيمًا لِحَالِهِ وَتَغْلِيظًا لِشَأْنِهِ، أَيْ: أَنَّ هَذَا أَمْرٌ فَظِيعٌ وَخَطْبٌ شَنِيعٌ، يَتَعَاظَمُ الْمُتَكَلِّمُ أَنْ يُجْرِيَهُ عَلَى لسانه، أو يتعاظم السامع أن يسمعه. وقوله: وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ الْآيَةَ، أَيْ: لَيْسَ غَرَضُهُمْ وَمَبْلَغُ الرِّضَا مِنْهُمْ مَا يَقْتَرِحُونَهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ، وَيُورِدُونَهُ مِنَ التَّعَنُّتَاتِ"

ترجمہ ومفہوم: اس تفسیری اقتباس کا خلاصہ یہی ہے کہ یہ بدبخت بھلائی سے محروم ہیں اور ابدی کافر اور جہنمی ہیں۔ لہٰذا ان کے جہنم میں جانے کی بابت آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ: صاحب فتح القدیر علیہ الرحمہ نے مفسرین کی بیان کردہ روایت جس میں والدینِ کریمینِ مصطفیٰ ﷺ کی حرمت کا پائمال کیا گیا ہے اُس روایت کو بیان کرکے اپنی تفسیر کو آلودہ نہیں کرنا چاہا۔ بس سیاقِ کلام کا حوالہ دے کر وضاحت کر دی کہ یہ روایت بالکل بے جا بے محل ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ یہود کی مذمت میں نازل ہوئی سیاقِ کلام اسی کی تصدیق کر رہا ہے اور سیاقِ کلام نے تو حقیقت بے غبار کر دی کہ اے محبوب یہ یہود آپ

سے کسی بھی صورت میں راضی نہیں جب تک آپ ان کے ملاوٹی دین کی پیروی نہیں کرو گے یہ خود کو سچا جانتے ہیں اور اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔

اسی حقیقت کو دنیائے تفسیر کے ایک عظیم مفسر ابو حیان بن محمد بن یوسف بن علی بن حیان اندلسی المتوفی ۷۴۵ھ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر البحر المحیط میں فرماتے ہیں (اس تفسیری اقتباس کو انتہائی غوروخوض سے مطالعہ فرمائیں۔ حقیقت نکھر کر سامنے آجائے اور آپ کو یقین کی منزل ملے گی۔)

"إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيراً وَنَذِيراً: بَشِيرًا لِمَنْ آمَنَ، وَنَذِيرًا لِمَنْ كَفَرَ. وَهَذِهِ الْآيَةُ تَسْلِيَةٌ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَضِيقُ صَدْرُهُ لِتَمَادِيهِمْ عَلَى ضَلَالِهِمْ. وَمُنَاسَبَةُ هَذِهِ الْآيَةِ لِمَا قَبْلَهَا: أَنَّهُ لَمَّا ذَكَرَ أَنَّهُ بَيَّنَ الْآيَاتِ، ذَكَرَ مَنْ بُيِّنَتْ عَلَى يَدَيْهِ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ وَخَاطَبَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَعْلَمَ أَنَّهُ هُوَ صَاحِبُ الْآيَاتِ فَقَالَ: إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ، أَيْ بِالْآيَاتِ الْوَاضِحَةِ، وَفُسِّرَ الْحَقُّ هُنَا بِالصِّدْقِ وَبِالْقُرْآنِ وَبِالْإِسْلَامِ. وَبِالْحَقِّ فِي مَوْضِعِ الْحَالِ، أَيْ أَرْسَلْنَاكَ وَمَعَكَ الْحَقُّ لَا يُزَايِلُكَ. وَانْتِصَابُ بَشِيرًا وَنَذِيرًا عَلَى الْحَالِ مِنَ الْكَافِ، وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ حَالًا مِنَ الْحَقِّ، لِأَنَّ مَا جَاءَ بِهِ مِنَ الْحَقِّ يَتَّصِفُ أَيْضًا بِالْبِشَارَةِ وَالنِّذَارَةِ. وَالْأَظْهَرُ الْأَوَّلُ. وَعَدَلَ إِلَى فَعِيلٍ لِلْمُبَالَغَةِ، لِأَنَّ فَعِيلًا مِنْ صِفَاتِ السَّجَايَا، وَالْعَدْلُ فِي بَشِيرٍ لِلْمُبَالَغَةِ، مَقِيسٌ عِنْدَ سِيبَوَيْهِ، إِذَا جَعَلْنَاهُ مِنْ بَشَرَ لِأَنَّهُمْ قَالُوا بَشَرَ مُخَفَّفًا، وَلَيْسَ مَقِيسًا فِي نَذِيرٍ لِأَنَّهُ مِنْ أَنْذَرَ، وَلَعَلَّ مُحَسِّنَ الْعَدْلِ فِيهِ كَوْنُهُ مَعْطُوفًا عَلَى مَا يَجُوزُ ذَلِكَ فِيهِ، لِأَنَّهُ قَدْ يَسُوغُ فِي الْكَلِمَةِ مَعَ الِاجْتِمَاعِ مَعَ مَا يُقَابِلُهَا مَا لَا يَسُوغُ فِيهَا لَوِ انْفَرَدَتْ، كَمَا قَالُوا: أَخَذَهُ مَا قَدُمَ وَمَا حَدُثَ وَشِبْهُهُ.

وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ: قِرَاءَةُ الْجُمْهُورِ: بِضَمِّ التَّاءِ وَاللَّامِ."

ترجمہ و مفہوم: بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ ایمان والوں

کے لیے آپ بشیر ہیں اور کافروں کے لیے آپ نذیر ہیں۔ صاحب تفسیر فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات نے اپنے محبوب ﷺ کو تسلی عطا فرمائی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ ﷺ اُن کافروں کی گمراہی اور بے جا ضد سے اپنے قلبِ انور میں تنگی محسوس فرماتے، پریشانی محسوس فرماتے۔ گزشتہ آیات بینات کے اندر ان ظالموں کے سفاکانہ رویے سے بھی آپ ﷺ پریشان تھے اس لیے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے محبوب ﷺ آپ ان کافروں کی بابت پریشان نہ ہوں آپ حق کے رسول ہیں اور سچی کتاب قرآن کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور سلامتی والا دین لے کر آئے ہیں تو آپ کیوں گھبراتے ہیں۔

رہا ان کا جہنمی ہونا آپ پر اثر انداز نہیں ہوگا اور نہ آپ سے اس بابت سوال ہوگا۔ جب یہ آپ کا حیاء نہیں کرتے تو آپ کو بھی ان کی بابت دل گرفتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے آپ ان کو دل و دماغ سے نکال کر پھینک دیں اور ان کی بابت پریشان نہ ہوں۔ آپ کی ذمہ داری حق پہنچانا تھا سو آپ نے پہنچا دیا۔ اُنھوں نے حق کو ٹھکرایا تو ان کی یہی سزا ہے کہ یہ دائمی جہنمی رہیں گے۔ آپ سے ان کی بابت سوال نہیں کیا جائے گا۔

اگلے اقتباس مذکورہ روایت کی وضاحت آرہی ہے ملاحظہ فرمائیں:

"قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عليه وَسَلَّمَ: «لَيْتَ شِعْرِي مَا فَعَلَ أَبَوَايَ»، فَنَزَلَتْ

وَاسْتُبْعِدَ فِي الْمُنْتَخَبِ هَذَا، لِأَنَّهُ عَالِمٌ بِمَا آلَ إِلَيْهِ أَمْرُهُمَا. وَقَدْ ذَكَرَ عِيَاضٌ أَنَّهُمَا أُحْيِيَا لَهُ فَأَسْلَمَا. وَقَدْ صَحَّ أَنَّ اللهَ أَذِنَ لَهُ فِي زِيَارَتِهِمَا، وَاسْتُبْعِدَ أَيْضًا ذَلِكَ، لِأَنَّ سِيَاقَ الْكَلَامِ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ عَائِدٌ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَمُشْرِكِي الْعَرَبِ، الَّذِينَ جَحَدُوا نُبُوَّتَهُ، وَكَفَرُوا عِنَادًا، وَأَصَرُّوا عَلَى كُفْرِهِمْ. وَكَذَلِكَ جَاءَ بَعْدَهُ: وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى إِلَّا إِنْ كَانَ ذَلِكَ عَلَى سَبِيلِ الِانْقِطَاعِ مِنَ الْكَلَامِ

الْأَوَّلِ، وَيَكُونُ مِنْ تَلْوِينِ الْخِطَابِ وَهُوَ بَعِيدٌ. وَقِيلَ: يُحْتَمَلُ أَنْ لَا يَكُونَ نَهْيًا حَقِيقَةً، بَلْ جَاءَ ذَلِكَ عَلَى سَبِيلِ تَعْظِيمِ مَا وَقَعَ فِيهِ أَهْلُ الْكُفْرِ مِنَ الْعَذَابِ، كَمَا تَقُولُ: كَيْفَ حَالُ فُلَانٍ، إِذَا كَانَ قَدْ وَقَعَ فِي بَلِيَّةٍ، فَيُقَالُ لَكَ: لَا تَسْأَلْ عَنْهُ. وَوَجْهُ التَّعْظِيمِ"

ترجمہ و مفہوم: صاحب تفسیر نے وہی محمد بن قرظی والی روایت " لَيْتَ شِعْرِيْ مَا فُعِلَ بِاَبَوَایْ "یعنی مجھے نہیں پتہ کہ میرے والدین کا انجام کیا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اے محبوب ﷺ آپ سے جہنمیوں کی بابت سوال نہیں ہو گا۔

صاحب تفسیر فرماتے ہیں کہ اس روایت کا آیت کے نزول سے دور تک کا بھی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ آیت کریمہ تو یہود اور نصاریٰ اور مشرکین مکہ کی مذمت میں اُتری۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ انھوں نے آپ ﷺ کی نبوت کا دانستہ انکار کیا تھا اور اپنے کفر اور عناد پر بضد رہے روایت کا نزول آیت کے مناسبِ حال نہ ہونے کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ اس آیت کریمہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے محبوب (ﷺ) یہودی اور نصرانی تجھ سے ہر گز راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کو قبول نہیں کرتے۔

دوستانِ مَن! اب اس اقتباس کے بعد مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں رہی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ کھول کر بیان کر دیا گیا ہے کہ اُس روایت کا اس آیت کے ساتھ تعلق ہی نہیں ہے اور یہ روایت نبوت پر گھڑا ہوا بہتان ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس روایت کے مندرجات مشکوک مفہوم پر مبنی ہیں جب کہ زبانِ نبوت مشکوک مفہوم ادا نہیں کر سکتی۔ اس حدیث میں رسول دو عالم ﷺ کی علمی عظمت کو گرانے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے کہ نبی کچھ نہیں جانتے۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ علم نبوت ایک بہت بڑی حقیقت ہے اور علم نبوت کا انکار کفر سے بھی بدترین کفر ہے۔

تمام کائنات کے علوم کا مخزن سینۂ نبوت ہوا کرتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دو قبریں نبوی

علم سے چھپالی گئی ہوں یا اتنی گہری کر دی گئی ہوں کہ نبوی نگاہ وہاں تک نہ پہنچ پائے نعوذ باللہ من ذالک یہ مرتبۂ نبوت پر براہِ راست الزام ہے یہ علماء یہود اور بنو امیہ کے بعض غنڈوں کی ناپاک سازش ہے انھوں نے ضمیر فروش ملاؤں کو بھاری رشوت دے کر خرید لیا تھا اور اس طرح کی ناپاک روایات کو ذخیرہ علم میں گھسوڑ دیا گیا ہے اور ہمارے لیے شرمناک بات یہ ہے کہ ہم مکھی پر مکھی مارنے کی عادت ترک نہیں کر رہے بلکہ ایسی بے غیرتی کرنے کو اپنی علمی وجاہت سمجھتے ہیں۔ معاذاللہ۔ اللہ تعالیٰ منصف مزاج قلم کاروں کو اور محققین کی علمی تحقیق کو ان آلودگیوں سے پاک فرمائے۔ آمین۔

اسی حقیقت کو امام المفسرین محمد رشید بن علی رضا بن محمد شمس الدین الحسینی اپنی عظیم تفسیر القرآن المعروف تفسیر المنار (مصریہ) میں یوں نقل فرماتے ہیں:

" إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْعَقَائِدِ الْحَقِّ الْمُطَابِقَةِ لِلْوَاقِعِ، وَالشَّرَائِعِ الصَّحِيحَةِ الْمُوصِلَةِ إِلَى سَعَادَةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، (بَشِيرًا) لِمَنْ يَتَّبِعُ الْحَقَّ بِالسَّعَادَتَيْنِ، (وَنَذِيرًا) لِمَنْ لَا يَأْخُذُ بِهِ بِشَقَاءِ الدُّنْيَا وَخِزْيِ الْآخِرَةِ (وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ) أَيْ فَلَا يَضُرُّكَ تَكْذِيبُ الْمُكَذِّبِينَ الَّذِينَ يُسَاقُونَ بِجُحُودِهِمْ إِلَى الْجَحِيمِ؛ لِأَنَّكَ لَمْ تُبْعَثْ مُلْزِمًا لَهُمْ وَلَا جَبَّارًا عَلَيْهِمْ، فَيُعَدُّ عَدَمُ إِيمَانِهِمْ تَقْصِيرًا مِنْكَ تُسْأَلُ عَنْهُ، بَلْ بُعِثْتَ مُعَلِّمًا وَهَادِيًا بِالْبَيَانِ وَالدَّعْوَةِ وَحُسْنِ الْأُسْوَةِ، لَا هَادِيًا بِالْفِعْلِ وَلَا مُلْزِمًا بِالْقُوَّةِ، (لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ) (2: 272) وَفِي الْآيَةِ تَسْلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لِئَلَّا يَضِيقَ صَدْرُهُ، كَمَا تَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ آيَاتٌ أُخْرَى، "

" وَفِي الْآيَةِ مِنَ الْعِبْرَةِ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ بُعِثُوا مُعَلِّمِينَ لَا مُسَيْطِرِينَ، وَلَا مُتَصَرِّفِينَ فِي الْأَنْفُسِ وَلَا مُكْرِهِينَ، فَإِذَا جَاهَدُوا فَإِنَّمَا يُجَاهِدُونَ دِفَاعًا عَنِ الْحَقِّ لَا إِكْرَاهًا عَلَيْهِ، وَفِيهَا أَنَّ اللهَ - تَعَالَى - لَا يُطَالِبُ النَّاسَ بِأَنْ يَأْخُذُوا عَنْهُمْ إِلَّا الْعِلْمَ الَّذِي

يَهْدِيهِمْ إِلَى مَعْرِفَةِ حُقُوقِ اللهِ وَحُقُوقِ الْعِبَادِ، وَفِي قِرَاءَةِ نَافِعٍ وَيَعْقُوبَ: ﴿وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ﴾ بِالنَّهْيِ، أَيْ لَا تَسْأَلْ عَمَّا سَيُلَاقُونَ مِنَ الِانْتِقَامِ فَإِنَّهُ عَظِيمٌ، فَمِثْلُ هَذَا النَّهْيِ مُسْتَعْمَلٌ فِي التَّهْوِيلِ لَا فِي حَقِيقَتِهِ، وَهُوَ اسْتِعْمَالٌ مَعْرُوفٌ بَيْنَ النَّاسِ حَتَّى الْيَوْمِ.

وَزَعَمَ بَعْضُ الْمُفَسِّرِينَ أَنَّ النَّهْيَ عَلَى حَقِيقَتِهِ، وَأَنَّهُ خَاصٌّ بِنَهْيِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَنِ السُّؤَالِ عَنْ أَبَوَيْهِ، وَرَوَوْا فِي ذَلِكَ أَنَّهُ سَأَلَ جِبْرِيلَ عَنْ قَبْرَيْهِمَا فَدَلَّهُ عَلَيْهِمَا، فَزَارَهُمَا وَدَعَا لَهُمَا وَتَمَنَّى لَوْ يَعْرِفُ حَالَهُمَا فِي الْآخِرَةِ وَقَالَ: ((لَيْتَ شِعْرِي مَا فَعَلَ أَبَوَايَ)) فَنَزَلَتِ الْآيَةُ"

ترجمہ و مفہوم: اے محبوب ہم نے آپ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا جو آپ پر ایمان لایا اُسے دارین کی سعادت ملے گی اور جس نے آپ کا انکار کیا اُسے دنیا و آخرت کی رسوائی اور ذلت ملے گی۔ ان منکرین حق کا جہنم میں جانا طے ہو چکا ہے ان کی ہٹ دھرمی کی بنیاد پر اور دانستہ انکار کی بنیاد پر۔ لیکن آپ سے ان جہنمیوں کی بابت سوال نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ خود جھوٹے ہیں اور ان کا تکذیب کرنا آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

آپ کو ان پر جبراً تبلیغ کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ آپ کو حسن اخلاق کی عظمت اور نرمی کے ساتھ دعوت دینے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ یہ آیت کریمہ آپ ﷺ کی تسلی کے لیے نازل فرمائی گئی تا کہ آپ ان کفار کے رویے پر دل گرفتہ نہ ہوں۔ اس آیت کریمہ میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ انبیا علیہم السلام زبردستی اور جبری تبلیغ نہیں فرماتے بلکہ اپنے اخلاقی رویوں کی نرمی سے دل جیتتے ہیں اور علم نبوت کے ذریعے سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی معرفت لوگوں کو عطا کرتے ہیں۔ بعض مفسرین کا یہ زعم باطل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے والدین کی بابت سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہنمیوں کی بابت سوال نہ کرو۔ اور انھوں نے اس روایت کو یوں بیان کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے جبریل علیہ

الصلوٰۃ والسلام سے اپنے ماں باپ کی قبور کی بابت پوچھا تو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو آپ کے والدین کی قبور مبارک پر لے گئے۔

آپ ﷺ نے اپنے والدین کی قبور کی زیارت کی اور اُن کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور پھر خواہش کی کہ کاش مجھے آخرت میں اُن کے حالات کا علم ہو جائے اور کہا "لَیۡتَ شِعۡرِیۡ مَا فُعِلَ بِاَبَوَایَ" کہ میرے ماں باپ کا نجانے کیا حشر ہو گا آخرت میں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اے محبوب ﷺ آپ جہنمیوں کی بابت سوال نہ کریں مفسر ہذا اگلے اقتباس میں فیصلہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں

"فِي ذَلِكَ. وَالْحَدِيثُ قَالَ الْحَافِظُ الْعِرَاقِيُّ: إِنَّهُ لَمْ يَقِفْ عَلَيْهِ، وَقَالَ السُّيُوطِيُّ: لَمْ يَرِدْ فِي ذَلِكَ إِلَّا أَثَرٌ مُعْضَلٌ ضَعِيفُ الْإِسْنَادِ.

قَالَ الْأُسْتَاذُ الْإِمَامُ: وَقَدْ فَشَا هَذَا الْقَوْلُ، وَلَوْلَا ذَلِكَ لَمْ نَذْكُرْهُ، وَإِنَّمَا نُرِيدُ بِذِكْرِهِ التَّنْبِيهَ عَلَى أَنَّ الْبَاطِلَ صَارَ يَفْشُو فِي الْمُسْلِمِينَ بِضَعْفِ الْعِلْمِ، وَالصَّحِيحَ يُهْجَرُ وَيُنْسَى. وَلَا شَكَّ أَنَّ مَقَامَ النَّبِيِّ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - فِي مَعْرِفَةِ أَسْرَارِ الدِّينِ وَحُكْمِ اللهِ فِي الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يُنَافِي صُدُورَ مِثْلِ هَذَا السُّؤَالِ عَنْهُ، كَمَا أَنَّ أُسْلُوبَ الْقُرْآنِ يَأْبَى أَنْ يَكُونَ هُوَ الْمُرَادَ مِنْهُ."

ترجمہ و مفہوم: فرماتے ہیں اس آیت کے ضمن میں بیان کردہ روایت بالکل ناقابل اعتماد ہے۔ حافظ عراقی علیہ الرحمہ نے بھی یہی بیان فرمایا اور امام سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایسی کوئی روایت ذخیرۂ حدیث میں ہی نہیں۔ سوائے بے سند اور ضعیف الاسناد اثر کے قول سے (تو ایسے بے تکے آثار کو بغیر مؤید کے قبول کرنا علمی جہالت ہے۔ فقیر فریدی)

صاحب تفسیر فرماتے ہیں کہ استاد امام نے فرمایا (یہ منحوس قول) جو پھیل گیا ہے کاش ہم اس کا ذکر ہی نہ کرتے۔ ہم نے تو صرف اور صرف یہی ارادہ کیا ہے کہ لوگ اس منحوس قول کی نحوست پر اور اس کے باطل ہونے پر آگاہ ہو سکیں اور صحیح یہ ہے کہ اس قول کے نقل و

بیان پر جھڑ کا جائے اور یکسر اسے چھوڑ دیا جائے اور بھلا دیا جائے بعض ذخیرہ علم سے اس کو نکال کر پھینک دیا جائے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مقامِ نبوت ایسا گھٹیا قول کرنے سے بلند و بالا ہے۔ نبی کریم دین کے تمام رازوں کے امین ہیں اور عارف ہیں اور اولین و آخرین کی حقیقتوں سے یقیناً شناسا ہیں۔ کائنات کی کوئی حقیقت ان سے پوشیدہ نہیں ہے اور اس طرح کا سوال کرنا کہ مجھے معلوم نہیں یہ نبوت پر بہت بڑا الزام ہے اور اسلوبِ قرآنی کے بھی بالکل خلاف ہے۔

اب طے یہ ہوا کہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا بیان کردہ اثر بدترین جھوٹ ہے خدا اور رسول اس سے بری ہیں۔ مزید اسی حقیقت کو امام المفسرین حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر مفاتیح الغیب المعروف تفسیر الکبیر میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

"إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ (119)

اعْلَمْ أَنَّ الْقَوْمَ لَمَّا أَصَرُّوا عَلَى الْعِنَادِ وَاللَّجَاجِ الْبَاطِلِ وَاقْتَرَحُوا الْمُعْجِزَاتِ عَلَى سَبِيلِ التَّعَنُّتِ بَيَّنَ اللهُ تَعَالَى لِرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَا مَزِيدَ عَلَى مَا فَعَلَهُ فِي مَصَالِحِ دِينِهِمْ مِنْ إِظْهَارِ الْأَدِلَّةِ وَكَمَا بَيَّنَ ذَلِكَ بَيَّنَ أَنَّهُ لَا مَزِيدَ عَلَى مَا فَعَلَهُ الرَّسُولُ فِي بَابِ الْإِبْلَاغِ وَالتَّنْبِيهِ لِكَيْ لَا يَكْثُرَ غَمُّهُ بِسَبَبِ إِصْرَارِهِمْ عَلَى كُفْرِهِمْ وَفِي قَوْلِهِ: بِالْحَقِّ وُجُوهٌ.

أَحَدُهَا: أَنَّهُ مُتَعَلِّقٌ بِالْإِرْسَالِ، أَيْ أَرْسَلْنَاكَ إِرْسَالًا بِالْحَقِّ. وَثَانِيهَا: أَنَّهُ مُتَعَلِّقٌ بِالْبَشِيرِ وَالنَّذِيرِ أَيْ أَنْتَ مُبَشِّرٌ بِالْحَقِّ وَمُنْذِرٌ بِهِ. وَثَالِثُهَا: أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ مِنَ الْحَقِّ الدِّينَ وَالْقُرْآنَ، أَيْ أَرْسَلْنَاكَ بِالْقُرْآنِ حَالَ كَوْنِهِ بَشِيرًا لِمَنْ أَطَاعَ اللهَ بِالثَّوَابِ وَنَذِيرًا لِمَنْ كَفَرَ بِالْعِقَابِ، وَالْأَوْلَى أَنْ يَكُونَ الْبَشِيرُ وَالنَّذِيرُ صِفَةً لِلرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَأَنَّهُ تَعَالَى قَالَ:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ بِالْحَقِّ لِتَكُونَ مُبَشِّرًا لِمَنِ اتَّبَعَكَ وَاهْتَدَى بِدِينِكَ وَمُنْذِرًا لِمَنْ كَفَرَ بِكَ وَضَلَّ عَنْ دِينِكَ.

أَمَّا قَوْلُهُ تَعَالَى: وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ فَفِيهِ قِرَاءَتَانِ:

الْجُمْهُورُ بِرَفْعِ التَّاءِ وَاللَّامِ عَلَى الْخَبَرِ، وَأَمَّا نَافِعٌ فَبِالْجَزْمِ وَفَتْحِ التَّاءِ عَلَى النَّهْيِ.

أَمَّا عَلَى الْقِرَاءَةِ الْأُولَى فَفِي التَّأْوِيلِ وُجُوهٌ. أَحَدُهَا: أَنَّ مَصِيرَهُمْ إلى الجحيم فمعصيتهم لا تضرك ولست بمسؤول عَنْ ذَلِكَ وَهُوَ كَقَوْلِهِ: فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ [الرَّعْدِ: 40] ، وَقَوْلِهِ: عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ [النُّورِ: 54] . وَالثَّانِي: أَنَّكَ هَادٍ وَلَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ، فَلَا تَأْسَفْ وَلَا تَغْتَمَّ لِكُفْرِهِمْ وَمَصِيرِهِمْ إِلَى الْعَذَابِ وَنَظِيرُهُ قَوْلُهُ: فَلا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَراتٍ [فَاطِرٍ: 8] .

الثَّالِثُ: لَا تَنْظُرْ إِلَى الْمُطِيعِ وَالْعَاصِي فِي الْوَقْتِ، فَإِنَّ الْحَالَ قَدْ يَتَغَيَّرُ فَهُوَ غَيْبٌ فَلَا تَسْأَلْ عَنْهُ، وَفِي الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ أَحَدًا لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِ غَيْرِهِ وَلَا يُؤَاخَذُ بِمَا اجْتَرَمَهُ سِوَاهُ سَوَاءٌ كَانَ قَرِيبًا أَوْ كَانَ بَعِيدًا.

أَمَّا الْقِرَاءَةُ الثَّانِيَةُ فَفِيهَا وَجْهَانِ، الْأَوَّلُ:

رُوِيَ أَنَّهُ قَالَ: لَيْتَ شِعْرِي مَا فَعَلَ أَبَوَايَ

فَنُهِيَ عَنِ السُّؤَالِ عن الْكَفَرَةِ وَهَذِهِ الرِّوَايَةُ بَعِيدَةٌ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ عَالِمًا بِكُفْرِهِمْ ، وَكَانَ عَالِمًا بِأَنَّ الْكَافِرَ مُعَذَّبٌ، فَمَعَ هَذَا الْعِلْمِ كَيْفَ يُمْكِنُ أَنْ يَقُولَ: لَيْتَ شِعْرِي مَا فَعَلَ أَبَوَايَ. وَالثَّانِي: مَعْنَى هَذَا النَّهْيِ تَعْظِيمُ مَا وَقَعَ فِيهِ الْكُفَّارُ مِنَ الْعَذَابِ، كَمَا إِذَا سَأَلْتَ عَنْ إِنْسَانٍ وَاقِعٍ فِي بَلِيَّةٍ فَيُقَالُ لَكَ: لا تسأل عنه، ووجه التعظيم أن المسؤول يَجْزَعُ أَنْ يَجْرِيَ عَلَى لِسَانِهِ مَا هُوَ فِيهِ لِفَظَاعَتِهِ فَلَا تَسْأَلْهُ وَلَا تُكَلِّفْهُ مَا يضجره، أو أنت يا مُسْتَخْبِرُ لَا تَقْدِرُ عَلَى اسْتِمَاعِ خَبَرِهِ

لِإِيحَاشِهِ السَّامِعَ وَإِضْجَارِهِ، فَلَا تَسْأَلْ، وَالْقِرَاءَةُ الْأُولَى يَعْضُدُهَا قِرَاءَةُ أُبَيٍّ: وَمَا تُسْأَلُ وَقِرَاءَةُ عَبْدِ اللهِ ولن تسأل."

ترجمہ و مفہوم: اے محبوب ﷺ ہم نے تجھے حق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ تجھ سے جہنمیوں کی بابت سوال نہیں ہو گا۔ اس آیت کی تفسیر میں امام الرازی فرماتے ہیں کہ خوب جان لو جب قومِ کفار نے اپنی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور دلی عناد اور کمینے پن کا اظہار کیا اور دلی حسد کی بنیاد پر نہایت باطل طریقے سے معجزات طلب کیے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذات نے اپنے حبیب ﷺ کے لیے ساری حقیقتیں واضح فرما دیں تاکہ محبوب ﷺ کفار کے رویے پر غم زدہ نہ ہوں اس آیت کریمہ میں کئی وجوہات عظمت پر غور کیا گیا ہے۔

پہلی وجہ عظمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے آپ کی رسالت کو حق کہا۔

دوسری وجہ عظمت یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔

تیسری وجہ عظمت یہ ہے کہ آپ ﷺ کو قرآن مجید دے کر بھیجا گیا آپ اس عظیم کتاب (قرآن مجید) کے ذریعے سے ایمان والوں کو بشارت دیں اور کافروں کو عذاب سے ڈرائیں۔

بنیادی طور پر بشیر اور نذیر رسول اللہ ﷺ کی خصوصی صفات ہیں۔ اب اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ اے محمد ﷺ ہم نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا تاکہ آپ غلاموں کو خوش خبریاں سنائیں اور دین کی عظمتیں بیان فرمائیں اور دشمنوں کو ڈرائیں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کا یہ قول آپ سے جہنمیوں کی بابت سوال نہیں ہو گا اس میں دو قرائتیں ہیں جمہور "ت" کو رفع کے ساتھ پڑھتے ہیں اور "ل" کو بھی خبر ہونے کی صورت میں پڑھتے ہیں اور امام نافع "ت" کو فتح کے ساتھ اور "ل" کو جزم کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ بنابریں پہلی قراءت میں معنی یہ ہو گا کہ اُن کفار کا جہنم میں جانا اُن کی نافرمانی کی وجہ سے ہے آپ کو اس کا کوئی نقصان نہیں اور نہ ہی آپ سے ان جہنمیوں کی بابت سوال ہو گا اور آپ پر محض ذمہ داری حق پہنچانا ہے جو آپ ادا کر چکے ہیں۔ اب دوسری قراءت کی صورت میں معنی یہ ہو گا

کہ آپ ﷺ ہادی ہیں اور ہدایت دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ آپ غمزدہ نہ ہوں اُن کافروں کے عذاب پر اُن کو اپنی حسرتوں میں جلنے دو۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ آپ سے کسی کے گناہ کی بابت نہیں پوچھا جائے گا اور نہ مواخذہ ہوگا۔ اور یہ جو روایت میں کہا گیا ہے کہ "لَیۡتَ شَعۡرِیۡ مَا فُعِلَ بِاَبَوَایَ" اس کا اس آیت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے رہا کفار کا معاملہ تو آپ اُن کے کفر کی بابت جانتے تھے۔ آپ ﷺ کو صرف اُن کے اسلام نہ لانے کا غم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے بھی روک دیا۔

بہر حال جو روایت ہے وہ بے محل ہے کیونکہ علم نبوت سے ٹکراتی ہے اسی لیے بے حقیقت ہے مزید اسی حقیقت کو صاحب روح المعانی علامہ سید محمد احمد آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں یوں رقم طراز ہوتے ہیں:

"وَلا تُسۡئَلُ عَنۡ أَصۡحابِ الۡجَحِیمِ تذییل معطوف علی ما قبله، أو اعتراض أو حال أی أرسلناك غیر۔ مسؤول عن أصحاب الجحیم۔ مات لهم لم یؤمنوا بعد أن بلغت ما أرسلت به وألزمت الحجة علیهم! وقرأ أبیّ وما بدل ولا وابن مسعود «ولن» بدل «ذلك» وقرأنافع ویعقوب لا تسأل علی صیغة النهی إیذانا بکمال شدة عقوبة الکفار وتهویلا لها کما تقول کیف حال فلان وقد وقع فی مکروہ فیقال لك لا تسأل عنه أی إنه لغایة فظاعة ما حل به لا یقدر المخبر علی إجرائه علی لسانه أو لا یستطیع السامع أن یسمعه، والجملة علی هذا اعتراض أو عطف علی مقدر أی فبلغ، والنهی مجازی، ومن الناس من جعله حقیقة، والمقصود منه بالذات نهیه صلّی الله علیه وسلّم عن السؤال عن حال أبویه علی ما روی۔ أنه علیه الصلاة والسلام سأل جبریل عن قبریهما فدله علیهما فذهب فدعا لهما وتمنی أن یعرف حالهما فی الآخرة وقال: لیت شعری ما فعل أبوای فنزلت۔

ولا يخفى بعد هذه الرواية لأنه صلى الله تعالى عليه وسلم۔ كما فى المنتخب۔ عالم

بما آل إليه أمرهما، وذكر الشيخ ولى الدين العراقى أنه لم يقف عليها، وقال

الإمام السيوطى: لم يرد فى هذا إلا أثر معضل ضعيف الإسناد فلا يعول عليه،

والذى يقطع به أن الآية فى كفار أهل الكتاب كالآيات السابقة عليها والتالية لها

لا فى أبويه صلى الله تعالى عليه وسلم، ولتعارض الأحاديث فى هذا الباب وضعفها

قال السخاوى: الذى ندين الله تعالى به الكف عنهما وعن الخوض فى أحوالهما

والذى أدين الله تعالى به أنا أنهما ماتا موحدين فى زمن الكفر، وعليه يحمل كلام

الإمام أبى حنيفة رضى الله تعالى عنه إن صح بل أكاد أقول:

إنهما أفضل من علىّ القارئ وأضرابه. والجحيم۔"

ترجمہ و مفہوم: صاحب روح المعانی نے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے جو لوگ مرتے دم تک ایمان نہیں لاتے وہ حجت قائم ہونے کے بعد جہنمی ہیں۔ اے محبوب ﷺ آپ سے اُن کی بابت سوال نہیں ہو گا اور کچھ لوگوں نے اس آیت کے ضمن میں یہ روایت کیا ہے کہ آ ﷺ نے اپنے والدین کی بابت حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ اُن کی قبور کہاں ہیں؟ تو وہ آپ ﷺ کو اُن کی قبروں پر لے گئے۔ پس آپ ﷺ نے اپنے والدین کے لیے دعا کی اور خواہش کی کہ مجھے آخرت میں اُن کا مقام دکھایا جائے میں نہیں جانتا کہ اُن کے ساتھ آخرت میں کیا معاملہ ہو گا۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ صاحب تفسیر فرماتے ہیں

"وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ "اے محبوب ﷺ آپ سے جہنمیوں کی بابت سوال نہیں کیا جائے گا۔ صاحب تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ روایت اپنے مصداق میں ہی غلط ہے کیونکہ علوم نبوی ایک یقینی حقیقت ہے رحمتِ عالم ﷺ اولین و آخرین علوم کے وارث ہیں۔ جب آپ ﷺ کے حضور ساری کائنات کی حقیقتیں کھول دی گئیں تو نعوذ باللہ یہ دو

قبریں پوشیدہ کر دی گئیں یا اتنی گہری ہو گئیں کہ نگاہِ نبوت وہاں تک نہیں پہنچ پائی۔

"اَستَغفِرُ اللہ"

پھر صاحب تفسیر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو آئمہ حدیث نے حدیث ہی نہیں مانا۔ اُن آئمہ میں سر فہرست شیخ ولی الدین عراقی ہیں اور امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ ہیں۔ اور یہ بات متحقق ہے کہ یہ آیت کریمہ کفار اہل کتاب کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں۔ سیاق وسباق کلام الٰہی اسی بات کو متعین کرتا ہے۔ رہی والدین مصطفیٰ ﷺ کی بابت روایت کا آنا تو وہ بے اصل ہے کیونکہ مخالفین کی روایات اس مضمون کی بابت ایک دوسرے سے ٹکرار ہی ہیں۔

امام سخاوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ان نفوسِ قُدسیہ کی بابت رائے دینے کا حق ہی نہیں ہے۔ نہ ہی اُن کے حالات میں غور کرنے کا حق ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دینی وضاحت آئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ دونوں نفوسِ قُدسیہ توحید والے تھے، توحید کا نور اُن نفوسِ قُدسیہ میں تادمِ آخر شامل حال رہا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ وہ زمانہ کفر میں وصال فرما چکے تھے یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مدعا ہے۔

بہر حال میں یہ کہتا ہوں کہ رحمتِ عالم ﷺ کے والدینِ کریمین ملا علی قاری علیہ الرحمہ اور اُن کے ہم نواؤں سے کہیں زیادہ افضل واعلیٰ ہیں۔

نوٹ:

قارئینِ محترم! آپ نے معتبر تفاسیر کی روشنی میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ کے موقف کا حشر دیکھ لیا ہے۔ اور حقیقت بھی دیکھی ہے کہ وہ اس موقف میں کتنے پسماندہ نظر آئے۔ اس موقف میں خاص بات یہ ہے کہ اس کی تائید میں بیان کردہ بے اصل روایات اور بے اصل افکار کو جب ہم جمع کرتے ہیں تو کوئی بھی روایت دوسری روایت سے لفظی اور معنوی تعلق نہیں رکھتی بلکہ روایت کا روایت کے ساتھ تعارض اور تصادم نظر آتا ہے۔ نہ تو ان میں تطبیق اور مطابقت کی کوئی صورت ہے اور نہ ہی وجہ ترجیح ہے نہ جانے ملا علی قاری جیسا ذمہ

داری آدمی یہ اول فول کیسے لکھ گیا ہے اور وہ بھی کائنات کے حساس ترین عنوان میں۔ حرمِ نبوت کی بھی عظمت کی حساسیت پوری کائنات کے حساس مسائل سے حساس ترین مسئلہ ہے۔ یہ وہ حرمِ رحمت ہے جہاں نزول قرآن ہوا اور لاتعداد سالوں سے لاتعداد سالوں تک خدا خدا ہو کر درود پڑھتا رہا اور پڑھتا رہے گا خود رسول دو عالم ﷺ پڑھتے تھے اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اجمعین تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین اور اولیاء کاملین بلکہ پوری اُمت مسلمہ کے لوگ ان نفوسِ قُدسیہ پر درود پڑھتے رہے اور تا قیامت پڑھتے رہیں گے۔

نجانے ملا علی قاری کو ان نفوسِ قُدسیہ میں کس عینک سے کفر نظر آیا اور شرمناک بات یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے مقلد ہو کر ان کی فقہ کے شارح ہو کر اُن کا خوشہ چیں ہو کر اُن کو بھی اس ذلت میں رسوا کرنے کی ناکام کوشش کر ڈالی۔ اللہ تعالیٰ اس بیہودگی سے بچائے۔ آمین۔

خلاصہ کلام: قارئینِ محترم! مذکورہ بالا بیان کی ساری تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی بیان کردہ روایت جو بطور دلیل انھوں نے اپنے موقف میں پیش کی ہے وہ کئی اعتبار سے ناقابل قبول ہے۔

1) کسی معتبر محدث نے اُسے حدیث ہی نہیں مانا اور نہ ہی اپنی کتاب میں اُس حدیث کو جگہ دی ہے۔

2) جس آیت کریمہ کے شان نزول میں وہ بیان ہوئی ہے کسی بھی معتبر مفسر نے اُسے اس شانِ نزول کے اعتبار سے قبول ہی نہیں کیا بلکہ اُس کی سخت تردید کی ہے حتی کہ جس تفسیر کا حوالہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے دیا ہے اُس مفسر نے اس روایت کو نقل کر کے اس کی سخت تردید کی ہے۔ حیرت ہے کہ اس مردود روایت کو اتنے حساس ترین مؤقف میں ملا علی قاری نے کیسے دلیل بنا کر بیان کر دیا ہے۔

3) اکثر مفسرین کے ہاں یہ روایت نظم قرآنی کے ہی خلاف ہے۔

4) اس مسئلے میں قرآنی آیات کا سیاق وسباق بھی اس روایت کے وجود کو قبول نہیں کرتا اور جہاں اس روایت کے وجود کو قبول نہیں کرتا وہاں اس روایت کو وارد کرنا قابلِ مواخذہ کہا گیا ہے اور بلا ضرورت اور بلا وجہ اس روایت کو بیان کیا گیا ہے۔

5) یہ روایت اپنے مندرجات کے اعتبار سے خود ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی اپنے موقف میں بیان کردہ دیگر روایات کے مخالف اور متعارض ہے۔ مثال کے طور پر ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے اپنے والدین کریمین صلوۃ اللہ علیہما و سلامہ کی مغفرت کے لیے خدا تعالیٰ سے دعا کرنا چاہی تو اللہ تعالیٰ نے قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی مگر دعائے مغفرت کی اجازت نہیں دی۔ اس روایت کو ملا علی قاری نے اپنے مؤقف کی قوت میں بطورِ دلیل بیان کیا ہے اور ساتھ ہی یہ روایت آیت کے نزول میں بیان کر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ میرے والدین کی قبور کہاں ہیں؟ تو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو آپ کے والدین کی قبور پر لے گئے اور آپ ﷺ نے اپنے ماں باپ کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ کاش مجھے اُن کے آخرت کے انجام کا علم ہو۔ یعنی میں نہیں جانتا کہ اُن کے ساتھ آخرت میں کیا کیا جائے گا۔

اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی " وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ " کہ آپ سے جہنمیوں کی بابت سوال نہیں کیا جائے گا۔

قارئینِ محترم! اب اس روایت میں دعا کرنے کی واضح حدیث ہے جب کہ پہلی حدیث میں دعا سے روکا گیا ہے۔ اس صورت میں یہاں واضح تعارض اور ٹکراؤ ہے اور اس پر اعتماد کرنا منصبِ نبوت پر کھلا ہوا الزام ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو روکتا ہے اور محبوب ﷺ خدا کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ بدترین الزام ہے۔

بنابریں ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا بیان کردہ نقطہ نظر کسی بھی صورت میں قابل قبول نہیں۔

اب آیئے ہم اُن کی اگلی پیش کردہ دلیل کا جواب دیتے ہیں جو اُنھوں نے صحیح مسلم سے

روایت نقل کی ہے۔

دلیل نمبر (۲) حدیث صحیح مسلم

قارئین محترم ! اب ہم اُس حدیث کو بیان کر رہے ہیں جس کو بنیاد بنا کر دشمنانِ خاندانِ نبوت والدین مصطفیٰ ﷺ کی تکفیر کرتے ہیں معاذ اللہ۔ مخالفین صحیح مسلم سے یہ روایت لاتے ہیں۔

"عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَیْنَ اَبِیْ قَالَ فِی النَّارِ فَلَمَّا قَفَا دَعَاہُ فَقَالَ اَبِیْ وَ اَبَاکَ فِی النَّارِ" (مسلم شریف تذکرہ باب من مات علی الکفر فھو فی النار: ۱۱۴)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ (مرنے کے بعد) کس جگہ واقع ہے؟ آپ نے فرمایا: (دوزخ کی) آگ میں ہے۔ جب وہ شخص اُٹھ کر جانے لگا تو آپ نے اُسے بلایا اور فرمایا بے شک میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں۔

اس حدیث کو مخالفینِ خاندانِ نبوت اپنے بے اصل مؤقف کی دلیل بناتے ہیں اور نعوذ باللہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خود اپنے والدین کو جہنمی کہا ہے۔ آیئے اب ہم اس حدیث کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔

پہلی صورت تو یہ ہے کہ یہ حدیث حدیث ہے ہی نہیں بلکہ یہ امام حماد کے کسی بچھلگ لے پالک کا گھسوڑا ہوا ذاتی اضافہ ہے اور اس لے پالک نے امام حماد کی بہت ساری کتابوں میں اس طرح کی بے ہودہ باتیں گھسوڑ دی ہیں۔ اس بیہودگی کو امام المحدثین حافظ عبد الرحمٰن، امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے "وَ وَقَعَ فِیْ حَدِیْثِہٖ مَنَاکِیْرُ ذَکَرُوْا اَنَّ رَبِیْبَۃَ دَسَّھَا فِیْ کُتُبِہٖ" (مسالک الحنفاء)

اسی بات کو سیرت نگاروں کی کائنات میں ایک عظیم سیرت نگار امام محمد بن یوسف الصالحی

الشافعی المتوفی ۹۴۲ھ اپنی مشہورِ زمانہ کتاب "سُبُل الھدٰی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ﷺ "میں بڑی وضاحت کے ساتھ تحریر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ "اَبِیْ وَاَبَاكَ فِی النَّارِ "حدیث ہے ہی نہیں۔ یہ امام مسلم پر محض الزام ہے اور فقیر مسکین فریدی بھی برملا اعلان کرتا ہے کہ یہ حدیث ہے ہی نہیں یہ ذاتِ نبوت پر بھی الزام ہے اور امام مسلم علیہ الرحمہ پر بھی بہت بڑاالزام ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ خود صاحبِ صحیح مسلم اپنی صحیح میں اس بات کی تردید فرما رہے ہیں اور اس تردید میں اُنھوں نے باقاعدہ اپنی صحیح مسلم میں ایک باب باندھا ہے اور خوش آئند بات یہ ہے کہ اس باب کا نام بھی انھوں نے (باب نمبر ۸۰۶) "بَابُ فَضْلِ نَسَبِ النَّبِیِّ ﷺ "رکھا ہے اور اس کے تحت احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ حیرت اس بات پر ہے کہ خود صاحب مسلم نبی کریم ﷺ کے خاندانِ عظمٰی کی فضیلت کے لیے ایک مستقل باب قائم کریں اور خود ہی والدین مصطفٰی ﷺ کے جہنمی ہونے کا قول کریں۔ نعوذ باللہ یہ دوہرا معیار کسی بھی دیانت دار عالمِ دین کے لیے موزوں نہیں۔ چہ جائے کہ امام مسلم علیہ الرحمہ جیسے عظیم محدث یہ کام کر پائیں۔

اس حوالے سے تو خطرناک صورت حال پیدا ہو گی کہ اہلِ فضائل بھی جہنمی ہیں تو اس اعتبار سے بڑی سے بڑی فضیلت والا بھی جہنم میں جانے کے لیے تیار رہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اصحاب فضیلت جہنمی نہیں ہوا کرتے بلکہ اہلِ جنت ہوا کرتے ہیں۔ پورا ذخیرہ علم دین اس باب میں لاتعداد دلائل دیتا ہے تو اتنی بڑی تعداد کی مسلّم حقیقت کو جھوٹا کہنے سے یہ بہتر نہیں کہ گھسوڑی ہوئی روایت کا انکار کر دیا جائے تاکہ کسی صاحبِ فضیلت کی عظمت داغ دار نہ ہو۔ آیئے اب ہم صحیح مسلم میں بیان کردہ صحیح حدیث بیان کرتے ہیں جس میں خاندانِ نبوت کے تقدس مآب نفوسِ قُدسیہ کی فضیلتِ مصطفائیت کو بیان کرتے ہیں۔

حدیث کا متن یہ ہے